تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله (مشكوٰة، موطا)

روضة الطالبين
في حل
زاد الطالبين

مؤلف: مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

ترجمہ وتشریح: محمد حسین صدیقی
استاذ جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

ناشر: زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
فون: ۷۷۲۵۶۷۳

جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن

تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله (موطا، مشکوۃ)

روضة الطالبين
في حل
زاد الطالبين

مؤلف: مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : روضۃ الطالبین
تاریخ اشاعت : جون ۲۰۰۲ء
باہتمام : احباب زمزم پبلشرز
کمپوزنگ : بیت العلم کمپوزر فون# 0300-9220023
سرورق : لومیز گرافکس
مطبع :
ناشر : زمزم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی
فون 7725673 - 7760374 فیکس: 7725673
ای میل- zamzam@sat.net.pk

دیگر ملنے کے پتے: دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
علمی کتاب گھر، اردو بازار کراچی
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی۔ فون: 7224292
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلاً جَزِيْلاً

—— منجانب ——

احبابِ زمزم پبلشرز

عنوان	صفحہ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۲۱
جذبات تشکر۔ مفتی محمد نعیم صاحب	۲۳
کلمات تبرک۔ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید	۲۴
تاثرات۔ قاری محمد طاہر رحیمی	۲۵
کلمات تبرک۔ ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی	۲۶
تقریظ۔ مفتی عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالی	۲۸
حالات حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ مصنف کے حالات	۲۹
تصنیفات وتالیفات	۳۵
حدیث کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم، موضوع غرض وغایت اور تصنیف	۳۷
کتاب کے مقدمہ کا ترجمہ ولغات	۳۸
انما الاعمال بالنیات	۴۲
حدیث کا شان ورود	۴۲
حدیث کی فضیلت	۴۳
دنیا کے ساتھ عورت کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟	۴۳
دین نصیحت کا کام ہے	۴۶
مجالس کی باتیں امانت ہوتی ہیں	۴۷
دعا عبادت کا مغز ہے	۴۸
حیاء ایمان کا حصہ ہے	۴۹
قیامت کے دن آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرتا تھا	۵۰
شراب کی مذمت	۵۱

عنوان	صفحہ
بردباری اختیار کرنا اور جلد بازی کو ترک کرنا	۵۲
مؤمن شریف ہوتا ہے	۵۳
فاجر کمینہ ہوتا ہے	۵۴
ظالم قیامت کے دن تاریکی میں ہوگا	۵۵
سلام میں پہل کرنا تکبر سے دور رکھتا ہے	۵۶
دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے	۵۷
مسواک کرنے کی فضیلت	۵۸
دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے	۶۰
غیبت کرنا زنا سے بدتر ہے	۶۱
پاکی ایمان کا حصہ ہے	۶۲
قرآن قیامت کے دن مدعی ہوگا	۶۳
گھنٹہ شیطان کی بانسری ہے	۶۴
عورتیں شیطان کا جال ہیں	۶۴
کھانا کھا کر شکر کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے	۶۵
خرچ میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب	۶۶
اچھے لوگوں سے دوستی رکھنا آدھی عقل ہے	۶۷
اچھا سوال کرنا بھی علم میں داخل ہے	۶۸
توبہ کرنا گناہ کو بالکل منہدم کر دیتا ہے	۶۹
عقل مند اور نادان شخص کی پہچان	۷۰
مؤمن محبت کرنے والا ہوتا ہے	۷۱
گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے	۷۲
قیامت کے دن بعض تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا	۷۳
بعض تاجروں کا حشر نبیوں صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا	۷۴
دنیا کے چار سب سے بڑے گناہ	۷۴

عنوان	صفحہ
نیکی اور برائی کی علامت	۷۷
تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے	۷۸
مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں	۷۹
مؤمن سے لوگوں کو اطمینان رہتا ہے	۸۰
نفس سے مجاہدہ کرنے والا حقیقت میں مجاہد ہے	۸۰
حقیقی مہاجر گناہوں کو چھوڑنے والا ہے	۸۱
گواہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہے	۸۲
مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے	۸۳
سارے مؤمن ایک جسم کے مانند ہیں	۸۴
سفر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی ہدایت	۸۵
جہاد سے واپسی پر بھی جہاد والا ثواب ملتا ہے	۸۸
مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے	۸۸
امیر خادم ہوتا ہے	۸۹
محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے	۹۰
علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے	۹۱
مال کے حرص کی مذمت	۹۲
سحری کے وقت کا خواب عموماً سچا ہوتا ہے	۹۳
کمانے کے چار درجے	۹۴
بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے	۹۵
دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے	۹۶
پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے	۹۷
بہترین صدقہ کسی جاندار کا پیٹ بھرنا	۹۸
علم اور مال والے کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا	۹۹
منافق کی تین علامتیں	۱۰۰

عنوان	صفحہ
بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنی ہے	۱۰۱
صبح یا شام اللہ کے راستہ میں نکلنا تمام دنیا سے بہتر ہے	۱۰۲
ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے	۱۰۳
استغفار کرنے کی شرائط	۱۰۴
خدا کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے	۱۰۵
چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائی کی حیثیت باپ والی ہوتی ہے	۱۰۶
بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں	۱۰۷
ہر عبادت میں شریعت کی منشا کا لحاظ رکھنا ضروری ہے	۱۰۸
اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی لغویات کو چھوڑ دے	۱۰۹
ہر ایک سے قیامت کے دن اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا	۱۱۰
بہترین جگہ مساجد ہیں	۱۱۱
بدترین جگہ بازار ہیں	۱۱۲
برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے	۱۱۳
تنہا بیٹھنے سے بہتر نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے	۱۱۴
بری باتیں کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے	۱۱۵
مؤمن کا تحفہ موت ہے	۱۱۶
جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے	۱۱۷
تین باتوں کے علاوہ ابن آدم کا تمام کلام اس پر وبال ہے	۱۱۸
ذکر کرنے والے کی مثال زندہ کی سی ہے	۱۱۹
وہ علم جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے	۱۲۰
سب سے بہترین ذکر کلمہ توحید اور بہتر دعا الحمد للہ ہے۔	۱۲۱
خدا کو ہر حال میں یاد رکھنے والے کے فضائل	۱۲۲
امانت داری اور ایفائے عہد کی اہمیت	۱۲۴
حکیم کے لئے تجربہ ضروری ہے	۱۲۵

عنوان	صفحہ
تدبیر کے مثل کوئی عقل مندی نہیں	۱۲۶
خاندانی شرافت حسن خلق کے برابر نہیں	۱۲۷
لوگوں کی خاطر خدا کی نافرمانی جائز نہیں	۱۲۸
اسلام میں رہبانیت نہیں ہے	۱۲۹
متقی آدمی کے پاس مال ہونے میں کوئی حرج نہیں	۱۳۰
بعض بیان جادو کی طرح اثر کرتے ہیں	۱۳۱
بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے	۱۳۲
بعض علم بھی جہل ہیں	۱۳۳
آدمی کی باتیں اس پر وبال ہیں	۱۳۳
ریا کی علامت وعلاج	۱۳۴
نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور ہو	۱۳۶
مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے	۱۳۶
اولاد بخل اور بزدلی کا سبب بن جاتی ہے	۱۳۸
سچ اطمینان کا اور جھوٹ بے اطمینانی کا باعث ہے	۱۳۸
اللہ جمال کو پسند کرتا ہے	۱۳۹
ہر تیزی کے لئے سستی ہوتی ہے	۱۴۰
روزی آدمی کو موت کی طرح تلاش کرتی ہے	۱۴۱
شیطان آدمی میں خون کی طرح دوڑتا ہے	۱۴۲
میری امت کی آزمائش مال میں ہے	۱۴۳
غائبانہ دعا جلدی قبول ہوتی ہے	۱۴۴
گناہوں کے سبب آدمی رزق سے محروم ہو جاتا ہے	۱۴۵
اس وقت تک آدمی نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرے	۱۴۶
صدقہ اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے	۱۴۷
آدمی کی فضیلت دوسرے پر تقوی کے ساتھ ہے	۱۴۸

عنوان	صفحہ
اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ اعمال کو دیکھتا ہے	۱۴۹
مسلمان کے ساتھ بشاشت کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے	۱۵۱
اللہ کے ہاں مقرب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے	۱۵۱
سود کی مذمت	۱۵۲
غصہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے اور غصہ کا علاج	۱۵۳
نیکی جنت کا اور جھوٹ دوزخ کا راستہ دکھاتا ہے	۱۵۵
اللہ کی طرف سے جن کاموں کو حرام کیا گیا ہے	۱۵۶
اللہ کے لئے دوستی یا دشمنی کرنا	۱۵۷
ذکر اور علم کے علاوہ دنیا ملعون ہے	۱۵۸
بعض اعمال کا ثواب آدمی کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے	۱۶۰
اللہ دین کا کام فاسق و فاجر سے بھی لے لیتے ہیں	۱۶۲
مساجد مزین کرنا قیامت کی علامتوں میں سے ہے	۱۶۳
جہل کا علاج سوال کرنے میں ہے	۱۶۵
اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے	۱۶۶
قبر جنت کا باغیچہ یا جہنم کا گڑھا ہے	۱۶۷
کبھی کبھار فقر کفر کا سبب بن جاتا ہے	۱۶۹
قیامت کے دن آدمی اس حال میں اٹھے گا جس حال میں مرا تھا	۱۷۰
ہر سنی سنائی بات دوسرے سے کہہ دینا بھی جھوٹ میں داخل ہے	۱۷۱
شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں	۱۷۲
مال کے غلام بننے والے پر اللہ کی لعنت ہے	۱۷۳
دوزخ کو خواہشات سے اور جنت کو مشقتوں سے ڈھانپا گیا ہے	۱۷۴
بوڑھے آدمی میں دو چیزیں جوان ہوتی ہیں	۱۷۵
بہترین شخص وہ عالم دین ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے	۱۷۶
مردے کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں	۱۷۷

عنوان	صفحہ
سب سے بڑی خیانت	۱۷۸
ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی مذمت	۱۷۹
چغل خور جنت میں نہیں جائے گا	۱۸۱
قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جا سکے گا	۱۸۲
مؤمن کو بار بار ایک سوراخ سے ڈسا نہیں جاسکتا	۱۸۳
پڑوسی کے حقوق	۱۸۳
حرام کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا	۱۸۴
مؤمن وہ ہے جس کی خواہش دین کے تابع ہوجائے	۱۸۵
مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے	۱۸۶
کتے اور تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	۱۸۷
حضور اکرم ﷺ سے محبت ایمان کی بنیاد ہے	۱۸۸
مسلمان تین دن سے زیادہ کسی سے قطع تعلق نہ رکھے	۱۹۰
کسی کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا جائز نہیں	۱۹۱
شقاوت بدبختی کی علامت ہے	۱۹۱
گھنٹی کی موجودگی میں فرشتے نہیں آتے	۱۹۳
میری طرف سے چھوٹی سی بات کو بھی دوسرے کو پہنچادو	۱۹۴
ہر شخص کو اس کے مقام پر رکھو	۱۹۵
سفارش کرنے سے ثواب ملتا ہے	۱۹۶
اللہ پر ایمان لانا اور پھر موت تک اس پر جمے رہنا	۱۹۷
جو چیز شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو	۱۹۸
برائی کے بعد فوراً نیکی کرلو	۱۹۹
لوگوں سے اچھے اخلاق سے سلوک کرو	۲۰۰
مؤمن کو اپنا دوست بناؤ	۲۰۱
متقی کو اپنا کھانا کھلاؤ	۲۰۲

عنوان	صفحہ
امانت ادا کرو اور خیانت نہ کرو	۲۰۳
بہترین لوگوں کو مؤذن ہونا چاہیے	۲۰۴
جو پہلے سلام نہ کرے اس کو اجازت مت دو	۲۰۵
سفید بالوں کو نہ اکھیڑو	۲۰۶
دنیا سے بے رغبتی کرو خدا محبت کرنے لگے گا	۲۰۷
لوگوں کے پاس جو ہے اس سے بھی زہد کرو	۲۰۸
دنیا میں مسافر کی طرح رہو	۲۰۹
جائیداد مت بناؤ	۲۱۰
مزدور کو مزدوری کام کے ختم ہونے پر فوزا ادا کرو	۲۱۰
ڈاڑھی رکھو مونچھوں کو کٹواو	۲۱۱
لوگوں کو بشارت سناؤ اور نرمی کا معاملہ کرو	۲۱۳
بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو	۲۱۴
مرغ کو برامت کہو	۲۱۵
غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہ کرے	۲۱۵
ناز و نعمت کی زندگی سے بچنا چاہیے	۲۱۶
سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کتے کی طرح نہیں پھیلانا چاہیے	۲۱۷
مُردوں کو برا کہنا منع ہے	۲۱۸
سات سال کی عمر سے اپنی اولادوں کو نماز کا حکم دو	۲۱۹
قرآن کی حفاظت کرو	۲۲۱
مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچاو	۲۲۲
قبروں کے اوپر بیٹھنا منع ہے	۲۲۳
چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو	۲۲۴
اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا منع ہے	۲۲۵
جانوروں کی پشت کو منبر بنانا منع ہے	۲۲۶

عنوان	صفحہ
کسی جاندار کو باندھ کر نشانہ بنانا منع ہے	۲۲۷
دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنا منع ہے	۲۲۷
صدقہ دینے میں جلدی کرو	۲۲۸
کسی کی عیب جوئی کرنا منع ہے	۲۲۹
مشرکین سے جہاد کرو	۲۳۰
جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکرے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو	۲۳۱
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو	۲۳۳
پہلوان کسے کہتے ہیں؟	۲۳۵
عورت کو اس کے خاوند کے خلاف اکسانا منع ہے	۲۳۶
چھوٹوں پر رحم نہ کرنے والا ہم میں سے نہیں	۲۳۷
پڑوسی کا خیال نہ رکھنے والا مؤمن نہیں	۲۳۸
مؤمن طعنہ دینے والا نہیں ہوتا	۲۳۹
صلہ رحمی کی تعریف	۲۴۰
اصل دولت مندی دل کا غنی ہونا ہے	۲۴۱
کیا صلح کروانے میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟	۲۴۲
اللہ کے نزدیک دعا سے پسندیدہ اور کوئی عمل نہیں	۲۴۳
گریبان کو پھاڑنے والا ہم میں سے نہیں	۲۴۴
سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہوتی	۲۴۵
جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے	۲۴۶
جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا	۲۴۷
جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے	۲۴۷
نیک کام کی رہنمائی کرنے والے کو کام کرنے کا ثواب ملتا ہے	۲۴۸
جو لوٹ مار کرے وہ نبی کی امت میں سے نہیں ہے	۲۴۹
خاموش رہنے والا نجات پاتا ہے	۲۵۰

عنوان	صفحہ
جومسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے وہ امت محمدیہ میں سے نہیں ہے	۲۵۱
جہاد کی لغوی واصطلاحی تعریف	۲۵۲
نرمی سے محروم رہنے والا تمام ہی خیر سے محروم رہتا ہے	۲۵۲
بادشاہ کے پاس رہنے والا فتنہ میں مبتلا ہوجاتا ہے	۲۵۳
ریاکاری سے عمل کرنے والا کیا مشرک ہوجاتا ہے؟	۲۵۴
جوجس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا	۲۵۵
جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں	۲۵۶
حج کو جلدی کرنا چاہئے	۲۵۷
دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں	۲۵۸
ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں	۱۵۹
کسی کو تسلی دینے کی فضیلت	۲۵۹
جس سے اللہ تعالی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں	۲۶۰
معاہدہ والے کو قتل کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا	۲۶۱
بھلائی کرنے والے کے بدلہ میں آدمی کیا کرے؟	۲۶۲
مسجد بنانے والے کو اللہ جنت دے گا	۲۶۳
دوغلے آدمی کی مذمت	۲۶۴
مسلمان کے عیب کو چھپانے کی فضیلت	۲۶۵
زبان کو برائی سے روکنے کی فضیلت	۲۶۶
دین کو چھپانے والے کی مذمت	۲۶۷
غلط فتوی دینے کی مذمت	۲۶۸
بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے ڈھانے کے مترادف ہے	۲۶۹
ایسی چیز سے اپنے کو مزین کرنا جو اس کے اندر نہ ہو اس کی مذمت	۲۷۰
بدعت کی مذمت	۲۷۱
سنت کو فساد کے زمانے میں اپنانے والا سو شہیدوں کا ثواب پاتا ہے	۲۷۲

صفحہ	عنوان
۲۷۳	جنت کی ضمانت
۲۷۴	کلمہ توحید کی گواہی دینے والے پر جہنم حرام ہے
۲۷۵	اللہ کے لئے دوستی کرنے والا ایمان کو مکمل کرنے والا ہے
۲۷۶	تنگ دست کو معاف کرنے والا قیامت کے دن اللہ کے سایہ کے نیچے ہوگا
۲۷۷	نبی کی طرف غلط احادیث منسوب کرنے والا جہنمی ہے
۲۷۸	گھر میں داخل ہونے تک آدمی اللہ ہی کے راستہ میں ہوتا ہے
۲۷۹	سات سال تک اذان دینے والا جہنم سے بری ہو جاتا ہے
۲۸۰	جمعہ چھوڑنے والا شخص منافق ہو جاتا ہے
۲۸۱	جہاد کی تمنا بھی نہ کرنے والا منافق مرتا ہے
۲۸۲	جو شخص روزہ کی حالت میں لغویات کو نہ چھوڑے اس کو روزہ کا ثواب نہیں ملتا
۲۸۳	دنیا میں جھوٹی عزت پانے والے قیامت میں ذلیل ہوں گے
۲۸۴	لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کرنے والا جہنمی ہے
۲۸۵	دنیا کے لئے علم حاصل کرنے والا جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا
۲۸۶	جو نجومی کے پاس جائے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی
۲۸۷	اللہ کا نام لے کر جو شخص پناہ مانگے اس کو پناہ دو
۲۸۹	جو شخص جو برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روک دے
۲۹۰	جو ادا کرنے کی نیت سے قرض لے تو اللہ اس سے ادا کروا دیتے ہیں
۲۹۱	جو رمضان کا روزہ نہ رکھے تو تمام عمر کا روزہ اس کا بدلہ نہیں بن سکتا
۲۹۲	روزہ دار کے افطار کروانے والے کو ثواب ملتا ہے
۲۹۳	نبی کریم ﷺ کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے
۲۹۴	جو کسی کی زمین کا کوئی حصہ ناحق لے لے قیامت مین اس کو اس میں دھنسایا جائے گا
۲۹۵	نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے وال حقیقت میں نبی ﷺ کو ہی دیکھتا ہے
۲۹۶	جو دعوی کرے جو اس میں نہیں تو وہ جہنم میں جائے گا
۲۹۸	روزہ رکھنے والے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں

عنوان	صفحہ
بد بودار چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہئے	۲۹۹
قاضی کو گویا بغیر چھری کے ذبح کیا جاتا ہے	۳۰۰
اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا شرک ہے	۳۰۱
مہمان کا اکرام کرنا چاہئے	۳۰۲
عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے پر پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے	۳۰۳
آدمی کا نسب اس کے کام نہیں آئے گا	۳۰۴
حاجی گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے	۳۰۵
شہادت کی تمنا پر شہید کا ثواب ملتا ہے	۳۰۶
اللہ کے راستہ کے لئے گھوڑا پالنے والے کی قیامت کے دن ہر چیز تولی جائے گی	۳۰۷
جس شخص کے بال ہوں وہ ان کو اچھی طرح رکھے	۳۰۸
نیکی اچھی لگے اور برائی بری تو وہ شخص مؤمن ہے	۳۱۰
نااہل کے جب کام سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو	۳۱۱
کسی ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی کرنا منع ہے	۳۱۲
آدمی کی موت جہاں مقدر ہے وہ وہاں ہی مرتا ہے	۳۱۳
شوربہ میں پانی ڈال کر ہمسایہ کا خیال رکھو	۳۱۴
شرافت کے کاموں کو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے	۳۱۵
وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خیال رکھنا چاہئے	۳۱۵
کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں	۳۱۶
آدمی جب بے حیاء ہو جائے تو جو جی چاہے کرے	۳۱۷
کھانا داہنے ہاتھ سے کھانا چاہئے	۳۱۸
مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے	۳۱۹
جس کام میں شرافت نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے	۳۲۰
مسافر رات کو گھر میں نہ جائے	۳۲۱
مریض کو تسلی دینا چاہئے	۳۲۲

عنوان	صفحہ
ایک جماعت حق پر قیامت تک جمی رہے گی	۳۲۴
قرب قیامت کے جھوٹے اور مکار لوگ	۳۲۵
قیامت کے قریب لوگ جھوٹی قسم کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں گے	۳۲۶
قیامت کے قریب ہر شخص کو سود کا دھواں پہنچے گا	۳۲۷
دین دوبارہ اجنبی ہو جائے گا	۳۲۸
اصلاح کرنے والے قیامت تک رہیں گے	۳۲۹
قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے	۳۳۰
قیامت کے قریب علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے پھیل جائیں گے	۳۳۱
قیامت کے قریب آدمی تمنا کرے گا کاش میں قبر والے کی جگہ ہوتا	۳۳۳
قیامت کے قریب صرف اسلام کا نام باقی رہ جائے گا	۳۳۴
قیامت کے قریب لالچ اور خوف ہوگا	۳۳۵
قیامت کے قریب صرف بدکار لوگ باقی رہ جائیں گے	۳۳۶
قیامت کے قریب بدکار لوگ سعادت مند بن جائیں گے	۳۳۷
قیامت کے قریب دین پر چلنے والا مثل چنگاری ہاتھ میں لینے والا ہوگا	۳۳۸
قیامت کے قریب لوگوں میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ہو جائے گی	۳۳۹
قیامت کے قریب آدمی جانوروں کی طرح کھائے گا	۳۴۰
قیامت کے قریب آدمی حلال اور حرام کی پرواہ نہیں کرے گا	۳۴۰
قیامت کے قریب نماز پڑھانے والا کوئی نہیں ملے گا	۳۴۱
قیامت کے قریب کے محبوب ترین لوگ	۳۴۲
قیامت کے قریب کے بعض لوگوں کا ثواب اول والوں کی طرح ہوگا	۳۴۳
ایسا وقت بھی آئے گا کہ آدمی کو صرف مال کام دے گا	۳۴۴
کپڑا پہننے والی بعض عورتیں برہنہ ہوں گی	۳۴۵
قیامت کے قریب پیشوا جاہل ہوں گے	۳۴۶
قرآن سیکھو اور سکھاؤ	۳۴۸

عنوان	صفحہ

✿ اہل کتاب کے طرز پر قرآن پڑھنا منع ہے	۳۴۹
✿ حدیث جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام	۳۵۰
✿ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۵۲
✿ کیا وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے؟	۳۵۳
✿ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۵۴
✿ نماز کی برکت سے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں	۳۵۵
✿ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۵۵
✿ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بہتر دعا	۳۵۶
✿ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۵۶
✿ صفوں کو تیر طرح سیدھا کرنا چاہئے	۳۵۷
✿ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۵۸
✿ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے آپ ﷺ سے چار باتیں سنیں	۳۵۹
✿ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۵۹
✿ جو صدقہ میں دیا وہی باقی رہ جاتا ہے	۳۶۱
✿ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات	۳۶۱
✿ مرنے والا راحت پاتا ہے یا اس سے راحت پائی جاتی ہے	۳۶۲
✿ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۶۲
✿ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جائے	۳۶۳
✿ حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۶۴
✿ اجازت لینے کا صحیح طریقہ	۳۶۵
✿ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۶۵
✿ بعض کو بعض کی وجہ سے روزی دی جاتی ہے	۳۶۶
✿ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۶۶
✿ مجلس میں آنے والے کے لئے کھسک جانا بھی آداب مجلس میں داخل ہے	۳۶۷

عنوان	صفحہ
حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات	۳۶۸
کھانا سیدھے ہاتھ سے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا چاہئے	۳۶۸
حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالی کے مختصر حالات	۳۶۹
حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۷۰
آداب سفر کی تعلیم	۳۷۱
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۷۱
نجات آخرت کا ذریعہ	۳۷۲
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۷۲
موذی جانور کو مارنے کا حکم	۳۷۴
حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۷۴
ایمان واسلام کا فقہی اصول	۳۷۵
حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۷۶
قرضہ اچھی طرح ادا کرنے کا حکم	۳۷۷
حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۷۷
کیا عورت کا بھی مرد سے پردہ ہے؟	۳۷۸
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مختصر حالات	۳۷۹
حضرت سلیمان علیہ السلام کا عجیب فیصلہ	۳۸۰
سواری پر آگے بیٹھنے کا حق اس کے مالک کا ہی ہے	۳۸۲
حضور اکرم ﷺ کا انداز مزاح	۳۸۳
تین قیمتی نصیحتیں	۳۸۴
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۸۴
آداب مسجد	۳۸۵
حضرت طلق رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۳۸۷
بہترین کلمات	۳۸۸

عنوان	صفحہ
حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مختصر حالات	۳۸۹
حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت	۳۹۰
قیمتی نصیحتیں	۳۹۱
غیبت اور بہتان تراشی میں فرق	۳۹۳
برائی سے نفرت ایمان کی علامت	۳۹۴
حیات دنیا کی حقیقت	۳۹۶
اپنے ماتحتوں سے نرمی کا حکم	۳۹۷
ضرورت کی ہر چیز اللہ سے مانگنی چاہئے	۳۹۸
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے مختصر حالات	۳۹۹
جانوروں کو ایذا رسانی سے ممانعت	۴۰۰
فضیلت علم	۴۰۲
ماتحتوں پر زیادتی کا حساب دینا ہوگا	۴۰۳
حضور اکرم ﷺ کی اتباع ضروری ہے	۴۰۵
سنت و بدعت	۴۰۷
حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالات	۴۰۸
کتابیات	۴۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدّمہ

زادالطالبین حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی وہ کتاب ہے جو علم حدیث کا ایک ایسا بیش بہا سرمایہ ہے جس سے متعدد لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ نے ذکاوت طبع وذہین رسا اور وقار کا وہ جوہر مرحمت فرمایا ہے جس کے ساتھ تفقہ دین اور تبحر علم کے ساتھ اللہ نے امت کا غم بھی عطاء فرمایا ہے، اس لئے ان کی اکثر کتابیں اصلاحی ہوتی ہیں اور ان کی تحریر میں ایک قسم کا درد ہوتا ہے جس کے پڑھنے کے بعد آدمی کے دل پر اثر ہوتا ہے، بقول شاعر:

در حقیقت ہیں زمانہ میں وہی خوش تقدیر
نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے اس نے "روضۃ الطالبین" کی تکمیل کرنے کی توفیق عطاء فرمائی، اس کے لئے اللہ کا جتنا شکر ادا کرے اتنا کم ہوگا، حدیث کی اس کتاب کی شرح کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ طلباء اور عام لوگوں میں بے حد مقبول ہوئی چند ہی ماہ میں پہلی طبع ختم ہوگئی، اور پھر چاروں طرف سے طبع ثانی کا مطالبہ شروع ہوگیا۔

دوسری طرف حضرت مولانا عاشق الٰہی البرنی رحمہ اللہ نے کئی لوگوں کے سامنے اس شرح کی بہت ہی زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی، اور حکم بھی فرمایا کہ کتاب کو دوبارہ شائع کیا جائے اس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کے حالات تحریر کروائے اور حکم فرمایا کہ طبع ثانی کے وقت اس کو بھی شامل کرلیا جائے، تاکہ جب وفاق کے امتحان میں مصنف کے بارے میں سوال کیا جائے تو طلباء کے سامنے پہلے سے وہ حالات ہوں، اب طبع ثانی میں ان حالات کو بھی شامل کیا جارہا ہے۔

کتاب کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ احادیث کی تشریح وغیرہ میں زیادہ صرف ونحو علم معانی وبیان کے علمی نکات بیان کرنے اور شوکت الفاظ عبارت آرائی وغیرہ کے تکلفات سے عمداً اجتناب کیا گیا ہے، کیونکہ عموماً ان چیزوں کے پیچھے آدمی لگ کر اصلی احادیث کی روح کھو بیٹھتا ہے۔

ان احباب کا شکریہ ادا کرنا میں واجب سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں کسی قسم کا بھی تعاون فرمایا ہو، میں خاص

طور پر مولانا اشرف قریشی مدرس دارالعلوم کورنگی، مولانا ارشاد صاحب، مولانا جاوید الرحمٰن صاحب سابق مدرس جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، حافظ محمد ثانی صاحب اور مولانا ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب سب ہی کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔

آخر میں اللہ جل شانہ سے دست بدعا ہیں کہ اس شرح سے قیامت تک کے لوگوں کو نفع بخشے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بجا طور پر مستفید کرے اور اس کام کو اپنی رضا اور پسندیدگی سے نوازے اور میرے لئے میرے متعلقین کے لئے اس کو مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

فضل وہنر بڑوں کے گرتم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

محمد حسین صدیقی
مدرس جامعہ بنوریہ
سائٹ ایریا کراچی

جذبات تشکّر

حضرت مولانا محمد نعیم مدظلہم شیخ الحدیث و مدیر جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب برنی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ہمارے اکابر میں سے ہیں ان کے قلم سے بیسیوں علمی، تحقیقی، اور اصلاحی کتابیں نقل کی جاچکی ہیں، طویل عرصہ تک تدریس سے منسلک رہے ہیں جس کی وجہ سے مروجہ نصاب تعلیم کے حسن وقبح پران کی گہری نظر ہے، انہوں نے "زادالطالبین من کلام رسول رب العالمین" کے نام سے ایک مختصر کتاب لکھی تھی اس کتاب کے کئی فائدے واضح طور پر محسوس کئے گئے، ایک تو یہ کہ ابتدائی درجات ہی سے طلباء کوذوق ہوجاتا ہے اگرچہ باقاعدہ کتب حدیث دیر سے شروع ہوتی ہیں، دوسرا یہ کہ چھوٹے اور پرکشش جملے بہت جلد طلباء کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں اور ازبر ہوجاتے ہیں، تیسرا فائدہ یہ کہ چونکہ احادیث فکری اور عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے تہذیب افکار، اصلاح عقائد، تطہیر اخلاق، اور تزکیہ نفوس میں بھی معاون ثابت ہوگی، چوتھا فائدہ یہ کہ اس کتاب سے نحوی اور لغوی قواعد کا اجراء ہوجاتا ہے جس سے ذہنوں میں وسعت اور فن میں پختگی آجاتی ہے اور طالب علم ایک محدود دائرے میں محبوس نہیں رہتا اور اس کے سامنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فنی قواعد کی رعایت صرف عربی شعراء کے کلام میں ہی نہیں ہے بلکہ ان سے معلم انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ادب اور لغت، نحو اور صرف ہی نہیں معانی اور بیان، نفسیات اور اخلاقی علوم اور معارف کا خزینہ ہیں ان گوناں گوں فوائد کے پیش نظر اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ ہندوپاک کے بے شمار مدارس میں یہ نصاب میں داخل ہے، وفاق المدارس نے بھی اسے اپنے نصاب میں شامل کر رکھا ہے، اس کی شرح کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

میرے لئے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اس دیرینہ ضرورت کو ہمارے جامعہ بنوریہ کے ایک محترم استاذ نے پورا کیا، مولانا محمد حسین صاحب جامعہ بنوریہ کے قدیم اساتذہ میں سے ہیں انہوں نے بڑی محنت اور توجہ سے "روضة الطالبين" کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی جس میں احادیث کی تخریج نحوی ترکیب، لغوی تحقیق، اور احادیث کا ترجمہ کرکے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگادیئے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو مزید علمی اور تحقیقی تالیف کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کی اس شرح کو قبولیت سے نوازے۔ آمین

دعا گو خیر وبرکت

محمد نعیم عفی عنہ

کلمات تبرّک

استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ

مدیر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد للہ و کفی، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، خصوصا علی سیدنا محمد المصطفی و علی آلہ و صحبہ ما شفی و کفی۔

اما بعد! دین اسلام کو اللہ جل شانہ نے امت محمدیہ کے لئے پسند فرمایا اور خاتم الانبیاء ﷺ کو اس امت میں مبعوث فرما کر اللہ جل شانہ نے اس امت کو مزید اعزاز بخشا، آپ ﷺ نے امت کی ہدایت رہنمائی اور آخرت کی کامیابی کے لئے ایک ایک لمحہ صرف کیا، ان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کا کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس تک ان کی رہنمائی نہ کی ہو، تعلیم دین کے لئے آپ ﷺ نے تن من دھن کی بازی لگائی اور جان و مال ملک وطن سب کو قربان کیا، راحت و آرام کی قطعاً پرواہ نہ کی، اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو جو فصاحت و بلاغت اور اعجاز بیانی عطاء فرمایا تھا اس کا نمونہ آپ کے ارشادات میں نمایاں نظر آتا ہے، ان کی فصاحت و بلاغت کی تہہ تک انسان کا پہنچنا مشکل ہے، علماء کرام نے ان کلمات ہدایت کی شرح و تفصیل اور ان کے اسرار و رموز کے بیان کرنے اور نکات کے حل میں اپنی زندگیاں خرچ کیں اور اپنا نام خوش نصیبوں میں لکھوایا۔

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی مدظلہ بھی ان خوش نصیب اشخاص میں سے ہیں جن کی زندگی خدمت دین اور جن کے شب و روز اصلاح امت اور دین کی فکر میں صرف ہوتے ہیں، رسول اکرم ﷺ سے ان کی محبت اور عشق نے انہیں اس دیار مقدس کا باشندہ اور ریاض الجنہ سے باطن کو سکون پہنچانے اور روضہ اقدس ﷺ پر حاضری کی سعادت سے مالا مال ہونے کا زریں موقعہ عطا فرمایا ہوا ہے موصوف نے "مشکاۃ المصابیح" کی احادیث مبارکہ سے طلبہ کے فائدہ کیلئے مختصر مختصر سی ایسی احادیث کا انتخاب فرمایا واقعی کتاب طلبہ کے لئے بہتریں توشہ آخرت، ذریعہ نجات اور علم میں اضافہ کا ذریعہ ہے، جن کا پڑھنا روح کو سکون، دل کو اطمینان اور علم کو جلا بخشتا ہے، احادیث مبارکہ کی اپنی برکت اور مؤلف کے اخلاص نے اس میں چار چاند لگا دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے خدمت حدیث کی سعادت کا کچھ حصہ اس کتاب میں ان کے بعد والوں کے لئے بھی رکھا تھا جسے جناب مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ نے اپنی محققانہ شرح ترکیب اور تخریج کے ذریعہ حاصل کرلیا، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی کامیابی کا ذریعہ بنائے اور ان سے مزید دین کی خدمت لے اور اس خدمت حدیث کو فاتحہ خیر بنائے اور طلبہ علم کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

کتبہ محمد حبیب اللہ مختار

تأثرات

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد طاہر الرحیم المدنی

الحمد لولیه واصلی واسلم علی نبیّه صاحب جوامع الکلم وعلی آله وأصحابه البررة والکرام

امابعد! ناچیز نے جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی کی حاضری وزیارت کے پرسعادت موقع پر جامعہ ھذا کے استاذ مولانا محمد حسین صاحب کی مؤلفہ کتاب ”روضۃ الطالبین شرح زادالطالبین“ کا جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کیا، خدمت حدیث نبوی تقریب خداوندی وقرب نبوی وحاضری وزیارت حرمین شریفین کا اعلیٰ وارفع باعث وذریعہ ہے، میں مولانا موصوف کو اس کامیاب خدمت حدیث پر دلی تبریک وتحسین پیش کرتا ہوں، جس طرح باغیچہ متعدد انواع کے پھولوں اور بیل بوٹوں کی عجیب وغریب مرکب مہک وخوشبو پر مشتمل وحاوی ہوتا ہے اسی طرح یہ روضہ بھی طلباء ومستفیدین وناظرین کے لئے ہمہ نوعی وکل جہتی مضامین حدیثہ مثلاً ترجمہ، تشریح ترکیب اور تخریج کی ایمان افروز اور روحانی وعلمی مہک کا جامع وسرچشمہ ثابت ہوگا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ جناب مؤلف ممدوح زاداللہ حسن افادتہ کی اس مخلصانہ کوشش کو سعی مشکور کا مصداق بنا کر طلباء وعلماء حدیث کے لئے اس مجموعہ کو مفید ونافع وموجب تسہیل بنائے۔

آمین رب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ والحمد للہ رب العالمین

فقط

المخطئ العاثر المقصر محمد طاهر الرحيمي المدني

(طهّرني الله من ذنوبي وآثامي نزيل كراتشي باكستان)

۲۰ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ موافق ۲۰ اگست ۱۹۹۲ء یوم الخمیس

تأثرات

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود کی ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت خود فرمائیں گے، دین کی دو بنیادیں ہیں جس طرف نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ "ترکت فیکم امرین" (الحدیث) گویا قرآن وحدیث ہی پر دین قائم ہے اور اس کی حفاظت دین کی حفاظت اور اس کی خدمت دین کی خدمت ہے البتہ کچھ علوم ایسے ہیں کہ جو قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ان علوم میں سے علم ادب بھی جو بذات خود کئی علوم کا مجموعہ ہے نحو، صرف، معانی، بلاغت، وغیرہ سب علوم اس میں شامل ہیں۔

ہمارے ہاں عام طور پر علم صرف، نحو، اور علم ادب کی تعلیم وتعلم کے لئے قرآن وحدیث کی مثالوں سے کام نہیں لیا جاتا، جب کہ بعض لوگ تو علم ادب کو قرآن وحدیث سے الگ اور بالاتر تصور کرتے ہیں، حالانکہ ادب عربی کو سیکھنے سکھانے کا اس کے سوا اور کوئی ارفع مقصد نہیں کہ اس کے ذریعہ سے قرآن وحدیث کے نکات ومفاہیم کو کماحقہ سمجھا جاسکے قرآن کریم تو بالاتفاق فصاحت وبلاغت اور اعجاز کے اس اعلیٰ مقام پر ہے کہ جس کی تحدّی اور چیلنج کا آج تک جواب نہیں دیا جاسکا حالانکہ اس کے لئے (تاریخ گواہ ہے) کافی کوششیں بھی ہوئی لیکن حدیث میں ایسے حصےّ موجود ہیں جن کی مثال عالم عرب کے ادباء کے کلام میں موجود نہیں، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان پر افک وتہمت کے بارے میں جو حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اس کی فصاحت وبلاغت اور مٹھاس وروانی اور تسلسل کا مزہ ہر وہ آدمی اٹھا سکتا ہے جس کو عربی ادب کا کچھ بھی ذوق ہو، اسی طرح ﴿وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا﴾ کی تفسیر میں تین صحابہ کا جو واقعہ ان ہی حضرات میں سے خود ایک صاحب واقعہ سے منقول ہے، اس ادبیت کی مثال نہیں اس قسم کے ہزاروں جملے احادیث میں ایسے ہیں جس کی نظیر اب تک کے ادب عربی میں (چاہے وہ جاہلی ہو یا اسلامی) پیش نہیں کی جاسکتی۔

اسی طرح احادیث میں روایت بالمعنی کے شیوع کی وجہ سے اگرچہ اس سے نحوی قواعد کے لئے تو جمہور نحات کے ہاں استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ نحوی قواعد کے سمجھانے کے لئے اس کو مثال میں بھی پیش نہ کیا جائے، حالانکہ اگر اس پر عمل ہو تو ان قواعد کا اصل مقصد بھی حاصل ہوگا اور تعلیم کے ابتداء ہی سے بچے کا قرآن وحدیث سے تعلق قائم ہوگا۔

ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا عاشق الٰہی البرنی دامت برکاتہم نزیل مدینہ منورہ نے ان مذکورہ بالا مقاصد کے تحت

زادالطالبین کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی تھی جس میں علم ادب کی تحصیل بھی مقصود تھی اور نحوی قواعد کا اجراء اور احادیث سے اس کی امثلہ پیش کر کے علم حدیث کی خدمت بھی کی گئی تھی، یہ کتاب اگرچہ آسان اور واضح تھی لیکن اب چونکہ طلباء علوم دینیہ میں بھی معاشرے کے اثر سے محنت کا مادہ نہیں رہا اس لئے اس کتاب کی شرح اور تفصیل کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ (مدرس جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی) کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کی خدمت کی اور ایسی شرح لکھی جس میں نحوی صرفی اور ادبی لحاظ سے اب کوئی بات تشنہ نہ رہی، احقر نے اس شرح بنام ''روضۃ الطالبین شرح زادالطالبین'' کا اکثر حصہ پڑھا، الحمدللہ مصنف اپنی محنت میں کامیاب ہوئے اللہ تعالیٰ اس خدمت کو ان کی دنیا و آخرت کی ترقیات کا ذریعہ بنائے اور مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نظام الدین شامزئی

۸/صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

تقریظ

حضرت مولا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ

(سابق مفتی دار العلوم کراچی، مقیم مدینہ طیبہ)

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه اجمعين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين.

امابعد! احقر نے تقریبا چالیس سال قبل ایک رسالہ بنام "زادالطالبین من کلام رسول رب العالمین ﷺ لکھا تھا اوراس وقت تین فائدے پیش نظر تھے:

اول: یہ کہ درس نظامی کی ابتدائی صفوف میں حدیث کی کوئی کتاب آجائے۔

دوم: یہ کہ عبارات حدیث کی ترکیب نحوی بھی ہوجائے تاکہ طلبہ کوآگے بڑھنے اور پڑھنے میں آسانی ہو۔

سوم: یہ کہ نوعمری ہی سے احادیث شریفہ ازبریاد ہوجائیں اوران کے معانی اورمفاہیم دل میں جاگزیں ہوجائیں تو تزکیہ نفوس اورتربیت اخلاق کا بھی فائدہ ہو۔

الحمد للہ یہ کتاب بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہندوپاک کے اکابر نے احقر کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی خاص کر "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے اکابر نے مزید کرم فرمایا اور کتاب مذکورہ کو وفاق کے نصاب میں شامل کردیا، متعدد حضرات نے اس کے حواشی بھی لکھے جو شرح، تخریج احادیث اور ترکیب نحوی میں مشتمل ہیں، حال ہی میں مولانا محمد حسین کراچوی صاحب زید مجدہم نے ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ایک شرح لکھی ہے جس کے چند اوراق میرے پاس بدست مولانا محمد عارف صاحب مدرس جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی مدینہ منورمیں پہنچے۔ احقر نے ان صفحات پر نظر ڈالی ماشاء اللہ مولانا محمد حسین صاحب نے بڑی محنت اور جفاکشی سے شرح لکھی ہے احادیث کا ترجمہ توضیح لغات توضیح مفہوم ترکیب نحوی، تخریج احادیث پر کافی محنت کی ہے:

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ مؤلف کی شرح سے طلبہ کو مستفید فرمائے اوران کو مزید علمی تالیفات کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وبالله التوفيق وهو خير عون ورفيق

محمد عاشق الٰہی البرنی عفا اللہ عنہ

(مقیم مدینہ منورہ)

حالات حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)

ضبط وتحریر: عبداللہ تسنیم ابن المصنف حفظہ اللہ

وطن، نام، نسب: احقر راقم الحروف نے حضرت والد صاحب دام ظلہ سے دریافت کیا کہ آپ کا وطن کہاں تھا؟
فرمایا: میں موضع بسی ڈاکخانہ بگرامی ضلع بلند شہر (یوپی، ہند) میں پیدا ہوا والد صاحب کا نام محمد صدیق تھا، اور دادا کا نام اسداللہ تھا، قوم راجپوت سے تھے، اصل وطن ضلع میرٹھ کے کسی گاؤں میں تھا، ہماری دادی صاحبہ بیوہ ہوگئی تھیں اس لئے بچوں کو لے کر اپنے میکہ (یعنی موضع بسی) میں آگئی تھیں، والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک ماموں تھے جن کا نام محمد اسماعیل تھا یہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے، گھرانے میں ان کی وجہ سے دین داری کا ماحول تھا اور والد صاحب کی تربیت میں ان کا بڑا دخل تھا اسی دینی ماحول کی وجہ سے احقر کو قرآن مجید کی تعلیم پر لگا دیا گیا۔

تاریخ پیدائش: تاریخ پیدائش کے بارے میں فرمایا کہ: ہمارا کوئی علمی گھرانہ نہیں تھا، اس لئے تاریخ پیدائش ضبط کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں نے اپنے اندازہ سے تیرہ سو تینتالیس (۱۳۴۳ھ) سن پیدائش تجویز کر رکھا ہے جب میں نے حفظ ختم کیا تو گھر والے کہتے تھے کہ اس نے بارہ سال کی عمر میں حفظ کر لیا چونکہ حفظ ۱۳۵۵ھ میں ختم ہوا تھا اس لئے میں نے سن پیدائش ۱۳۴۳ھ تجویز کر لیا، والعلم عنداللّٰه الخبير.

والدین مرحومین: احقر نے عرض کیا کہ اپنے والدین کے بارے میں کچھ بتائیے؟
فرمایا: والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تو دیر تک زندہ رہے اور انہوں نے میری کتابیں بھی پڑھیں، میرے ساتھ دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے تھے، وہیں وفات پائی اور دارالعلوم کے قبرستان میں ان کی قبر ہے کسان آدمی تھے محنت مزدوری کر کے بچوں کی پرورش کرتے تھے مگر یہ انہی کی محنتوں کا ثمرہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو، انہوں نے حفظ قرآن پر لگایا پھر عربی پڑھنے پر ڈالا، مجھے خوب یاد ہے کہ گاؤں میں حفظ کرنے کے بعد جب باہر کے مدارس میں پڑھانے کے لئے لے چلے تو مختلف مدارس میں لے گئے میں چلتے چلتے تھک جاتا تھا، تو وہ اپنے کاندھے پر اٹھا لیتے تھے، بہت تنگدستی میں بھی انہوں نے مجھے علم پر لگایا جبکہ میں ان کی تنگدستی کے وقت میں دو چار پیسے کمانے کے لائق ہو گیا تھا۔ (رحمه اللّٰه رحمة واسعة)
میری والدہ صاحبہ شیخ رحمت اللہ علیہا ساکن بگراسی ضلع بلند شہر کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں، میری پانچ سال کی عمر تھی جب ان کی وفات ہوگئی، میرے ساتھ تو انہوں نے میری دو بہنیں بھی چھوڑی تھیں جن میں سے ایک کی وفات والدہ کی وفات کے پندرہ دن بعد ہوگئی دوسری بہن بارہ تیرہ سال کی عمر تک زندہ رہی، پھر اس کی بھی وفات ہوگئی، والدہ محترمہ کی وفات کے بعد ہماری پرورش ہماری دادی نے کی۔

جب میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں پڑھتا تھا اس وقت میرے پیچھے ہی ان کی وفات ہوگئی۔ رحمها اللّٰه تعالیٰ۔

(۱) جب روضۃ الطالبین حضرت عاشق الٰہی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کی گئی تو نہایت مسرت کا اظہار مختلف لوگوں کے سامنے فرمایا اور پھر اپنے تفصیلی حالات تکمیل فائدہ کے لئے مدینہ منورہ سے ارسال فرمائے جو ہدیہ قارئین ہے۔

ابتدائی اور متوسط تعلیم: تعلیم کے سلسلہ میں جو سوال کیا تو فرمایا:

قرآن مجید تو گاؤں ہی میں حفظ کر لیا تھا، مختلف اساتذہ سے قرآن مجید یاد کیا ان سب حضرات کی شاگردی میں ساڑھے دس پارے حفظ کئے تھے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں مولانا الحاج الحافظ محمد صادق صاحب پنجابی ثم سنبھلی (جو مولانا عبدالوحید صاحب مدرس مظاہر العلوم سہارنپور کے بہنوئی تھے) امام بن کر تشریف لے آئے جو مولوی ریل کے لقب سے مشہور تھے، والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس لے گئے انہوں نے چند دن تو ذہن اور حافظہ کو دیکھا بھالا اور آزمایا، پھر فرمایا: کہ تم میرے پاس فجر کی نماز پڑھا کرو اور پاؤ پارہ کا سبق لیا کرو پھر جب سبق سنا دو اسی وقت چھٹی، میں فجر کی نماز میں ان کے پاس پہنچ جاتا تھا اور پاؤ پارہ کا سبق لے کر عموماً بارہ بجے تک سنا دیتا تھا میری بہن مرحومہ میرا ناشتہ وہیں پہنچا دیتی تھی جو بے دودھ کی گر کی چائے میں مکئی کی روٹی پر مشتمل ہوتا تھا، دوسرے طلبہ دو وقت آتے تھے، میں ظہر کے بعد بھی وہیں رہتا تھا، وہ مجھ سے طلبہ کو پڑھواتے تھے لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ میں چھٹی میں ہوں، یہ ان کا نرالہ طریقہ تھا جو طلبہ کی تالیف قلب کے لئے بہت کامیاب ہے، نو عمر بچہ کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی چیز نہیں کہ اسے چھٹی مل گئی اب وہ مدرسہ ہی میں حاضر ہے لیکن اس پس دماغ یہ ہے میری چھٹی ہو چکی ہے، ان کی حسن تدبیر سے جو باقی قرآن مجید رہ گیا تھا چھ ماہ میں حفظ ہو گیا۔

اب فارسی اور عربی تعلیم کی بات سنو، جب قرآن مجید ختم ہو گیا تو مولانا موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فارسی کا ''حمد نامہ'' شروع کرا دیا، ''مطابات لطیف''، ''نحو میر'' اور ''صرف میر''، ''دستور المبتدی''، ''فصول اکبری''، اور ''**ھدایة النحو**''، ''**منیة المصلی**'' وغیرہ پڑھا دیں، اس کے علاوہ ''**صغری کبری**'' بھی ان سے پڑھیں اور یہ سارا نصاب تقریباً ایک ہی سال میں نبٹ گیا پھر والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے مراد آباد اور ضلع مراد آباد کے مدارس میں داخل کرانے کے لئے لے گئے کیونکہ یہ تعلیمی سال کا درمیان تھا اس لئے داخلہ کا موقع نہ تھا بالآخر مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد میں داخلہ ہو گیا، یہاں پر حضرت مولانا ولی احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ مدرسہ کے ذمہ دار اور صدر مدرس تھے، ان کے پاس دوبارہ ''نحو میر'' پڑھی سال کے آخری دو تین مہینہ از جمادی الثانی تا شعبان مدرسہ مذکورہ میں گذارے، مدرسہ میں ایک مدرس مولانا عبدالعزیز ٹانڈوی بھی تھے یہ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے منتسبین میں سے تھے، ان سے ''بہشتی زیور'' پڑھی یہ ۱۳۵۶ھ کا واقعہ ہے، آئندہ سال مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لیا مدرسہ ہذا میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ مدرس تھے جو مولانا محمد صادق صاحب کے داماد تھے اسی تعلق کی بناء پر مدرسہ امدادیہ کو اختیار کیا اور وہاں دو سال رہا، مدرسہ ہذا میں ''**مفید الطالبین، نفحته الیمن، کافیه، شرح جامی، مختصر القدوری، کنز الدقائق، اصول الشاشی، نور الانوار، میزان المنطق، قطبی**'' مختلف اساتذہ سے پڑھیں، پھر شوال ۱۳۵۷ھ میں مدرسہ خلافت شہر علی گڑھ میں داخلہ لیا والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چند ماہ قبل علی گڑھ پہنچ گئے تھے، وہاں ایک مسجد میں مقیم تھے، مجھے بھی وہیں بلا لیا تھا، مدرسہ مذکورہ جامع مسجد میں واقع تھا صدر مدرس حضرت مولانا فیض الدین بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، حضرت مولانا موصوف سے ''**مختصر المعانی اور سراجی**'' پڑھیں اور دوسرے حضرات سے ''**شرح حسامی للبنبانی، هدایه اولین، سلم العلوم، شرح عقائد، میبذی**'' پڑھیں، علی گڑھ میں دو سال رہنا ہوا۔

درجات علیا کی تعلیم: سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر بندہ نے شوال ۱۳۶۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا یہاں تین سال قیام رہا اور شعبان ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر فارغ ہوا، پہلے سال ''**ھدایه جلد ثالث، ملا حسن، توضیح تلویح، دیوان المتنبی، دیوان الحماسه، اور عروض المفتاح**'' پڑھیں، اس سال کے اساتذہ میں مولانا محمد زکریا

قدوسی، مولانا صدیق احمد کشمیری، مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری رحمہم اللہ تعالیٰ تھے، آخر الذکر بعد میں مدرسہ کے ناظم بھی ہو گئے تھے اور کئی سال ناظم رہے۔

دوسرے سال "جلالین شریف، مشکوۃ المصابیح، شرح نخبۃ الفکر، اور حمد اللہ شرح سلم العلوم" پڑھیں، "جلالین شریف" اور "حمد اللہ" مولانا عبدالشکور کاملپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تھیں جو تقسیم ہند کے بعد خیر المدارس ملتان میں مدرس ہو گئے تھے، "مشکوۃ شریف" مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھی جو مدرسہ مذکورہ کے مفتی اعظم تھے ان کی کتاب "معلم الحجاج" معروف و مشہور ہے جس سے عوام وخواص سب مستفید ہوتے ہیں، آپ کا حدیث کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ظہر سے عصر تک دو ڈھائی گھنٹے دوزانو بیٹھ کر "مشکوۃ المصابیح" پڑھاتے تھے ہر لفظ سے اخلاص ٹپکتا تھا، مفتی بھی تھے اس لئے درس میں حدیث وفقہ کا پر کیف امتزاج ہوتا تھا۔ (رحمهم الله تعالىٰ رحمة واسعة ورفع درجاته)

تیسرے سال مظاہر العلوم میں دورہ حدیث پڑھا، "صحیح البخاری" جلد ثانی اور کچھ حصہ جلد اول کا مولانا عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھا جو اس وقت مظاہر العلوم کے ناظم تھے، بخاری شریف کی بقیہ جلد دوم حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی، اور "سنن ابو داؤد" بھی انہی کے یہاں ہوئی جب درس میں ان سے صوفیہ کی معرفت کی باتیں سنیں تو بہت عقیدت ہو گئی لہٰذا بیعت کی درخواست کردی اور انہوں نے بیعت فرمالیا۔

"صحیح مسلم" مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے یہاں ہوئی، "جامع ترمذی اور شمائل ترمذی" اور "شرح معانی الآثار للامام الطحاوی" مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی، حضرت موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے، تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے متعدد مدارس میں پڑھایا جن میں خیر المدارس ملتان قابل ذکر ہے، "سنن نسائی، سنن ابن ماجہ"، اور ہر دو "مؤطا" مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھیں، اس زمانہ کے اوقات کی برکت کا یہ عالم تھا کہ یہ سب کتابیں مکمل ایک ہی گھنٹہ میں پوری پوری پڑھی ہیں صرف؛ تنا تھا کہ بخاری شریف کا سبق مغرب کے بعد بھی ہو جاتا تھا، اساتذہ کرام کی کیا شان تھی علوم کی جامعیت، علم حدیث میں تفوق اور اخلاص میں بے مثال تھے۔

تدریس: راقم الحروف نے دریافت کیا کہ فارغ ہونے کے بعد کہاں کہاں پڑھایا؟

اس کے جواب میں فرمایا کہ سب سے پہلے تو مدرسہ آثار الولی بٹالہ ضلع گورداس پور میں چھ ماہ پڑھایا، یہ مدرسہ مولانا ولی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا تھا جو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور مدرسہ کا نام بھی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا تھا، آج بخاری شریف کا پرچہ لکھا اور کل ہی جا کر مدرسہ مذکورہ میں درس دینا شروع کر دیا، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ کٹھور ضلع میرٹھ میں اور مدرسہ دعائیہ، مدرسہ رحیمیہ، مدرسہ امینیہ، اور مدرسہ کاشف العلوم میں درس دیا، یہ سب مدارس دہلی میں ہیں، آخر الذکر مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین میں واقع ہے، ایک سال مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھر کا ضلع گوڑگاواں (میوات) میں بھی پڑھایا، دہلی میں آٹھ سال قیام رہا، پھر آٹھ سال کلکتہ میں گذارے یہاں مدرسہ ندائے اسلام اور جامع العلوم کلکتہ میں پڑھایا، کلکتہ ہی میں زاد الطالبین تالیف کی، پھر حج کا انتظام ہو گیا حج کر کے واپس ہو رہا تھا تو مراد آباد میں مولانا محمد حیات صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، ارادہ تو کلکتہ جانے کا تھا، لیکن مولانا موصوف نے روک لیا ان کی خدمت میں ڈھائی سال رہا اور جامعہ عربیہ حیات العلوم میں حدیث وفقہ کی کتابیں پڑھائیں، ۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی اعظم پاکستان نے دار العلوم کراچی کے لئے طلب فرمالیا اور ان کی خدمت میں بارہ سال رہا۔

میں نے عرض کیا کہ ''بلندشہری'' اور ''برنی'' ان دونوں کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا ہندوستان میں ایک شہر ''بلندشہر'' کے نام سے ہے، ہمارا گاؤں اسی ضلع میں تھا اور بلندشہر کا پرانا نام ''برن'' تھا، اس لئے اردو میں بلندشہری اور عربی میں ''البرنی'' لکھتا ہوں، پہلی بار ''البرنی'' لکھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ زادالطالبین کا مسودہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیج دیا تھا پھر میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا تو اس کا ٹائٹل تیار کرنے لگے، نام کے آگے جب شہر کی نسبت البلندشہری آئی تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مناسب نہ جانا اور یہ نسبت ذرا عجیب سی محسوس ہونے لگی اس پر میں نے عرض کیا کہ اس کی جگہ البرنی لکھ دیں، اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور اسی کو نام کے ساتھ لکھ دیا، اس وقت سے عربی کتابوں پر ''البرنی'' لکھا جاتا ہے اور اردو کتابوں پر ''بلندشہری'' حسب سابق مرقوم ہوتا ہے۔

فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ ہجرت کی نیت سے حاضر ہوا تو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک شیخ کو ''زادالطالبین'' کا ایک نسخہ دیا وہ ٹائٹل دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ البرنی کیا ہے؟ تو میں نے کہا ہے کہ اس کا مفہوم پہلے تو کچھ اور تھا اب اس کا دوسرا مطلب ہوگیا ہے کہنے لگے وہ کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ چونکہ مدینہ منورہ میں تمر برنی ہوتا ہے اس لئے میں نے البرنی بمعنی المدنی محول کرلیا ہے۔

ذوق تالیف: احقر نے عرض کیا کہ آپ کو تصنیف کا ذوق کہاں سے ملا؟

فرمایا کہ یہ میرا فطری ذوق ہے جب میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں پڑھتا تھا اس وقت نوعمری ہی میں جب ''مفید الطالبین'' اور ''نفحۃ الیمن'' پڑھی جاتی تھی عربی ادب میں ایک رسالہ یونہی حکایات وغیرہ کو کاٹ پیٹ کر لکھا تھا، مظاہر العلوم کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگئی، زمانہ تعطیل میں ان کے پاس جایا کرتا تھا انہیں تو ہر شخص کو جماعت کے کام میں لگانے کا خاص ذوق تھا مجھ سے بھی فرمایا کہ تمہیں جماعت میں سات چلّے دینے ہوں گے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو کتابیں لکھوں گا، یہ سن کر فرمایا کہ پہلے سات چلّے دینا پھر کتابیں ہی لکھنا، سات چلّے تو اب تک نہ دے سکا لیکن تصنیف وتالیف کا سلسلہ مظاہر العلوم کے زمانہ طالب علمی میں شروع ہوگیا تھا، مدرسہ کے شیخ التجوید والقراءت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں برابر تین سال تک حاضر ہوتا رہا اور اسی حاضری کے دوران بعض کتب تجوید کا حاشیہ لکھا تھا، حضرت الاستاذ قاری محمد سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ بہت محبت کرتے تھے اس زمانہ میں شاطبیہ کی شرح لکھ رہے تھے مجھے اس میں شریک رکھتے تھے میرا نام محمد عاشق الٰہی انہوں نے ہی تجویز کیا اس سے پہلے صرف محمد عاشق تھا، پھر جب دورہ پڑھ کر فارغ ہوا تو تیسرے ہی سال ''فضائل صلاۃ وسلام'' لکھی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی ''الدر الثمین'' کا ترجمہ لکھا اور ''اغلاط العوام'' مؤلفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی اضافات کے ساتھ جدید ترتیب دی اس وقت سے برابر تالیف کا سلسلہ جاری ہے جب کہیں مدرس ہوگیا تو اس کام میں کمی آگئی اور جب بھی مدرسی چھوڑی تو کتابیں لکھنے کا خوب موقعہ ملا۔

احقر نے سوال کیا کہ اب تک کتنی تالیفات ہوچکی ہیں؟

فرمایا کہ گذشتہ ہفتہ میں نے اپنی تالیفات کو شمار کیا تھا تو اسی (۸۰) تک تعداد پہنچی۔

میں نے عرض کیا کہ ان میں عربی کس قدر ہیں اور اردو میں کتنی ہیں؟

ان میں مشہور کتابیں کون سی ہیں؟

فرمایا کہ عربی میں ''مجالی الاثمار شرح معانی الآثار للامام الطحاوی'' اور ''زادالطالبین'' اور ''روضۃ الاحباب'' اور ''التسهیل الضروری لمسائل القدوری'' اور ''العناقید الغالیہ من الاسانید العالیہ'' زیادہ معروف ہیں۔

اور اردو میں ''تحفۂ خواتین''، ''مرنے کے بعد کیا ہوگا''، ''آئینۂ نماز'' اور ''بے عملوں کے حیلے بہانے''، ''فضائل دعا''، ''فضائل توبہ واستغفار'' ''فضائل علم''، ''شرعی پردہ'' اور ''التحفة المرضية في شرح المقدمة الجزرية'' زیادہ معروف ہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ الحمدللہ عوام اور خواص سب ہی احقر کی تالیفات کو پڑھتے ہیں، صلحاء میں مقبول ہونا عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ شانہ سے بہت بڑے اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں، الحمدللہ ''زادالطالبین'' علماء وطلباء میں بہت زیادہ مقبول ہے، عربی فارسی اردو میں احقر کے علم کے مطابق اس کے دس حواشی لکھے جاچکے ہیں، پاکستان، ہندوستان، برما، بنگلہ دیش، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ کے مدارس میں شامل نصاب ہے۔

میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کسی کتاب کے حقوق اپنے لئے یا کسی ناشر کے لئے مخصوص کئے ہیں؟

فرمایا: میری کسی کتاب کے حقوق محفوظ نہیں، میری طرف سے اب بھی اور ہمیشہ کے لئے ہر مسلمان کو ہر کتاب شائع کرنے کی اجازت ہے جب جس کا جی چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے شائع کرسکتا ہے (مزید فرمایا) کتابوں کا حق طباعت محفوظ لکھنا انگریزوں کے ترکات سیسہ میں سے ہے کوئی شخص دینی کتاب لکھے پھر اس پر کسی ناشر سے حق تصنیف یا حق طباعت کے عنوان پر پیسے طلب کرے یا اس کا امیدوار رہے یہ تو علمائے اسلام کے ذہنوں میں بالکل ہی نہ تھا اللہ کی رضا کے لئے کتابیں لکھتے تھے، کتاب لکھنا اور پھر اس کا حق محفوظ کرنا یہ تو علمی احتکار ہے اگر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث کاندھلوی قدس سرہما اپنی تالیفات کے حقوق محفوظ کرتے تو سارے عالم میں ان کی کتابیں کیسے پھیلتیں؟

احقر نے عرض کیا کہ آپ کی بعض کتابوں پر ''حقوق طبع محفوظ'' لکھا ہوا ہے اس پر فرمایا کہ یہ سب ناشرین کی کرم فرمائی ہے مجھ سے اجازت لئے بغیر لکھ دیتے ہیں اور بعض لوگوں نے تو غضب ہی کردیا میرے منع کرنے پر بھی اپنے نام دائمی حقوق محفوظ لکھ دیا یہ سب کتب فرشوں کی دنیاداری ہے وہ سمجھتے ہیں کہ حقوق طبع محفوظ لکھ دو (اگرچہ مؤلف نے اجازت نہ دی ہو) تاکہ کوئی دوسرا نہ چھاپ سکے) زیادہ مال کمانے کے لئے جھوٹ بھی لکھتے ہیں اور علوم دینیہ کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اگر دینی کتابوں کی اشاعت اللہ کی رضا اور دین کو پھیلانے کے لئے کرتے تو ایسی حرکت نہ کرتے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کی پرانی کتابوں پر نام کے ساتھ ''مفتی'' چھپا ہوا نہیں ہے یہ کب سے چلا اور کہاں سے چلا؟

فرمایا: میں تو برس ہا برس مدرس ہی تھا، پھر مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مدرسہ دارالعلوم کورنگی کراچی میں طلب فرمالیا، تین چار سال تک تو صرف تدریس کا کام ہی کرتا رہا، پھر جب ایک سال حضرت موصوف بیمار ہوگئے تو احقر کو حکم دیا کہ فتاویٰ لکھا کرو، میں نے اس سے پہلے نہ فتاویٰ لکھے تھے نہ یہ کام سیکھا تھا، ان کا فرمانا ہی بہت بڑی دعا کا کام دے گیا، اور پورے شرح صدر کے ساتھ آٹھ نو سال تک فتاویٰ لکھتا رہا، جو فتاویٰ غیر ملکوں میں جانے والے ہوتے تھے حضرت موصوف کی خدمت میں پیش کرکے ان پر دستخط لے لیتا تھا، کئی سال تک دارالعلوم کا دارالافتاء میرے ہی حوالہ رہا جب میں مدینہ منورہ آنے لگا تو حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے دارالافتاء کا کیا ہوگا؟ مگر خوشی سے اجازت دے دی اور سعودیہ کے اکابر کے لئے تعارفی خطوط بھی لکھ دیئے۔

میں نے دریافت کیا کہ مدینہ منورہ میں کتنے سال ہوگئے؟

فرمایا: کہ اٹھارہ سال ہوچکے ہیں اور یہیں مرنے کی نیت سے پڑا ہوں، اللہ تعالیٰ حیاً ومیتاً مدینہ منورہ ہی میں رکھ لے۔

احقر نے عرض کیا کہ: اکابر میں کن کن حضرات سے ملاقات ہوئی اور کن حضرات کی صحبتیں اٹھائیں؟

فرمایا: حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ تو احقر کے استاذ حدیث بھی تھے اور ان سے بیعت بھی تھا، ان سے مکاتبت بھی رہتی تھی اور خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا، پھر مدینہ منورہ جب ہجرت کرکے آیا تو حضرت والا پہلے سے ہجرت فرما کر آچکے تھے برابر خدمت

میں حاضری ہوتی تھی مجھے کتابیں لکھنے کا حکم فرماتے تھے اور اپنی جیب خاص سے خرچ کر کے ان کو چھپواتے تھے، "انعام الباری فی شرح اشعار البخاری" حضرت قدس سرہ کے حکم سے ہی لکھی تھی، پہلے بتا چکا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری اور حضرت مولانا اسعداللہ صاحب رامپوری اور حضرت مولانا ولی احمد صاحب کیملپوری، رحمہم اللہ تعالیٰ سے احقر نے علم حاصل کیا، یہ حضرات حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے خلفاء تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی بار بار زیارت کی، ان کی تقریریں بھی سنیں اور ان کے گھر پر بھی دیوبند میں حاضر ہوا حضرت موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے "زادالطالبین" پر تقریظ بھی لکھی تھی جو کلکتہ کے مطبوعہ نسخوں میں ہے، مظاہر العلوم سہارنپور کے دوران قیام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ مؤسس جماعت تبلیغ سے بہت تعلق ہو گیا تھا احقر مدرسہ کی تعطیلات میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی سہارنپور اور دہلی میں خوب زیارت ہوئی، بارہ سال مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں رہا، بہت فیض پایا، مجھے تو عقیدت تھی ہی حضرت والا بھی شفقت فرماتے تھے، جب میں دارالعلوم سے مدینہ منورہ چلا آیا تو اصحاب مجلس سے فرماتے کہ ہمارے گھر کا ایک آدمی چلا گیا۔ (افاض اللّٰہ تعالیٰ علینا من فیوضھم)

عرض کیا مدینہ منورہ میں کیا مشاغل ہیں؟

فرمایا: ایک تو وہی تصنیف و تالیف کا شغل ہے چھوٹے بڑے رسالے تو لکھتا ہی رہتا ہوں آج کل تفسیر انوار البیان زیر تصنیف ہے، بعض عربی اور عجمی طلباء آجاتے ہیں کچھ پڑھ لیتے ہیں یہ میری سعادت ہے کہ میں اپنے اکابر کے فیضان کا واسطہ بن رہا ہوں۔ (والحمد للّٰہ تعالیٰ علی ذلک)

راقم الحروف
عبداللہ تسنیم عفا اللہ عنہ
۲۲/۹/۱۴۱۴ھ

تصنیفات وتالیفات

۱- مجانی الآثمار من شرح معانی الآثار
۲- الروای تخریج احادیث الطحاوی
۳- زاد الطالبین من کلام رسول رب العلمین
۴- الفوائد السنیه فی شرح الاربعین النوویه
۵- تفسیر سورۃ فاتحہ
۶- القادیانیة ماهی
۷- التحفة المرضیة فی شرح مقدمة الجزریة
۸- امت مسلمہ کی مائیں
۹- حالات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰- حالات حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱- حالات حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۲- حالات حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۳- حالات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۴- آنحضرت ﷺ کی صاحب زادیاں
۱۵- اسلام کے لئے صحابہ کرام کی جانبازی
۱۶- تذکرہ اصحاب صفہ
۱۷- آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے
۱۸- چھ باتیں
۱۹- مسنون دعائیں
۲۰- اخلاقی چہل حدیث
۲۱- اصلاحی چہل حدیث
۲۲- گلشن حدیث
۲۳- اوصاف مؤمن
۲۴- کسب حلال واداء حقوق
۲۵- اسلامی آداب قرآن وسنت کی روشنی میں
۲۶- جامع الفتاوی
۲۷- فضائل امت محمدیہ
۲۸- فضائل درود شریف
۲۹- آئینہ نماز
۳۰- بچوں کے لئے نماز
۳۱- تحفہ خواتین
۳۲- رسول اللہ ﷺ کی پیشنگوئیاں
۳۳- مسلم خواتین کے لئے بیس سبق
۳۴- مجموعہ وصایا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۵- شاہ ولی اللہؒ کی خوابی چہل حدیث
۳۶- عربی کا آسان قاعدہ
۳۷- اسلامی نام
۳۸- جانوروں کے حقوق
۳۹- خدا کا ذکر
۴۰- اکرام مسلمین
۴۱- اخلاص نیت
۴۲- شرعی پردہ
۴۳- ہماری مصیبتوں کے اسباب اوران کا علاج
۴۴- فضائل علم
۴۵- حقوق الوالدین
۴۶- انعام الباری فی شرح اشعار البخاری
۴۷- تکملة الاعتدال فی مراتب الرجال
۴۸- زبان کی حفاظت
۴۹- فضل مبین شرح حصن حصین
۵۰- رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں

۵۱- نصائح رسول کریم ﷺ
۵۲- فتنۂ انکار حدیث اور اسکا پس منظر
۵۳- اسلامی احکام سے پہلوتہی کرنے والوں کے حیلے اور بہانے
۵۴- تمام اقوام عالم کو دعوت فکر
۵۵- طریقہ حج وعمرہ
۵۶- کتاب العمرہ
۵۷- حالات جہنم
۵۸- احوال برزخ
۵۹- میدان حشر
۶۰- خدا کی جنت
۶۱- فضائل دعاء
۶۲- فضائل رمضان وصیام
۶۳- کامیابی
۶۴- ترقی
۶۵- وحدت اسلامیہ کے مطالبات
۶۶- شیعہ مذہب دین ودانش کی کسوٹی پر
۶۷- قادیانیوں کا چہرہ ان کے اصل رنگ میں
۶۸- بریلوی مکتب فکر کے علماء کیلئے لمحہ فکریہ
۶۹- تحفۃ المسلمین
۷۰- التسهيل الضروری فی مسائل القدوری
۷۱- الحناقيد الغالية من الاسانيد العالية
۷۲- حاشیہ مسلسلات شاہ ولی اللہؒ
۷۳- تفسیر انوار البیان (کامل نوجلد)

چند بنیادی باتیں

حدیث کے لغوی معنی: حدیث کا لغوی معنی، بات، گفتگو، نیا وغیرہ۔

حدیث کا اصطلاحی معنی: آپ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو کہتے ہیں، نیز صحابہؓ کے قول و فعل اور تقریر کو کہتے ہیں، تابعی کے قول و فعل کو بھی حدیث کہتے ہیں، تقریر سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی واقعہ کا سامنے ہونے یا علم میں آنے کے بعد خاموش رہنا، خاموشی بھی تائید ہے۔

موضوع: آپ ﷺ کی ذات مبارک ہے، کیونکہ حدیث پاک میں آپ کی ذات مبارک سے ہی بحث کی جاتی ہے کہ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا، وغیرہ کیسا تھا۔

غرض وغایت: یہ اگر چہ دو لفظ ہیں مگر عقلاء کے نزدیک مصداق میں ایک ہی ہیں وہ یہ ہے کہ وہ دعائیں اور فضیلتیں حاصل کرنا جو پڑھنے اور پڑھانے پر وارد ہوتی ہیں، مثلا: "نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَهَا وَأَدَّاهَا وَ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ قِيْلَ: وَمَنْ خُلَفَائُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه، قَالَ: الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِيْ أَو كَمَا قَالَ رسول الله ﷺ، بعض لوگوں نے فرمایا: "اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ"۔

فضیلت: جہاں تک علم حدیث کے شرف و فضل کا تعلق ہے وہ لاتعداد آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے ثابت ہے، مثلا قرآن کریم میں آتا ہے ﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ، اے محمد ﷺ! لوگوں کو سمجھاتے رہیئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا

حدیث میں آتا ہے "نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَهَا وَأَدَّاهَا"، اللہ تبارک وتعالیٰ سرسبز وشاداب رکھے ایسے شخص کو جس نے میری بات سنی، پھر اس کی حفاظت کی اور اسے ایسے شخص تک پہونچادیا جس نے اس کو نہیں سنا تھا۔

دوسری حدیث میں آتا ہے "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ قِيْلَ: وَمَنْ خُلَفَائُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه، قَالَ: الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِيْ"، آپ صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ میرے خلفاء پر رحم فرمائے صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ ہیں جو میری احادیث کو روایت کرتے ہیں۔ (اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیتے ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی شرفنا علی سائر الامم برسالۃ من اختص من بین الانام بجوامع الکلم وجواھر الحکم، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم ما نطق اللّسان بمدحہ ونسخ القلم.

أما بعد! فھذا کتاب وجیز منتخب من کلام الشفیع العزیز، اقتبستہ من الکتاب اللاّمع الصّبیح المعروف "بمشکوۃ المصابیح" وسمیتہ "زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین" الفاظہ قصیرۃ، ومعانیہ کثیرۃ، یتنضر بہ من قرأہ وحفظہ، ویبتھج بہ من درسہ وسمعہ، ورتّبتہ علی البابین یعم نفعھما فی الدّارین، وللّٰہ أسال أن یجعلہ خالصا بوجہ الکریم، وسببا لدخول دار النعیم فانہ واسع المغفرۃ وانہ ذوالفضل العظیم.

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں عزت دی تمام امتوں پر، اس ذات کو رسول بنانے کے ساتھ جسے ساری مخلوقات میں مخصوص فرمایا ہے جامع کلمات کے ساتھ اور حکمتوں کے انمول موتیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اس پر اور اس کے اہل وعیال پر اور اس کے ساتھیوں پر اور برکت دے اور سلامت رکھے جب تک کہ زبان آپ کی تعریف کو بولے اور قلم لکھے۔

امابعد! پس یہ مختصر کتاب ہے جو سفارش کرنے والے عزت والے کے کلام سے چھانٹی گئی ہے، میں نے اس کو چنا ہے اس کتاب سے جو کہ روشن اور چمکدار ہے جو "مشکوۃ المصابیح" کے ساتھ مشہور ہے، اور میں نے اس کا نام رکھا ہے "زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین" اس کتاب کے الفاظ کم ہیں اور اس کے معانی بہت ہیں تازگی حاصل کرے گا جو اس کو پڑھتا ہے اور سنتا ہے، میں نے اس کو مرتب کیا ہے دو بابوں میں کہ ان دونوں بابوں کا نفع عام ہے دنیا وآخرت میں اور اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ اس کو خالص اپنی ذات کریم کے واسطے اور نعمت کے گھر (جنت) میں داخل ہونے کے لئے ذریعہ بنادے پس بیشک وہ بہت بخشنے والا اور بیشک بڑی فضیلت والا ہے۔

لغات: اَلحَمدُ، حَمِدَ (س) بمعنی تعریف کرنا قال تعالیٰ: ﴿اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

للّٰہ: (س) اِلَھًا بمعنی متحیر ہونا، قال تعالی: ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾.

شَرَّفَنَا: (تفعیل) بمعنی تعظیم کرنا، شرف بزرگی (ک) شرفت صاحب عزت ہونا، شَرِفَ (س) شَرَفًا بلند ہونا

سَائِر: سَاَرَ: (س) سَأرًا باقی رہنا، (ف) کچھ باقی چھوڑنا۔

اَلْاُمَم: جمع امت کی ہے، بمعنی جماعت قال تعالیٰ: ﴿مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ﴾۔

رِسَالَتَہٗ: بمعنی خط، پیغام، جمع رَسَائِل اور رِسَالَاتٌ آتی ہے، قال تعالی: ﴿وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ﴾.

اِخْتَصَّہٗ: (افتعال) اِخْتِصَاصًا، خاص کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ خَصَّ (ن) خَصًّا، خاص کرنا۔

اَلانَام: بالقصر وبالمد بمعنی مخلوق، قال تعالیٰ: ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ﴾۔

جَوَامِع: جمع ہے جامع اسم فاعل کی، وہ کلام جو لفظ کے اعتبار سے کم اور معنی کے اعتبار سے بہت ہوں، جَمَعَ (ف) جَمْعًا بمعنی جمع کرنا۔

اَلْکَلِم: جمع ہے اَلْکَلِمَۃ کی، وہ بامعنی لفظ جو انسان بولے، قال تعالیٰ: ﴿اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ﴾ کَلِمَ (ن ض)

کَلْمًا بمعنی زخمی کرنا۔

اَلْوَجْه: چہرہ، سامنے کا حصہ، جمع اَوْجُه، وَجُوْهٌ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاظِرَةٌ﴾۔

اَلْكَرِيْمُ: صاحب کرم درگذر کرنے والا، اللہ کے ناموں میں سے ہے، كَرَمَ (ن) كَرْمًا کرم میں غالب ہونا، تَكْرِيْمًا تعظیم کرنا۔

صَلّٰی: اچھی تعریف کرنا، مرادی معنی رحمت بھیجنا، درود بھیجنا، صلّٰی صَلٰوۃً نماز پڑھنا، صَلِيَ (س) صِلْيٰ آگ میں جلنا۔

تَعَالٰی: بلند ہونا، عَلاَ (ن) عُلُوًّا کہا جاتا ہے ''عَلاَ النَّهَارُ'' دن چڑھنا، عَلِيَ (س) عَلاءً بلند ہونا ''عَلٰی فُلاَنٌ فِي الْمَكَارِمِ'' درجہ میں بلند ہونا۔

اٰلِه: اہل وعیال، اس کا استعمال صرف اشراف میں ہوتا ہے، خواہ شرافت دینی ہو یا دنیاوی، قال تعالیٰ: ﴿اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾۔

وَصَحْبِه: صاحب کی جمع ہے بمعنی ساتھی، ایک ساتھ زندگی گذارنے والے، صَحِبَ (ف) صُحْبَةً ساتھ ہونا دوستی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ﴾۔

بَارَكَ: برکت کی دعاء کرنا ''بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْكَ'' برکت دینا، بَرَكَ (ن) بُرُوْكًا اونٹ کا بیٹھنا۔

وَسَلَّمَ: سَلَّمَ عَلَيْهِ السلام علیکم کہنا، سَلِمَ (س) سَلَامَةً بمعنی نجات پانا، بچالینا، قال تعالیٰ: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ﴾ ''السلام'' اللہ کا نام ہے۔

نَطَقَ: نَطَقَ (ض) نُطْقًا نُطُوْقًا ومَنْطِقًا بولنا، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾۔

اللِّسَان: جمع اَلْسِنَة لِسَانَات وغیرہ آتی ہے، بمعنی زبان، مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، قال تعالیٰ: ﴿هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾۔

بِمَدْحِه: مَدَحَ (ف) تعریف کرنا، ''مَدَحْتُ اللُّؤْلُؤَ'' میں نے موتی کی تعریف کی۔

اَلْقَلَم: جس سے لکھا جائے، قلم کا اطلاق تراشنے کے بعد ہوتا ہے، تراشنے سے پہلے اس کو ''بَرَاعَه اور قَصْبَه'' کہا جاتا ہے، جمع اَقلام قِلَام، قال تعالیٰ: ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾۔

بَعْد: ظرف زمان ہے اضافت لازمی ہے قال تعالیٰ: ﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾۔

وَجِيْز: بروزن قتیل، مختصر کلام وَجَزَ (ض، ک) وَجَزَ الْكَلاَمَ مختصر کرنا، کم سخن ہونا۔

مُنْتَخَب: چنا ہوا، اِنْتَخَبَ الشيَ چننا، نَخَبَ (ن) نَخْبًا فُلاَنَ الشَّيْءَ کھینچنا، عمدہ حصہ لینا۔

اَلشَّفِيْع: سفارش کرنے والا، شَفَعَ (ف) شَفَاعَة مَشْفَعٌ لَهٗ مِنْهُ اِلَيْهِ، سفارش کرنا، قال تعالیٰ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ﴾۔

اَلْعَزِيْز: عزت والا، شریف، قوی، بادشاہ، اللہ کے ناموں میں سے ہے، جمع عِزَاز، وَأعِزَّاء آتی ہے عَزَّ، عِزًّا، عِزَّةً، غالب ہونا (ن) عَزًّا، قوی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾۔

اِقْتَبَسْتُهٗ: حاصل کرنا، سیکھنا، قَبَسَ (ض) قَبْسًا مِنْهُ النَّار، شعلہ حاصل کرنا۔

اَللاَّمِع: روشن چمکدار ہونا، لَمَعَ (ف) لَمْعًا وَلَمَعَانًا وَلُمُوْعًا، البرق، بجلی کا چمکنا، روشن ہونا۔

اَلصَّبِيْح: خوب صورت، جمع صِبَاح، صَبِحَ (س) صَبْحًا، چمکدار ہونا، صَبُحَ (ک) صَبَاحَةَ الْوَجْه، چہرے کا روشن ہونا۔

اَلْمَعْرُوْف: اسم مفعول، مشہور، خیر، احسان، رزق، ہر وہ چیز جو شریعت میں بہتر ہو، عَرَفَ (ض) عِرْفَةً وَعِرْفَانًا پہچاننا، عَرَفَ (ن) عَرَافَةً عَلَی الْقَوْم، چودہری، قال تعالیٰ: ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ﴾۔

اَلْمِشْكٰوة: طاق، چراغ دان، قال تعالیٰ: ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾۔

اَلْمَصَابِيْح: مصباح کی جمع ہے، بمعنی چراغ۔

سَمَّيْتُهُ: سَمًّا (ن) وَسُمُوًّا بلند ہونا، "سَمَوْتُ اِلَيْهِ بَصَرِیْ"، اس کی طرف میں نے نگاہ اٹھائی، اگر مصدر "سَمْوًا" ہو تو بمعنی نام رکھنا، قال تعالیٰ: ﴿سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ﴾۔

زاد: سفر کے لئے تیار کیا ہوا کھانا، جمع اَزْوِدَة، وَاَزْوَاد، آتی ہے، زَادَ (ن) زَوْدًا، توشہ لینا قال تعالیٰ: ﴿فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾۔

اَلطَّالِبِيْن: طالب کی جمع ہے، شاگرد، جمع طُلَبَاء طَلَبَ (ن) طَلَبًا الشیٔ ڈھونڈنا، علم حاصل کرنا، قال تعالیٰ: ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾.

رَسُوْل: بھیجا ہوا جمع رُسُل، قال تعالیٰ: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾۔

رَبٌّ: سردار، مالک، پرورش کرنے والا، اللہ کے ناموں میں سے ہے جمع اَرْبَاب، رُبُوْب، رَبَّ (ن) رَبًّا، القوم سردار ہونا قال تعالیٰ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾.

اَلْعٰلَمِيْن: جمع عالم، ساری مخلوق ما سوی اللہ، قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾۔

اَلْفَاظُهُ: واحد لفظ، لَفِظَ (ض، س) "لَفَظًا الشَّیْءَ وَبِالشَّیْءِ مِنْ فَمِهٖ" منہ سے پھینکنا، قال تعالیٰ: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ﴾.

قَصِيْرَة: چھوٹا، چھوٹے قد کا ہونا، جمع قِصَار، قَصِيْرَات، قَصَائِر آتی ہے، قَصُرَ (ک) قَصْرًا وَقَصَارَةً چھوٹا ہونا۔

مَعَانِيْه: کلام کا مضمون، معنی الکلمۃ، جمع مَعَانٍ، اس سے انسان کے صفات محمودہ بھی مراد لئے جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "فلان حسن المعانی"۔

كَثِيْرَة: بہت، كَثُرَ (ک) كَثْرَةً، وَكَثَارَةً، بہت ہونا (ن) كَثَرَ الرَّجُل کثرت میں غالب آنا قال تعالیٰ: ﴿لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ﴾۔

يَتَنَضَّر: تر و تازہ ہونا، نَضِرَ (ن، س، ک) نَضْرَةً، نُضُوْرًا، تر و تازہ ہونا قال تعالیٰ: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾۔

قرأه: (ف، ن) قَرْءً وَقِرَاءَةً پڑھنا، قال تعالیٰ: ﴿فَقَرَأَهٗ عَلَيْهِمْ﴾۔

حَفِظَهُ: (س) حفاظت کرنا، زبانی یاد کرنا، اس سے حفیظ بھی ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ہے قال تعالیٰ: ﴿حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾.

يَبْتَهِجُ: خوش ہوتا ہے، بَهَجَ (ف) بَهْجًا خوش کرنا (س) بَهَجًا خوش ہونا (ک) بَهَاجَةً وَبُهْجَانًا خوبصورت ہونا قال تعالیٰ: ﴿حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ﴾۔

دَرَّسه: دَرَسَ (ن) دُرُوْسًا پڑھنا، و دِرَاسًا باہم پڑھنا، مدرسہ تعلیم حاصل کرنے کی جگہ، قال تعالیٰ: ﴿وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ﴾.

وَرَتَّبْتُهُ: رَتَبَ (ن) رَتْبًا وَرُتُوْبًا قائم و ثابت ہونا، رَتَبَ فِی الصَّلٰوةِ نماز میں سیدھا کھڑا ہوا۔

اَلْبَابَيْنِ: یہ تثنیہ ہے باب کا معنی دروازہ، مراد کتاب کا باب ہے، جمع اَبْوَاب ہے، قال تعالیٰ: ﴿فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ﴾.
يَعُمُّ: عَمَّ (ن) عُمُوْمًا عام ہونا، اَلْعَائِم سب کو شامل ہونے والا اسی سے ہے عام لوگ جمع عوام۔
نَفْعَهَا: نَفَعَ (ف) نفع دینا اسی سے النافع ہے جو اللہ کے ناموں میں سے ہے قال تعالیٰ: ﴿أَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾.
اَلدَّارَيْنِ: دَارٌ کی تثنیہ ہے گھر، رہنے کی جگہ، جمع دُوْر دِيَارٌ، أَدْوُر، دُوْرَات، دُوْرَان، قال تعالیٰ: ﴿اُولٰئِکَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾۔
أَسْأَلُ: سَأَلَ (ف) سُؤَالاً، وَسَأَلَةً طلب کرنا، درخواست کرنا، سائل، مانگنے والا جمع سَائِلُوْن آتی ہے۔
يَـجْـعَلُه: جَعَلَ جَعْلاً بنانا، پیدا کرنا، جَـعَـلَه حَاكِمًا اس نے اسے حکم مقرر کیا، قـال تـعـالـیٰ: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه﴾۔
خَالِصًا: بے کھوٹ، صاف رنگ، جمع خُلَّص ہے خَلَصَ (ن) خُلُوْصًا خالص ہونا قال تعالیٰ: ﴿لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا﴾۔
سَبَبًا: راستہ، ذریعہ، رسی جمع سَبَائِب.
دُخُوْل: دَخَلَ (ن) دُخُوْلاً اَندر آنا، داخل ہونا، قال تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ﴾۔
اَلنَّعِيْم: آرام، نَعِمَ (ف، س) نِعْمَةً خوش حال ہونا، دَارُ النَّعِيْم سے مراد جنت ہے، قـال تعالیٰ: ﴿اُولٰئِکَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْم﴾
وَاسِع: کشادہ ہونا، وَسِـعَ (ف، س، ک) وَاسِعَةً وَوُسْعًا، کشادہ ہونا، کشادہ کرنا، قـال تـعـالـیٰ: ﴿اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَة﴾۔
اَلْمَغْفِرَة: معافی، بخشش، غَفَرَ (ض) غَفْرًا و غُفْرَانًا معاف کرنا، چھپانا، قال تعالیٰ: ﴿ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَة﴾.
اَلْفَضْل: فَضِلَ (ن، س) فَضْلاً باقی رہنا، زاہد ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ﴾.
اَلعظيم: زیادتی احسان، بڑا ہونا، صفت عظیم ہے، العظم ہڈی کو کہتے ہیں، "ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم"، بڑے فضل والا۔
جَوَاهِرُ: جمع جَوْهَرَة کی بمعنی قیمتی پتھر۔
اَلْـحِكَمُ: جمع ہے حِـكْـمَة کی بمعنی عدل، بردباری حلم، حَـكُـمَ (ک) حِكْمَةً بمعنی دانا ہونا قـال تـعـالـیٰ: ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ﴾۔

الباب الأوّل

پہلا باب

فی جوامع الکلم ومنابع الحکم والمواعظ الحسنة

لغات: مَنَابِع: جمع مَنبَع کی، نَبَعَ (س،ک) نَبعًا و نَبَعَانًا، چشمہ سے پانی نکلنا۔ اَلْمَوَاعِظُ: جمع ہے مَوعِظَة کی، بمعنی وعظ، نصیحت، وَعَظَ وَعْظًا وَعِظَةً نصیحت کرنا ایسی بات کہنا جس سے دل نرم ہوجائے، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ اَلْحَسَنَة: نیکی، بھلائی، حسن کا مؤنث ہے، جمع حِسَانٌ، حَسَنَاتٌ اور حَسَنٌ، مذکر کی جمع صرف حِسَانٌ آتی ہے، حَسُنَ (ک، ن) حُسْنًا خوب صورت، اچھا ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾۔

(۱) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوىٰ فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا أَوِامْرَأَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ.

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”تمام کاموں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو وہ نیت کرے، پس جس نے ہجرت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے تو اس نے ہجرت کی اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور جس نے ہجرت کی دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے، تو جس نے جس غرض کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اسی غرض کے لئے ہوگی“۔

لغات: اَعْمَال: عَمَلٌ کی جمع ہے بمعنی کام (س) کام کرنا، قال تعالیٰ: ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ﴾
اَلنِّیَات: نِیَة کی جمع ہے دل کا ارادہ، نَوَیٰ یَنْوِیْ نِیَةً، "بتشدید الیاء وتخفیف الیاء" معنی قصد کرنا ارادہ کرنا۔
اِمْرِئٌ: معنی مرد اس کی ضد اِمْرَأَةٌ آتی ہے بمعنی عورت۔ هَجَرَتْ: ترک وطن (ن) هَجْرًا وهِجْرَانًا، اصطلاح میں ہجرت کے دو معنی آتے ہیں، ترک وطن، دوسرا ترک معصیت، یہاں پر اول والا ہی معنی مراد ہے، قال تعالیٰ: ﴿مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالأَنْصَارِ﴾ دُنْیَا: موجودہ زندگی، دَنَا، یَدْنُوْا، دُنُوًّا، (ن) کسی چیز کا قریب ہونا، قال تعالیٰ: ﴿خَسِرَ الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ﴾
یُصِیْبُهَا: اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَةً، (باب افعال) اَلشَّیٔ لینا، حاصل کرنا، پالینا پہنچنا، صَابَ (ض) یَصِیْبُ صَیْبًا، نشانہ پر لگنا، درست ہونا، قال تعالیٰ: ﴿أَوْ یُصِیْبُهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ﴾ یَتَزَوَّجُهَا: نکاح کرنا، قال تعالیٰ: ﴿زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْلَا یَكُوْنَ﴾

تشریح: حدیث کا شان ورود: جس طرح قرآن کی آیتوں کا شان نزول ہوتا ہے تو اسی طرح احادیث کا بھی شان ورود

ہوتا ہے،حدیث بالا کے بارے میں دوروایتیں ملتی ہیں ایک روایت "مَوَاهِب لَدُنِّيَه" میں بحوالہ "مُنتَهٰى الامَالِي لِلسُّيُوطِيّ" کی ہے،اس روایت میں ہے کہ ایک صاحب نے ہجرت کی اور پھر ایک عورت سے نکاح کرلیا،دوسری روایت "طبرانی" میں ہے اس روایت میں اس عورت کا نام 'ام قیس' بتایا گیا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس عورت کا نام تو قیلہ کنیت ام قیس تھی۔(۱)

حدیث کی فضیلت: یہ بہت ہی عظیم الشان حدیث ہے اس حدیث کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ثلث علم ہے۔(۲)

اس کی وجہ بیان کی ہے کہ انسان کے کل اعمال کی تین قسمیں ہیں: اول: وہ عمل جس کا تعلق دل سے ہو، دوم: وہ عمل جس کا تعلق زبان سے ہو، سوم: وہ عمل جس تعلق اعضاء سے ہو، اس حدیث کا تعلق ان تینوں ہی کے ساتھ ہے۔

ابن دقیق العید نے فرمایا کہ: علماء نے اس حدیث کو ثلث الاسلام کا لقب دیا ہے۔(۳) امام ابوداؤد فرماتے رحمہ اللہ ہیں کہ: یہ حدیث نصف فقہ ہے۔علماء عموماً اس حدیث سے ہی اپنی کتابوں کو شروع کرتے ہیں تاکہ پڑھنے پڑھانے والے اپنی نیتوں کو اول ہی سے درست کرلیں۔(۴)

اَلاَعْمَال: یہ عمل کی جمع ہے، عمل اور فعل کو بعض علماء نے مترادف بتایا ہے،(۵) لیکن امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: فرق ہے فعل عام ہے، اختیاری اور غیر اختیاری دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، بخلاف عمل کہ یہ صرف اختیاری پر ہی بولا جاتا ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "عمل وہ ہے جس میں مشقت ہو بخلاف فعل کے کہ اس میں(۶) مشقت نہیں ہوتی"۔

نیات: یہ نیت کی جمع ہے، پھر نیت کی علماء نے تین قسمیں بیان کی ہیں:

اول: "تمییز عبادت عن العادت"، نیت کے ذریعہ عبادت کو عادت سے جدا کرنا، مثلاً ایک آدمی نماز کی حالت میں کھڑا ہے، اگر اس نے نیت کی ہے تو نماز ورنہ وہ ویسا ہی کھڑا ہے۔

دوم: "تمییز عبادت عن العادت"، نیت کے ذریعہ ایک عبادت کو دوسری عبادت سے جدا کرنا مثلاً نیت کے ذریعہ ظہر و عصر کی نماز میں فرق کرنا۔

سوم: "تمییز معبود عن المعبود": نیت کے ذریعہ ایک معبود کی عبادت سے دوسرے معبود کی عبادت کو جدا کرنا، مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہے اب نیت سے معلوم ہوگا کہ اللہ کے لئے پڑھ رہا ہے یا کسی اور معبود کے لئے۔(۷)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں وہی عمل قابل قبول ہوگا جو صحیح نیت سے کیا گیا ہو اگر نیت صحیح نہیں تو وہ عمل فاسد اور مردود ہوگا۔

دنیا کے ساتھ عورت کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟

سوال: دنیا میں عورت بھی داخل تھی، تو پھر عورت کو مستقل کیوں ذکر کیا؟

محدثین نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں:

اول: مورد حدیث چونکہ ایک عورت کا ہی واقعہ ہے اس لئے خصوصیت سے اس کو بیان کر دیا۔(۹)

دوم: یہ جواب صاحب "مَوَاهِبِ لَدُنِّيَه" نے دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار نے ان کے ساتھ ہمدردی کی کہ اپنی جائیداد اور مال وغیرہ ان کو دینا چاہا، یہاں تک کہ بعض انصار نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہا کہ میری بیویوں میں سے جو تم کو پسند ہو میں اس کو طلاق دیتا ہوں تم اس سے نکاح کر لینا تو اس بات کا احتمال ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ مکہ میں مال اور بیویاں سب کو چھوڑ دو مدینہ میں سب کچھ مل جائے گا مال بھی اور عورت بھی اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان دونوں ہی کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

سوم: عورت کا فتنہ بڑا فتنہ ہے اس میں بڑے بڑے لوگ پھنس جاتے ہیں، اس وجہ سے عورتوں کو خاص طور سے بیان فرمایا(۱۰) بقول اکبر الہ آبادی:

اکبر نہ دب سکے کبھی برٹش کی فوج سے ۔۔۔ لیکن شہید ہوگئے بیوی کی نوج سے

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۱ پر ہے، اور پوری حدیث بھی انہی الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری ومسلم فالبخاری فی مواقع متعددة مثلا فی باب کیف کان بدء الوحی وفی باب الخطاء والنسیان الخ، واخرجه مسلم فی کتاب الامارة فی باب قوله انما الاعمال بالنية.

ترکیب حدیث: قال: فعل، النبی: فاعل۔ صلی: فعل۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ علی: حرف جار۔ ہ: مجرور جار مجرور یہ متعلق ہوا صلی فعل کے، صلی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ معطوف علیہ۔ و: حرف عطف، سلم: فعل ضمیر۔ ھو: فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ دعائیہ انشائیہ معترضہ ہوا۔

انما: کلمہ حصر۔ الاعمال: مبتداء۔ باء: حرف جار۔ النیات: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا محذوف فعل کے، محذوف فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر الاعمال مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، انما: کلمہ حصر۔ لامری: ل: حرف جار۔ امری: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل متعلق ہوا ثابت محذوف کے ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مقدم۔ ما: موصولہ۔ نوی: فعل ضمیر فاعل، نوی فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا، موصول اپنے صلہ سے مل مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فمن: فاء: تفصیلیہ۔ من: موصولہ۔ کانت: فعل ناقصہ۔ ھجرته: مضاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر کانت کا اسم ہوا۔

الی: حرف جار۔ لفظ اللّٰہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ رسول: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا جار اپنے مجرور سے مل کر اسم محذوف کے متعلق ہو کر خبر ہوئی کانت کی، کانت اپنے اسم اور خبر سے مل کر من کا صلہ ہوا موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء متضمن معنی شرط ہوا۔

فھجرته: فاء: جزائیہ۔ ھجرته: مضاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ الی: جار۔ لفظ اللّٰہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ رسوله: مضاف۔ ہ: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف اسم کے متعلق ہو کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر

جملہ اسمیہ ہوکر خبر قائم مقام جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من: موصولہ۔ کانت: فعل ناقص۔ ھجرتہ: مضاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم ہوا کانت کا۔ الی: حرف جار۔ دنیا: موصوف۔ یصیب: فعل ضمیر فاعل۔ ھا: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ۔ او: حرف عطف، امراۃ: موصوف۔ یتزوجھا: فعل، ضمیر فاعل۔ ھا: ضمیر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل الی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف اسم کے متعلق ہوکر خبر ہوئی کانت کی، کانت اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا، صلہ اپنے موصول سے مل کر مبتداء متضمن معنی شرط ہوا۔ فھجرتہ: فاء: جزائیہ۔ ھجرتہ: مضاف، ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔

الی: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ ھاجر: فعل ضمیر فاعل۔ الی: حرف جار۔ ہ: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ھاجر فعل کے، ھاجر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا، صلہ اپنے موصول سے مل کر الی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر یہ متعلق ہوا ''کائنۃ'' کے کائنۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر قائم مقام جزا شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) فتح الباری ۱/ ۸، فیض الباری، مرقاۃ، تعلیق، فضل الباری ۱/ ۱۳۹، عمدۃ القاری ص ۱/ ۲۸، مرعاۃ المفاتیح ۱/ ۳۴۔
(۲) فتح الباری، مرقاۃ، ۱/ ۴۲۔
(۳) فتح الباری ۱/ ۱۰۔
(۴) فتح الباری، ۱/ ۱۱، مرآۃ المفاتیح، ۱/ ۳۲۔
(۵) قاموس، یہ لغت کی کتاب ہے، جس کے مصنف مجد الدین ابن یعقوب فیرزآبادی المتوفی ۸۱۷ء ہیں۔
(۶) فیض الباری، ص ۱/ ۵۔
(۷) التعلیق الصبیح ص ۱/ ۹، مرعاۃ المفاتیح ۱/ ۳۴۔
(۸) فتح الباری۔
(۹) فیض الباری، فتح الباری، ۱/ ۱۰، تعلیق الصبیح ص ۱/ ۱۰۔
(۱۰) عمدۃ القاری ص، ۱/ ۲۸، فضل الباری، ۱/ ۱۴۹۔

الجملة الاسمية

جملہ اسمیہ

اس باب میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جو ترکیب میں جملہ اسمیہ ہوں گی، یعنی ان کا پہلا لفظ اسم سے ہوگا

(۲) اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ

دین سراسر نصیحت ہے

لغات: اَلدِّیْن: بمعنی ملت ومذہب، جمع اَدْیَان آتی ہے۔ اَلنَّصِیْحَة: اسم مصدر ہے، خیر خواہی کرنا، جمع نَصَائِح آتی ہے، خالص کے معنی میں بھی آتا ہے، تَوْبَةً النَّصُوْحًا، خالص توبہ، قال تعالیٰ: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً النَّصُوْحًا﴾.

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نصیحت اور خیر خواہی افضل ترین عمل ہے، علامہ نو وی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے کیونکہ نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں اور اخلاص ہی تمام عبادات کی جان ہے، اس کے بغیر عبادات مردود ہیں۔(۱)

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا کہ: النصیحت کے معنی ادا کرنے کے لئے کلام عرب میں کوئی لفظ نہیں، یہی بات علامہ خطابی نے کہی ہے،(۲) مگر بعض علماء نے فرمایا کہ: عرف میں نصیحت اس کو کہتے ہیں کہ: خلوص ومحبت کے ساتھ کسی کو کوئی خیر کی بات بتائے،(۳) اردو میں اس کا قریب ترین ترجمہ خیر خواہی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، تمام قسم کی خیر خواہی اس میں داخل ہے کہ کوئی سلام کرے تو جواب دے، کوئی بیمار ہوجائے تو عیادت کو جائے، کسی کو دھوکہ نہ دے، چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب کرے، چغلی نہ کرے، غیبت نہ سنے اور نہ کرے وغیرہ، (الی غیر ذلک ما لا یکاد ینحصر فی العبارة)(۴)۔

تمام کی تمام خیر خواہیاں اس میں داخل ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جوامع الکلم عطا فرمایا تھا، یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے کہ ایک مختصر سی حدیث میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جمع فرمادیا۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة علی الخلق"، ص۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعن تمیم الداری انّ النبی ﷺ قال: الدین النصیحة ثلثا قلنا: لمن، قال: للّٰه ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم.

تخریج حدیث: اخرجه "البخاری" فی کتاب الایمان (فی باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة). واخرجه "مسلم" فی کتاب الایمان فی باب بیان الدین النصیحة)

ترکیب حدیث: الدین: مبتدا۔ النصیحۃ: خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) شرح مسلم فتح الباری ۱/ ۱۳۸ تقریر بخاری من افادات شیخ الحدیث محمد زکریا رحمہ اللہ ۱/ ۱۵۸
(۲) فتح الباری ۱/ ۱۳۸
(۳) فتح الباری ۱/ ۱۳۸، مرقاۃ ۹/ ۲۲۴، اشعۃ اللمعات ۴/ ۱۳۰
(۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/ ۲۲۴، شرح اربعین ۶۲، ۶۱
(۵) مظاہر حق ۴/ ۵۴۲

(۳) اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ

مجالس امانت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

لغات: اَلْمَجَالِسُ: جمع مَجْلِس کی ہے، بیٹھنے کی جگہ، جَلَسَ (ض) جُلُوْسًا وَمَجْلِسًا، بیٹھنا، قال تعالیٰ: ﴿تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ﴾۔ الاَمَانَة: جمع اَمَانَات آتی ہے، بمعنی محفوظ کرنا، فریضہ خداوندی، اَمِنَ (س، ض) محفوظ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الاَمَانَةَ﴾۔

تشریح: اس حدیث میں مجلس کے آداب میں سے یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ مجلس کی تمام باتیں مصلحت اور اصحاب مجلس کی اجازت کے بغیر دوسروں سے اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: کسی شخص کے لئے یہ بات زیبا نہیں کہ جب کسی مجلس میں کسی کے بارے میں کوئی بات ہو تو وہ اس بات کو لوگوں کے سامنے افشا کرتا پھرے، ہاں تین مجلسوں کی باتوں کو افشا کرنے کی اجازت ہے:

۱- جس میں کسی کے ناحق قتل کی بات ہو رہی ہو۔
۲- کسی عورت کی عصمت لوٹنے کی بات ہو رہی ہو
۳- کسی کا مال ناحق لینے کی بات ہو رہی ہو، اس میں حکم ہے کہ ان کے متعلقہ لوگوں کو فوراً آگاہ کردے تاکہ وہ اپنے آپ کو بچالیں۔ (۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس مجلس کی بات بھی افشاء کرے جس میں دین یا قوم کو نقصان پہنچانے کی گفتگو ہو رہی ہو۔ (۲)

یہ حدیث ''مشکوۃ'' میں ''باب الحذر والتانی فی الامور'' ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: المجالس بالامانة الا ثلثة مجالس، سفک دم حرام، اوفرج حرام، او اقتطاع مال بغیر حق۔

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی کتاب الادب عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

ترکیب حدیث: المجالس: مبتداء۔ باء: حرف جار۔ الامانة: مجرور، جار مجرور سے مل کر محذوف اسم کے متعلق ہوکر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ: ۲۸۳/۹ (۲) اشعۃ اللمعات

(٤) اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

دعا عبادت کا مغز ہے۔

لغات: اَلدُّعَاء: یہ دعا کا مصدر ہے، دَعَا یَدْعُوْ (ن) دُعَاءً و دَعْوىً پکارنا، مدد طلب کرنا، قال تعالی: ﴿اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾. مُخٌّ: ہڈی گودا، جمع مِخَاخٌ آتی ہے۔

تشریح: تمام عبادات کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں عاجزی آجائے اور یہ بات دعا میں بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے[1] اسی وجہ سے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾[2] جو لوگ میری عبادت یعنی دعا سے تکبر اور بڑائی کرتے ہیں تو عنقریب وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے یہاں پر عبادت سے مراد دعا ہے، آپ ﷺ نے بھی فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو، جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعاء کے شروع میں اللہ کی تعریف اور پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر یقین کے ساتھ دنیا و آخرت کے بارے میں جو مانگنا ہے مانگے آخر میں پھر درود پڑھے مگر کسی گناہ کے کام، قطع رحمی، یا وہ امور جو عقلاً یا شرعاً محال ہوں ان امور کی دعا نہ کرے، دعا قبول ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ آدمی حرام مال و غذا سے بچے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مسافر، پراگندہ بال پریشان حال شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے لیکن اس کا کھانا، اس کا لباس اور اس کا مال حرام ہوتا ہے تو کیسے اس کی دعا قبول ہوگی۔

یہ حدیث ''مشکوۃ'' میں ''کتاب الدعوات'' ص۱۹۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ الدّعاء مخّ العبادة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی کتاب الدعوات عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه وقال الترمذی هذا حدیث غریب.

ترکیب حدیث: الدعاء: مبتداء۔ مخ: مضاف۔ العبادة: مضاف الیه: مضاف اپنے مضاف الیه سے مل کر مبتداء کی

خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح، ۱/۴۸۔ (۲) سورۃ مؤمن آیت/۶۰۔

(۵) اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

لغات: اَلْحَیَاء: شرم وحیاء، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَایَسْتَحْيِیْٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً﴾ . شُعْبَة: فرقہ، شاخ، پانی بہنے کی جگہ، مراد فرقہ وشاخ ہے جمع شِعَبٌ و شِعَابٌ آتی ہے۔

تشریح: حیاء کی تعریف: حیاء کی تعریف میں ابوعلی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ اس کیفیت کا نام ہے جو آقا کے سامنے درخواست وطلب سے آدمی کو باز رکھے، حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے حیاء کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ: اللہ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں کو دیکھ کر نفس میں جو حالت پیدا ہو اس کو حیاء کہتے ہیں، حیاء کو ایمان کا حصہ بیان کیا گیا، کیوں کہ حیاء کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں (زنا، چوری، گالی گلوچ، وغیرہ) سے بچ جاتا ہے، اسی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ اگر حرام کام ہے تو اس میں حیاء کرنا واجب ہے، اگر مکروہ ہے تو مندوب اور اگر مباح ہو تو حیاء عرفی ہے اور جس میں حیاء نہ ہو تو اس کو مجنون اور پاگل کہا جائے گا۔[۱]

شعبة: شعبۃ میں تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی حیاء ایمان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

سوال: ایمان کے اور بہت سے حصے اور شاخیں ہیں تو یہاں خصوصی طور سے حیاء کو کیوں بیان کیا؟

جواب: حیاء ہی ایسی چیز ہے جو بوجہ خوف دنیا وآخرت کے ہر معروف کی طرف داعی اور ہر منکر سے مانع ہوتی ہے، یعنی تمام امور کی انجام دہی کے لئے یہی سبب بنتی ہے، اس لئے خصوصی طور سے بیان کیا گیا۔[۲]

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حیاء کو خصوصی طور سے بیان کرنے کی وجہ یہ امر طبعی ہے، عموما اس کی طرف ذہن نہیں جاتا اس لئے یاد دلایا گیا کہ حیاء بھی ایمان کا حصہ ہے۔[۳]

اس حدیث کو شاعر نے کیا خوب ادا کیا ہے:

اذا لم تخش عاقبة اللیالی ولم تستحیی فاصنع ما تشآء
فلا واللّٰه ما فی العیش خیر ولا الدنیا اذا ذهب الحیاء
یعیش المرأ ما استحی بخیر ویبقی العود ما بقی الحیاء

ترجمہ: جب تو راتوں کے انجام سے نہیں ڈرتا، اور شرم نہیں کرتا تو جو تو چاہے کرتا رہے، اللہ کی قسم دنیا میں کوئی خیر نہیں، اور نہ دنیا میں جب کہ حیاء چلی گئی ہو آدمی کی زندگی جب تک ہی ہے جب تک خیر کے ساتھ زندہ رہے کیونکہ ٹہنی کی بقاء اسی وقت تک ہے جب تک اس کا تنا باقی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۲، پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ الایمان بضع وسبعون شعبة افضلها قول لااله الااللّٰه وادناها اماطة الاذی عن الطريق والحياء شعبة من الايمان.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان (باب امور الایمان) عن ابی هريرة واخرجه مسلم فی شعب الایمان عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه.

ترکیب حدیث: الحیاء: مبتداء۔ شعبة: موصوف۔ من: حرف جار۔ الایمان: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف کائنۃ کے متعلق ہو کر صفت ہوئی موصوف صفت سے مل کر خبر ہوئی مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) فتح الملہم ۱/۲۱۰ (۲) تعلیق الصبیح ۱/۲۳ (۳) فیض الباری

(۶) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے۔

لغات: اَلْمرء: مرد، ضد اِمْرَأة، قال تعالیٰ: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾ ۔ أَحَبَّ: باب افعال سے بمعنی محبت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنِّیْ لاَ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾ .

تشریح: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: حدیث کا معنی عام ہے کہ آدمی اچھے آدمی سے محبت رکھے تو قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا اور اگر کسی فاسق وفاجر سے محبت رکھے تو قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے "اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ"، [1] آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔

شان ورود: بخاری شریف میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت سے یہ مضمون منقول ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کسی سے محبت تو رکھتا ہے مگر اس جیسے اعمال نہیں کرتا، تو آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" کہ محشر میں ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا تھا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دنیا میں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس حدیث کو سننے کے بعد ہوئی۔ [2]

بعض علماء نے یہاں تک فرمایا کہ: اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے خاتمہ بالخیر کی بشارت ہے جو اللہ کے نیک بندوں سے دنیا میں محبت رکھتے ہیں کیونکہ قیامت میں یہ ان کے ساتھ اسی وقت ہوگا جب کہ خاتمہ بالخیر ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان ستر برس بھی عبادت کرے تب بھی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا ہے۔ [3]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحبّ فی اللہ و بغض فی اللہ" ص ۴۲۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود قال: جآء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللّٰہ: کیف تقول فی رجل أحب قوما ولم یلحق بهم فقال: المرء مع من احب.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب عن عبداللّٰہ بن مسعود واخرجه مسلم فی البرّ والصّلة عن ابن مسعود وابی موسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما.

ترکیب حدیث: المرء: مبتداء۔ مع: مضاف۔ من: موصولہ۔ احب: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر موصول کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل محذوف کا ظرف ہو کر مبتداء کی خبر ہو کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا

---

(۱) ترمذی شریف و مظاہر حق ۴/۵۶۴

(۲) مسلم (نوٹ) اس قسم کے سوالات کئی صحابہ سے نقل کیے گئے ہیں۔

(۳) احیاء العلوم ۲/۲۳۰، اس مسئلہ کی لمبی بحث ہے احیاء العلوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۷) اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ

شراب ہر قسم کے گناہوں کا مجموعہ ہے۔

لغات: اَلْخَمْر: انگوری شراب، اور ہر نشہ آور چیز جو عقل کو ڈھانپ لے، خَمَرَ (ن) خَمْرًا، چھپانا، دوپٹہ کو بھی خمار کہتے ہیں اس سے بھی سر کو چھپایا جاتا ہے، قال تعالیٰ: ﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ﴾ . جُمَّاع: مبالغہ بہت جمع کرنے والا، جَمَعَ (ف) جَمْعًا، اکٹھا کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰی﴾ . اَلاِثْم: بمعنی گناہ، اَثِمَ (س) اِثْمًا اَثْمًا و اَثَامًا گناہ کرنا۔

تشریح: اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ:

"شراب پینے کے بعد جب انسان کی عقل وحواس اس کے قبضہ میں نہیں رہتے ہیں تو وہ بہت سے ایسے گناہوں کا ارتکاب کر لیتا ہے جو اسے معلوم بھی نہیں ہوتے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: اَلْخَمْرُ الْفَوَاحِشُ وَاَکْبَرُ الْکَبَائِرِ مَنْ شَرِبَهَا وَضَعَ عَلٰی اُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ [1] شراب بے حیائی کی جڑ ہے اور بڑے گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہے جس نے شراب پی تو گویا اس نے اپنی ماں، خالہ، پھوپھی کے ساتھ ہم بستری کی"۔

شراب پینے کی جہاں قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں ہیں اسی طرح سے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں اور ڈاکٹروں نے بھی اس کی مذمت کی ہے، مثلاً: ڈاکٹر پارس اٹلی کہتے ہیں:

"اگر دنیا میں شراب نہ ہوتی تو ہمیں دنیا کے نصف گناہ اور بیماریاں معلوم نہ ہوتیں"۔

ایک اور فلاسفر کا مقولہ ہے کہ ''دنیا میں نصف سے زائد گناہ شراب کی بدولت سرزد ہوتے ہیں''۔
ایک ڈاکٹر کے بقول:

۱- یہ خوراک نہیں بلکہ زہر ہے۔
۲- جسم کی طاقت کو ختم کرتی ہے۔
۳- ہاضمہ کو بھی خراب کرتی ہے۔
۴- اس سے قبض بھی پیدا ہوتا ہے۔
۵- بھوک کے نظام کو بھی خراب کرتی ہے۔
۶- قوت مردانہ کو ختم کرتی ہے۔
۷- دردسر اور کثرت تشنگی اس کی ناقابل بیان ہے۔
۸- آواز بھی بھاری ہوجاتی ہے۔
۹- دائمی کھانسی کی شکایت بھی ہوجاتی ہے۔
۱۰- مدہوشی میں آدمی اپنا پوشیدہ راز ظاہر کردیتا ہے جس کا نقصان اکثر تباہ کن ہوتا ہے۔
۱۱- چہرے کی ہیئت کو بگاڑنے کے ساتھ پیٹ کو بڑھا دیتی ہے۔(۲)

بہر حال شراب ام الخبائث ہے یعنی ہر برائی کی جڑ، اس کی وجہ سے بہت سے گناہ وجود میں آتے ہیں۔
یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرّقاق'' ص۴۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی خطبته: الخمر جمّاع الاثم والنّسآء حبائل الشیطان وحبّ الدنیا رأس کل خطیئة، قال: سمعته اخّروا النسآء اخرهنّ اللہ.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی رزین وھکذا ذکرہ المنذری فی الترغیب ۳/۲۵۷.

ترکیب حدیث: الخمر: مبتداء۔ جمّاع: مضاف۔ الاثم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر ہو کر جملہ اسمیہ ہوا۔

(۱) مشکوۃ، مظاہر حق ۴/ ۷۱۷
(۲) یہ مضمون ''الداء والدواء لابن القیم'' ص۹ تفسیر المنار اور کچھ حصہ معارف القرآن سے لیا گیا ہے۔

(۸) اَلْأَنَاةُ مِنَ اللّٰہِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ

بردباری اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

لغات: اَلاَنَاة: بردباری، وقار، انتظار، اَنِیَ یَأْنٰی (س، ض) بمعنی دیر کرنا۔ اَلْعُجْلَة: جلدی کرنا عَجِلَ (س) عَجَلاً

جلدی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴾ ۔ شَيْطَان: جمع شَيَاطِيْن بمعنی سرکش ہونا، دیو، شَطَنَ: (ن) مخالفت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ ﴾ ۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب کسی دنیاوی کام کو اس کے تمام پہلوؤں پر نظر کئے بغیر شروع کیا جائے اور وہ کام انجام کو نہ پہنچے تو اب دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام شیطان کی طرف سے ہوگا اسی وجہ سے انجام کو نہیں پہنچا تو اس حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ پہلے کام کے تمام پہلوؤں کو دیکھ لیا جائے اس کے بعد اس کو شروع کیا جائے، البتہ نیک کام میں جلدی کرنا یہ محمود ہے جیسے کہ قرآن مجید میں نیک لوگوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے: ﴿ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ﴾ کہ وہ اچھے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ:

> ''عبادات اور طاعات کے شروع کرنے میں جلدی کرنا یہ اچھا ہے مگر درمیان عبادت میں جلد بازی کرنا یہ مذموم ہے اور جو اس حدیث میں ممانعت ہے وہ اس بات پر کہ عبادت کے دوران جلد بازی نہ کرے یہ شیطان کی طرف سے ہوگی، مثلاً کوئی آدمی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اب نماز کو جلدی شروع کرے یہ تو محمود اور اچھا ہے مگر جب نماز شروع کردی تو پھر جلد بازی نہ کرے اس وقت جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوگی''۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحذر والتانی فی الامور'' ص۴۲۹، پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن سعد الساعدی رضی الله تعالیٰ عنه قال: الاناة من الله والعجلة من الشيطان.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی باب البرّ والصلة عن سهل بن سعد الساعدی رضی الله تعالیٰ عنه وقال حديث غريب.

ترکیب حدیث: الاناة: مبتداء۔ من: حرف جار۔ لفظ اللّٰه: مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا محذوف اسم کے اور پھر خبر مبتداء کی مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ العجلة: مبتداء۔ من: جار الشيطان: مجرور، جار مجرور محذوف اسم کے متعلق ہوکر خبر مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۵۹۶ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/۲۷۹

(۹) اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ

مؤمن بھولا بھالا ہوتا ہے۔

لغات: غِرٌّ: ناتجربہ کار جوان، بھولا بھالا، جمع اَغْرَار آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ كَرِيْم: صاحب کرم اللہ کے ناموں میں سے ہے، كَرُمَ (ک) كَرَمًا وَكَرَامَةً، قال تعالیٰ: ﴿ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ﴾ ۔

تشریح: ''غــر'' کا معنی ہوتا ہے دھوکہ کھانے والا، حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نیک آدمی نرم مزاج ہوتا ہے، اور وہ ہر ایک پر اعتماد

کرلیتا ہے اس وجہ سے وہ ہر ایک دھوکہ دینے والے سے دھوکہ کھاجاتا ہے۔
یا اس کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے، کوئی بھی اس کو کسی قسم کی بات کہہ دے وہ سچ مان لیتا ہے۔
تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے سامنے ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اس لئے کوئی آدمی اس سے کوئی بات کہہ دے تو وہ اس کو مان لیتا ہے اور آخرت کے انعام جو معاف کرنے پر وارد ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سب کو معاف کردیتا ہے اور کسی سے انتقام نہیں لیتا۔(۱)

معاف کرنے کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی پکارے گا کہ جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے اور جنت داخل ہو جائے، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: لوگوں کو معاف کرنے والے۔
بہرحال مؤمن آدمی کے سامنے اس قسم کے فضائل ہوتے ہیں اس لئے وہ سب کو معاف کردیتا ہے، لوگ اس وجہ سے اس کو بھولا بھالا سمجھتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرفق والحياء وحسن الخلق" ص۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: المؤمن غرّ كريم والفاجر خبّ لئيم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی (باب ماجآء فی البخل) وقال حديث غريب، واخرجه ابوداؤد عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه فی كتاب الادب (باب فی حسن العشيرة).

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء۔ غر: خبر اول۔ کریم: خبر ثانی مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۶۱۴

(۱۰) وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ

اور فاجر مکار، کمینہ ہوتا ہے۔

لغات: فَاجِر: حد سے تجاوز کرنے والا اور خوب گناہ کرنے والا، جمع فُجَّار آتی ہے، فَجَرَ (ن) تجاوز کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ . خَبٌّ: بالفتح: بمعنی مکار، دغاباز، دھوکہ دینے والا، جمع خُبُوْب، خَبَّ (س) خَبًّا وَخِبًّا مکار ہونا۔ لَئِيْم: کمینہ، ذلیل، جمع لِئَام، لُؤَمَاء، لَؤُمَ (ک) کمینہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾۔

تشریح: خب کہتے ہیں مکار، دھوکہ باز، حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ فاسق وفاجر دھوکہ باز اور مکار ہوتا ہے وہ کسی سے دھوکہ نہیں کھاتا الا یہ کہ کوئی اس سے بھی بڑا دھوکہ باز اور مکار ہو اور جب اس کو کسی نے دھوکہ دے دیا تو پھر یہ شب و روز اسی فکر میں رہتا ہے کہ کب میرا بس چلے اور میں اس سے بدلہ لے لوں۔

یا مطلب یہ ہے کہ جیسے کہ مؤمن کے بارے میں گذرا کہ اس کے سامنے آخرت ہوتی ہے اس لئے وہ دنیا میں سب کو معاف کر دیتا ہے مگر فاسق وفاجر کی نظروں کا معاملہ اوجھل ہوتا ہے، اس لئے یہ انتقام کا جذبہ رکھتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ دنیا ہی کی زندگی کو سمجھتا ہے، بہرحال فاسق وفاجر حصول دنیا ہی کو مقصود بنائے ہوتا ہے، اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، اگر کسی مقصد کی خاطر کسی کو دھوکہ بھی دینا پڑے تو وہ دھوکہ بھی دے دیتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے قیامت کے دن دھوکہ باز کو جنت کے قریب بلایا جائیگا، اور جب وہ جنت کے قریب پہنچے گا اور داخل ہونا چاہے گا تو جنت کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، اسی طرح اس سے معاملہ کیا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا کہ جس طرح دنیا میں تم لوگوں سے دھوکہ بازی کرتے تھے آج تمہارے ساتھ بھی دھوکہ بازی کی جاتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرفق والحیاء وحسن الخلق" ص ۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: المؤمن غرّ كريم والفاجر خبّ لئيم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی (فی باب ما جآء فی البخل) وقال: حديث غريب، واخرجه ابوداود عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه فی كتاب الادب (باب فی حسن العشيرة).

ترکیب حدیث: الفاجر: مبتداء۔ خب: خبر اول۔ لئیم: خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق، ۴/۶۱۴۔

(۱۱) اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

لغات: اَلظُّلْم: بے موقع رکھنا، جمع ظُلُمَات (ض) بے موقع رکھنا، (س) رات کا تاریک ہونا، قال تعالی: ﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ﴾. يَوْم: دن جمع أَيَّام جمع الجمع اَيَاوِيم، قال تعالی: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾. اَلْقِيَامَة: موت کے بعد اٹھنا، قَامَ يَقُوْمُ (ن) قَوْمًا وَقِيَامًا، کھڑا ہونا، قال تعالی: ﴿لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾۔

تشریح: "ظالم قیامت کے دن تاریکی میں ہوگا"، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ظالم کو میدان محشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ نور جو مؤمنوں کو ملے گا یہ اس سے بالکل محروم ہوں گے جس کے بارے میں خداوند قدوس کا فرمان ہے ﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ ترجمہ: قیامت کے دن مؤمنوں کے لئے نور ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا"، (اس کی روشنی میں وہ اپنی منزل مقصود یعنی جنت تک پہنچیں گے)۔

بعض علماء نے فرمایا کہ: اس حدیث میں جو لفظ "ظلمات" استعمال ہوا ہے اس سے مراد قیامت کے دن کی تکالیف اور مشکلات ہیں جن میں قیامت کے دن ظالم لوگ گھرے ہوئے ہوں گے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی تکالیف سے نجات دیتا ہے۔

ظلم کی قباحت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسانی زندگی مسخ ہوکر رہ جاتی ہے اور معاشرہ تباہ ہوجاتا ہے، اسلام چاہتا ہے کہ انسانوں کی آپس میں ہمدردی اور بھائی چارگی ہو مگر ظلم سے یہ سب ختم ہو کر معاشرہ بالکل آتشکدہ کا منظر پیش کرنے لگتا ہے

ایک حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا: ''یٰعِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تُظَالِمُوْا''

ترجمہ: اے میرے بندوں! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی ظلم حرام کیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

یہ ''صحیح مسلم'' کی لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے، مسلم ''کتاب البرّ والصلة والادب''، ''باب تحریم الظلم'' ظلم کے بارے میں قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس کی مذمت آئی ہے، مثلاً ''آل عمران پارہ ۳، آیت ۱۸''، سورہ ۲ آیت ۲۵۸، سورۃ فرقان آیت ۲۵، سورۃ ابراھیم پ ۱۴ آیت ۲۲، سورۃ حج پ ۱۷، آیت ۱۷، سورۃ مؤمن آیت ۴۵، سوۃ اعراف پ ۸ آیت ۳۳ اور احادیث کی تو تقریبا ہر کتاب میں باب ظلم موجود ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الظلم'' ص ۴۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما ان النبی ﷺ قال: الظلم ظلمات یوم القیامة.

تخریج حدیث: أخرجه البخاری (ابواب المظالم والقصاص) عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما وأخرجه فی باب تحریم الظلم عن جابر بن عبداللّٰہ وعن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم.

ترکیب حدیث: الظلم: مبتداء۔ ظلمات: موصوف۔یوم: مضاف۔القیامة: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر محذوف فعل کا مفعول ہو کر صفت ہوئی، موصوف اپنی صفت سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۳۱۹ ومظاہر حق ۴/ ۲۳۶۔

(۱۲) اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِیْءٌ مِنَ الْكِبَرِ

سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔

لغات: اَلْبَادِیْ: اسم فاعل، پہل کرنے والا، بَدَأَ (ف) شروع کرنا، قال تعالیٰ: ﴿لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ﴾ بَرِیْءٌ: (ک،س،ف) بُرُوْأً، بَرَاءَۃً، بری کرنا، نجات پانا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْءٌ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ اَلْكِبْر: غرور، بڑا گناہ، كَبُرَ (ک) كِبَرًا وَ كُبْرًا مرتبہ میں بڑا ہونا۔ (ن) كَبَرَ (س) كِبَرًا عمر میں بڑا ہونا، قال تعالیٰ ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾ .

تشریح: جب دو انسان ایک ہی حالت میں ہوں یعنی دونوں پیدل ہوں یا دونوں سواری پر ہوں تو اس صورت میں ان میں سے جو پہلے سلام کرے گا وہ کبر اور بڑائی سے دور ہوگا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے بڑائی نکال دے گا۔(۱)

تکبر کی تعریف: تکبر یہ ہے کہ لوگوں کو حقیر سمجھے اور اپنے آپ کو تمام کمالات کا اہل سمجھے اور دوسرے کو اس کا اہل نہ جانے ایسا شخص دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا اور دوسرے کو سلام کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہے، اس لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ: جو شخص سلام میں پہل کرے گا کبر سے بری ہے۔(۱)

تکبر کی مذمت: تکبر کی مذمت قرآن مجید کی متعدد آیات اور متعدد روایات سے ہوتی ہے، مثلا ایک جگہ ارشاد نبی ﷺ ہے کہ: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نیز ایک روایت میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد نبی کریم ﷺ نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''عظمت اور کبریائی میری چادر ہے جو ان میں سے کسی کا دعوی کرے گا میں اسے جہنم میں ڈالوں گا''۔

بہر حال، تکبر بہت سخت گناہ ہے بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا ہر ایک اس سے دور رہے اور علاج کرتا رہے، ایک علاج تو حدیث بالا میں بھی فرمایا گیا ہے کہ جو سلام میں پہل کرتا رہے گا اللہ اس کے اندر سے تکبر کو نکال دیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب السلام" ص۴۰۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ ان النبی ﷺ قال: البادی بالسلام بری من الکبر.

تخریج حدیث: **عزاہ صاحب المشکوۃ فی باب السلام الی البیھقی فی شعب الایمان.**

ترکیب حدیث: البادی: صیغہ اسم فاعل ضمیر اس میں فاعل۔ بالسلام: باء حرف جار۔ السلام: مجرور، جار مجرور سے مل کر یہ البادی کے متعلق ہوکر مبتداء۔ بری: فعل ضمیر اس میں کا فاعل۔ من: حرف جار۔ الکبر: مجرور، جار مجرور سے مل کر بری کے متعلق، بری اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مبتداء کی خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ۹/۶۹ مظاہر حق۴/۳۶۷

(۱۳) اَلدُّنیاسِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

لغات: سِجْن: قید خانہ، جمع سُجُوْن ہے، سَجَنَ (ن) سَجْنًا قید کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِذْ أَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ﴾ جَنَّة: باغ جمع جَنَّات، جِنَانٌ ہے، علماء اہل لغت نے لکھا ہے کہ: جس کلمہ میں (ج-ن) کا مادہ ہو اس میں چھپنے کا معنی ہوگا، مثلا، جَنِیْن، ماں کے پیٹ کا بچہ، جُنُوْن، دیوانہ، جن، ''جن'' کو بھی جن اس لئے کہتے ہیں، قال تعالیٰ: ﴿فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ﴾ کَافِرٌ: اللہ کی نعمتوں

کا انکار کرنے والا، جمع کَافِرُوْن ہے، کُفَّارٌ: کَفَرَ(ن) کُفْرًا، چھپانا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ﴾ ۔

تشریح: دنیا کی زندگی مؤمن کے لئے قید خانہ ہونے کا کیا مطلب؟ مؤمن کے لئے دنیا کی زندگی قید خانے کے مثل ہے، یعنی جس طرح قیدی اپنی زندگی آزاد ہوکر اور اپنی مرضی سے نہیں گزارتا تو اسی طرح ایک مؤمن دنیا میں اپنی زندگی آزاد ہوکر اور اپنی مرضی سے نہیں گزارتا بلکہ ہر معاملہ میں اللہ کے حکم کو سامنے رکھتا ہے، یا مطلب یہ ہے کہ قیدی جیل خانے میں جی نہیں لگاتا اور اس کو اپنا گھر نہیں سمجھتا تو اسی طرح مؤمن بھی دنیا میں جی نہیں لگاتا ۔(۱)

بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب مؤمن جنت میں داخل ہوجائے گا اور وہاں کی نعمتیں دیکھے گا تو اس کو اس وقت یہ دنیا قید خانہ معلوم دے گی۔(۲)

دنیا کی زندگی کافر کے لئے جنت ہونے کا کیا مطلب؟ کافر کے لئے دنیا کی زندگی جنت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر دنیا میں آزاد ہوکر زندگی گزارتا ہے جس کام کا جب دل چاہا کرلیا اور وہ اسی دنیا کو اپنا گھر سمجھتا ہے جس طرح مؤمن جنت کو اپنا مسکن اور گھر سمجھتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ: کافر اپنا مقصد زندگی دنیا کے حصول کو بناتا ہے اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کو جمع کرنے میں اتنا منہمک ہوجاتا ہے کہ وہ اسی دنیا کو نعمت کدہ سمجھنے لگتا ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص۴۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ الدّنيا سجن المؤمن وجنّة الكافر.

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی اول كتاب الزهد عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه، واخرجه الترمذی فی ابواب الزهد.

ترکیب حدیث: الدنيا: مبتداء۔ سجن: مضاف۔ المؤمن: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ جنة: مضاف۔ الكافر: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف الیہ سے مل کر ظرف ہوا فعل مقدر کا، فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۱/ ۶۷

(۲) مرقاۃ ۹/ ۳۷۷، ومظاہر حق ۴/ ۶۷۰

(۳) اشعۃ اللمعات ص ۴/ ۸۴

(۱٤) السِّوَاكُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ

مسواک کرنا منہ کی پاکی کا سبب ہے اور اللہ کی رضا مندی کا سبب ہے۔

لغات: اَلسِّوَاکُ: دانت صاف کی لکڑی، جمع مَسَاوِیک ہے، سَاکَ (ن) سَوْکًا بمعنی ملنا، رگڑنا۔ مِطْهَرَةٌ: صفائی کا آلہ، یاصفائی حاصل کرنے کی جگہ، جمع مَطَاهِر ہے، طَهَرَ (ف) طُهْرًا وَطُهُوْرًا، پاک کرنا، (ن، ف) طُهُوْرًا وَطَهَارَةً، پاک کرنا، قال تعالی: ﴿وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ . اَلْفَم: منہ، اصل میں فُوْهٌ ہے جمع اَفْوَاه آتی ہے، فَاهَ (ن) فَوْهًا بمعنی منہ سے بولنا، قال تعالی: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ﴾ . مَرْضَاةٌ: خوشنودی حاصل کرنے کی جگہ، رَضِيَ (س) رِضًى، راضی ہونا، قال تعالیٰ: ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِكَ﴾ .

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ: چالیس سے زائد احادیث میں مسواک کے روحانی وجسمانی فوائد مذکور ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ: مسواک کرنے میں بہتر (۷۲) فائدے ہیں، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مراقی کے حاشیہ میں مسواک کے وہ فوائد جن کو ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، ان میں چند حسب ذیل ہیں:

۱- مسواک کرنے سے کشادگی اور مال میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔
۲- بلغم کو دور کرتی ہے۔
۳- سر کے درد کو دور کرتی ہے۔
۴- بینائی کو تیز کرتی ہے۔
۵- معدے کو درست رکھتی ہے۔
۶- زبان کی فصاحت حافظہ اور عقل کو بڑھاتی ہے .
۷- کھانے کو ہضم کرتی ہے
۸- بڑھاپے کو مؤخر کرتی ہے۔
۹- حالت نزع کی حالت جلدی ختم کرتی ہے۔
۱۰- موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے۔

ایک حدیث کے مطابق جو شخص مسواک کے ساتھ نماز پڑھے وہ بغیر مسواک کی نماز پر ستر گناہ فضیلت رکھتی ہے۔(۱)

مسواک پکڑنے کا طریقہ: ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے کی طرف اور انگوٹھا اوپر کی جانب مسواک کے نیچے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں۔(۲)

مسواک کرتے وقت کی دعا: مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ فَمِيْ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ وَطَهِّرْ بَدَنِيْ وَحَرِّمْ جَسَدِيْ عَلَى النَّارِ۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب السواک" ص ۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله ﷺ السّواک مطهرة للفم ومرضاة للرب.

تخریج احادیث: اخرجه النسائی (باب الترغیب فی السواک، واخرجه الدارمی ایضا).

ترکیب احادیث: السواک: مبتداء۔ مطھرۃ: صیغہ اسم ظرف ضمیر اس میں فاعل۔ للفم: ل: حرف جار، الفم: مجرور، جار مجرور سے مل کر یہ مطہرۃ کے متعلق ہو کر معطوف علیہ۔ واوٗ: حرف عطف۔ مرضاۃ: صیغہ اسم ظرف، ضمیر اس میں اس کا فاعل۔ للرب: ل: حرف جار۔ رب: مجرور، جار مجرور سے مل کر یہ مرضاۃ کے متعلق ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) الترغیب والترہیب ومشکوۃ (۲) شامی (۳) بنایہ نے درایۃ سے نقل کیا ہے۔

(۱۵) اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

اوپر کا ہاتھ (دینے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ (لینے والے) سے۔

لغات: اَلْیَد: ہاتھ، اصل میں یَدْیٌ ہے جمع أَیْدِیْ، اور أَیَادِیْ ہے، قال تعالی: ﴿یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیْھِمْ﴾ ، اَلْعُلْیَا: ہر بلند جگہ، یہ اَلاَعْلٰی اسم تفضیل کا مؤنث ہے، عَلٰی (ن) عُلُوًّا، عِلَی (س) عَلَاءً، بلند ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَکَلِمَةُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا﴾ اَلسُّفْلٰی: یہ اَسْفَل کی مؤنث ہے، بمعنی پست تر، سَفِلَ (ن، س، ک) سُفُوْلًا، پست ہونا، قال تعالی: ﴿وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا السُّفْلٰی﴾ ۔

تشریح: شرح مسلم میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس بات میں اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا حرام ہے اور جو شخص کما کر اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے تو وہ کما کر ہی اپنی ضرورت پوری کرے کسی سے سوال نہ کرے، اگر مجبور ہو جائے تو سوال کر سکتا ہے لیکن تین شرائط کے ساتھ:

اول: اس سوال کرنے میں اپنے کو ذلیل نہ کرے۔

دوم: مبالغہ کے ساتھ سوال نہ کرے۔

سوم: جس سے مانگ رہا ہے اس کو ایذاء و تکلیف نہ پہنچائے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن بقدر غذاء ہو تو اس کو ہاتھ دراز کرنا حرام ہے اور زکوۃ لینا بھی جائز نہیں ہے

سوال: سوال کرنے کی کس کو اجازت ہے؟

جواب: اگر کسی شخص کو اپنی موت کا خوف ہے تو اب سوال کر کے جان بچانا ضروری ہو جاتا ہے اگر اس صورت میں وہ نہ مانگے اور اسی بھوک کی حالت میں مر جائے تو گناہ گار ہوگا۔

خلاصہ حدیث کا یہ ہوا کہ آدمی ہر ممکن سوال سے بچے کیونکہ سوال کرنے والا ہاتھ اچھا نہیں ہوتا، دینے والا ہاتھ اچھا ہوتا ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب من لا تحل له المسئلة و من تحل" ص ۱۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انّ النبی ﷺ قال وھو علی المنبر وھو یذکر الصّدقة والتعفّف عن المسالة: "الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا ھی المنفقة والسّفلی ھی السائلة"۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکوة عن حکیم بن حزام (باب الاستعفاف عن المسئلة) واخرجه مسلم فی کتاب الزکوة عن حکیم بن حزام وعبداللّٰه ابن عمر وابی امامة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم.

ترکیب حدیث: الید العلیا : موصوف صفت سے مل کر مبتداء خبر : صیغہ اسم تفضیل،ضمیر فاعل۔ من : حرف جار۔ الید السفلی : موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر خبر کے متعلق اور پھر یہ خبر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

(١٦) اَلْغِیْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

غیبت کرنا زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

لغات : اَلْغِیْبَة: پیٹھ پیچھے برائی کرنا،غَابَ (ض) غَیْبَةً، وَاِغْتَابَهُ ،غیبت کرنا، قال تعالی: ﴿وَلاَ یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا﴾ . اَشَدُّ: شَدَّ (ض) شِدَّةً سخت ہونا،قال تعالیٰ: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ اَلزِّنَا : زَنٰی (ض)زِنًی وَزِنَاءً ،زنا کرنا،قال تعالی: ﴿وَلاَ تَقْرَبُوا الزِّنَا﴾ ۔

تشریح: غیبت کی تعریف: غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی بات کرنا کہ اگر وہ سنے تو ناپسند کرے اور وہ بات اس میں واقعۃً موجود ہو اگر اس میں وہ برائی اور عیب موجود نہیں تو اس کو بہتان کہتے ہیں، جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ (۱)

اس حدیث بالا میں غیبت کو زنا سے بدتر فرمایا گیا ہے اس کی کئی وجوہات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں، مثلاً ایک یہ کہ زنا میں آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے اس پر وہ نادم ہوتا ہے اور توبہ واستغفار بھی کرتا ہے مگر غیبت کرنے والا غیبت کو معمولی گناہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے توبہ کی طرف اس کا دھیان نہیں جاتا۔

دوسرا مطلب بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ: غیبت کرنے والا اس کو گناہ ہی شمار نہیں کرتا اس لئے یہ وعید فرمائی گئی۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ یہ حقوق العباد ہے جس کی غیبت کی ہے جب تک وہ معاف نہیں کرتا اللہ بھی اس کو معاف نہیں کرتا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللّسان والغیبة والشتم" میں ص۴۱۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید وجابر رضی اللّٰه عنهما قالا: قال رسول اللّٰه ﷺ الغیبة أشد من الزّنا، قالوا: یا رسول اللّٰه کیف الغیبة أشد من الزّنا؟ قال: انّ الرجل لیزنی فیتوب فیتوب اللّٰه علیه وفی روایة فیتوب فیغفر اللّٰه له وان صاحب الغیبة لایغفر له حتی یغفرها له صاحبه وفی روایة انس قال صاحب الزّنا فیتوب وصاحب الغیبة لیس له توبة.

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الغیبة: مبتداء۔ اشد: صیغہ اسم تفضیل ضمیر اس کا فاعل۔ من: حرف جار۔ الزنا: مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا اشد کے، اور اشد خبر ہوئی مبتداء کہ، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) مظاہر حق ۴/ ۴۸۷

(۱۷) اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

پاکی ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

لغات: شَطْر: جزء، نصف، جانب، دوری سب معنی میں استعمال ہوتا ہے، جمع اَشْطُر، شُطُوْر، شَطَرَ (ن) شَطْرًا، دو برابر حصہ میں کرنا، قال تعالیٰ: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام﴾ ۔

تشریح: طہارت نصف ایمان ہے: طہارت پاکی اور نظافت کو کہتے ہیں اور اس کی ضد نجاست آتی ہے، اصطلاح میں طہارت اس کو کہتے ہیں کہ: نجاست حکمی اور نجاست حقیقی سے پاکی حاصل کی جائے۔

حدیث بالا میں طہارت کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ: جب ایک کافر مسلمان ہوتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سب معاف ہوجاتے ہیں، تو یہ کل ہوا، اور وضو یعنی طہارت حاصل ہونے سے اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ نہیں اس لئے طہارت نصف ایمان ہوا۔

بعض شرّاح فرماتے ہیں کہ: یہاں ایمان سے مراد نماز ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ ، اللہ تمہاری نمازوں کو ضائع کرنے والا نہیں، اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے تو اب مطلب یہ ہوا کہ صحت صلوۃ کے لئے طہارت اہم ترین شرط ہے اس لئے طہارت کو نصف صلوۃ فرمایا گیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ" میں صرف یہ نہیں کہ ظاہری اعضاء پر پانی بہادے بلکہ اس کے ساتھ باطنی طہارت یعنی اپنے دل کو تکبر، حسد، اور تمام خصائص رذیلہ سے اپنے آپ کو پاک کرے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الطهارة" میں ص ۳۸۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی مالک الاشعری قال: قال رسول الله ﷺ الطّهور شطر الایمان، والحمد للّٰه تملأ المیزان، وسبحان اللّٰه والحمدللّٰه تملأن او تملأ ما بین السّموات والارض، والصّلوة نور، والصّدقة برهان، والصّبر ضیاء، والقرآن حجّة لک اوعلیک، کل النّاس یغدو فبائع نفسه فمعتقها او موبقها (رواه مسلم وفی روایة لا اله الاّ اللّٰه واللّٰه اکبر تملان مابین السمآء والارض لم اجد هذه الروایة فی الصحیحین ولا فی کتاب الحمیدی ولا فی الجامع ولکن ذکرها الدارمی بدل سبحان اللّٰه والحمد للّٰه).

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الطهارة عن ابی مالک الاشعری.

ترکیب حدیث: الطهور: مبتداء۔شطر: مضاف۔الایمان: مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کرخبرمبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) احیاء العلوم۔

(۱۸) اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ أَوْ عَلَیْکَ

قرآن تمہارے لئے یا تمہارے خلاف حجت ہے۔

لغات: اَلْقُرْآن: اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہوئی کتاب۔قَرَنَ: (ض) باندھنا،ملانا،جمع کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ ۔حُجَّة: بمعنی دلیل،جمع،حُجَج، حِجَاج، حَجَّ (ن) حَجًّا،دلیل میں غالب ہونا۔

تشریح: قیامت کے دن قرآن مدعی ہوگا: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے حقوق کو ادا کرے تو قیامت کے دن قرآن اس کے بارے میں سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کو قبول فرمائیں گے ایسے شخص کے لئے قرآن حجت اور دلیل بن جائے گا۔

اس کے مدمقابل اگر قرآن کے حقوق ادا نہ کئے جائیں تو قیامت کے دن قرآن اس کے لئے ضرر کا باعث ہوگا، جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قرآن سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا مدعی ہے جس کا دعویٰ تسلیم کیا جائے گا، جس نے اس کو اپنے آگے رکھا اس کو جنت میں داخل کرائے گا اور جس نے اس کو اپنے پس پشت ڈالا تو اس کو جہنم میں گرادے گا۔[۱]

نیز ایک دوسری روایت میں قرآن کے بارے میں آتا ہے کہ: "یُحَاجُّ الْعِبَادَ" قرآن بندوں سے جھگڑا کرے گا، اپنے حقوق کے بارے میں جس طرح انسان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جھگڑتے ہیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صرف قرآن پڑھ لینا نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الطهارة" ص ۳۸ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۱۷ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الطهارات عن ابی مالک الاشعری.

ترکیب حدیث: القرآن: مبتداء۔حجة: مصدر ضمیر فاعل۔لک: ل: حرف جار۔ک: مجرور، جار مجرور سے مل کر اسم محذوف کے متعلق ہوکر معطوف علیہ۔و: حرف عطف۔علیک: علی: حرف جار۔ک: مجرور، جار مجرور سے مل کر اسم محذوف کے متعلق ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حجۃ کے متعلق ہوکر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مستدرک الحاکم

(۱۹) اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ
گھنٹہ شیطان کی بانسری ہے۔

لغات: اَلْجَرَس: گھنٹہ جمع اَجْرَاس. مَزَامِیْر: مِزْمَارْ کی جمع ہے، بمعنی بانسری، زَمَرَ (ض،ن) زَمْرًا، زَمِیْرًا، بانسری بجانا۔

تشریح: اس حدیث میں "مزامیر" جمع اس وجہ سے استعمال فرمایا کہ بانسری میں ایسا تسلسل ہوتا ہے کہ وہ منقطع نہیں ہوتی گویا ہر سلسلہ ایک مزمار ہے اس وجہ سے اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا۔(۱)

اس کو شیطان کی بانسری اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس طرح گانا بجانا انسان کو ذکر سے روکتا ہے اسی طرح اس سے بھی انسان ذکر وعبادت سے رک جاتا ہے۔ محدثین اس حدیث کو آداب سفر میں لاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سفر کے دوران جانور کے گلے میں گھنٹی ہو اور وہ مسلسل بجتی رہے تو پھر انسان دوسری عبادت میں مشغول نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"یہ زندیقوں کی ایجاد ہے اس کو اس لئے ایجاد کیا کہ: "يُشْغِلُوا الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ" مسلمان اس میں مشغول ہو کر قرآن اور نماز سے غافل ہوجائیں"۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب آداب السفر" ص ۳۳۸ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے: عنه انّ رسول اللّٰه ﷺ قال الجرس مزامير الشيطان.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی باب كراهية الكلب والجرس فی سفر عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه.

ترکیب حدیث: الجرس: مبتداء، مزامیر: مضاف، الشیطان: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۵۸ (۲) مدخل الشرع ۳/۱۰۰، وجد وسماع ص ۴۳۔

(۲۰) اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ
عورتیں شیطان کا جال ہیں۔

لغات: حَبَائِل: یہ جمع حِبَالَه کی بمعنی جال، حَبَلَ، (ن) حَبْلاً، رسی سے باندھنا، قال تعالیٰ: ﴿حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ

یُخَیَّلُ ﴾۔

تشریح: شیطان عورتوں کی وجہ سے اکثر گناہ کرواتا ہے جیسے کہ سعید ابن میسب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:
''اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو بھی مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ شیطان اس بات سے نا امید نہیں ہوا کہ ان کو عورتوں کے ذریعہ ہلاک کردے''(۱)

اسی طرح حضرت حسن بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''شیطان عورتوں کو خطاب کر کے یہ کہتا ہے کہ: اے عورتو! تم میرا آدھا لشکر ہو اور تم میرے ایسے تیر ہو کہ جس کو تمہاری وجہ سے مارتا ہوں وہ نشانہ سے خطا نہیں کرتا اور تم میری بھید کی جگہ ہو اور میری حاجت پوری کرنے میں قاصد کا کام دیتی ہو''۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص ۴۴۴ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی خطبته: الخمر جماع الاثم والنسآء حبائل الشیطان وحب الدنیا رأس کل خطیئة قال وسمعته یقول اخروا النسآء حیث اخرهن اللہ.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الی رزین وهکذا ذکره المنذری فی الترغیب. ۳/ ۲۰۷

ترکیب حدیث: النساء: مبتداء۔ حبائل: مضاف۔ الشیطان: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تلبیس ابلیس ص ۳۸ و مرقاۃ ۹/ ۳۸۴۔ (۲) تلبیس ابلیس ص ۳۹۔

(۲۱) اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّائِمِ الصَّابِرِ

کھانا کھا کر اللہ کا شکر کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔

لغات: اَلطَّاعِم: طَعِمَ (س) طَعْمًا وَطَعَامًا بمعنیٰ کھانا کھانا، قال تعالیٰ: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ ﴾ اَلشَّاکِرُ: شَکَرَ: (ن) شُکْرًا شُکْرَانًا، قدر دانی کرنا، احسان کا اعتراف کرنا، قال تعالیٰ: ﴿ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴾ . اَلصَّائِم: صَامَ (ن) صَوْمًا روزہ رکھنا، قال تعالیٰ: ﴿ وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ ﴾ اَلصَّابِر: صَبَرَ (ض) صَبْرًا، صبر اور برداشت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصّٰبِرَات ﴾۔

تشریح: کھانا کھا کر شکر ادا کرنے کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کھانے کے شروع میں کھانے کی دعا ''بسم اللّٰہ'' پڑھے اور کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے، اور روزے کا کم از کم شکر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو مفسدات صوم سے روکے رکھے۔

تو اب اس حدیث میں کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والے کو روزہ دار صابر سے تشبیہ دی گئی ہے وہ تشبیہ اس میں نہیں ہے کہ دونوں ہر اعتبار سے برابر ہیں بلکہ تشبیہ اس میں ہے کہ دونوں نفس ثواب میں برابر ہیں (۱) ورنہ صبر کرنے والا فقیر شکر کرنے والے مال دار سے بہت بہتر ہے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب الاطعمة" ص ٣٦٥ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: الطّاعم الشّاكر كالصّائم الصابر.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی فی كتاب الاطعمة واخرجه الترمذي بلفظ مختلف واخرجه ابن ماجه بلفظ الترمذی.

ترکیب حدیث: الطاعم: موصوف۔ الشاکر: صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ کالصائم: ک: حرف جار، الصائم: موصوف۔ الصابر: صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا "الثابت" کے اور پھر یہ خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(١) جیسے کہ نحوی مثال دیتے ہیں کہ زید کالاسد، یہاں پر یہ مراد نہیں ہوتا کہ زید بالکل شیر کی طرح ہے بلکہ شجاعت پر تشبیہ مراد ہوتی ہے۔
(٢) التعلیق الصبیح ٣٥٩/٤

(٢٢) اَلاِقْتِصَادُ فِي النَّفْقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ

خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی آمدنی ہے۔

لغات: اَلاِقْتِصَاد: قَصَدَ (ض) قَصْدًا وَاِقْتَصَدَ، میانہ روی اختیار کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ﴾، اَلنَّفَقَة: خرچ، جمع نفقات، قال تعالیٰ: ﴿وَلاَ يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً﴾. نصف: کسی چیز کا آدھا، جمع اَنْصَاف، نَصَفَ (ن، ض) نَصْفًا آدھا لینا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ﴾. اَلْمَعِيْشَة: زندگی کا ذریعہ، عَاشَ يَعِيْشُ (ض) عَيْشًا مَعَاشًا، مَعِيْشًا، زندہ رہنا، قال تعالیٰ: ﴿بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا﴾۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی ضروریات زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا چاہئے کہ نہ وہ بخل کرے اور نہ ہی اسراف اور فضول خرچی کرے[1] میانہ روی ان دونوں کے وسط میں ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔

علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "انسان کی معاشی زندگی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے، ایک آمدنی اور دوسرا خرچ ان دونوں میں جو شخص میانہ روی اختیار کرے وہ ہمیشہ خوش رہے گا،[2] اگر آدمی اخراجات کو اپنی آمدنی سے زیادہ کرتا ہے تو نہ صرف اس سے اس کی خوش حالی مفقود ہوگی بلکہ معیشت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، نیز میانہ روی کو ہر حال میں اختیار رکھے، خواہ امیر ہو یا غریب، جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ: "اَلاِقْتِصَادُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى" میانہ روی غریب اور کشادگی دونوں میں اختیار کی جائے"۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتانی فی الامور" ص ٤٢٠ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: الاقتصاد فی النفقة نصف المعيشة والتودّد الی الناس نصف العقل وحسن السؤال نصف العلم.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: الاقتصاد: مصدر موصوف۔ في: حرف جار۔ النفقة: مجرور، جار مجرور سے مل کر الثابت کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ نصف: مضاف۔ المعیشة: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) دونوں کی قرآن مجید میں متعدد جگہ مذمت آئی ہے۔ (۲) مظاہر حق ۴/۶۰۴ (۳) معارف الحدیث ۲/۲۳۵

(۲۳) وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ العَقَلِ

اچھے لوگوں سے دوستی رکھنا آدھی عقل ہے۔

لغات: اَلتَّوَدُّدُ: دوستی کرنا، وَدَّ (س) وَدًّا، وَدَادًا محبت کرنا، قال تعالیٰ: ﴿ تَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ ﴾ . اَلنَّاسُ: اسم ہے واحد اِنْسَانٌ ہے، تصغیر نُوَيْسٌ ہے، نَاسَ يَنُوْسُ (ن) نَوْسًا، قال تعالیٰ: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا ﴾ . اَلْعَقْلُ: وہ نور جس سے غیر حسی چیزیں معلوم کی جاتی ہیں، جمع عُقُوْل، عَقَلَ (ض) عَقْلاً، سمجھدار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ ﴾۔

تشریح: اچھے لوگوں سے دوستی رکھنا اور اس دوستی کی برکت سے اپنے معاملات وغیرہ کو درست کرنا نصف عقل ہے، پوری عقل مندی اس وقت ہوگی جب انسان کوئی کسب یا پیشہ اختیار کر کے جائز اور پاکیزہ روزی بھی حاصل کرے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”آدمی کسی کو دوست بنانے سے پہلے اس میں پانچ باتیں دیکھے:-

اول: عقل، دوست بنانے کے لئے لازم ہے کہ عقل والا ہو، بیوقوف کو دوست بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

دوم: اچھے اخلاق والا ہو، اگر اچھے اخلاق والا نہیں تو بسا اوقات آدمی عقلمند تو ہوتا ہے مگر غصہ اور شہوت وغیرہ اس کو صحیح کام کرنے نہیں دیتے۔

سوم: فاسق نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، اگر اسمیں خود خدا نہیں تو وہ کسی وقت بھی دھوکہ دے دے یا معاصی میں بتلا کر کے الگ ہو جائے گا۔

چہارم: بدعتی نہ ہو، اگر بدعتی ہے تو اس کی صحبت سے اس پر بھی بدعت کا اثر ظاہر ہو جائے گا۔

پنجم: دنیا کی محبت رکھنے والا نہ ہو، اس کی دوستی سے اس میں بھی دنیا کی محبت آجائے گی، اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ“ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الحذر والتانی فی الامور“ ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۲۲ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی فی شعب الایمان .

ترکیب حدیث: التودد: مصدر موصوف۔ الی: حرف جار۔ الناس: مجرور، جار مجرور سے مل کر الثابت کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ نصف: مضاف۔ العقل: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) احیاء العلوم ۲/ ۲۴۶

(٢٤) وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ

اچھے انداز سے سوال کرنا آدھا علم ہے۔

لغات: حُسْن: خوب صورت، جمع مَحَاسِن (ن) حُسْنًا خوبصورت ہونا، قال تعالیٰ: ﴿ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾.

تشریح: کسی علمی مسئلہ میں خوب سوچ سمجھ کر اچھی طرح سوال کر کے اپنے شک کو دور کرنا آدھا علم ہے، اس سوال کی بناء پر اس کا شک اور تردد ختم ہو جائے گا، اور اس کو پورا علم حاصل ہو جائے گا۔

سوال: سوال کرنے والا تردد اور شک میں ہوتا ہے گویا وہ اس مسئلہ سے ناواقف اور جاہل ہے تو اس حدیث میں اس کو نصف علم والا کیوں کہا گیا؟

جواب: جب آدمی سوال کر رہا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو کچھ نہ کچھ علم ہے اور سوال کر کے وہ اپنے ناقص علم کو کامل کر رہا ہے اس وجہ سے اس کو نصف علم والا کہہ دیا۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جو سوال بغیر سوچے سمجھے یا حصول علم کے علاوہ کسی اور نیت سے ہو تو وہ نصف علم نہیں ہوتا، اس کی مثال ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک شاگرد کی دی ہے کہ وہ خاموش رہتا تھا، اما ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے فرماتے کہ تم بھی پوچھا کرو، ایک دن جب امام ابو یسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے روزے کے بارے میں فرمایا کہ صبح سے غروب تک ہوتا ہے اس پر اس طالب علم نے سوال کیا کہ حضرت اگر سورج غروب نہ ہو تو پھر کیا کریں؟ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَإِنَّ سُكُوْتَكَ خَيْرٌ مِنْ كَلَامِكَ" تمہاری خاموشی سوال کرنے سے بہتر ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتانی فی الامور" ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۲۲ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: و: حرف عطف۔ حسن: مضاف۔ السوال: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ نصف: مضاف۔ العلم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۹/۲۸۶، مظاہر حق ۴/۶۰۵ (۲) مرقاۃ ۹/۲۸۶

(۲۵) اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ

گناہ کر کے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

لغات: اَلتَّائِبُ: اسم فاعل توبہ کرنے والا، تَابَ (ن) تَوْبًا وَتَوْبَةً، متوجہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ﴾، اَلذَّنْب: گناہ، جمع ذُنُوْب، جمع الجمع ذُنُوْبَات، قال تعالیٰ: ﴿بِأَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾۔

تشریح: سب سے زیادہ بلند مقام انسان کی بندگی کا ہے اور بندگی کا بہترین مظاہرہ توبہ کے وقت میں ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار کے وقت بندہ انتہائی ندامت اور احساس پستی کی حالت میں ہوتا ہے بندے کی یہ صفت اللہ کو بہت پسند ہے اس حالت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے تیرے سب گناہ معاف کر دیئے۔[۱]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''جب بندہ توبہ کے ذریعہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو دو شکلوں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے، اول: یہ کہ اس کے گناہوں کو بالکل مٹا دیا جاتا ہے جیسے اس حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے، دوم: یہ کہ اس کو ثواب ملتا ہے مگر گناہ نہیں مٹایا جاتا مگر توبہ تو ہر دو حال میں فائدہ دیتی ہے''۔[۲]

مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''توبہ کرنے سے بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہوں کے داغ کو بھی عموماً مٹا دیا جاتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے: ''کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ'' توبہ کرنے کی وجہ سے بندہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا کہ اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے''۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو بالکل مٹا دیتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کے گناہوں پر کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوگا۔[۳]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاستغفار و التوبۃ'' ص ۲۰۶ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: التائب من الذنب کمن لا ذنب له.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الزهد (باب ذکر التوبة) والبیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: التائب: صیغہ اسم فاعل ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ الذنب: مجرور، جار مجرور سے مل کر التائب کے متعلق ہو کر مبتداء۔ کمن: ک: حرف جار۔ من: موصولہ۔ لا: نفی جنس۔ ذنب: اس کا اسم۔ له: جار مجرور، (کائن) کے متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا ک حرف جار کا، جار مجرور یہ متعلق ہوا کائن

کے اور پھر یہ خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) معارف الحدیث ۵/۳۱۰
(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ
(۳) اصبہانی بحوالہ مکاشفۃ القلوب ص ۴۲۰

(۲۶) اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

عقل مند شخص وہ ہے جس نے نفس کو تابع کرلیا ہو اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور نادان شخص وہ ہے جو اپنی خواہشات کے تابع ہو اور اللہ پر امیدیں باندھے

لغات: اَلْكَيِّسُ: عقلمند، ہوشیار، جمع اَكْيَاسٌ ہے، كَاسَ (ض) كَيْسًا، وَكِيَاسَةً، بمعنی چالاک ہونا، دَانَ: دان (ض) دَيْنًا بمعنی ذلیل ہونا، تابع بنانا، نَفْسَهُ: مصدر بمعنی روح، خون، بدن مراد دل ہے، قال تعالیٰ: ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ اَلْمَوْتُ: زندگی کی ضد ہے، قال تعالیٰ: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ اَلعَاجِز: قدرت نہ رکھنے والا، عَجِزَ (س) عَجْزًا عُجُوْزًا، عاجز ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِيْنَ﴾ اِتَّبَعَ: تَبِعَ (س) پیچھے چلنا هَوٰى: خواہش، عشق خواہ خیر میں ہو یا شر میں، قال تعالیٰ: ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰهُ﴾ تَمَنّٰى: ارادہ کرنا (ن) آزمائش کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى﴾ .

تشریح: من دان نفسه: اس سے مراد محاسبہ ہے، اب مطلب یہ ہوا کہ عقل مند وہ ہے جو اپنی زندگی میں اپنے قول وفعل کا محاسبہ کرتا رہے، پھر اگر نیکیوں کا غلبہ معلوم ہو تو شکر ادا کرے اور اگر برائیوں کا غلبہ ہو تو توبہ واستغفار کرے، اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں آتا ہے: "حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُم قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا" ، اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔(۱)

"من أتبع نفسه هواها وتمنّٰى على اللّٰه": حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں سے دور رہو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو محض آرزوؤں کے سہارے نہ دنیا میں کامیاب کیا ہے اور نہ ہی آخرت میں کرے گا۔(۲)

غرض یہ کہ اس حدیث میں عقلمند کی علامت یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جو اپنی خواہشات کے تابع نہ ہو، اور نادان بیوقوف کی علامت یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جو اپنے نفس کو خواہش کے تابع بنادے، مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تمنا قائم کرے کہ اللہ میری مغفرت کر ہی دے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب استعجاب المال والعمر للطاعة" ص ۴۵۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن شداد بن اوس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: الكيّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة و کذا اخرجه ابن ماجه فی ''کتاب الزهد'' (باب ذکر الموت والاستعداء).

ترکیب حدیث: الکیس: مبتداء۔ من: موصولہ۔ دان: فعل ضمیر فاعل۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ عمل: فعل ضمیر فاعل۔ لما: ل: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ بعد الموت: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل مقدر کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ ہوا ما کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر عمل فعل کے متعلق ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

العاجز: مبتداء۔ من: موصولہ۔ اتبع: فعل ضمیر فاعل۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول اول۔ هواها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ۔ و تمنی: فعل ضمیر فاعل۔ علی الله: جار مجرور متعلق تمنی فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ فعلیہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ اسمیہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۴۰ و مظاہر حق ۴/۸۳   (۲) احیاء العلوم مظاہر حق ۴/۸۴

(۲۷) اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ

مومن محبت کی جگہ ہے اور ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو خود بھی کسی سے محبت نہ کرے اور دوسرے بھی اس سے محبت نہ کریں

لغات: مَأْلَف: اسم ظرف ہے، دوستی کی جگہ، جمع مآلف، اَلِفَ: (س) اَلْفًا، مانوس ہونا، محبت کرنا۔

تشریح: لفظ ''مَأْلَف'' میں احتمالات: محدثین فرماتے ہیں کہ: لفظ مالف میں کئی احتمالات ہیں:

پہلا احتمال: یہ کہ اس کو مصدر میمی مانا جائے، اس وقت یہ فاعل اور مفعول دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ یہ خود بھی دوسروں کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور دوسرے بھی اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔

دوسرا احتمال: جس کو علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ: مألف کو مصدر بطور مبالغہ کے مانا جائے۔ جیسے زید عدل، زید عدل نہیں ہوتا بلکہ عادل ہوتا ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مومن محبت کرنے والا ہی ہوتا ہے۔

تیسرا احتمال: یہ کہ اس کو اسم مکان مانا جائے مطلب یہ ہوگا کہ اس کی محبت دوسرے میں آ جاتی ہے اور دوسرے کی محبت اس میں آتی ہے۔(۱)

ایک روایت میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے۔ فرمایا: ''اِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا اَلْمُوْطِئُوْنَ

اَكْنَافًا الَّذِينَ يَأْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ" (۲)

ترجمہ: تم میں سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب نشست میں وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں اچھے ہیں اور ان کے پہلو دوسرے کے لئے نرم ہیں اور وہ اوروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔

اگر اس محبت کو درمیان سے نکال دیا جائے تو پھر یہ دنیا کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور پھر تفرقہ بازی کی ایسی آگ بھڑکتی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص ۴۲۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه انّ النبی ﷺ قال: المؤمن مالف ولا خير فيمن لا يالف ولا يؤلف.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقی فی شعب الايمان.

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء۔ مالف: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لا: نفی جنس۔ خير: اس کا اسم۔ فی: حرف جار۔ من: موصولہ۔ لا يالف: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ ولا يؤلف: فعل، ضمیر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ ہو کر صلہ موصول من کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا فی کا، جار مجرور یہ کائن کے متعلق ہو کر لائے نفی جنس کی خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل المؤمن مبتداء کی خبر، مبتداء اور خبر مل جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۴۳، ومظاہر حق ۴/ ۵۵۸ (۲) طبرانی باب مکارم اخلاق۔

(۲۸) اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ

گانا دل میں نفاق اس طرح اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

لغات: اَلْغِنَاء: گانا، جمع أَغَانِی، غَنِیَ (س) غِنیً، مال دار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ﴾، غَنّٰی (تفعیل) تَغْنِيَةً، ترنم سے گیت گانا۔ يُنْبِتُ: نَبَتَ (ن) نَبْتًا وَنَبَاتًا، بمعنی سبزہ زار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ﴾ اَلنِّفَاق: مصدر باب مفاعلہ کا ہے کہ زبان سے اسلام ظاہر کرنا اور دل میں کفر رکھنا۔ اَلْقَلْب: دل، جمع قُلُوْب، قَلَبَ (ض) قَلْبًا الٹ پلٹ کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُنِيْبٍ﴾. اَلزَّرْع: کھیتی، جمع زُرُوْع، زَرَعَ (ف) زَرْعًا بیج ڈالنا، قال تعالیٰ: ﴿كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ﴾۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے: اِنَّ الْغِنَاءَ وَاللَّهْوَ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الْعُشْبَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ الْقُرْآنَ وَالذِّكْرَ يُنْبِتَانِ الايْمَانَ فِی الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الْعُشْبَ،(۱) بے شک گانا اور کھیل یہ دونوں نفاق کو اس طرح اگاتے ہیں جس طرح پانی سبزی کو اگاتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں

محمد ﷺ کی جان ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ذکر یہ دونوں قلب میں ایمان کو اس طرح اگاتے ہیں جس طرح پانی سبزی کو اگاتا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''فتاوی قاضی خان'' میں لکھا ہے کہ: لہو ولعب کی چیزوں یعنی ساز اور باجوں کا سننا حرام اور سخت گناہ ہے اور استدلال میں یہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: باجوں کا سننا گناہ ہے اور اس کے پاس بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ (۲)

آج امت کے پستی میں جانے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ امت تلاوت اور ذکر کو چھوڑ کر گانے بجانے میں مشغول ہوگئی ہے۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جتنی اسلامی سلطنتوں کو زوال آیا ان میں سے اکثر کا باعث یہی تھا کہ ان کے بادشاہ ناچ گانوں کی محفلوں میں شب وروز مصروف رہتے تھے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البیان والشعر'' ص ۴۱۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوۃ الی البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الغناء: مبتداء۔ ینبت: فعل ضمیر فاعل۔ النفاق: مفعول۔ فی: حرف جار۔ القلب: مجرور، جار مجرور سے مل کر ینبت کے متعلق ہوا۔ کما: ک: حرف جار۔ ما: مصدریہ۔ ینبت: فعل، الماء: فاعل۔ الزرع: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر ک حرف جار کا مجرور ہوا پھر جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ینبت کے۔ ینبت فعل اپنے فاعل، مفعول اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی الغناء مبتداء کی۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۴۵۲ (۲) فتاوی قاضی خان (۳) مقدمہ ابن خلدون

(۲۹) اَلتُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ

قیامت کے دن تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا مگر وہ تاجر جس نے پرہیزگاری اختیار کی اور نیکی کی اور سچ بولا۔

لغات: اَلتُّجَّار: جمع تاجر کی، سوداگر، تَجَرَ (ن) تِجَارَةً، تجارت کرنا، قال تعالی: ﴿هَلْ اَدُلُّكُم عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ يُحْشَرُوْنَ: حَشَرَ (ن) حَشْرًا: بمعنی جمع کرنا، قال تعالی: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ﴾، اِتَّقٰى: پرہیز کرنا، وَقٰى (ض) وِقَايَةً، حفاظت کرنا، قال تعالی: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾، بَرَّ: (س۔ض) سچ بولنا، قال تعالی: ﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾، صَدَقَ (ن) صَدْقًا صِدْقًا، سچ بولنا، قال تعالی: ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ﴾.

تشریح: اس حدیث میں ان تاجروں کی مذمت کو بیان کیا گیا ہے جو صحیح طور سے لین دین نہ کریں مگر ان تاجروں کو اس سے مستثنیٰ فرمایا گیا جن میں تین صفات ہوں: (۱) تقوی (۲) نیکی (۳) سچ بولنا۔

اگرچہ تقوی میں بقیہ دونوں صفات داخل ہوگئی تھیں، لیکن تاجر جن برائیوں میں عام طور سے مبتلا ہوتے ہیں ان کے تدارک کے لئے ان دوصفات کو مزید اہتمام سے بیان فرمایا۔

تاجروں کے لئے چند اصول: اسی طرح سے بعض اور بھی اصول ہیں مثلاً: کھوٹ وملاوٹ اور دغا وفریب نہ کریں، اور ایک یہ بھی کہ قسم کھا کر چیزوں کو فروخت نہ کریں اس سے حدیث میں منع فرمایا گیا اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو جھوٹ قسم کے ذریعہ مال فروخت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے کلام نہیں فرمائیں گے، اور تاجروں کے لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ناپ تول میں انصاف رکھیں اور بھی بہت سے اصول ہیں جو احادیث اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں، خلاصہ یہ کہ اگر تاجر شریعت کے اصول کے مطابق تجارت نہ کرے تو اس کے لئے بہت سی وعیدیں ہیں، منجملہ ان میں سے یہ حدیث بالا بھی ہے کہ قیامت کے دن ایسے تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساهلة في المعاملة" ص ۲۴۳ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبيد ابن رفاعة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى ﷺ قال: التّجار يحشرون يوم القيمة فجّارًا الا من اتّقى وبرّ وصدق.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمى (فى باب التجار)، وابن ماجه فى "كتاب التجارات" (باب التوقى فى التجارة) واخرجه الترمذى ايضا، وقال حديث حسن صحيح.

ترکیب حدیث: التّجار: مبتداء۔ يحشرون: فعل ضمیر ذوالحال۔ يوم القيامة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا۔ فجار: مستثنیٰ منہ۔ الا: حرف استثناء۔ من: موصولہ۔ اتقى: فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ بر: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف ہوا۔ واو: حرف عطف۔ صدق: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف علیہ معطوف سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر صلہ ہوا من موصولہ کا، موصول صلہ سے مل کر مستثنیٰ۔ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مل کر حال ہوا۔ حال ذوالحال سے مل کر یحشرون کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳۰) اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص (قیامت) کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا

لغات: الشُّهَدَاء: شَهِيْد، شَهِدَ (س) شُهُوْدًا، حاضر ہونا، گواہ ہونا، قال تعالىٰ: ﴿وَاَنْتُمْ شُهَدَآء﴾ ۔

تشریح: جو تاجر شریعت کی منشاء کے مطابق تجارت کرے اس کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ: قیامت کے دن ایسے تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا، علماء فرماتے ہیں کہ: جنت میں اس کو ان کی رفاقت ملے گی، نبیوں کے ساتھ اس وجہ سے کہ ان کے احکامات کی روشنی میں اس نے تجارت کی، صدیقوں کی رفاقت اس وجہ سے کہ اس نے سچائی کے ساتھ تجارت کی، شہداء کے ساتھ اس وجہ سے کہ شہید کے معنی ہوتے ہیں گواہ، تو شہداء ایسے تاجر کی قیامت میں گواہی دیں گے۔

تجارت کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: دنیاوی اعتبار سے بھی تجارت میں بہت برکت ہے، ایک روایت میں یہاں تک فرمایا گیا کہ: تجارت کا پیشہ اختیار کرو کہ اللہ تعالیٰ نے دس حصوں میں سے نو حصے برکت تجارت میں رکھے ہے، بقول اکبرالہ آبادی:

لفظ تاجر خود ہے ثبوت دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساهلة فی المعاملة" ص ۲۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهدآء.

تخریج حدیث: **اخرجه الترمذی عن أبی سعید الخدری وقال حدیث حسن، واخرجه الدارمی (باب فی التاجر الصدوق) ورواه ابن ماجه عن ابن عمر (فی باب الحث علی المکاسب).**

ترکیب حدیث: التاجر: موصوف۔ الصدوق: صفت اول۔ الامین: صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مبتداء۔ مع: مضاف۔ النبیین: معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ الصدیقین: معطوف علیہ معطوف۔ الشهداء: معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر النبیین کا معطوف ہوکر مضاف الیہ ہوا مع کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر الثابت محذوف کا مفعول ہوکر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳۱) اَلْكَبَائِرُ: اَلاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ

بڑے گناہوں میں سے چند یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی شخص کو ناحق مار ڈالنا، جھوٹی قسم کھانا

لغات: اَلاِشْرَاک: شریک بنانا، شریک کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾، عُقُوْق: عَقَّ (ن) عُقُوْقًا، نافرمانی کرنا، عَقَّ الْوَلَدُ وَالِدَهُ لڑکے نے اپنے باپ کی نافرمانی کی، قَتَلَ: (ن) قَتْلاً، مار ڈالنا، قال تعالیٰ: ﴿فَلاَ يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ﴾، يَمِيْن: قسم جمع أَيْمَن، أَيْمَان، اَلْغَمُوْس: جان بوجھ کر قسم کھانا، جمع غُمُسٌ، غَمَسَ (ض) غَمْسًا، ڈبونا، اسمیں آدمی گناہ میں ڈوب جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں چار بڑے گناہوں کو بتایا گیا ہے۔

الاشراک باللّٰہ: ان میں سے پہلا یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک قرار دے۔

عقوق الوالدین: دوسرا بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے، علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ: والدین کے بارے میں تین باتوں کا خوب خیال رکھا جائے، اول: یہ کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ ہی کسی اور طرح سے، دوم: یہ کہ اپنی جان و مال میں سے جتنا بھی ممکن ہو ان پر خرچ کرے، سوم: یہ کہ جس وقت بھی وہ بلائیں حاضر ہو جائے، حدیث میں آتا ہے کہ انسان کو والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔(۱)

قتل النفس: تیسرا بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ: جس نے ایک کلمہ سے بھی قاتل کی مدد کی تو یہ شخص میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جب کھڑا ہوگا تو پیشانی پر یہ لکھا ہوگا: "آئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ" یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس کر دیا گیا ہے،(۲) نیز ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ: اگر ساتوں آسمان و زمین والے کسی مؤمن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو ان سب کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا(۳) اور بھی بہت سی احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

الیمین الغموس: چوتھا بڑا گناہ جھوٹی قسم کھانا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ماضی کے زمانے میں جو کام کیا ہے اس پر قسم کھائے کہ کام نہیں کیا، اگر نہیں کیا تو قسم کھائے کہ کیا ہے، اس قسم کو غموس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہوتے ہیں "ڈھانپ لینا" تو یہ بھی انسان کو گناہوں میں ڈھانپ لیتی ہے۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "**باب الکبائر و علامات النفاق**" ص ۱۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن عبداللہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: الکبائر الاشراک باللّٰہ، وعقوق الوالدین، وقتل النفس والیمین الغموس، رواہ البخاری، وفی روایۃ انس وشھادۃ الزّور بدل الیمین.**

تخریج حدیث: **اخرجہ البخاری عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما فی "کتاب الایمان والزور"، واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان عن أبی بکرۃ وانس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما.**

ترکیب حدیث: الکبائر: مبتداء۔ الاشراک: موصوف۔ باللّٰہ: جار مجرور یہ متعلق ہوا الثابت کے، اور پھر یہ صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ عقوق: مضاف۔ الوالدین: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واو: حرف عطف۔ قتل: مضاف۔ النفس: مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر پھر معطوف علیہ معطوف واو: حرف عطف۔ الیمین: موصوف، الغموس: صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف اپنے تمام معطوفات سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) بیہقی فی شعب الایمان (۲) بیہقی (۳) ابن ماجہ (۴) مرقاۃ ۱/۱۲۲

(۳۲) اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالِاثْمُ مَا حَاکَ فِی صَدْرِکَ وَکَرِهْتَ أَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ

نیکی خوش خلقی کا نام ہے اور گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ پسند نہ کرو کہ لوگ اس پر واقف ہوں

لغات : اَلْخُلُقُ: بمعنی طبیعت، عادت، سیرت، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ ، حَاکَ: (ن) حَوْکًا، حِیَاکًا، شک اور تردد میں ڈالنا، صَدْر: ہر چیز کا سامنے سے اوپر کا حصہ، صَدَرَ (ض، ن) صَدْرًا، آگے بڑھنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾ ، کَرِهْتَ: (س) کَرْهًا کُرْهًا ناپسند کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ﴾ ، یَطَّلِعُ : جاننا، (ف، س، ن) طُلُوْعًا، جاننا، پہاڑ پر چڑھنا، اِطَّلَعَ (افتعال) واقف ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُم﴾۔

تشریح: اس حدیث میں دو باتوں کو بیان کیا گیا ہے:

البرّ حسن الخلق : کہ نیکی خوش خلقی کا نام ہے، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک سائل نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''حسن خلق''(۱) اور ایک جگہ حسن خلق کے بارے میں فرمایا گیا کہ اگر تم مال و دولت سے لوگوں کی امداد نہ کرسکو، تو خندہ پیشانی اور حسن خلق سے مدد کرو۔(۲)

والاثم ما حاک فی صدرک : دوسری بات جو اس حدیث میں فرمائی گئی کہ وہ یہ کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں کہ جن کو قرآن و حدیث میں صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا تو اس صورت میں آدمی کیا کرے؟ تو اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ: اگر وہ کام کرتے وقت دل مطمئن نہ ہو اور دل میں کھٹکا پیدا ہو کہ لوگ کیا کہیں گے تو اب جان لے کہ یہ گناہ ہے اس کو چھوڑ دے، اگر دل مطمئن ہو اور کسی قسم کا دل میں خوف نہ ہو تو اس کام کو کرلے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الرفق والحیاء وحسن الخلق'' ص۴۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن النواس بن سمعان قال: سألت رسول اللہ ﷺ عن البرّ والاثم، فقال: البرّ حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک وکرهت ان یطلع علیه الناس.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم عن النواس بن سمعان فی کتاب البرّ والصّلة (باب تفسیر البرّ والاثم) واخرجه الترمذی فی ابواب الزّهد (باب ما جآء فی البرّ والاثم) واخرجه الدارمی (باب فی البرّ والاثم).

ترکیب حدیث: البر: مبتداء۔ حسن: مضاف، الخلق: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ، واو: حرف عطف، الاثم: مبتداء، ما: موصولہ، حاک: فعل ضمیر فاعل، فی: حرف جار، صدرک:

مضاف مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر حاک کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ: حرف عطف، کرهت: فعل، ضمیر فاعل، ان: ناصبہ، یطلع: فعل، علیہ: جار مجرور یہ متعلق یطلع کے، الناس: فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر ہوکر مفعول ہوا کرهت کا، فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ ہوا، صلہ اپنے موصول سے مل کر خبر ہوئی الاثم مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مکاشفۃ القلوب، ص ۵۷۹ (۲) مکاشفۃ القلوب ص ۵۸۹ (۳) مظاہر حق ۴/۶۰۹

(۳۳) اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ أَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کے نزدیک مخلوق میں بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

لغات: عَیَال: جن کا نان نفقہ آدمی پر واجب ہو، عَالَ (ن) عَوْلاً، وَعِیَالاً، اہل وعیال کے معاش کی کفالت کرنا

تشریح: اسلام کی عجیب تعلیم ہے کہ تمام مخلوق کو ایک ہی خاندان فرمایا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آدمی اپنے خاندان والوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے اور ان کو اپنا سمجھتا ہے تو اسی طرح اس کو چاہئے کہ تمام مخلوق خدا کو اپنا ہی سمجھے، جب اسلام کی یہ تعلیم زندہ ہوگی تو پھر تمام انسان آپس میں بھرپور محبت والی زندگی گذاریں گے۔

اسی وجہ سے ایک حدیث میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ”تمام مسلمان ایک آدمی کے مانند ہیں، اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے، جب اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو تمام جسم اس کے درد کو محسوس کرتا ہے“۔

جب آدمی سب کو اپنا سمجھے گا اور سب کے دکھ درد میں شریک ہوگا تو اس سے آپس میں الفت ومحبت پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت خاصہ نازل فرمائیں گے، بقول شاعر کے:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الشفقه والرحم علی الخلق“ ص ۴۲۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: الخلق عیال اللّٰه فاحب الخلق الی اللّٰه من احسن الی عیاله.

تخریج حدیث: قال صاحب المشکوة هذا حدیث اخرجه البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: الخلق: مبتداء، عیال اللّٰه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، فاحب: اسم تفضیل مضاف، الخلق: مضاف الیہ، الی اللّٰه: جار مجرور یہ متعلق ہوا فاحب کے اور پھر ”احب“ مضاف اپنے مضاف

الیہ اور متعلق سے مل کر مبتداء، من: موصولہ، احسن: فعل ضمیر فاعل، الی: حرف جار، عیالہ: مضاف، ۃ: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا الی کا اور پھر جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل احسن کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صلہ ہوا من موصولہ کا، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

(۳٤) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان (کی تکلیف) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

تشریح: یہ حدیث بہت ہی جامع احادیث ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ احادیث کا انتخاب فرمایا، ان میں سے یہ حدیث بالا بھی ہے، اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو عجیب وضاحت سمجھ میں آتی ہے، مثلاً حدیث میں سب سے پہلے لفظ "اَلْمُسْلِمُ" فرمایا گیا، اس میں مسلمانوں کو غیرت دلانا مقصود ہے کہ تم مسلمان ہو کر بھی تکلیف دیتے ہو۔(۱)

پھر "لسانہ" کے بعد "یدہ" فرمایا، علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم فرمایا کہ اکثر ایذاء زبان ہی سے دی جاتی ہے، یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ زبان سے زندہ اور مردہ دونوں کو برا کہا جا سکتا ہے یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ زبان سے کہی ہوئی بات کا اثر دیر تک باقی رہتا ہے، بخلاف ہاتھ کے کہ وہ آدمی کچھ عرصہ کے بعد بھول جاتا ہے،(۲) عربی کا شاعر کہتا ہے:

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

ترجمہ: تیروں کے زخم تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کا لگا ہوا زخم نہیں بھرتا۔

اس شعر کے مفہوم کو محمد اسماعیل میرٹھی نے بھی اپنے شاعری میں اس طرح ادا کیا ہے:

چھری کا تیر کا گھاؤ بھرا لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

دوبارہ پھر "سلم المسلمون" فرمایا گیا مزید تاکید اور اہتمام کی وجہ سے کسی کو بھی بالکل ایذاء اور تکلیف نہ دی جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، والمؤمن من امنہ الناس علی دمائھم واموالھم.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الایمان وروی مسلم فی کتاب الایمان أیضا.

ترکیب حدیث: المسلم: مبتداء، من: موصولہ، سلم: فعل، المسلمون: فاعل، من: حرف جار لسان: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ، واو: حرف عطف، یدہ: مضاف، مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوا من کا، جار مجرور سے مل کر سلم فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر من موصول کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

---

(۱) فضل الباری ۱/۳۲۴ (۲) مرقاۃ ۱/۷۲، فتح الباری، فتح الملہم، عمدۃ القاری۔

(۳۵) اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ

مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے بارے میں مطمئن رہیں

لغات: دِمَائُهُمْ: دَمٌ کی جمع ہے، بمعنی خون، اصل میں "دَمِيٌ" ہے، لام کلمہ حذف کرکے دَمٌ بنایا گیا، جمع دِمَاء، قال تعالیٰ: ﴿وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾، أَمْوَالِهِمْ: یہ مال کی جمع ہے بمعنی دولت، قال تعالیٰ: ﴿وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ .

تشریح: یہ ماقبل حدیث کا جزء ہے، مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی خوبی یہ ہے کہ اس سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچے نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے اور نہ ہی کسی اور ذریعہ سے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ذمی یا حربی ہو، مرد ہو یا عورت، وہ سب کی ہمدردی اور خیر خواہی کرتا ہو، حاضر ہو یا غائب دونوں ہی حالت میں لوگ اس سے اپنے جان اور مال کے بارے میں مطمئن ہوں، اگر مسلمان اسی ایک حدیث پر عمل کرلیں تو آج بھی دنیا آزارے نباشد ہو جائے اور تمام امن وچین کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمؤمن من أمنه الناس على دمائهم واموالهم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: حديث حسن صحيح

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء، من: موصولہ، امن: فعل، و: مفعول، الناس: فاعل، علی: حرف جار، دماء: مضاف، هم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر علی کا مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا "امن"، فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر من موصول کا صلہ ہوا، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳۶) وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ

حقیقی مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت وعبادت میں اپنے نفس سے مجاہدہ کیا۔

لغات: مُجَاهِد: پوری طاقت صرف کرنا، جَهَدَ (ف) جُهْدًا، بہت کوشش کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾، طَاعة: فرمانبردار ہونا، طَاعَ (ن) طَوْعًا، فرمانبردار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ .

تشریح: اس حدیث میں فرمایا کہ اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس امارہ کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہجرت کی دو قسم ہیں، ایک:

ظاہری، دوم: باطنی۔

ہجرت ظاہری: ظاہری ہجرت یہ ہے کہ آدمی دین کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے۔

باطنی ہجرت: اور باطنی ہجرت یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کی زندگی چھوڑ کر اطاعت کی زندگی اختیار کرے۔(۱)

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ظاہری ہجرت کررہے تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں تسلی ہے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جو عذر کی وجہ سے ظاہری ہجرت نہیں کرسکے تھے، ان کو کہا جارہا ہے کہ اصل ہجرت گناہوں کو چھوڑ کر اطاعت کی طرف آنا ہے، تم اس کو کر کے ثواب حاصل کرسکتے ہو۔(۲)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمؤمن من أمنه الناس علی دمائهم واموالهم، رواه الترمذی والنسائی، وزاد البيهقی فی شعب الايمان برواية فضالة، والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب.

تخریج حدیث: **عزاه صاحب المشكوة الی البيهقی فی شعب الايمان، واخرجه ابن ماجة فی كتاب النفس (باب حرمة دم المؤمن وماله).**

ترکیب حدیث: المجاهد: مبتداء، من: موصولہ، جاهد: فعل، ضمیر فاعل، نفس: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول جاهد کا، فی: جار، طاعة: مضاف، لفظ الله: مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر فی جار کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر من موصول کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

---

(۱) فتح الباری، فضل الباری ۱/۳۲۵ (۲) فتح الباری شرح البخاری۔

(۳۷) وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ

حقیقی مہاجر وہ ہے جس نے تمام گناہوں کو چھوڑ دیا

لغات: اَلْخَطَايَا: جمع ہے اَلْخَطِيْئَةُ کی، بمعنی گناہ، خَطِیَ (س) خَطَاءً غلطی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ﴾۔

تشریح: اس حدیث میں فرمایا گیا کہ مہاجر وہ ہے، جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے

منع کیا ہے، تو یہاں ہجرت سے مراد یہ ہوا کہ "تَرکُ مَاتَدعُوا اِلَیهِ النَّفسُ الاَمَّارَةُ وَالشَّیطَانُ" کہ چھوڑنا ہے ہر اس چیز کو جس کی طرف نفس امارہ اور شیطان دعوت دیتا ہے۔

ایک اور ہجرت ہے جس کو عام طور سے سب ہی جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ "اَلفِرَارُ بِالدِّینِ مِنَ الفِتَنِ" کہ دین کے فتنہ کی وجہ سے کسی دوسری جگہ چلے جانا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دوسری ہجرت کا سبب بھی اول والی ہی علت بنتی ہے کہ آدمی کو گناہوں میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں ہوتا اس سے بچنے کا تو وہ دوسری جگہ ہجرت کر جاتا ہے تاکہ احکامات خداوندی کی پیروی کرے اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھ سکے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۵ پر موجود ہے، پوری حدیث اور اسکی تخریج ماقبل میں حدیث نمبر ۳۶ کے ضمن میں مذکور ہے۔

ترکیب حدیث: المهاجر: مبتداء، من: موصولہ، هجر: فعل، ضمیر فاعل، الخطایا: معطوف علیہ، واؤ: حرف عطف، الذنوب: معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر هجر کا مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر من کا صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

---

(۱) تنظیم الاشتات

(۳۸) اَلبَیِّنَةُ عَلَی المُدَّعِیْ وَالیَمِینُ عَلَی المُدَّعٰی عَلَیهِ

گواہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم کھانا مدعی علیہ کے ذمہ ہے

لغات: اَلبَیِّنَة: دلیل، حجت، جمع بَیِّنَات، بَانَ (ص) بَیَانًا وَتِبْیَانًا ظاہر ہونا۔

تشریح: "مُدَّعِیْ" دعوی کرنے والے کو کہتے ہیں، اور "مُدَّعٰی عَلَیهِ" جس پر دعوی کیا گیا ہے، مطلب یہ ہوا کہ دعوی کرنے والے کو اپنا دعوی ثابت کرنے کے لئے دو گواہ پیش کرنے ہوں گے اور جس پر دعوی کیا گیا ہے اگر وہ مدعی کی بات کو صحیح نہیں مانتا تو اپنی بات منوانے کے لئے اس کو قسم کھانی ہوگی بشرطیکہ مدعی اس کا مطالبہ کرے۔

اس حدیث بالا کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث بطور ضابطہ اور قانون کے ہے، کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے اور یہی بات قرآن مجید سے بھی ثابت ہوتی ہے: ﴿وَاستَشهِدُوا شَهِیدَینِ مِن رِّجَالِکُم فَاِن لَّم یَکُونَا رَجُلَینِ فَرَجُلٌ وَّامرَاَتَانِ﴾ (۱)

ترجمہ: دو اشخاص کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں"، اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا گیا کہ: آپس میں دو معتبر اشخاص کو گواہ کر لو۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاقضیة والشهادات" ص ۳۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عمرو بن شعیب عن أبیه عن جدّه انّ النبی ﷺ قال: البیّنة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الاحکام عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده عن النبی ﷺ، وقال: هذا حدیث حسن صحیح.

ترکیب حدیث: البینة: مبتداء، علٰی: حرف جار، المدعی: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنة کے متعلق ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ، واو: حرف عطف، الیمین: مبتداء، علی: حرف جار، المدعی: صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل، علی: حرف جار، ہ: مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر المدعی کے متعلق ہوکر علی جار کے لئے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنة کے متعلق ہوکر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۱ (۲) سورۃ الطلاق آیت ۲۔

(۳۹) اَلْمُؤْمِنُ مِرآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَیَحُوْطُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے اور ایک مؤمن دوسرے مومن کا بھائی ہے جو اپنے مؤمن بھائی کو نقصان سے بچاتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

لغات: مِرْآة: آئینہ، جمع مَرَاءٍ وَمَرَایَا ہے، رَایٰ (ف) رُؤْیَةً، دیکھنا، أخو: جمع أخ، بھائی، ساتھی دوست قال تعالیٰ: ﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾، یَکُفُّ: کَفَّ (ن) کَفًّا، کِفَایَةً، بمعنی روکنا، قال تعالیٰ: ﴿عَسَی اللّٰهُ أنْ یَکُفَّ﴾، ضَیْعَتَهٗ: جائیداد، ضَاعَ (ض) ضَیْعًا ضائع ہونا، تلف ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ﴾ یَحُوْطُهٗ: حَاطَ (ن) حَوْطًا حفاظت کرنا، نگہبانی کرنا، گھیر لینا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ﴾.

تشریح: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"اس حدیث میں مؤمن کی مثال آئینہ کے ساتھ دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اگر اس میں کوئی عیب وغیرہ ہو تو آئینہ دوسرے کو اس عیب پر آگاہ نہیں کرتا، تو اس طرح مسلمان جب اپنے بھائی میں کوئی عیب دیکھے تو تنہائی میں اس کو سمجھا دے، لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر نہ کرتا پھرے تاکہ لوگوں کی نگاہ میں وہ ذلیل نہ ہو، یا مطلب یہ ہے کہ آدمی اتنا نیک بن جائے کہ دوسرا آدمی جو بھی اس کو دیکھے وہ بھی نیک ہو جائے جیسے کہ آئینہ کو دیکھ کر آدمی اپنے آپ کو درست کر لیتا ہے"۔(۱)

اس حدیث میں لفظ "اخو" استعمال فرمایا گیا ہے، یہ سگے اور حقیقی بھائی کو کہتے ہیں، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جس طرح ایک بھائی دوسرے کا خیال رکھتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونا چاہئے

"یکف عنہ ضیعتہ" : اخوت کا مظہر یہ بھی ہے کہ جب اس کا بھائی موجود نہیں ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی عزت آبرو جان ومال کی حفاظت کرے۔ علماء فرماتے ہیں کہ: اس میں یہ بھی داخل ہے جب اس کے سامنے مسلمان کی غیبت یا عیب جوئی کی جائے تو اس کو منع کردے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص۴۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: انّ احدكم مراة اخيه فان رأى به اذى فليحط عنه رواه الترمذي، وضعفه، وفي رواية له ولابي داؤد المؤمن مراة المومن والمؤمن اخو المؤمن يكف عنه ضيعته ويحوطه من ورآئه.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود في كتاب الادب (باب في الضيعة) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، واخرجه البخاري في الادب المفرد (باب المسلم مراة اخيه)

ترکیب حدیث: المؤمن: مبتداء، مراة: مضاف، المؤمن: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو: حرف عطف، المؤمن: مبتداء، اخو: مضاف، المؤمن: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر المؤمن مبتداء کی خبر اول، یکف: فعل، ضمیر فاعل، عنه: عن: حرف جار، ہ: مجرور، جار مجرور سے مل کر یکف فعل کے متعلق، ضیع: مضاف، ہ: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر یکف فعل کا مفعول، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو: حرف عطف، یحوط: فعل، ضمیر فاعل، من: حرف جار، ورائه: مضاف مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا من جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر یحوط فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر "المؤمن" کی خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ، ج۹ ص۲۳۷، ومظاہر حق ج۴، ۵۵۲

(۴۰) اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُهٗ اِشْتَکٰی کُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُهٗ اِشْتَکٰی کُلُّهٗ.

سارے مؤمن ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ کو کوئی تکلیف ہو تو اس کے تمام اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو بھی اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔

لغات: اِشْتَکٰی: بیمار ہونا، اِشْتَکٰی باب افعال، اِشْکَاءٌ، شکایت قبول کرنا، شَکْوًا، الم پہنچانا عَیْنُهٗ: آنکھ جمع عُیُوْن

ہے۔

تشریح: اسلام نے آپس کے ترحم اور حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے، اس کی نظیر کسی اور مذہب اور دین میں نہیں ملتی اسلام نے تمام مسلمانوں کو ایک برادری بنادیا اور تمام ذات وقبائل اور تفرقات کو بالکل ختم کر دیا اور فرمایا کہ تم نہ سرخ رنگ والوں سے بہتر ہو اور نہ سیاہ رنگ والوں سے مگر تقوی کے اعتبار سے افضل ہو سکتے ہو۔

اسلام نے ہی تمام مسلمانوں کو ایک بدن کے مانند بنایا کہ جب کسی کو تکلیف پہنچے تو یہ سمجھے کہ مجھ کو ہی تکلیف دی جا رہی ہے، اس کی مثال حدیث بالا میں ایک عام سی فرمائی گئی ہے کہ جب انسان کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو یہ نہیں کہ وہ تکلیف صرف آنکھ کو ہی ہو، بلکہ اس کی تکلیف سارا بدن محسوس کرتا ہے اسی طرح اگر پوری امت ہو جائے تو آج بھی اس میں وہ طاقت آسکتی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں تھی اور پھر کوئی مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکے گا، اسی مفہوم کو شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بنی آدم اعضائے یکدیگرند که در آفرینش زیک گوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ودیگر عضو ہارا نماند قرار

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص ۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال قال رسول الله ﷺ: المؤمنون كرجل واحد ان اشتكى عينه اشتكى كله وان اشتكى رأسه اشتكى كله.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی البرّ والصّلة عن النعمان بن بشير رضى الله تعالىٰ عنه.

ترکیب حدیث: المؤمنون: مبتداء، ک: حرف جار، رجل: موصوف، واحد: صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر المؤمنون کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، ان: حرف شرط، اشتکی: فعل، عینه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط اشتکی: فعل، کله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جزا، شرط جزاء سے مل معطوف علیہ، ان: حرف شرط، اشتکی: فعل، راسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل فعل فاعل سے مل کر شرط اشتکی: فعل، کله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

(٤١) اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ فَاِذَاقَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے سفر تمہیں روکتا ہے سونے اور کھانے اور پینے سے لہٰذا تم میں سے جب کوئی سفر کی غرض کو پورا کر لے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جائے۔

لغات: اَلسَّفَر: مسافت طے کرنا، جمع أَسْفَار، سَفَرَ (ن) سُفُوْرًا سفر کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ﴾، قِطْعَة: جمع قِطَع ٹکڑا، قطع کرنا، قَطَعَ (ف) قَطْعًا، جدا کرنا، کاٹنا، قال تعالیٰ: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾، يَمْنَع: مَنَعَ (ف) مَنْعًا روکنا، محروم کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾، نَوْمَهٗ: نَامَ(ن) نَوْمًا وَنِيَامًا، سونا، قال تعالیٰ: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾، قَضٰى: (ض) پورا کرنا، فارغ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا﴾، نَهْمَتَهٗ: حاجت ضرورت، نَهِمَ (س) نَهْمًا، وَنَهَامَةً مریض ہونا، وَجْهِه: جمع أَوْجُه، وُجُوْه، وَجَهَ (ض) وَجَاهَةً، منہ پر مارنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ فَلْيُعَجِّل: عَجَّلَ (باب تفعيل) جلدی کرنا، عَجِلَ (س) عَجَلًا وعَجَلَةً، جلدی کرنا، قال تعالیٰ: ﴿فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾.

تشریح: سفر میں انسان کو جسمانی وروحانی مشقت کے ساتھ ساتھ سردی وگرمی، خوف وغیرہ کا سامنا ہوتا ہے اور زندگی کی بہت سی راحتوں کو چھوڑنا ہوتا ہے، خاص کر کے گذشتہ زمانے میں جب یہ موجودہ سواریاں بھی نہ تھیں تو انسان کو کتنی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہوں گی، یہ وہی شخص جان سکتا ہے جس پر یہ تکالیف پڑتی ہوں گی، اس وجہ سے اس حدیث میں سفر کو "قطعة من العذاب" فرمایا گیا ہے، (۱) نیز یہ کہ اسی حدیث میں سونا، کھانا، پینا کو بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ سفر اور بھی بہت سی چیزوں سے روک دیتا ہے، مثلاً جمعہ کی نماز، عیدین کی نماز، جماعت کی نماز، روزہ وغیرہ سے۔ (۲)

"فليعجل الى اهله": گھر کی طرف لوٹ آئے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ اس وقت ہے جب کہ سفر ضروری نہ ہو، (۳) علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: واپس جلدی لوٹ آئے تاکہ جمعہ، عیدین، جماعت کی نماز وغیرہ زیادہ اس سے فوت نہ ہو۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب آداب السفر" ص ۳۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: السفر قطعة من العذاب يمنع احدكم نومه وطعامه وشرابه فاذا قضى احدكم نهمته من وجهه فليعجل الى اهله.

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی ابواب العمرة وفی الاطعمة عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه، واخرجه مسلم فی كتاب الامارة (باب السفر قطعة من العذاب).**

ترکیب حدیث: السفر: مبتداء، قطعة: موصوف، من: حرف جار، العذاب: مجرور، جار مجرور سے مل کر "كائنة" کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر "السفر" کی خبر اول، یمنع: فعل، ضمیر فاعل، احدكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول اول، نومه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ، واوٌ: حرف عطف، طعامه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واوٌ: حرف عطف، شرابه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر مفعول ثانی یمنع فعل کا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فاذا: لفظ شرط، قضى: فعل، احدكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، نهمته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول،

من وجهه : جار مجرور متعلق قضی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے مل کر شرط، **فلیعجل** : **فاء** : جزائیہ، فعل فاعل، **الی اهله**: متعلق ''فلیعجّل'' کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۵۹۔۳/۶۲۳ (۲) مرقاۃ (۳) مرقاۃ (۴) معالم السنن

نوع آخر منها

یہاں سے بھی مصنف ''جملہ اسمیہ'' ہی والے جملے لائیں گے مگر مسندالیہ معرف باللام نہیں ہوگا۔

(٤٢) قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ

جہاد سے واپس آنا بھی جہاد کرنے کی طرح ہے۔

لغات: قَفْلَةٌ:۔ (ن ض) قَفْلاً، وَقُفُوْلاً بمعنی سفر سے لوٹنا، غَزْوَة: غَزَا (ن) غَزْوَةً، غَزْوًا بمعنی جہاد کے لئے نکلنا، اس کی جمع غَزَوَات آتی ہے۔

تشریح: حدیث کا شان ورود: آپ ﷺ نے ایک لشکر جہاد کے لئے روانہ کیا مگر دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ لشکر لوٹ آیا، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم لوگ اس لئے واپس آئے ہو کہ مزید لوگوں کو ساتھ لے جاؤ اور اس وقت فرمایا کہ: ''قفلة كغزوة'' (۱)

اس حدیث میں جہاد سے گھر واپس ہونے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کو بھی جہاد فرمایا گیا ہے کیونکہ غازی کی نیت تو یہ ہوتی ہے کہ پھر جب جہاد ہوگا، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑوں گا۔

عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی جہاد سے واپس آتا ہے اور گھر والوں سے ملتا بھی ہے تب بھی اس کا ثواب ختم نہیں ہوتا جیسے کہ حاجی کا ثواب ختم نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''كتاب الجهاد'' ص۳۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه انّ رسول الله ﷺ قال: ''قفلة كغزوة''.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما فى (باب فضل القفل فى الغزو).

ترکیب حدیث: قفلة: مبتداء، كغزوة: ك: حرف جار، غزوة: مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا كائنة محذوف کے، اور پھر یہ خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۲۹۹ (۲) اشعۃ اللمعات والتعلیق الصبیح ۴/۲۴۳۔

(٤٣) مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

صاحب استطاعت کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

لغات: مَطَلَ: (ن) مَطْلاً، ٹال مٹول کرنا، اَلْغَنِيُّ: مال دار۔

تشریح: ٹال مٹول کرنے والے کے بارے میں وعید: علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب کوئی مال دار آدمی کوئی چیز خریدے پھر باوجود مال موجود ہونے کے اس کی قیمت ادا نہ کرے یا اسی طرح کوئی آدمی کسی سے قرض لے باوجود مال موجود ہونے کے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے اور آج کل کرتا رہے، تو اس حدیث میں ایسے شخص کے لئے وعید ہے کہ اس نے ظلم کا کام کیا۔

غنی سے مراد یہ ہے جو قرض کے ادا کرنے پر قادر ہو اگرچہ فی نفسہ وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، اس میں عموم ہے خواہ وہ معاملہ بیوی شوہر کے درمیان کا ہو، یا آقا غلام کے درمیان کا ہو یا حاکم رعایا کے درمیان کا ہو خواہ وہ مالی ہو یا غیر مالی سب کو ہی یہ حدیث شامل ہے۔[1]

ٹال مٹول کرنے والے کی سزا: ایک دوسری حدیث میں آتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "لَــيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوْبَتَهُ" قرض نہ ادا کرنے والے کا ٹال مٹول کرنا حلال کر دیتا ہے اس کی آبرو اور سزا کو،[2] یعنی اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے شخص کو سوسائٹی کی نگاہ میں گرایا جا سکتا ہے اور اس کو ذلیل کرنے کے لئے دوسرے طریقے بھی اختیار کئے جا سکتے ہیں، اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلا کہ جب آدمی کو ضرورت ہو تو قرض لے لے، مگر جب ضرورت پوری ہو تو جلدی واپس کر دے، ٹال مٹول نہ کرے۔

علماء لکھتے ہیں کہ اس طرح ٹال مٹول سے کام لینے والا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی اور حکومت ایسے شخص کو جیل میں بھی بند کروا سکتی ہے، اور تعزیر کے طور پر سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص ۲۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه انّ رسول الله ﷺ قال: مطل الغنی ظلم، فاذا اتبع احدکم علی ملئ فلیتبع.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب المسقاة والمطل، واخرجه البخاری فی کتاب الاستقراض واداء الدیون، عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه.

ترکیب حدیث: مطل: مضاف، الغنی: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، ظلم: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا

---

(۱) تکملہ فتح الملہم ۱/ ۵۰۸، عمدۃ القاری ۵/ ۶۶۳، فتح الباری ۴/ ۳۸۱۔ (۲) ابوداؤد

(٤٤) سَيِّدُ الْقَوْمِ فِي السَّفَرِ خَادِمُهُمْ

سفر میں قوم کا امیر ان کا خادم ہوتا ہے۔

لغات: سَیِّد: بمعنی سردار، جمع سَادَاتٌ آتی ہے، خَادِمُهُمْ: (ض، ن) خدمت کرنا جمع خُدَّام آتی ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب تم سفر کا ارادہ کرو تو کسی ایک کو اپنا امیر بنا لو، اور حدیث بالا میں امیر کے لئے ایک

ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ امیر ایسا ہو جو لوگوں کی خدمت کرنے والا ہو، ساتھیوں کی مصالح پر نظر رکھے اور ان کے ہر معاملہ میں رعایت رکھے۔

قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے: بعض محدثین اس حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قوم اور جماعت کی خدمت میں لگا رہے حقیقت میں وہی امیر ہے اگر بظاہر کسی دوسرے کو امیر بنایا گیا ہو۔(۱)

مرقاۃ نے اس پر ایک قصہ لکھا ہے کہ ابو علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں عبداللہ مرزوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو امیر بنایا تمام سفر میں عبداللہ مرزوی رحمہ اللہ تعالیٰ تمام سامان کمر پر رکھتے اور جب ایک رات بارش ہوئی تو تمام رات رفیق سفر کے سر پر چادر تانے کھڑے رہے کہ بھیگے نہیں اور جب ابو علی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو منع کرتے تو فرماتے کہ: تم نے ہی تو مجھ کو اپنا امیر بنایا ہے پس میری اطاعت کرنی ہوگی۔(۲)

بہرحال اس حدیث میں امیر کی یہ صفت بیان کی گئی کہ اس میں ساتھیوں کی خدمت کا جذبہ ہو اور اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب السفر'' ص ۳۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن سعد رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: سيد القوم فى السفر خادمهم فمن سبقهم بخدمة لم يسبقوه بعمل الا الشهادة.

تخریج حدیث: اخرجه البيهقى فى شعب الايمان

ترکیب حدیث: سيد القوم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال، فی: حرف جار، السفر: مجرور، جار مجرور سے مل کر ''ثابتا'' محذوف کے متعلق ہو کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مبتداء، خادمهم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/ ۳۳۹، اشعۃ اللمعات، والتعلیق الصبیح ۴/ ۲۶۴

(۲) مرقاۃ ۷/ ۳۳۹، احیاء العلوم ۲/ ۳۶۳ والتعلیق الصبیح ۴/ ۲۶۴

(٤٥) حُبُّکَ الشَّئَ يُعْمِىْ وَيُصِمُّ

کسی چیز سے محبت کرنا تجھ کو اس سے اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

لغات: يُعْمِى: بمعنی اندھا کرنا، عَمِىَ (س) عَمىً اندھا ہونا، قال تعالىٰ: ﴿وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾. يُصِمُّ: بمعنی بہرا ہونا، صَمَّ (س) صَمًّا بہرا ہونا۔

تشریح: محبت کی تعریف: ''امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ'' نے محبت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ: ''پسندیدہ چیز کی طرف طبیعت کا مائل ہونا''(۱)

چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے: اس حدیث میں انسان کی فطرت کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان جب کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو یہ محبت اس پر ایسی غالب آجاتی ہے کہ اس کو اپنے محبوب کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔[2]

اور انسان اس محبت میں ایسا ہوجاتا ہے کہ اس محبت میں وہ کسی کی مذمت کو سننا بھی پسند نہیں کرتا (بقول متنبی)

عذل العواذل حول قلبی التائه   وهوى الاحبة منه في سودائه [3]

ترجمہ: ملامت کرنے والیوں کی ملامت میرے پریشان دل کے اردگرد، اور محبوبوں کی محبت دل کے بیچ میں ہے۔

جیسے کہ علامہ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ذکر المحبة یا مولائی اسکرنی   وهل رأیت محبا غیر سکران [4]

ترجمہ: اے مولا! تیری محبت کی یاد نے مجھے مدہوش کردیا کیا تو نے کسی ایسے محبّ کو دیکھا ہے جو مدہوش نہ ہوا ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المفاخرة و العصبية" ص ۴۱۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي ﷺ قال: حبك الشي يُعمي ويصم.

تخریج حدیث: اخرجه أبو داؤد عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه في كتاب الادب (باب في الهوى)

ترکیب حدیث: حب: مصدر، ک: فاعل، الشيَ: مفعول، مصدر اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مبتداء یعمی: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، و یصم: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ سے مل کر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مکاشفة القلوب ص ۸۴   (۲) مظاہر حق، جواہر الحکم ص ۱۱۳
(۳) دیوان المتنبی ص ۳   (۴) مکاشفة القلوب

(٤٦) طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

علم (دین) حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

لغات: طَلَبَ: (ن) تلاش کرنا، فَرِيْضَة: فَرَضَ (ض) فرض کرنا۔

تشریح: طلب علم سے کیا مراد ہے؟ اس کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اتنا علم مراد ہے جس کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کرسکے اور نہ ہی حرام سے بچ سکے۔ (یہ) دین ہی کے علم سے ہوگا تو مراد دین کا ہی علم ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں وہ علم مراد ہے جس کی ضرورت انسان کو بالفور ہو۔[1]

بعض کے نزدیک اس سے مراد اخلاص ہے کہ اس کے ذریعہ وہ نفس کی برائیوں کو (مثلاً کینہ، حسد، تکبر وغیرہ) کو اپنے سے دور

رکھے۔ نیز اس کا علم بھی ضروری ہے جس سے اعمال فاسد ہو جاتے ہیں۔(۲)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: اتنا علم حاصل کرے کہ اپنے دین سے فائدہ اٹھا سکے۔(۳)

حسن بن الربیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: جب آدمی کو دین کی کسی بات میں شک ہو تو اب اس پر فرض ہے کہ سوال کرکے اس شک کو دور کرلے۔(۴)

ان اقوال کے درمیان کوئی تضاد نہیں سب ہی مراد ہو سکتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں کتاب العلم" ص ۳۴ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: طلب العلم فریضۃ علی مسلم وواضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجواھر واللؤلؤ والذھب.

تخریج حدیث: رواہ ابن ماجہ وروی البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: طلب العلم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، فریضۃ: صیغہ اسم مفعول علی: حرف جار، کل: مضاف، مسلم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا حرف جار کا، جار مجرور سے مل کر فریضۃ کے متعلق، فریضۃ صیغۂ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) معارف القرآن۔۴/۴۸۹ (۲) مظاہر حق
(۳) العلم والعلماء ص ۴۳ (۴) العلم والعلماء ص ۴۳

(۴۷) مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى

جو (مال) کم ہو اور کفایت کرنے والا ہو وہ اس (مال) سے بہتر ہے جو زیادہ اور غافل رکھنے والا ہو۔

لغات: قَلَّ: (ض) کم ہونا، قال تعالیٰ ﴿وَقَلِيْلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ اَلْهٰى: بمعنی غافل کرنا، قال تعالیٰ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾.

تشریح: مال کی حرص کی مذمت: انسان کی طبیعت میں مال کی حرص ہے۔ اگر اس کو انسان قابو نہ کرے تو بڑھتی ہی جاتی ہے اور پھر انسان اسی دھن میں شب و روز ایک کرتا ہے۔ اس حدیث بالا میں ایسے شخص کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انسان کو یہ چاہئے کہ تھوڑے ہی مال پر قناعت کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ مال تو زیادہ ہو جائے اور یہ اس مال میں ایسا لگے کہ اپنے رب کو بھی بھول جائے۔(۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ: "اے انسان! تجھے ساری دنیا کی دولت بھی مل جائے تب بھی تجھے دو وقت کی روٹی ہی میسر آتی ہے"۔(۲)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو اس کے تقسیم کردہ رزق پر راضی نہ ہوں، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَق" ، آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان اور زمین کے رب کی قسم وہ حق ہے۔ (۳)

للہ در القائل:

انّ القناعة من يحلل بساحتها لم يلق فی ظلها هما يورقه (۴)

ترجمہ: بے شک جو شخص قناعت کو پالیتا ہے کبھی اس پر دکھ کا سایہ نہیں پڑتا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ: ما طلعت الشمس الا وبجنبيها ملكان يناديان يسمعان الخلائق غير الثقلين: يا ايها الناس هلموا ربكم ما قل وكفی خير مما كثر والهی.

تخریج حدیث: اخرجه ابن حبان.

ترکیب حدیث: ما: موصولہ۔ قل: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ کفی: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مبتداء۔ خیر: صیغۂ اسم تفضیل۔ مما: من حرف جار۔ ما: موصولہ۔ کثر: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عاطفہ، الھی: فعل فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر خیر کے متعلق ہو۔ خیر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۳ (۳) مکاشفۃ القلوب (۴) مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۴

(۴۸) اَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْاَسْحَارِ

صبح کے وقت کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے۔

لغات: اَلرُّؤْيَا: اس کی جمع رؤیٰ ہے بمعنی خواب، قال تعالیٰ ﴿اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُؤْيَایَ ، اَسْحَار: جمع سَحَر، صبح صادق سے پہلے کا وقت، اگر باب تفعیل سے ہو بمعنی سحری کھانا، حدیث میں ہے: تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ السُّحُوْرَ بَرَكَةٌ .

تشریح: خواب کی تین قسمیں: علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

اول محض خیالی: یعنی انسان دن بھر جو کام کرتا ہے رات کو خواب میں متشکل ہو کر اس کو دیکھتا ہے۔

دوسری قسم: بشارت الٰہیہ ہوتی ہے، اسی خواب کے بارے میں حدیث بالا میں اصدق الرویا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسری قسم: شیطانی اثرات کے عکاس ہوتا ہے۔ (۱)

سحری کے وقت کے خواب سچے ہونے کی وجہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
سحری کے وقت کے خواب کئی وجوہات کی بناء پر سچے ہوتے ہیں۔اول یہ کہ آخری رات کو دل و دماغ میں سکون ہوتا ہے۔دوم یہ کہ اس وقت میں نزول ملائکہ ہوتا ہے۔سوم یہ کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ان سب وجوہات کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ سحری کے وقت کے عموماً خواب سچے ہوتے ہیں۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرؤیا" ص ۳۹۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی سعید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال: اصدق الرؤیا بالاسحار.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب الرؤیا واخرجہ الدارمی.

ترکیب حدیث: اصدق الرؤیا : اسم تفضیل۔مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔بالاسحار : جار مجرور سے مل کر متعلق محذوف کے ہو کر مبتداء کی خبر۔مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تفسیر قرطبی (۲) مرقاۃ ۹/۴۵

(۴۹) طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃ
حلال روزی حاصل کرنا بھی ایک فرض ہے دوسرے فرائض کے بعد

لغات: کَسْب: بمعنی کمانا، کَسَبَ (ض) کَسْبًا قال تعالیٰ ﴿وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ﴾ . اَلْحَلَالُ: اس کی ضد حَرَامٌ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ۔

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ یہاں فرائض سے مراد ہے ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوۃ، توحید وغیرہ، اس حدیث میں انسان کو کمانے کی اجازت دی گئی ہے مگر ساتھ ساتھ حد بھی بیان کردی گئی ہے کہ اس کمانے میں انسان فرائض کو نہ بھول جائے۔

کمانے کے چار درجے: علماء نے لکھا ہے کہ کبھی کمانا فرض ہو جاتا ہے اور کبھی حرام اور کبھی مستحب اور کبھی مباح:

فرض: اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کے پاس اتنا بھی مال نہ ہو جس سے وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو کھلا سکے۔

حرام: اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اس مال سے فخر اور اپنی شان کو بڑھانے کے لئے کمائے۔مستحب: اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے زائد کمائے اس نیت کے ساتھ کہ میں اس مال سے مسکینوں اور فقیروں کی مدد کروں گا۔

مباح: اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد کمائے اس نیت سے کہ اس مال سے اپنی عزت وآبرو وغیرہ کی حفاظت کروں گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکسب وطلب الحلال" ص ۲۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقي في شعب الايمان.

ترکیب حدیث: طلب: مضاف۔ کسب: مضاف الیہ مضاف۔ الحلال: مضاف الیہ تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ فریضۃ: موصوف۔ بعدالفریضۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر کائنۃ محذوف کا مفعول ہوا اور پھر کائنۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۲۹۳/۳

(۵۰) خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه

تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے

لغات: خَیْر: اصل میں اَخْیَر ہے، ہمزہ کو تخفیف کی وجہ سے حذف کر دیا، تَعَلَّمَ: باب تفعل سے بمعنی سیکھنا اور باب تفعیل سے عَلَّمَ بمعنی سکھانا۔ قال تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ﴾۔

تشریح: قرآن کو سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر ہے: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جو شخص قرآن مجید کو سیکھے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو یہ سب سے افضل اور بہترین لوگوں میں سے ہے کیونکہ اس نے دونوں خیروں کو جمع کر لیا ہے۔(۱)

بعض علماء فرماتے ہیں: بہترین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا اس مقصد کے لئے تھا کہ وحی کے ذریعہ جو قرآن حاصل ہوا اس کی حکمت کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا جائے۔ تو اب جو بھی قیامت تک قرآن مجید کو سیکھے اور سکھائے تو یہ شخص گویا رسول اللہ ﷺ کے خاص مشن کا علمبردار ہوتا ہے۔ اس کو آپ ﷺ سے خاص الخاص نسبت حاصل ہوگی اس لئے اس کو سب سے افضل فرمایا گیا ہے۔(۲)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انبیاء علیہ السلام کے بعد یہ لوگ بہترین ہیں جو کلام اللہ کو سیکھیں اور پھر سکھائیں مگر اس سیکھنے اور سکھانے میں اخلاص اور رضاء الٰہی کو سامنے رکھیں دنیاوی کوئی غرض سامنے نہ ہو۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب فضائل القرآن" ص ۱۸۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمران قال قال رسول الله ﷺ: خيركم من تعلم القرآن وعلمه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاري في كتاب فضائل القرآن. واخرجه ابوداود في كتاب الصلوة (باب في ثواب قراة القرآن).

ترکیب حدیث: خیر کم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ من: موصولہ۔ تعلم: فعل ضمیر فاعل۔ القرآن: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ۔ واوٗ: حرف عطف۔ علمہ: فعل ضمیر فاعل ہ: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر جملہ ہو کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) فتح الباری ۹/۷۶ (۲) تعلیق الصبیح ۳/۳۔ معارف الحدیث ۵/۷۹ (۳) مرقات ۴/۳۳۳

(۵۱) حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ

دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔

لغات: اَلدُّنْیَا: عالم۔ موجودہ زندگی کو کہتے ہیں۔ دَنَا (ن) دُنُوًّا بمعنی قریب ہونا، دنیا بھی آخرت سے قریب ہے قال تعالیٰ: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا﴾ .

تشریح: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث جامع احادیث میں سے ہے۔

تمام برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے: اکثر گناہ دنیا کی محبت ہی کی وجہ سے انسان کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! دنیا کی محبت میں مشغول نہ ہونا میری بارگاہ میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ (۱)

عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ: جب دنیا کی محبت اور گناہوں نے کسی دل کو اپنا شکار بنالیا تو اب ایسے دل میں بھلائی کبھی نہیں پہنچ سکتی۔ (۲)

صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت جس دل میں آجائے تمام اصلاح کرنے والے اس کو راہ راست پر نہیں لا سکتے۔ اور جس نے دنیا کو اپنے دل سے نکال دیا تو اب تمام گمراہ لوگ اس کو راہ راست سے بھٹکا نہیں سکتے۔ (۳)

علماء فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ دنیا سے بے تعلقی رکھنا یہ تمام عبادتوں اور نیکیوں کی جڑ ہوگی۔

للہ در القائل:

وما المال والاھلون الا ودیعۃ ولا بد یوما ان ترد الودائع

ترجمہ: مال اور اولاد سب مستعار چیزیں ہیں انہیں ایک دن یقیناً واپس کرنا ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۴ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے: عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی خطبتہ: الخمر جماع الاثم والنساء حبائل الشیطان وحب الدنیا رأس کل خطیئۃ قال وسمعتہ أخروا النّساء حیث اخرھن اللہ.

تخریج حدیث: رواہ البیھقی فی شعب الایمان کما عزاہ الیہ صاحب المشکوۃ .

ترکیب حدیث: حب الدنیا : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ رأس: مضاف۔ کل: مضاف الیہ مضاف۔ خطیئة: مضاف الیہ تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/ ۲۵۰۔ مکاشفۃ القلوب ص ۲۲۸ (۲) مکاشفۃ القلوب ص ۲۴۰۔ احیاء العلوم (۳) مظاہر حق ۴/ ۱۷ و مرقاۃ ۹/ ۳۸۴

(۵۲) أَحَبُّ الْأَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی ہو اگرچہ تھوڑا ہے۔

لغات: اَعْمَال: عَمَلٌ کی جمع ہے بمعنی کام قال تعالی: ﴿اَشْتَاتًا لِیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ﴾ . اَدْوَمُهَا: دَامَ (ن) دَوْمًا وَدَوَامًا ہمیشہ رہنا۔ قال تعالی ﴿مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ﴾.

تشریح: اس حدیث کا مطلب علماء فرماتے ہیں آدمی جب کسی نیک کام کو شروع کرے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس کو ہمیشہ کرے چھوڑنا نہیں چاہیئے اگرچہ یہ مقدار میں عمل تھوڑا ہی ہو۔ یہ بہتر ہوگا اس عمل سے جو مقدار زیادہ ہو مگر اس کے آداب و شرائط کے ساتھ نہ کیا گیا ہو اور نہ وہ ہمیشگی کی صفت سے مزین ہو۔ (۱)

نبی کریم ﷺ سے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے زیادہ اعمال کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اتنے ہی اعمال کرو جن پر تم مداومت کر سکتے ہو۔

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا کوئی خاص عمل بیان کریں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کوئی خاص عمل تو نہیں تھا ہاں یہ ضرور تھا جس کام کو آپ ﷺ شروع کرتے تھے۔ اس پر مداومت کرتے تھے۔

اسی وجہ سے بعض عارفین سے منقول ہے "اَلاسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ" استقامت ہزار کراموں سے افضل ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب القصد فی العمل" ص ۱۱۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ: احب الاعمال الی الله ادومها و ان قل.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس (باب الجلوس علی الهر) واخرجه مسلم (فی باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل) عن عائشة.

ترکیب حدیث: احب: صیغہ اسم تفضیل مضاف۔ الاعمال: مضاف الیہ۔ الی اللّٰہ: جار مجرور متعلق ہوا "احب" کے اور "احب" اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتداء۔ ادومها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر قائم مقام جزا۔ وان: وصفیہ شرطیہ۔ قل: فعل فاعل سے مل کر شرط۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۳/ ۱۵۴

(۵۳) أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ تُشْبِعَ كَبِداً جَائِعاً

بہترین صدقہ یہ ہے کہ کسی جاندار بھوکے کا پیٹ بھرا جائے۔

لغات: صَدَقَة: اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو مال دیا جائے۔ جمع صَدَقَات قال تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ . تُشْبِعَ: (س) شَبَعًا وشِبْعًا. شکم سیر ہونا (باب افعال) کسی کا پیٹ بھرنا۔ كَبِدًا: بمعنی جگر وکلیجہ جمع أَكْبَاد، كُبُوْد آتی ہے یہاں مراد پیٹ ہے۔ جَائِعًا: جَاعَ (ن) جُوْعًا بمعنی بھوکا ہونا، جمع جِيْعَان آتی ہے۔

تشریح: صدقہ کی تعریف: صدقہ کہتے ہیں ''اپنے مال کو اللہ کی رضامندی اور قرب حاصل کرنے کے لئے کسی کو دینا''۔

بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت: بھوکے کو کھانا کھلانے کے بارے میں متعدد احادیث میں فضائل وارد ہوئے ہیں

مثلاً: ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مغفرت کو واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا بھی ہے۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے جو شخص کسی جان دار کو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت کے کھانوں میں سے کھلائیں گے۔(۲)

علماء نے حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ اس میں انسانوں کے ساتھ حیوانات بھی داخل ہیں جو کسی حیوان کو بھی کھلائے وہ بھی اسی فضیلت میں داخل ہوگا اس پر استدلال اس روایت سے بھی کرتے ہیں(۳) جس میں آتا ہے کہ ایک بدکار عورت نے ایک ایسے کتے کو پانی پلایا جو پیاس کی وجہ سے زبان نکال رہا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس فاحشہ عورت کی مغفرت کردی(۴) مگر اس سے وہ جانور خارج ہوں گے جو موذی جانور ہیں اور جنہیں مار ڈالنے کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ۔(۵)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''باب افضل الصدقة'' ص ۱۷۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: افضل الصدقة ان تشبع كبدا جائعا.

تخریج حدیث: اخرجه البيهقي في شعب الايمان عن انس رضي اللّٰه عنه.

ترکیب حدیث: افضل الصدقة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ تشبع: فعل فاعل۔ كبدا جائعا: موصوف صفت سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) کنز العمال (۲) کنز العمال (۳) بخاری ومسلم (۴) مرقاۃ ۴/۲۲۵ (۵) مظاہر حق ۲/۲۸۶

(۵۴) مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِي

الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا

حرص کرنے والے دو شخص ہیں جن کا پیٹ نہیں بھرتا۔ایک علم میں حرص کرنے والا اس کا پیٹ علم سے نہیں بھرتا اور دوسرا دنیا کا حرص کرنے والا کہ اس کا پیٹ بھی نہیں بھرتا۔

لغات: مَنْهُوْمَانِ: نَهِمَ (س) نَهْمًا بمعنی حریص ہونا۔

تشریح: علم دین ایک ایسا نور ہے جتنا حاصل ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کی خواہش اور تمنا میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے گویا "رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" (۱) اس کے بارے میں قبول ہوئی معلوم ہوتی ہے۔(۲)

اس کی تمنا ہوتی ہے کہ میں علم کی آخری منزل تک پہنچ جاؤں مگر اس کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ علم کا میدان اتنا وسیع ہے کہ کوئی اس کی انتہا تک پہنچنے کا دعوی نہیں کرسکتا اس پر دلیل یہ ہے کہ جب حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک چڑیا کو سمندر سے چونچ میں پانی لیتے دیکھا تو موسیٰ سے کہا کہ: تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا کہ اس چڑیا کی چونچ کا پانی۔(۳)

اسی طرح دنیا کے حریص کا پیٹ نہیں بھرتا جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر انسان کو ایک وادی سونے کی دے دی جائے تو دوسری کی فکر میں رہے گا جب اس کو دوسری مل جائے تو پھر تیسری کی فکر میں رہے گا۔ کبھی یہ قناعت نہیں کرتا۔(۴)

بعض داناؤں کا مقولہ ہے کہ: دنیا کی مثال شراب کی طرح ہے جتنا پیتا ہے اتنا ہی اسکی طلب میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۷ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے:

عنه انّ النبی ﷺ قال: منهومان لا یشبعان منهوم فی العلم لا یشبع منه ومنهوم فی الدنیا لا یشبع منها.

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان وروی الدارمی عن عبدالله بن مسعود .

ترکیب حدیث: منهومان: مبتداء۔ لایشبعان: خبر، مبتداء خبر سے ملکر مفسر۔ منهوم: اسم مفعل ضمیر نائب فاعل۔ فی العلم: جارمجرور متعلق منهوم کے۔منهوم اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر مبتداء۔ لایشبع: فعل ضمیر فاعل۔ منه: جارمجرور متعلق لایشبع کے،لایشبع فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ومنهوم فی الدنیا: اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مبتداء۔ لایشبع منها: فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر تفسیر۔ مفسر تفسیر سے مل کر جملہ تفسیر یہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ: "اے رب! زیادہ کر میری سمجھ" (۲) التعلیق الصبیح ۱/۱۲۴
(۳) بخاری (۴) مشکوۃ (۵) احیاء العلوم

(۵۵) آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔(۲) جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔(۳) اور جب امانت رکھی جاتی تو اس میں خیانت کرتا ہے

لغات: آیة: بمعنی علامت، جمع آیات آتی ہے۔ حَدَّثَ: روایت کرنا۔ بیان کرنا۔ اَخْلَفَ: وعدہ خلافی کرنا قال تعالیٰ: ﴿فَاَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِیْ﴾ ۔اُؤْتُمِنَ: باب افتعال سے کسی کو امین بنانا۔ خَانَ: (ن) خَوْنًا وَخِیَانَةً خیانت کرنا۔

تشریح: نفاق کے اصل معنی ہیں ظاہر باطن کے مخالف ہونا، پھر نفاق کی کئی قسمیں ہیں:

اول: ایک اعتقادی نفاق اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص بظاہر اللہ کی توحید ورسالت فرشتوں وغیرہ کا اعتقاد رکھے مگر دل میں ان سب کا انکار کرے ایسا شخص تو کافر ہے۔

دوم: دوسرا عملی نفاق ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دل سے تو اعتقاد ان سب کے حق ہونے کا رکھتا ہے مگر اپنے دینی انحطاط کی وجہ سے ان باتوں کو بھی اختیار کرتا ہے جو منافقین کا خاصہ اور نشانی ہے ایسا شخص فاسق ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث میں مؤمن کو ڈرایا گیا ہے کہ ان کمزوریوں سے اپنے آپ کو بچانے کا غایت درجہ اہتمام کرے کہ میں کہیں منافقین میں داخل نہ ہو جاؤں۔

علماء نے اس حدیث کو بھی جامع الکلم میں سے شمار کیا ہے کیونکہ انسانی اعمال تین قسم کے ہوتے ہیں: (۱) قول (۲) فعل (۳) نیت۔

اذا حدث كذب : اس سے قول کے فساد کی طرف نشان دہی ہے۔

اذاوعداخلف : اس سے فساد نیت کی طرف نشان دہی ہے۔

اذا اؤتمن خان : اس سے فساد فعل کی طرف نشان دہی ہے۔

تو ان تین جملوں میں انسان کے تمام ہی اعمال داخل ہو گئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکبائر وعلامات النفاق" ص ۱۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ آیة المنافق ثلث زاد مسلم وان صام وصلی وزعم انه مسلم ثم اتفقا اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان (باب علامة النفاق) وکذا اخرجه مسلم فی کتاب الایمان وزاد فی روایة مسلم وان صام وصلی وزعم انه مسلم.

ترکیب حدیث: آیة المنافق : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ ثلث: تمیز۔ اذا: کلمہ شرط۔ حدث: فعل فاعل سے مل کر شرط۔ کذب: جزا شرط جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ اذا: کلمہ شرط۔ وعد: شرط۔ اخلف: جزا، شرط جزاء سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واو: حرف عطف۔ اذا: کلمہ شرط۔ اؤتمن: شرط۔ خان: جزا تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر تمیز۔ ممیز تمیز سے مل کر خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(٥٦) أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

بہترین جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔

لغات: جَائِر: جَارَ (ن) جَوْرًا بمعنیٰ ظلم کرنا۔ مِنْ: بمعنی الذی۔

تشریح: علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ:

''ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو ''افضل الجہاد'' اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ دشمن کے مقابلے کے وقت دونوں باتیں ہوسکتی ہیں، (۱) جان بچنے کی امید اور (۲) ہلاکت کا خوف۔ مگر ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے والے کو ہلاکت ہی کا خوف ہوتا ہے بچنے کی امید نہیں ہوتی''۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو ''افضل الجہاد''(۱) اس لئے کہا کہ بادشاہ کے ماتحت پوری رعایا اور مخلوق ہوتی ہے۔ اگر اس نے جان پر کھیل کر بادشاہ کو ظلم سے روک دیا تو گویا کہ پوری مخلوق اور رعایا پر اس نے احسان کیا۔(۲)

اس حدیث کو سامنے رکھ کر دنیا کی تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جو علماء محققین اور راسخ فی العلم ہوئے وہ کبھی بھی ظالم بادشاہوں سے نہیں ڈرے انہوں نے حق بات خوف وخطر میں بھی کہہ ڈالی۔ حجاج ابن یوسف کی تلوار اور سفاکی سے کون واقف نہ ہوگا؟ مگر علماء اظہار حق سے اس کے زمانے میں بھی باز نہ آئے، اس پر تاریخ میں ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات مل جائیں گے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ متوفی ۲۴۱ھ کے خلق قرآن کے عقیدہ میں اس دور کے فرماں رواں خلیفہ مامون الرشید اور معتصم بن ہارون الرشید جیسے بڑے بڑے بادشاہ بھی ان کی زبان نہ روک سکے، آخری دور میں مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی متوفی ۱۰۳۴ھ کا شہنشاہ اکبر کے عقیدہ ہزارہ دوم دعوائے امام واجتہاد کی کھل کر مخالفت کرنا اور اس سلسلہ کو جہانگیر کے عہد تک جاری رکھنا سب میں مشہور ومعروف ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر زمانے کے علماء حق نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اس حدیث پر مکمل عمل کیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الامارۃ'' ص ۳۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال قال رسول اللہ ﷺ: افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر

تخریج حدیث: اخرجه البغوی فی شرح السنة لهذا اللفظ ۱۰/۲۵. واخرجه ابوداود فی كتاب الملاحم وابن ماجه فی كتاب الفتن (بلفظ افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر). واخرجه الترمذی فی ابواب الفتن (بلفظ ان اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر). اخرجه النسائی فی كتاب البيعة (مع اختلاف يسير).

ترکیب حدیث: افضل الجهاد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، من: موصولہ، قال: فعل ضمیر فاعل، کلمة حق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مقولہ، عند: مضاف، سلطان جائر: موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ اور پھر یہ مفعول قال کا۔ قال فعل اپنے فاعل اور مفعول اور مقولہ سے مل کر صلہ ہوا۔ صلہ موصول سے مل کر مضاف الیہ ہوا جہاد محذوف کا۔ پھر مضاف مضاف

الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۷/۲۲۲۔ تعلیق الصبیح ۴/۲۰۲ (۲) مرقاۃ ۷/۲۲۲

(۵۷) لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کے لئے جانا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

لغات: غَدْوَةٌ: غَدَا(ن) غُدُوًّا. بمعنی صبح کو جانا۔ رَوْحَة: یہ غدوۃ کا مقابل ہے۔ رَاحَ (ن) رَوَاحًا بمعنی شام کے وقت جانا، قال تعالی: ﴿غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾

تشریح: اس حدیث کے بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی یہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے راستہ میں جانا اس کا ثواب تو باقی رہے گا۔ اور دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب فنا ہو جائے گا اس لئے اس کو تمام دنیا سے بہتر فرمایا گیا۔[۱]

ابن حجرؒ نے اس حدیث کا مطلب بیان کیا ہے کہ:

''اگر ایک شخص کو پوری دنیا حاصل ہو جائے اور وہ اس دنیا کو اللہ کی اطاعت میں بھی خرچ کر دے تب بھی اس سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام لگا دے۔ اس مطلب کی تائید میں ایک دوسری روایت پیش کی ہے جو آپ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو فرمائی تھی۔ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَيْشًا فِيْهِمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَتَاَخَّرَ يَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ۔[۲] رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اس میں عبداللہ ابن رواحہؓ بھی تھے وہ رک گئے تا کہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں آپ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خرچ کر دو جو کچھ زمین میں ہے تب بھی تم اس فضیلت کو حاصل نہیں کر سکتے جو صبح نکلنے میں تھی۔

بعض علماء نے اس حدیث سے ایک عجیب بات سمجھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ''لغدوۃ'' اور ''روحۃ'' تنوین کے ساتھ ہے جو ''تنکیر'' کے ساتھ آتی ہے تو معلوم ہوا کہ صبح و شام پورا نہ ہو بلکہ اس کا ایک حصہ بھی نکل جائے وہ بھی اس حدیث کی فضیلت میں داخل ہوگا اور یہ نکلنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الجہاد'' ص ۳۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول ﷺ لغدوۃ فی سبیل اللہ أو روحۃ خیر من الدنیا ومافیھا.

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الجهاد وأخرجه مسلم فی کتاب الامارہ (باب فضل الغدوۃ

والروحة فی سبیل اللہ) .

ترکیب حدیث: لغدوة: لام ابتدائیہ، غدوة : موصوف۔فی: حرف جار۔ سبیل اللہ : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا۔جار مجرور سے مل کر "کائنة" کے متعلق ہو کر غدوة کی صفت۔موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ۔او: حرف عطف۔ روحة: معطوف۔معطوف معطوف علیہ سے مل کر مبتدا۔ خیر : صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔الدنیا: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ما: موصولہ۔ فیھا: جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہو کر صلہ۔موصول صلہ سے مل کر معطوف۔معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور۔جار مجرور متعلق خیر کے۔ خیر اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱)۷/ ۲۲۹۔تعلیق الصبیح ۴/ ۲۲۸ (۲) فتح الباری مرقاۃ ۷/ ۹تعلیق الصبیح ۴/ ۲۲۷

(۵۸) فَقِیْہٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

لغات: فَقِیْہٌ: فَقِہَ(س)فَقَہًا(ک)فَقَاہَۃً بمعنی سمجھ دار ہونا۔علم فقہ کا جاننے والا جمع فُقَہَاء آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں فقیہ سے وہ عالم دین مراد ہے جس کا قلب و دماغ نور الٰہی کی مقدس روشنی سے منور ہو تو ایسا عالم خود بھی شیطانی اغواء سے اپنے کو بچاتا ہے اور کئی لوگوں پر سے اس کے حملے کو ناکام بنا دیتا ہے۔

ایک عارف کے بقول: فقیہ وہ ہے جو اپنے مولی کے سوا کسی سے نہ ڈرے اللہ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کے غیر سے طالب خیر نہ ہو اور اس کی تلاش میں پرندے کی طرح اڑتا رہے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: فقیہ وہ شخص ہے جو دنیا سے روگرداں ہو، امور اخرویہ میں رغبت کرنے والا اور اپنے ذاتی عیوب کو دیکھنے والا ہو۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شیطان انسان کے لئے خواہشات اور شہوات کا دروازہ کھولتا رہتا ہے مگر عالم دین اس کے مکر کو جانتا ہے اس لئے وہ اس کے مکر سے محفوظ رہتا ہے۔مگر عابد شیطان کے اس جال میں پھنستا جاتا ہے اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شیطان کا مکر وفریب ہے۔[1] للہ در القائل:

تفقہ فان الفقہ افضل قائد الی اللہ والتقوی واعدل قاصد

"علم فقہ ضرور حاصل کرو کیونکہ اس سے اعمال صالح کی توفیق اور تقوی کی سعادت حاصل آتی ہے"۔

ھو العلم الھادی الی سنن الھدی ھو الحصن ینجی من جمیع الشدائد

"اور فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر کھلتی ہے اور یہ ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کی پناہ میں فقیہ تمام حوادث وآفات سے محفوظ ہو جاتا ہے"۔

فانّ فقیھا واحدا متورعا اشاد علی الشیطان من الف عابد

''ایک تقوی والا فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔[۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم''ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد.

تخریج حدیث: اخرجہ ابن ماجہ فی ابواب العلم واخرجہ الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ) عن ابن عباس وقال حدیث غریب.

ترکیب حدیث: فقیہ واحد : موصوف صفت سے مل کر مبتداء۔ اشد: اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ علی الشیطان : جار مجرور متعلق اشد. من: حرف جار۔ الف عابد : ممیز تمیز سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوا أشد کے۔ أشد فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقات سے مل کر خبر۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

---

(۱) اشرف التوضیح ۱/۲۹۳ (۲) التعلیق الصبیح ۱/۱۵۱

(۵۹) طُوْبٰی لِمَنْ وُجِدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اِسْتِغْفَاراً کَثِیْراً

خوش بختی ہے اس شخص کے لئے جس کے اعمال نامہ میں استغفار کی زیادتی پائی جائے۔

لغات: طُوْبٰی: طَابَ (ض) طِیْبًا بمعنی اچھا ہونا۔ یہ طوبٰی ''أَطْیَب'' کا مونث ہے۔ صَحِیْفَة: لکھا ہوا کاغذ یہاں مراد نامۂ اعمال ہے، جمع صَحَائِف، صُحُفٌ آتی ہے۔ قال تعالی: ﴿صُحُفِ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی﴾ ۔

تشریح: ''استغفار'' کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا۔[۱] اس حدیث پاک میں اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت کو دیکھے گا۔

بعض علماء نے اس حدیث سے ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ: اس حدیث میں ''طُوْبٰی لِمَنْ وُجِدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ'' فرمایا ہے نہ کہ صرف ''طُوْبٰی لِمَنْ اِسْتَغْفَرَ کَثِیْرًا'' اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قیامت کے دن بھی وہ اپنے استغفار کو دیکھے گا یہ اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ وہ استغفار کو اس کی شرائط اور اخلاص کے ساتھ کرے۔[۲]

استغفار کے لئے شرائط: علامہ آلوسی نے ''تفسیر روح المعانی'' اور شیخ محی الدین ابوزکریا نووی نے ''شرح مسلم'' میں فرمایا کہ توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط: ''أَنْ یَقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَةِ'' ۔اس گناہ سے الگ ہو جائے۔

دوسری شرط: ''أَنْ یَنْدَمَ عَلَیْهَا'' ۔اس گناہ پر ندامت قلبی بھی ہو۔

تیسری شرط: ''أَنْ یَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا أَنْ لَا یَعُوْدَ اِلٰی مِثْلِهَا أَبَدًا'' ۔پکا عزم کرے کہ اب ان شاء اللہ ایسا گناہ کبھی بھی نہیں

کرونگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں لفظ "طوبی" بہت جامع لفظ ہے دنیا اور آخرت کی تمام دولتیں مل گئی۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاستغفار و التوبة" ص۲۰۶ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے: عن عبداللہ بن بسر قال: قال رسول اللہ ﷺ: طوبی لمن وجد فی صحیفته استغفارا کثیرا

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه فی کتاب الادب باب استغفار.

ترکیب حدیث: طوبی: مبتداء۔ لـمـن: ل حرف جار، من: موصولہ۔ وجـد: فعل ضمیر فاعل۔ فـی: حرف جار۔ صحیفته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا "وجد" کے۔ استغفارا کثیرا: موصوف صفت سے مل کر مفعول ہوا۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر مقدر فعل کے متعلق ہوکر مبتداء کی خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر الحق ۲/ ۵۴۸ (۲) التعلیق الصبیح ص ۱۱۵ (۳) معارف الحدیث ۵/ ۳۴۳ و احیاء العلوم ۴/ ۱۲

(٦٠) رِضَی الرَّبِّ فِي رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ

پروردگار کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

لغات: رِضَی: رَضِیَ (س) رُضًی وَرِضًی بمعنی خوش ہونا۔ سَخَطٌ: (س) سَخَطًا ناراض ہونا، اکثر بڑوں کی ناراضگی کے وقت بولا جاتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا کا مدعا یہ ہے کہ جو شخص اپنے مالک و مولا کو راضی کرنا چاہے تو اس کو یہ چاہیئے کہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے کیونکہ اللہ کی رضاء جوئی کے لئے والد کی رضاء جوئی شرط ہے اسی طرح اگر والد کی ناراضگی ہوگی تو اس کا لازم نتیجہ اللہ کی ناراضگی کے ساتھ نکلے گا۔ (۱)

سوال: اس حدیث میں صرف والد کا ذکر کیا گیا ہے والدہ کو ذکر نہیں کیا گیا۔

جواب: جب اس فضیلت میں والد داخل ہیں تو والدہ تو بدرجہ اولی داخل ہونگی۔ کیونکہ اولاد پر والدہ کا حق والد کے بہ نسبت زیادہ ہے۔ (۲) بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد پر والدہ کا حق والد سے تین گناہ زیادہ ہے کیونکہ ان کی تین ایسی بڑی بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو والد کو کرنا نہیں پڑتا۔

اول: حمل کا بوجھ۔ دوم: وضع حمل کی مشقت برداشت کرتی ہیں۔ سوم: دودھ پلانے کی محنت بھی ان کو ہی کرنی پڑتی ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البرّ و الصّلة" ص۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ ﷺ: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة عن عبداللہ بن عمر.

ترکیب حدیث: رضی الرب : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ فی: حرف جار۔ رضی الوالد : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ سخط الرب : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ فی: حرف جار۔ سخط الوالد : مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۶/۴۶۔ مرقات ۹/۲۰۰ (۲) مظاہر حق

(٦١) حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ

چھوٹے بھائیوں کا وہی حق ہے جو باپ کا حق اپنے بیٹے پر ہے۔

لغات: اَلاِخْوَة: جمع ہے أخ کی بمعنی بھائی، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾۔

تشریح: اس حدیث میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے:

اول یہ ہے کہ بڑے بھائی کو یہ سمجھایا ہے کہ جب والد کا انتقال ہو جائے تو اب تمام ذمہ داری بڑے بھائی پر آجاتی ہے بڑے بھائی ہی کے ذمہ ہے کہ چھوٹے بھائیوں کی صحیح تربیت کرے اور ان کی ہر ممکن ضروریات کو پوری کرنے کی کوشش کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں چھوٹوں کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے بڑے بھائی کو باپ کی طرح سمجھیں اور ان کا کہنا مانیں تاکہ گھر کا نظام صحیح رہے جیسے کہ والد کی حیات میں رہتا تھا۔

اس کے مدمقابل اگر دونوں نے اپنی اپنی راہ لی تو تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ خاندان کو تباہی سے بچانے کے لئے شریعت مطہرہ نے اصول بتادیا ہے اس پر عمل کر کے ہی خاندان کو تباہ ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البرّ والصلة" ص ۴۲۱ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے:

عن سعید ابن العاص رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ حق كبير الاخوة على صغيرهم حق الوالد على ولده.

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان واخرجه الطبرانی۔

ترکیب حدیث: حق کبیر الاخوة : تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ذوالحال، علی: حرف جار، صغیرهم:

مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مبتداء، حـــق الوالد : مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال۔ علی: حرف جار۔ ولدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر حال۔ حال ذوالحال سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر خبر ہوئی، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق۔

(٦٢) كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہی ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

لغات: خَطَّاء: مبالغہ کا صیغہ ہے معنی غلطی کرنے والا، خَطِئَ (س) خَطأً وَاَخْطَأَ معنی غلطی کرنا۔ اَلتَّوَّابُوْن: یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ تَابَ (ن) تَوْبًا وَتَوْبَةً گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا، قال تعالی: ﴿اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ ۔

تشریح: مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”انبیاء علیہ السلام کے سوا خطاء ولغزش تو گویا آدمی کی سرشت میں ہے۔ بنی آدم کا کوئی فرد (انبیاء کے سواء) اس سے مستثنیٰ نہیں، مگر بنی آدم میں سے وہ بندے بہت ہی خوش نصیب ہیں جو گناہ ہو جانے کے بعد نادم ہو کر اپنی مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں“۔ (۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے مگر اس پر نادم رہتا ہے، مرنے کے بعد اس کے لئے جب جنت کا فیصلہ ہوگا تو اس وقت شیطان یہ کہے گا کہ کاش کہ میں اس کو گناہ میں مبتلا ہی نہ کرتا۔ (۲)

بہر حال انسان سے جب گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ سے رجوع کر لینا چاہیئے اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف فرما دیتے ہیں یہ توبہ اس کے تمام گناہوں کو محو کروا دے گی اور یہ ایسا ہو جائے گا گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ کبھی اس سے اسکے گناہ کے داغ کو مٹایا تو نہیں جائے گا مگر ثواب تو ہر حال میں ملتا ہی ہے، (۳) انسان کو اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے رہنا چاہیئے جیسے کہ بعض روایات میں آتا ہے آپ نے امیہ بن الصلیت کا یہ شعر پڑھا:

ان تغفر اللّٰھم تغفر جما　　وای عبد لک لا الما (۴)

ترجمہ: ”اگر بخشے تو اے الٰہی تو ہی بڑے بڑے گناہوں کو بخش دے اور کون سا بندہ ایسا ہے جس نے چھوٹے گناہ بھی نہ کئے ہوں“۔ عبداللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ: جب بندہ ایک لمحہ بھی نادم ہوتا ہے تو پلک جھپکنے سے جلدی اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ (۵)

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر　　وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا (۶)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الاستغفار والتوبہ“ ص ۲۰۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

قال: قال رسول اللہ ﷺ: کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفته القیامة. واخرجه ابن ماجه فی کتاب الزهد والدارمی فی باب التوبه.

ترکیب حدیث: کل بنی آدم : تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ خطاء: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ خیر الخطائین : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، التوابون: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۳/۳۱۶ (۲) احیاء العلوم ۴/۲۴ (۳) مشکوۃ
(۴) احیاء العلوم (۶) یہ شعر مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان کا ہے۔

(۶۳) کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الظَّمَاء وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا السَّهَرُ

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جنہیں سوائے بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لغات: اَلظَّمَآء: ظَمِیَ (س) ظَمَاءً سخت پیاسا ہونا۔ اَلسَّهَر: سَهِرَ (س) سَهَراً بمعنی ساری رات جاگنا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد شریعت نے جن چیزوں سے اس کو روکا ہے اس کا یہ ارتکاب کرے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کو پیاسا ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔

محدث عظیم ملا علی قاری رحمہ اللہ نے علامہ طیبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں وہ شخص مراد ہے جو روزہ تو رکھتا ہے مگر فواحش، جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے اجتناب نہیں کرتا۔ یہ بات الگ ہے کہ اس سے روزے کی فرضیت ساقط ہو جائے گی مگر اس پر جو ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنا چاہیے تھا وہ اس سے محروم ہو گیا۔ اسی طرح قیام کرنے والے کا حال ہوگا۔ (۱)

تمام عبادات میں شریعت کی حدود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف دو عبادتوں پر یہ حکم لگایا گیا مگر اس سے مراد صرف دو ہی عبادتیں نہیں بلکہ جملہ عبادات مثلاً حج، زکوۃ، تبلیغ، تدریس، تصنیف وغیرہ میں یہی مسئلہ درپیش ہوگا کہ تمام ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا جذبہ ہو ورنہ اس عبادت پر جو اجر ثواب ہونا چاہیے وہ نہ ہوگا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تنزیہ الصوم" ص ۱۷۷ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ کم من صائم لیس له من صیامه الا الظّماء وکم من قائم لیس له من قیامه الا السّهر.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی فی کتاب الرقاق (باب المحافظة علی الصوم) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ.

ترکیب حدیث: کم: مضاف۔ من: زائد۔ صائم: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ لیس: فعل ناقصہ۔ لہ: ثابتا مقدر کے متعلق اول۔ من: جار۔ صیامہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر ثابتا کا متعلق ثانی اور پھر ثابتا یہ خبر ہوئی لیس کی۔ الا: استثناء لغو۔ الظماء: اسم لیس، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر پھر خبر ہوا مبتدا کا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۴/۱۷۲ (۲) مظاہر حق

(٦٤) مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ

انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن میں فائدہ نہ ہو۔

لغات: ترکه: تَرَکَ (ن) تَرْکًا معنی چھوڑنا، قال تعالیٰ ﴿وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا﴾ ۔یعنی جو فائدہ نہ دے اور غیر مفید ہو۔

تشریح: لایعنی چھوڑنے کی ترغیب: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بہت جامع حدیث ہے۔ یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔(۱)

"لایعنی" کہتے ہیں جس کی طرف دینی یا دنیاوی ضرورت نہ ہو۔(۲)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے جو سرمایہ اور صلاحیتیں انسان کو عطاء کی ہیں ان کو لایعنی یعنی فضول اور غیر مفید کاموں اور باتوں سے بچایا جائے اور اس پر کوئی داغ نہ آنے دیا جائے یہی اسلام کا جوہر ہے اور اسی سے انسان کا ایمان مکمل ہوجاتا ہے۔(۳)

لایعنی چھوڑنے کے فضائل: لایعنی چھوڑنے کی بہت احادیث میں ترغیب آئی ہیں مثلا ایک حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں تجھے ایسا عمل نہ بتادوں کہ بدن پر ہلکا اور میزان میں بھاری ہو وہ یہ ہے کہ "اَلصَّمْتُ وَحُسْنَ الْخُلْقِ وَتَرْکُ مَالَا يَعْنِيْکَ".

ترجمہ: سکوت اور خوش خلقی اور غیر مفید چیز کا چھوڑنا ہے۔(۴)

مشکوۃ کی ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب لوگوں نے حکیم لقمان سے سوال کیا کہ تم کو حکمت کی باتیں کیسے نصیب ہوئیں؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: "سچ بولنے اور امانت کو ادا کرنے اور لایعنی سے اپنے کو بچانے سے"۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللّسان والغیبة والشتم" ص۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے:

عن علي بن الحسن رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد وابن ماجه فی کتاب الفتن(باب کف اللسان فی الفتنة).

ترکیب حدیث: من: حرف جار۔ حسن اسلام المرء: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ ترکه: مصدر مضاف مضاف الیہ۔ ما: موصولہ۔ لایعنیه: فعل ضمیر فاعل اور "ہ" مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہوکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر ترک مصدر کا مفعول، اور پھر ترکه اپنے مفعول اور مضاف وغیرہ سے مل کر مبتدا موخر، خبر مقدم مبتدا موخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۲/۱۵۶ (۲) مرقاۃ ۹/۱۵۱ (۳) معارف الحدیث ۱/۱۴۶ (۴) احیاء العلوم ۳/۱۳۲

(٦٥) أَلاكُلُّكُم رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسئُولٌ عَن رَعِيَّتِهِ

آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔

لغات: رَاعٍ: صیغہ اسم فاعل معنی چرواہا اس کی جمع رُعَاۃ، رُعْیَان آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿لاتقولوا راعنا﴾

تشریح: اس حدیث میں مسلمانوں کی ایک اہم ذمہ داری کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اور وہ تبلیغ دین کی ذمہ داری ہے۔ جس طرح ہمارے اسلاف نے اسلام کی تبلیغ وخدمت میں جس قدر تن دہی اور عرق ریزی کا ثبوت دیا اسی کی بدولت اسلام کا بادل عرب کی وادی غیرذی زرع سے اٹھا اور شمال وجنوب کو سیراب کرتا ہوا مشرق ومغرب کے دور دراز علاقوں پر برسا اور دیکھتے ہی دیکھتے افریقہ کے صحراؤں میں اور دوسری طرف چین کے میدانوں میں توحید وسنت کی آواز گونجی، اسی پر بس نہیں بلکہ روما کے عظیم الشان گرجوں، جرمنی کے فلک بوس عبادت خانوں اور انگلستان کے عالی مرتبت کلیساؤں میں "اللہ اکبر" کے نعروں نے پادریوں کو لرزا دیا تھا۔[1] مگر جب مسلمان اقامت دین میں سستی اور کاہلی کرنے لگے اور ان کے شب وروز عیش وراحت کے تلاش کرنے میں گذرنے لگے تو اب اسلام بزبان حال آنسو بہاتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے

میرا وقت مجھ سے بچھڑ گیا میرا رنگ وروپ بگڑ گیا جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں[2]

اور پھر انسان نے ترقی اسلام کے سوا دوسری چیزوں میں تلاش کرنی شروع کردی پھر کیا تھا، بقول شاعر:

حقیقت میں جدھر دیکھو تنزل ہی تنزل ہے ترقی کی طرف تہذیب انسانی نہیں جاتی

بہرحال بہت سی احادیث میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ خود بھی اپنے اعمال کی حفاظت کرنی ہے اور دوسرے کو بھی نہایت

دل سوزی اور اخلاص کے ساتھ راہ راست پر لانے کے لئے اپنی قیمتی جان اور سرمایہ بھی کھپانا ہے اور بدی کو مٹانے کے لئے ہر وقت ساعی رہنا ہے۔

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد   خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الامارۃ" ص ۳۲۱ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ الا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالحاكم الذى على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عن رعيته والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهى مسئولة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسئول عنه الا فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب النكاح وكتاب الجمعة واخرجه مسلم فى كتاب الامارة (باب فضيلة الامام عادل).

ترکیب حدیث: كلكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ راع: خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ كلكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ مسئول: صیغہ اسم مفعول ضمیر نائب فاعل۔ عن: حرف جار۔ رعيته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر "مسئول" کے متعلق ہوا، پھر "مسئول" اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تبلیغ الاسلام ص ۷   (۲) تبلیغ الاسلام ص ۲۶   (۳) تبلیغ الاسلام ص ۱۳

(٦٦) أَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا

اللہ کے نزدیک محبوب ترین جگہ شہروں میں ان کی مسجدیں ہیں

لغات: اَلْبِلَادَ: یہ جمع بَلَدٌ کی بمعنی شہر۔ مَسَاجِدُهَا: مَسْجِد اسم ظرف کا صیغہ ہے، (ن) بمعنی سجدہ کرنے کی جگہ۔

تشریح: جو شخص مسجد میں رہتا ہے تو اس پر خداوند قدوس اپنی رحمت کا سایہ کرتا ہے اور اسے خیر و بھلائی کی سعادت سے نوازتا ہے، اسی وجہ سے فرمایا کہ بہترین جگہ مسجدیں ہیں۔

ایک اور روایت میں عبداللہ بن مغفل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے سنا کہ شیطان سے بچنے کے لئے مسجد ایک مضبوط قلعہ ہے، اسی طرح حضرت ابوذر غفاری اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے بیٹے! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہیئے کیونکہ میں نے سرور کائنات ﷺ سے سنا ہے کہ مسجدیں پرہیزگاروں کا گھر ہیں لہٰذا جس کا گھر مسجد ہو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کا اور پل صراط سے جنت کی طرف گذرنے کا ضامن ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص مسجد میں داخل ہوا وہ اللہ کا مہمان بن جاتا ہے۔ اللہ کی مہمانی یہ ہوتی ہے کہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اسی وجہ سے فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ: جب مسجد میں اذان کے بعد فرشتے نعمتوں کا دسترخوان لے کر نازل ہونے لگے تو اب مسجد سے باہر نکلنے والا گویا اللہ کے دسترخوان کو چھوڑ کر جاتا ہے اور یہ بہت ہی نامناسب بات ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد ومواضع الصلوۃ" ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب المساجد(باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد).

ترکیب حدیث: احب البلاد : مضاف مضاف الیہ۔ الی اللہ : جار مجرور متعلق "احب" کے، پھر "احب" اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتدا۔ مساجدھا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۶۷) وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا

خدا کے نزدیک بدترین جگہ شہروں میں اس کے بازار ہیں۔

لغات: اَبْغَض: بَغِضَ (ن، ک،س) بَغَاضَةً بمعنی نفرت کرنا، دشمنی کرنا۔ أَسْوَاقُهَا: یہ جمع ہے سُوق کی بمعنی بازار۔

تشریح: گذشتہ حدیث میں ابھی گذرا کہ مسجد میں رہنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں رہتا ہے تو اس کے برعکس اس حدیث میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ: بازار جہاں شیطان کا تسلط ہوتا ہے اور اس میں حرص، طمع، جھوٹ اور خدا کی یاد سے غافل کرنے والی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، تو اب جو شخص اپنی ضروریات کی تکمیل کے علاوہ محض تفریح کی غرض سے اس میں رہتا ہے تو ایسا شخص خدا کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔

سوال: دنیا میں بازار سے زیادہ بری جگہیں بھی ہیں، مثلاً شراب خانے، بت خانے، جوئے خانے وغیرہ ان کو اس حدیث میں بدترین جگہ نہیں بتایا، بازار تو ان کے مقابلے میں کچھ بہتر ہے۔

جواب: جن مقامات کو شریعت نے قائم کرنے کا حکم دیا ہے ان میں سے بدترین مقام بازار ہیں، بخلاف شراب خانے، بت خانے وغیرہ ان کو تو شریعت نے پہلے ہی سے قائم کرنے کی اجازت نہیں دی وہ تو پہلے ہی سے حرام ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد ومواضع الصلوۃ" ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۶۶ ص ۱۶۱ پر گذر چکی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب المساجد(باب فضل الجلوس فی مصلاه بعدالصبح وفضل المساجد).

ترکیب حدیث: ابغض البلاد : مضاف مضاف الیہ۔ الی اللّٰہ : جارمجرور متعلق "ابغض" کے، پھر "ابغض" مضاف الیہ اوراپنے متعلق سے مل کرمبتدا۔ اسواقھا: مضاف مضاف الیہ سے مل کرخبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(٦٨) اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ

برے ہمنشینوں کے ساتھ بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے۔

لغات: اَلسُّوء: بمعنی شروفساد، رَجُلٌ سُوْء بدکار آدمی۔

تشریح: صحبت کا اثر ہوتا ہے جن لوگوں کی صحبت میں آدمی اٹھتا بیٹھتا ہے غیر شعوری طور سے ان کا اثر اس میں منتقل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے کہ آدمی اپنی بیٹھک صحیح لوگوں میں رکھے اگر صحیح بیٹھک نہ ملے تو اب تنہا ہی بیٹھ جائے اور شریعت نے اسکی اجازت نہیں دی کہ یہ غلط قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے اعمال وعقائد کو خراب کرلے۔

برے آدمی کی صحبت کی مثال ایک روایت میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "برے ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسی بھٹی، کہ اگر تجھ کو وہ اپنی چنگاری سے نہ جلائے تب بھی تم کو ضرور ضرر پہنچائے گی"۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگوں کی صحبت جس سے آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو، بہتر یہ ہے کہ تنہا ہی بیٹھ کر اللہ کی قدرت وصناعت پر غور کرتا رہے، شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خامش اند و نعرہ تکرار شان
میرود تا یار و تحت یار شان

ترجمہ: "نیک لوگ جب خاموش بھی ہوتے ہیں اس وقت بھی ان کے باطن سے حق تعالیٰ تک مناجاۃ خاصہ کا خاص ربط قائم رہتا ہے"۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص۴۱۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمران بن حطان رحمه الله قال: اتیت اباذر(رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) فوجدته فی المسجد محتبیا بکساء اسود وحده فقلت یا اباذر: ما هذه الوحدة؟فقال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة واملاء الخیر خیر من السکوت والسکوت خیر من املاء الشر.

تخریج حدیث: اخرجه البیهقی فی شعب الایمان عن أبی ذر رضی اللّٰه عنه کما عزاه صاحب المشکوة.

ترکیب حدیث: الوحدة: مبتدا۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ جلیس السوء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر "خیر" کے متعلق، "خیر" اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۶۹) وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ

تنہا بیٹھنے سے نیک ہم نشینوں کے ساتھ بیٹھنا بہتر ہے۔

لغات: اَلصَّالِح: صَلُحَ نیک ہونا، صَلاَحًا وَصُلُوْحًا وَصَلاَحِيَةً، قال تعالیٰ ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾۔

تشریح

جیسے کہ اس سے پہلے حدیث میں گذرا کہ آدمی پر صحبت کا بے شعوری طور سے اثر ہوتا ہے، اب حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ: جب کوئی اچھا ساتھی مل جائے تو اس کے ساتھ بیٹھے یہ تنہا بیٹھنے سے بہتر ہے، ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ نے اس کی مثال اس طرح دی "اَلْجَلِيْسُ الصَّالِحُ مِثْلُ صَاحِبِ الْمِسْكِ اِنْ لَمْ يَهَبْ لَكَ مِنْهُ تَجِدْ رِيْحَهُ"

ترجمہ: نیک ہم نشین (کی مثال) جیسے مشک والا اگر وہ تجھ کو مشک نہ دے تب بھی تم کو اس کی خوشبو ضرور پہنچے گی۔

اسی وجہ سے بعض اکابر سلف فرماتے ہیں کہ: دوست بہت سے پیدا کرو ہر ایمان دار شفاعت کرے گا، تو کیا عجب ہے کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جاؤ، کہتے ہیں کہ بندہ کی جب مغفرت ہو جائے گی تو وہ اپنے دوستوں کے لئے سفارش کرے گا، اس لئے علماء نے اس حدیث کی بناء پر نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔[1]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغيبة والشتم" ص۴۱۴ پر ہے: پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۶۸ ص ۱۶۵ کے ضمن میں ذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البيهقي في شعب الايمان عن أبي ذر رضي الله عنه كما عزاه صاحب المشكوة.

ترکیب حدیث: الجليس الصالح: موصوف صفت سے مل کر مبتدا۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من الوحدة: جار مجرور متعلق ہوا خیر کے، خیر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/ ۲۴۶

(۷۰) وَاِمْلاَءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلاَءِ الشَّرِّ

اچھی بات کا بولنا (لکھوانا) بہتر ہے خاموش رہنے سے اور خاموش رہنا بہتر ہے بری بات بولنے (لکھوانے) سے۔

لغات: اِملاء: مصدر بمعنی بول کر لکھوانا، اسکی جمع "اَمال" اور "اَمَالِی"۔ اَلشَّر: شَرَّ (س، ن) شَرًّا بمعنی شرارت کرنا، برائی، جمع اَشرَار اور اَشرآتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه﴾۔

تشریح: اس حدیث پاک میں دو باتیں بیان کی گئیں ہیں:

(۱) چپ رہنے سے بھلائی کی باتیں کرنا بہتر ہے۔

(۲) بری باتیں کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔ اسی کو دوسری روایت میں اس طرح بیان فرمایا گیا کہ: "جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے"۔

دونوں ہی امور اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں، کہ جب وہ بھلائی کی بات دوسرے سے کرے گا اور دوسرے اس کو سمجھ کر عمل کریں گے تو اس کو ان کے عمل کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس کو دین سکھانے والے کے بارے میں جتنی فضیلتیں ہیں وہ سب حاصل ہونگی۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ بری باتیں کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے کیونکہ بولنے میں بسا اوقات آدمی کو غلطی ہو جاتی ہے اور پھر اس کو کئی آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر خاموش رہنے والا آدمی ان تمام آفتوں سے محفوظ وسلامت رہتا ہے۔[1]

جیسے کہ ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے "مَنْ صَمَتَ نَجَا"۔ جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

ابو ذیال رحمہ اللہ تعالیٰ (ایک بزرگ ہیں) فرماتے ہیں: جس طرح تم گفتگو کرنا سیکھتے ہو اسی طرح خاموش رہنا بھی سیکھو، اس حدیث کے مفہوم کو "ابو العتاهيه" نے یوں بیان کیا ہے۔[2]

من لزم الصمت نجی — من قال بالخير غنم

ترجمہ: "خاموشی میں نجات ہے، نیک گفتگو مال غنیمت ہے"۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغيبة والشتم" ص ۴۱۴ پر ہے: پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۶۸ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البيهقي في شعب الايمان عن أبي ذر رضي الله عنه كما عزاه صاحب المشكوة.

ترکیب حدیث: املاء الخير: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ خير: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ من السكوت: جار مجرور متعلق ہوا "خير" کے، "خير" اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ والسكوت: مبتدا۔ خير: صیغہ اسم تفضیل، ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ املاء الشر: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر "خير" کا متعلق، "خير" اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) العلم والعلماء ص ۱۰۸

(۷۱) تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ

موت مومن کا تحفہ ہے۔

لغات: تُحْفَه: ہر وہ چیز جو کسی کے سامنے عاجزانہ اور مہربانی کے طور پیش کی جائے، اس کی جمع تُحَف آتی ہے۔

تشریح: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: موت بڑی سعادت اور بلندی تک پہنچنے کے لئے سبب بنتی ہے اور موت ہی جنت اور جنت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ذریعہ ہوتی ہے اس لئے موت کو مومن کے لئے تحفہ کہا گیا ہے۔ (۱)

صاحب ابوداؤد فرماتے ہیں کہ: میں اپنے رب کے پاس جانے کے شوق میں موت کو پسند کرتا ہوں اور گناہوں کے کفارہ کے لئے مرض کو پسند کرتا ہوں۔ (۲)

عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس حدیث میں جو موت کو تحفہ فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کے ذریعہ مومن خدا کی نعمت وکرم اور اس کی جنت میں پہنچ جاتا ہے اور دنیا کی مشقتوں اور سختیوں سے اس کو چھٹکارا مل جاتا ہے۔ (۳)

اسی مفہوم کو ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: موت ایک ایسا پل ہے کہ جس کے ذریعہ سے محب اپنے محبوب سے مل جاتا ہے۔ (۴)

خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کے لئے تو موت ایک تحفہ ہے کیونکہ موت کے بعد ان کے لئے راحت والی زندگی کا دروازہ کھل جاتا ہے، بخلاف فساق وکفار کے کہ ان کے لئے یہ ایک عذاب ہے کہ اس کے بعد ان کے لئے پریشانی اور تکالیف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تمنی الموت وذکرہ" ص ۱۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: تحفة المؤمن الموت.

تخریج حدیث: **اخرجه البيهقي في شعب الايمان عن عبداللّٰه بن عمر كما عزاه اليه صاحب المشكوة.**

ترکیب حدیث: تحفة المؤمن: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ الموت: خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) ملا علی قاریؒ (۲) احیاء العلوم

(۳) اشعۃ اللمعات (۴) مشکوۃ

(۷۲) يَدُ اللّٰهِ عَلٰى الْجَمَاعَةِ

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

لغات: يَدُ: بمعنی ہاتھ، ہتھیلی، نعمت، مرتبہ، قدرت مراد مدد اور رحمت ہے، اسکی جمع أَيَادِيْ اور أَيْدِيْ آتی ہے، قال تعالی: ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِم﴾ . ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ ۔

تشریح: جمہور کی اتباع کرو: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو انہی افعال واقوال کی اتباع کرنا چاہئے جو جمہور علماء سے ثابت ہوں۔

اللہ کا ہاتھ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تو ہاتھ وغیرہ سے پاک ہے تو پھر اس حدیث میں جو ہاتھ فرمایا گیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق وتائید وحفاظت کا ہونا ہے۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی لحاظ سے من حیث القوم یہ امت کبھی ضلالت اور گمراہی پر جمع نہیں ہوگی (۲) اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے کہ اس عرصہ میں کتنے کتنے فتنے اٹھے جن کا تصور کرتے ہوئے جسم کانپ جاتا ہے، قلم میں لغزش آجاتی ہے، زبان کو طاقت گفتار نہیں رہتی جن میں کئی لوگ جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر "ضالة الغنم" بھی ہوگئے، مگر مجموعی حیثیت سے امت مرحومہ کا کبھی ضلالت وگمراہی پر اجماع نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ونصرت امت محمدیہ کی جماعت پر ہمیشہ رہا اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا، اسی روایت کی تائید عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے "لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَدًا وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الجماعَةِ"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہمیشہ رہے گا۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة" ص ۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ان الله لا يجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذّ شذّ فی النار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الفتن (باب لزوم الجماعة عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه)

ترکیب حدیث: يد الله : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ على الجماعة : جار مجرور سے مل کر ثابت سے متعلق ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۱/۱۳۰۔ ومرقاۃ ۱/۲۴۹

(۲) مرقاۃ ۱/۲۴۹

(۳) مستدرک ۱/۱۱۵ تا ۱۱۷، اسی طرح کی روایت ترمذی ۲/۳۹ پر بھی ہے۔

(۷۳) كُلُّ كَلامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لا لَهُ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللهِ

ابن آدم کا ہر کلام اس پر وبال ہے سوائے اس کلام کے جو کسی اچھے کام کے کرنے کے لئے ہو یا کسی بری بات سے روکنے کے لئے ہو یا وہ اللہ کی یاد کے لئے ہو۔

لغات: مَعْرُوْف: ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کی اچھائی عقل یا شریعت سے معلوم ہو اس کا مقابل منکر آتا ہے، قال تعالیٰ: ﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

تشریح: اس حدیث کا مدعا یہ ہے کہ انسان اپنی زبان کی حفاظت کرے اس کو لغو باتوں سے بچائے، ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ بلاشبہ انسان اپنے قدم سے بھی پھسلتا ہے مگر اس سے زیادہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے۔(۱) اسی طرح جب ایک موقعہ پر حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ! میرے بارے میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کو کسی چیز کا خوف ہے''؟ تو آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ ''سب سے زیادہ خطرہ اس کا ہے''۔(۲)

کسی عارف نے کیا عجیب انداز سے اس کو سمجھایا ہے:

''لَوْتَشْتَرُوْنَ الْقَرَاطِيْسَ لَحَفِظْتُمْ اَلْسِنَتَكُمْ عَنْ كَثِيْرِ الْكَلَامِ''

ترجمہ: ''اگر تم کو کراماً کاتبین کے لئے کاغذ خریدنا پڑتا تو تم زیادہ بولنے سے رک جاتے''۔

بعض لوگ اس حدیث پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ اس حدیث سے تو بظاہر مباح بات کی بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بھی وبال ہے حالانکہ ایسا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مباح باتیں جائز ہیں مگر اس حدیث میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ مسلمان تو آخرت کا حریص ہوتا ہے اس لئے اپنے آپ کو مباح باتوں سے بھی دور رکھے اور صرف انہیں باتوں میں لگا رہے جس میں اسکی آخرت کا نفع ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ'' ص ۱۹۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ام حبيبة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله ﷺ كل كلام ابن آدم عليه لا له الا امر بمعروف او نهى عن منكر اوذكر الله.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب الزهد (باب ماجاء فى حفظ اللسان) وقال حديث غريب، واخرجه ابن ماجه فى كتاب الفتن (باب كف اللسان فى الفتنة)

ترکیب حدیث: كل كلام ابن آدم: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتدا۔ عليه: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر معطوف علیہ۔ لا: حرف عاطفہ۔ له: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر معطوف، پھر معطوف معطوف علیہ سے مل کر مستثنیٰ منہ الا: حرف استثنا۔ امر: مصدر۔ بمعروف: جار مجرور متعلق ہوا ''امر'' کے، پھر ''امر'' مصدر اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ او:

حرف عاطفہ۔ نھی: مصدر۔ عن منکر : جارمجرور متعلق ہوا "نھی" مصدر کے، پھر "نھی" اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او: حرف عاطفہ۔ ذکر اللّٰہ : مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، پھر معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۷٤) مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لاَ یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے شخص کی سی ہے۔

لغات: اَلْحَی: باب انعال سے بمعنی زندہ کرنا، یہ اسم ہے تو معنی ہوا زندہ، قال تعالیٰ: ﴿اَللّٰهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَیُّ﴾۔ اَلْمَیِّت: مَاتَ(ن) مَوْتًا، وَمَوَاتًا، یہ "الحی" کی ضد ہے بمعنی موت، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ﴾

تشریح: علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں دل کی کیفیت کا بیان ہے کہ ذکر کرنے والے کا قلب زندہ ہے اور ذکر سے غفلت قلب کی موت ہے جس طرح زندہ آدمی اپنی زندگی سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اسی طرح ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

صوفیاء اس حدیث کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرتے ہی نہیں، اس دنیا سے جانے کے بعد بھی وہ زندوں کے ہی حکم میں ہوتے ہیں جیسا کہ شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید کا فیصلہ ہے ﴿بَلْ أَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ "وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں"۔

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں ذکر کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا ذکر ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کھلا ہوا ہے اس کے ہی ذریعہ بندہ اللہ کی بارگاہ عالی تک پہنچ سکتا ہے اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو یہ اہم دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ (للّٰہ در القائل)

فنسیان ذکر اللّٰہ موت قلوبهم   واجسامهم قبل القبور قبور

ترجمہ: اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا ان کے دلوں کی موت ہے، اور ان کا جسم زمین والی قبروں سے پہلے ان کے مردہ دلوں کی قبریں ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیه" ص۱۹۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی موسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی الدعوات (باب فضل ذکر اللّٰہ تعالیٰ عن أبی موسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه)

ترکیب حدیث: مثل: مضاف۔ الذی: موصول۔ یذکر: فعل، ضمیر فاعل ربہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، پھر فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ۔ والذی لا یذکر: موصول صلہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر ''مثل'' کا مضاف الیہ ہوا، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ مثل: مضاف الحی والمیت: معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ، پھر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۷۵) مَثَلُ الْعِلْمِ لاَ یُنْتَفَعُ بِہٖ کَمَثَلِ کَنْزٍ لاَ یُنْفَقُ مِنْہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اس خزانہ کے مانند ہے جس میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کیا جائے۔

لغات: کَنْز: بمعنی خزانہ، ذخیرہ کی ہوئی چیز، جمع کُنَز و کُنُوز آتی ہے، کَنَزَ(ض) کَنْزًا، قال تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ﴾

تشریح: جب آدمی پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ اس کو اپنا محبوب علم سکھایا تو اب اس کے لئے بھی مناسب نہیں کہ اس کو وہ چھپائے بلکہ اس پر اس وقت دو باتیں لازم ہیں: ایک یہ کہ اس پر عمل کرے، دوسرے یہ کہ دوسرے کو بھی سکھائے، یہی مطلب ہے علم کے فائدہ اٹھانے کا۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں علم کو مال کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے وہ صرف فائدہ حاصل نہ کرنے اور خرچ کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح مال والے کے پاس مال ہے مگر وہ مال کو خرچ نہیں کرتا اسی طرح یہ علم والا بھی نہیں کر رہا اور خود بھی فائدہ حاصل نہیں کر رہا۔[1]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علم عمل کو آواز دیتا ہے کہ جو شخص مجھ پر عمل کرے گا تو میں باقی رہوں گی ورنہ جو عمل نہیں کرے گا تو میں بھی چلا جاؤں گا۔

ایک عارف کا مقولہ ہے:

''عِلْمٌ بِلاَ عَمَلٍ کَحَمْلٍ عَلٰی جَمَلٍ''

ترجمہ: علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسا اونٹ پر بوجھ ہو۔[2]

خلاصہ یہ ہوا کہ صاحب علم کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنا علم عطا فرمائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو خوب دوسرے تک پہنچائے اسی طرح صاحب مال کو بھی چاہئے کہ اپنے مال کو اعلاء کلمۃ اللہ میں خرچ کرے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: مثل العلم لا ینتفع بہ کمثل کنز لا ینفق منہ فی سبیل اللّٰہ.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی فی (ابواب العلم عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه).

ترکیب حدیث: مثل: مضاف۔ العلم: موصوف۔ لاینتفع: فعل مجہول ضمیر نائب فاعل۔ بہ: جار مجرور متعلق فعل کے، پھر فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت ہوا، پھر موصوف صفت سے مل کر "مثل" کا مضاف الیہ ہو کر مبتدا۔ کمثل: ک: جار۔ مثل: مضاف۔ کنز: موصوف۔ لاینفق: فعل مجہول ضمیر نائب فاعل۔ منه: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فی: جار۔ سبیل اللّٰه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، پھر جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی فعل کا، پھر فعل اپنے نائب فاعل اور دونوں متعلق سے مل کر صفت ہوا "کنز" کا، پھر موصوف صفت سے مل کر "مثل" کا مضاف الیہ ہو کر کاف کا مجرور ہوا، پھر جار مجرور سے مل کر متعلق محذوف کے ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱/۳۱۸، التعلیق الصبیح ۱/۱۶۹ (۲) احیاء العلوم

(۷٦) أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے بہتر دعا الحمد للہ ہے۔

تشریح: تمام اذکار میں بہتر ذکر کلمہ توحید ہے: اس حدیث میں لا الہ الا اللہ کو سب سے افضل بتایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی کلمہ سے انسان ایمان کی حدود میں داخل ہوتا ہے اور یہی کلمہ تمام انبیاء علیہم السلام کا پہلا سبق تھا۔(۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کلمہ توحید کو سب سے افضل ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہی کلمہ دین کی بنیاد ہے اور دین کی چکی اس کے اردگرد گھومتی ہے۔(۲)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کو افضل ذکر اس وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ یہ کلمہ ظاہری و باطنی صفائی کے لئے بہت ہی موثر ہے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ لا الہ کہتا ہے تو اس سے تمام معبودوں کی نفی ہوجاتی ہے اور جب الا اللہ کہتا ہے تو ایک معبود حقیقی یعنی اللہ کا اقرار ہوتا ہے اور اس اقرار سے اس کا قلب و باطن روشن ہوجاتا ہے اور باطن کا اثر ظاہری اعضاء پر بھی مرتب ہوتا ہے تو اب اس سے وہی اعمال وافعال صادر ہوں گے جو اس کلمہ کا تقاضہ اور منشاء ہے۔(۳)

تمام دعاؤں میں بہتر دعا الحمد للہ ہے: کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے، جب انسان کسی کی تعریف کرتا ہے تو مطلب سوال کرنا ہی ہوتا ہے، یا اس کی وجہ یہ ہے جو علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ جب انسان منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتا ہے تو صرف اسی تعریف کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ مزید انعامات کی بارش فرماتے ہیں، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ "تم شکر کروگے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا"۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ثواب التّسبیح والتّحمید والتّحلیل والتّکبیر" ص ۲۰۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: افضل الذکر لا اله الا اللّٰه وافضل الدعاء الحمد للّٰه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی الدعوات(باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة) وقال حدیث حسن غریب.

ترکیب حدیث: افضل الذکر : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ لا : نفی جنس اله : موصوف۔ الااللّٰہ : صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر اسم ہوا ''لا'' کا ''موجود'' محذوف ''لا'' کی خبر، پھر ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا کی خبر، پھر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ افضل الدعاء : مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ الحمد : مبتدا۔ للّٰہ : جارمجرور سے مل کر متعلق ہوا ثابت کے، پھر ثابت اپنے متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱)معارف الحدیث ۵/۵۳ (۲)مرقاۃ (۳)التعلیق الصبیح ۳/۸۷ (۴)التعلیق الصبیح ۳/۸۷

(۷۷) أَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ

قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کو جنت کی طرف بلایا جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو خوشی وسختی ہر حالت میں اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں گے۔

لغات : يَحْمَدُوْنَ: حَمِدَ(س) حَمْدًا معنی تعریف کرنا۔ اَلسَّرَّاء: بمعنی خوشی، سَرَّ(ن) سُرُوْرًا بمعنی خوش کرنا۔ اَلضَّرَاء: بمعنی سختی، قحط جانی ومالی نقصان، ضَرَّ(ن) بمعنی نقصان دینا، قال تعالیٰ: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَاءِ وَالضَّرَاءِ﴾ ۔

تشریح: ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنے والوں کے فضائل: اس حدیث میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں کی نشانی بیان کی گئی ہے کہ جو ہر حال میں اپنے اللہ کو یاد رکھیں خواہ ان پر خوشی کے حالات ہوں یا غمی کے۔ خوشی وغمی کی قید اس وجہ سے لگائی کہ عموماً ان دونوں حالتوں میں انسان اللہ کو بھول جاتا ہے مگر مراد تمام ہی اوقات ہیں کہ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے۔(۱)

ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کی بھی عجیب شان ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور جب خوشی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے ان دونوں حالتوں میں اس کو اجر ملتا ہے۔

خصوصاً غمی میں اللہ کو یاد رکھا جائے: عموماً انسان غمی میں اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتا ہے اور غم میں کچھ اس طرح لگ جاتا ہے کہ بسا اوقات اس کے منہ سے
غیر پسندیدہ الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جن کو شریعت پسند نہیں کرتی تو غم کی حالت میں انسان کو اپنے اوپر زیادہ قابو پانے کی ضرورت ہے اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس پر کوئی مصیبت نازل ہو اور وہ اس میں کپڑے پھاڑے تو ایسا ہے کہ نیزے سے اللہ کا مقابلہ کرنے والا ہو۔(۲)

نیز امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہوتو مخلوق میں کسی سے شکایت نہ کیا کروں میں بھی تیرے عیوب وخطاء جو میرے پاس آتے ہیں فرشتوں سے شکایت نہیں کرتا ہوں۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ثواب التّسبیح والتّحمید والتّحلیل والتّکبیر" ص۲۰۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اول من یدعی الی الجنّۃ یوم القیمۃ الذین یحمدون اللّٰہ فی السّرّاء والضّرّاء.

تخریج حدیث: اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان کما عزاہ صاحب مشکوۃ.

ترکیب حدیث: اول: مضاف۔ من: موصولہ۔ یدعی: فعل ضمیر نائب فاعل۔ الی الجنۃ: جار مجرور متعلق فعل کے۔ یوم القیمۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل کا مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر اول کا مضاف الیہ ہو کر مبتدا۔ الذین: موصول۔ یحمدون: فعل ضمیر فاعل (جو الذین کی طرف راجع ہے)۔ لفظ اللّٰہ: مفعول۔ فی: جار۔ السّرّاء و الضّرّاء: معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳/۸۸ (۲) الاشعۃ اللمعات ص۲۴۰ (۳) احیاء العلوم

نوع آخر منه

مصنف یہاں سے بھی جملہ اسمیہ کو بیان کریں گے مگر یہاں وہ جملہ اسمیہ آئے گا جس کے شروع میں لائے نفی جنس کا ہوگا، لائے نافیہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) نفی جنس کے لئے۔ (۲) بمعنی لیس۔ (۳) جواب ضد نعم۔ (۴) لائے نافیہ عطف کے لئے۔

یہاں پر لانفی جنس معنی میں "نفی کمال" کے لئے ہوگا۔

(۷۸) لاَ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهٗ وَلاَدِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَهٗ

اس شخص کا ایمان (مکمل) نہیں جو امانت داری نہیں کرتا، اس شخص کا دین (مکمل) نہیں جو ایفائے عہد نہ کرے۔

لغات: عَھْد: بمعنی وعدہ، وصیت وغیرہ جمع عُھُوْد آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلاً﴾

تشریح: اس حدیث میں مسلمانوں کے اوصاف کو بیان کیا جارہا ہے کہ جن کے بغیر یہ مسلمان لذت ایمانی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا، یہ دونوں وصف ہر مسلمان میں ہونا ضروری ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ بھی اکثر وعظ ونصیحت میں اس حدیث کو بیان فرماتے تھے۔

پہلا وصف امانت کو پورا کرنا اس کو قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا﴾ "اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں واپس کرو"۔

امانت اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے: امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے مثلاً تاجر کی امانت یہ ہے کہ لین دین میں برابری کرے، ملازم کی امانت یہ ہے کہ اپنی ڈیوٹی کو ایمانداری سے ادا کرے، کسان کی امانت یہ ہے کہ پیداوار میں مناسب محنت کرے وغیرہ غرض یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں امانت داری سے کام کرنا اس میں داخل ہے۔

عہد کا پورا کرنا اتمام دین میں سے ہے: دوسرا وصف عہد اور وعدہ کو پورا کرنا ہے اس کو بھی قرآن نے بیان کیا ہے: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلاً﴾ "اپنا عہد پورا کیا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عہد کا مفہوم بھی بہت وسیع ہے اس میں ہر قسم کا عہد داخل ہے خواہ:

(۱) وہ عہد انسان اور اللہ کے درمیان ہو

(۲) یا انسان کا انسان سے ہو

اس دوسرے عہد میں تفصیل یہ ہے کہ اگر عہد شرع کے خلاف ہو تو اب دوسرے کو اطلاع کر کے اس عہد کو ختم کر دینا چاہیئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قلما خطبنا رسول الله ﷺ: لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له.

تخریج حدیث: رواه البیهقی فی شعب الایمان

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ ایمان: اسم۔ لمن: ل: حرف جار۔ من: موصولہ۔ لا: نفی جنس۔ امانة: اسم۔ له: جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہوکر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق فعل محذوف ہوکر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لا: نفی جنس۔ دین: اسم۔ لمن: ل: جار۔ من: موصولہ، لا: نفی جنس۔ عهد: اسم۔ له: جار مجرور ملکر متعلق ہو ثابت محذوف کے، ثابت اپنے متعلق سے ملکر لا کی خبر، لانفی اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق محذوف ہوکر خبر، لا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۷۹) وَلاَ حَلِیْمَ اِلاَّ ذُوْ عِثْرَةٍ وَلاَ حَکِیْمَ اِلاَّ ذُوْ تَجْرِبَةٍ

کوئی شخص کامل بردبار نہیں ہوسکتا جب تک وہ لغزش نہ کھائے اور کوئی کامل حکیم نہیں ہوسکتا جب تک اس کو تجربہ حاصل نہ ہوجائے۔

لغات: حَلِیْم: بمعنی بردبار، قال تعالیٰ: ﴿لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ﴾

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی معاملات وغیرہ میں نفع ونقصان برداشت نہیں کرتا یا یہ احتیاط نہیں کرتا اور جب اس کو دھوکہ یا نقصان ہوجائے تو پھر یہ احتیاط سے چلتا ہے اور پھر ان اسباب سے دور رہتا ہے جس سے اس کو پہلی مرتبہ نقصان ہوا ہے جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا[۱] تو عقلمند آدمی کو جب ایک جگہ سے نقصان ہوجائے تو پھر وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا۔

حکیم کے لئے تجربہ ضروری ہے: ولا حکیم الا ذو تجربة : حکیم کہتے ہیں دانا، عقلمند کو یا چیز کی اصلیت اور حقیقت کے جاننے والے کو۔ اور تجربہ کہتے ہیں کہ کاموں کی واقفیت کا ہونا اور چیزوں کے طریقوں کو جاننا، تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص جس کے سامنے معاملات وغیرہ کے اتار چڑھاؤ، برائی اچھائی سب ہو تو اس شخص کو حکیم کہا جائے گا۔[۲]

بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس حدیث میں حکیم سے مراد عرفی حکیم اور ڈاکٹر ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ صرف طب اور ڈاکٹری کی کتابیں پڑھنے سے کوئی طبیب یا ڈاکٹر نہیں بنتا جب تک کہ وہ مشق اور تجربہ نہ کرے۔[۳]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتانی فی الامور" ص ۴۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا حلیم الا ذو عثرة ولا حکیم الا ذو تجربة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة(عن أبی سعید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه) وقال حدیث غریب.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ حلیم: اسم۔الا: حرف استثناء۔ذوعشرۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر''لا'' کی خبر''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ولا: نفی جنس۔حکیم: اسم۔الا: حرف استثناء۔ ذوتجربۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر''لا'' کی خبر''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱)حدیث کی عربی عبارت یہ ہے''لَا یَلْدُغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ''۔(مشکوۃ)
(۲)مرقاۃ۹/۲۷۹ (۳)مظاہر حق۴/۵۹۷۔مرقاۃ۹/۲۷۹

(۸۰) لَاعَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ وَلَا وَرَعَ کَالْکَفِّ

تدبیر کے مثل کوئی عقل نہیں اور گناہوں سے رکنے کے مثل کوئی پرہیزگاری نہیں

لغات: کَالتَّدْبِیْرِ: غور کرنا،انتظام کرنا۔وَرِعَ: (س)وَرَعًا، پرہیزگار ہونا۔اَلْکَفُّ: باز رکھنا،مراد شبہات سے باز رہنا۔

تشریح:''تدبیر'' کہتے ہیں ہر کام کے انجام پر نظر رکھنا اور اس کے لئے سامان مہیا کرنا،اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی عقل، تدبیر یعنی جس میں انجام پر نظر رکھی جائے یہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا کہ جس کام میں انجام کو نہ دیکھا جائے۔

''ورع'' کے معنی پرہیزگاری اور تقوی کے ہیں مگر بعض علماء کرام تقوی اور ورع میں فرق کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ: تقوی تو کہتے ہیں حرام چیز سے اجتناب کرنا مگر ورع کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ آدمی ان چیزوں سے بھی اجتناب کرے جو حرام کے قبیل سے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ مکروہ اور مشتبہ چیزوں سے بھی اجتناب کرے۔

''کف'' کے معنی ہیں احتیاط کرنا، ورع اور کف میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بعض علماء ان دونوں کو مترادف کہتے ہیں،مگر بعض ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

سوال: جب کف اور ورع ایک ہی معنی میں ہوجائے تو حدیث کا مطلب کچھ یوں ہوجائے گا کہ''باز رہنا باز رہنے کے برابر نہیں'' جملہ بے معنی سا ہوجاتا ہے۔

جواب: اس کا جواب علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ: مطلب حدیث کا اگرچہ ایسا ہوتا ہے مگر مسلمانوں کو ایذاء دینے یا زبان کو لغو باتوں میں مشغول کرنے سے باز رکھنا اس میں بہت سے مفاسد اور برائیاں ہوتی ہے اس لئے ازراہ مبالغہ اس طرح بیان کردیا گیا،بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ورع اور کف میں فرق ہے، ورع امتثال اور اجتناب دونوں کو شامل ہوتا ہے یعنی جن امور کا حکم دیا گیا ہے اس کو کرنا اور جن سے منع کیا گیا ہے اس سے باز رہنا اور کف صرف اجتناب کو کہتے ہیں معنی جن امور سے روکا گیا ہے اس سے باز رہے تو دونوں الگ الگ ہیں تو اب سوال ہی نہیں ہوگا۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتانی فی الامور" ص ۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: یا أباذر! لا عقل کالتدبیر ولا ورع کالکف، ولا حسب کحسن الخلق.

تخریج حدیث: **اخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الزھد (باب الورع والتقوی) ورواہ البیھقی فی شعب الایمان.**

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ عقل: اسم۔ کالتدبیر: جار مجرور متعلق سے مل کر خبر، "لانفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لا: نفی جنس۔ ورع: اسم۔ کالکف: جار مجرور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۲۸۵، ومظاہر حق ۴/ ۶۰۳۔ (۲) مرقاۃ ۹

(۸۱) وَلاَ حَسْبَ کَحُسْنِ الْخُلُقِ

خاندانی شرافت اچھے اخلاق کے برابر نہیں۔

لغات: حَسْب: مصدر۔ حَسُبَ (ک) حَسَابَۃً بمعنی خاندانی شرافت۔ حَسَنَ: (ن۔ک) حُسْنًا بمعنی خوب صورت ہونا، صفت حَسَنٌ اور جمع حِسَانٌ آتی ہے۔ الخُلُق: بمعنی عادت طبیعت۔

تشریح: حسب پر فخر کرنے کی مذمت: حسب اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے باپ دادہ کے فضائل ومناقب گنوائے اور پھر اس پر فخر کرے، تو اس حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور یہ فرمایا گیا کہ انسان کی شرافت وفضیلت اس میں ہے کہ اس میں خود اچھے اخلاق ہوں، اگر اس میں اچھے اخلاق نہیں تو وہ لاکھ اپنے خاندانی مناقب کو گنوائے سب فضول ہے۔ (۱)

حسن خلق کی فضیلت: حسن خلق کے متعدد روایات میں فضائل وارد ہوئے ہیں، مثلاً ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ مسلمان بندہ اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں کو قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا بلاشبہ قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ (۳)

ایک اور موقعہ پر ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ سب سے افضل عمل حسن خلق ہے، بہرحال اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے اندر اوصاف کو پیدا کیا جائے اور ان اوصاف میں سب سے عظیم صفت خلق کی ہے اس کو انسان

اپنائے۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتانی فی الامور" ص۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر۸۰ص۱۹۰کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: رواہ البیھقی فی شعب الایمان واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الزھد(باب الورع والتقوی)

ترکیب حدیث: لا: حرف نفی جنس۔ حسب: اسم۔ کاف: حرف جار۔ حسن الخلق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر"کاف" کا مجرور، جار مجرور سے مل کر محذوف کے متعلق ہو کر"لا" کی خبر، پھر"لا" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱)مظاہر حق۴/۶۰۴ (۲)ابوداود شریف (۳)ترمذی شریف (۴)مکاشفۃ القلوب ص۵۷۹

(۵)دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ بھی کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:"اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعَافِیَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ"اے اللہ: میں تجھ سے صحت سلامتی اور حسن الخلق کا سوال کرتا ہوں۔

(۸۲) لاَ طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ

مخلوق کے اس حکم کی تابعداری جائز نہیں جس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔

لغات: طَاعَۃ: طوعا بمعنی فرمانبردار، صفت طَائِعٌ جمع طُوَّعٌ اور طَائِعُوْن آتی ہے، قَالَ تَعَالیٰ: ﴿طَاعَۃٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾

تشریح: لوگوں کی خاطر اللہ کی نافرمانی جائز نہیں: مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ حاکم ہو یا نہ ہو اگر وہ کوئی ایسا حکم صادر کرے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اب اس کے حکم کو نہیں مانا جائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ علماء نے اسکی اجازت دی ہے کہ کسی کو طاقت کے زور سے کسی گناہ کے کرنے پر مجبور کیا جائے تو اب اس پر گناہ نہیں ہوگا۔

علماء مزید اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حاکم ایسا حکم وفرمان جاری کرے جس پر عمل سے خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو تو اس صورت میں اس حاکم کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی لیکن اس صورت میں بھی ایسے حاکم کے خلاف بغاوت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اس کے خلاف محاذ جنگ کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

اس عبارت مذکورہ سے یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ حکم حاکم کے ہی ساتھ خاص ہے بلکہ حدیث عام ہے کوئی بھی ہو حاکم ہو یا خواہ اور کوئی ہو جس کے حکم میں بھی اللہ جل جلالہ کی نافرمانی لازم آتی ہو تو اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الامارۃ والقضاۃ" ص۳۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق.

تخریج حدیث: اخرجه البغوی فی شرح السنة واخرج امام احمد فی مسنده عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ طاعة: اسم۔ ل: حرف جار۔ مخلوق: مجرور، جارمجرور متعلق ہوا کائنۃ کے۔ فی: حرف جار۔ معصیة الخالق: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر متعلق ہوا پہلے والے کائنۃ کے، کائنۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر ''لا'' کی خبر، ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۸۳) لَاصَرُوْرَةَ فِی الْاِسْلَامِ

رہبانیت اسلام میں نہیں ہے۔

لغات: صَرُوْرَة: نکاح نہ کرنا، حج پر نہ جانا، رہبانیت اختیار کرنا۔

تشریح: رہبانیت اسلام میں نہیں ہے: اس حدیث کی شرح میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں، مثلاً بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرورۃ کا معنی یہ ہے کہ نکاح اور حج کو چھوڑنا اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نکاح اور حج کو چھوڑنا یہ اسلام کے طریقوں میں سے نہیں ہے، اس کو چھوڑنا رہبانیت ہے اور رہبانیت اسلام میں نہیں ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہو اور پھر باوجود استطاعت کے وہ حج نہ کرے، تو اس حدیث کی رو سے وہ مسلمان نہیں مگر یہ ارشاد زجر و تشدید کے طور پر ہوگا یا یہ کہا جائے کہ باوجود استطاعت کے حج پر نہ جائے تو وہ کامل مسلمان نہیں [1]۔

یا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو جائے پھر اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ لوگوں سے قطع تعلق کرنا یہ اسلام میں نہیں ہے۔ مگر دین کو بچانے کے لئے اپنی جگہ کو چھوڑنا یہ رہبانیت میں داخل نہیں یہ نصاری کی طرح رہبانیت نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے بلاضرورت محض ثواب سمجھ کر وطن اور تعلقات و قرابت کو چھوڑ دیا تھا، اور اس ضمن میں حقوق العباد کو بھی فوت کر دیا تھا، خلاصہ یہ ہوا کہ اصل کمال انسانیت یہ ہے کہ تمام حقوق ادا کرتے ہوئے تمام احکام الٰہی کو ادا کرے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب المناسک'' ص۲۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا صرورة فی الاسلام.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب المناسک.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ صرورة: اسم۔ فی الاسلام: جار مجرور محذوف کے متعلق ہو کر خبر، ''لا'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳/۱۷۹۔ مظاہر حق ۶/۶۵۶

(۸۴) لَابَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

دولت مند ہونے میں کوئی حرج نہیں اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

لغات: اَلْغِنٰی: (س) غِنَاءً اور غُنْیَانًا بمعنی مال دار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ﴾ اِتَّقٰی: وَقٰی (ض) وِقَایَاً بمعنی حفاظت کرنا۔ عَزَّ: (ض) عَزًّا وَعِزَّهَةً معنی عزیز ہونا، قوی ہونا۔ جَلَّ: (ض) جَلَالًا وَجَلَالَةً بمعنی بڑے مرتبہ والا ہونا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے اس میں بھلائی بھی ہے اور کبھی کبھار تو حالات کے اعتبار سے ضروری بھی ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم لوگوں کے پاس دراہم و دنانیر نہ ہوتے تو یہ امراء سلاطین ہمیں ذلیل کر دیتے اور مزید فرمایا کہ اگر کسی کے پاس تھوڑا مال ہو تو وہ اس کو تجارت میں لگا دے اور اس کے بڑھانے کی کوشش کرے، یا اس کو کفایت سے خرچ کرے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جائے اور فرمایا کہ ہمارا زمانہ ایسا کہ اس میں کوئی محتاج ہو تو دنیا کی خاطر اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے گنوا دیتا ہے۔(۱)

اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "کَادَ الْفَقْرُ أَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا" کہ تنگدستی بھی صفت ایمان کو کفر تک پہنچانے کا سبب بن جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مال فی نفسہ مذموم نہیں ہے۔ بشرطیکہ آدمی اس کے حقوق ادا کرتا رہے اور اس سے اس کی زکوۃ خیرات اور دوسرے دینی کاموں میں خرچ کرتا رہے، اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مال کی مثال سانپ کی طرح ہے فائدہ اور نقصان دونوں کا احتمال رکھتا ہے، تقوی اس کا منتر ہے اگر دل میں تقوی ہو تو اب مال اس کو نقصان نہیں بلکہ فائدہ پہنچائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب استحباب المال والعمر الطاعة" ص۴۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال: کنا فی مجلس فطلع علینا رسول اللّٰه ﷺ وعلی راسه اثر ماء فقلنا: یا رسول اللّٰه ﷺ! نراک طیب النفس قال: اجل، قال: ثم خاض القوم فی ذکر الغنی، فقال: رسول اللّٰه ﷺ: لا باس بالغنی لمن اتقی اللّٰه عز وجل والصحة لمن اتقی خیر من الغنی وطیب النفس من النعیم.

تخریج حدیث: اخرجه امام احمد فی مسنده.

ترکیب حدیث: لا: نفی جنس۔ باس: اسم۔ بالغنی: جار مجرور متعلق ہوا ثابت کے۔ لمن: لام: حرف جار۔ من: موصولہ۔ اتقی: فعل فاعل۔ لفظ اللّٰه: ذوالحال۔ عز: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ جل: فعل فاعل سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، پھر حال ذوالحال سے مل کر فعل کے لئے مفعول، پھر فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابت کا متعلق ثانی ہو کر پھر خبر "لا" کی، "لا" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/ ۷۸۵

الجملة الاسمية التي دخلت عليها حرف "انّ"

مصنف یہاں سے اب ایسی احادیث کو بیان کریں گے جو جملہ اسمیہ ہوں گی اور ان پر انّ (حرف مشبہ بالفعل) داخل ہو۔

(۸۵) اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً

بلاشبہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں۔

لغات: اَلْبَیَان: وہ گفتگو جو مافی الضمیر کو ظاہر کرے، بَانَ (ض) بَیَانًا وَتِبْیَانًا، ظاہر کرنا۔ لَسِحْرًا: وہ چیز جس کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو، جادو، دھوکہ، حیلہ، فساد، مراد جادو ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾

تشریح: صراح میں ہے کہ بیان کے معنی ہیں کھولنا اور اچھی طرح ظاہر کرنا یا یہ کہا جائے کہ بیان اس فصیح گفتگو اور تقریر کو کہتے ہیں جس میں مافی الضمیر کو نہایت وضاحت اور حسن اسلوبی کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ (۱)

آپ ﷺ نے بیان کو سحر اس لئے فرمایا کہ جس طرح سحر سے آدمی کو ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل کر دیا جاتا ہے تو اسی طرح فصاحت فی البیان سے انسان کے دل کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ (۲)

حدیث کا شان ورود: اس حدیث کا شان ورود یہ ہے کہ ایک جماعت بنو تمیم کی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں سے دو شخصوں نے خوب فصاحت و بلاغت سے اپنے اوصاف وفضائل بیان کئے اس پر لوگوں کو تعجب ہوا تو آپ ﷺ نے اس موقعہ پر یہ حدیث فرمائی۔ (۳)

ان میں سے ایک کا نام حصین بن بدر لقب زبرقان اور دوسرے کا نام عمرو بن الاہتم تھا، محدثین کا اس حدیث کے بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی مذمت بیان فرمائی ہے یا تعریف فرمائی ہے، دونوں ہی قول علماء سے ملتے ہیں۔ (۴)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب البیان والشعر" ص ۴۰۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قد جاء رجلان من المشرق فخطبا فعجب الناس لبیانهما فقال رسول الله ﷺ: ان من البیان لسحرا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب النکاح (باب الخطبة) وفی کتاب الطب (باب من البیان سحر)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من: حرف جار۔ البیان: مجرور، جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر ان کے لئے خبر مقدم۔ لسحرا: ان کا اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۴۳۵ (۲) تنظیم الاشتات ۳/۱۵۸

(۳) مرقاۃ ۹/۱۲۰ و مظاہر حق ۴/۴۳۵ (۴) مظاہر حق ۴/۴۳۵۔ و مرقاۃ ۹/۱۲۱

(٨٦) اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

یقیناً بعض شعر پر حکمت ہوتے ہیں۔

لغات: حِکْمَة: انصاف، بردباری، علم، اس کی جمع حِکَمٌ آتی ہے۔

تشریح: شعر کے لغوی معنی دانائی اور علم دقیق کے ہیں، اور اصطلاح میں وہ کلام جس میں قائل نے موزونیت کا مقصد وارادہ کیا ہو، لہٰذا اس تعریف سے قرآن وحدیث میں جو موزوں کلام واقع ہوا ہے وہ خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ اس میں موزونیت کا قصد نہیں کیا گیا ہے[1] جیسے کہ قرآن میں آتا ہے ﴿ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ أَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ﴾ اسی طرح حدیث میں بھی آتا ہے "هَلْ أَنْتَ اِلَّا اِصْبَعٌ دُمِيْتُ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتُ" [2]

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ تمام اشعار برے نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے بعض اچھے اور فائدہ مند بھی ہوتے ہیں اور بعض اشعار سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔[3]

ان سب کے باوجود آپ ﷺ نے خود تو کبھی اشعار نہیں کہے، مگر بعض موقع پر پسند ضرور فرمایا ہے، جیسے کہ لبید کے ایک شعر کو آپ ﷺ نے سنا تو بہت پسند فرمایا وہ شعر یہ تھا:

ألا كل شيئ ما خــلا الله باطـل　　　　وكـــل نـعـيـم لا مـحـالـة زائـل

ترجمہ: سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، یہاں کی ہر نعمت ایک دن ختم ہوجائے گی۔

اسی طرح بعض مواقع پر آپ نے اور بھی شعروں کو پسند فرمایا ہے، بسبب اس کے کہ ان میں حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔

علماء نے اشعار کے صحیح ہونے کے لئے چار شرطیں لکھی ہیں:

(۱) اشعار کا مفہوم اور مضمون صحیح ہو۔

(۲) سنانے والا مرد ہو عورت اور نابالغ بچہ نہ ہو۔

(۳) آلہ سماع صحیح ہو باجا، میوزک نہ ہو۔

(۴) سامع سننے والا بھی صحیح ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البیان والشعر" ص ۴۰۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي بن كعب رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ان من الشعر حكمة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب مایجوز من الشعر والرجز)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من الشعر: جار مجرور ثابت کے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ حكمة: اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) الاشعۃ ۴/۵۸ ومظاہر حق　　(۲) الاشعۃ ۴/۶۱ ومرقاۃ ۹/۱۲۲

(۳) مرقاۃ ۹/۱۲۲　　(۴) فتح الباری ۱۵/۴۳۰

(۸۷) اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلاً

بلاشبہ بعض علم جہالت ہیں۔

لغات: جَهْلاً: (س) ناواقف ہونا، جاہل ہونا، قَالَ تعالیٰ: ﴿بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْن﴾

تشریح: علماء کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

پہلا یہ کہ کوئی شخص ایسے علم میں مشغول ہو جو بذات خود فائدہ مند نہ ہو اور نہ ہی اس کی ضرورت ہو، جیسے علم جعفر، رمل اور علم نجوم وغیرہ، اور ضرورت والے علم قرآن وحدیث وغیرہ کو چھوڑ دے تو یہ غیر ضروری علم میں مشغول ہوا تو حقیقت میں یہ جاہل ہی ہے۔

دوسرا یہ کہ علم تو حاصل کرے مگر اس کے مطابق عمل نہ کرے تو یہ بھی جاہل ہی ہے۔(۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہے تو اس سے پہلے وہ یہ بات طے کرے کہ آیا اس تحصیل علم سے اس کا مقصد کیا ہے اگر صرف فخر ونمائش اور بڑائی لوگوں پر جتلانا ہے تو یہ شخص علم کے ساتھ جاہل اور اپنی جان کا دشمن ہے اور اگر حصول علم سے مقصود اللہ کی رضا اور جہالت کا دور کرنا اور دوسرے کا سکھانا ہو تو اب اس شخص کو چاہئیے کہ وہ علم حاصل کرے (۲) بقول شاعر:

ہو علم اگر نصیت تو تعلیم بھی کر   دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطاء کرے جو عظمت تجھ کو   جو اہل ہیں اسکے ان کی تعظیم بھی کر

خلاصہ یہ ہوا کہ بعض علم جہل کا سبب ہوتے ہیں جس علم سے وہ راہ حق کو نہ حاصل کر سکتا ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البیان والشعر" ص ۴۱۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن صخر بن عبداللہ بن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنهم عن أبيه عن جده قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: ان من البيان سحرا وان من العلم جهلا وان من الشعر حكمة وان من القول عيالا.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الادب (باب ما جاء فی الشعر)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من العلم: جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر "ان" کی خبر مقدم۔ جهلا: اسم موخر، "ان" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۱۳۳-۱۳۱، الاشعۃ ۴/۶۷، مظاہر حق ۴/۴۴۸   (۲) احیاء العلوم

(۸۸) اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالاً

بلاشبہ بعض قول بوجھ (وبال) ہوتا ہے۔

لغات: عِيَالاً: وہ لوگ جن کا نان نفقہ واجب ہو، عَالَ يَعِيْلُ عَيْلاً محتاج ہونا۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب آدمی اپنی زبان سے قصداً جھوٹ بولے تو اب اس جھوٹ کا وبال اسی کو پہنچے گا اسی طرح سے اردو کا بھی ایک محاورہ ہے کہ "پہلے تولو اور پھر بولو"، جہاں اس زبان سے آدمیوں کو بہت سے انعامات مل سکتے ہیں اسی طرح زبان اس کو ہلاکت کی وادی میں بھی ڈال سکتی ہے، اس لئے شریعت نے زبان کی حفاظت کرنے کا بار بار حکم دیا ہے، مثلاً ایک حدیث میں فرمایا جو شخص اپنی زبان اور پیٹ اور شرم گاہ کے شر سے بچ گیا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی(۱)

اسی طرح ایک روایت میں حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، ایک اس چیز کی ضمانت جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (زبان)۔ دوسرا جو اسکی دونوں رانوں کے درمیان ہے (شرم گاہ)(۲) للہ درُّ القائل:

ما ان ندمت علی السکوت مرة   و لقد ندمت علی الکلام مرارا

ترجمہ: میں کبھی بھی خاموش رہنے کی وجہ سے شرمندہ نہیں ہوا، جبکہ بولنے کی وجہ سے کئی مرتبہ شرمندہ ہوا ہوں۔
ایک اردو کا شاعر کہتا ہے:

جوش دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البیان والشعر" ص۴۱۰ پر ہے، پوری حدیث ماقبل میں حدیث نمبر ۸۷ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الادب (باب ماجاء فی الشعر)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من القول: جار مجرور متعلق ہو کر خبر مقدم۔ عیالا: اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) کنز العمال   (۲) بخاری

(۸۹) اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْکٌ

بیشک تھوڑی ریاکاری بھی شرک ہے۔

لغات: یَسِیْر: تھوڑا، نرم، کم، یَسُرَ (ن. ک. ض) یَسْرًا ویُسْرًا کم ہونا۔ اَلرِّیَاء: دکھاوا کرنا، قال تعالیٰ: ﴿اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاءُوْنَ﴾ ۔ شِرْک: بمعنی شریک، حصہ، اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا، اس جگہ شرک خفی مراد ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾

تشریح: معمولی سی ریا بھی شرک ہے اور ریاکاری یہ ایسا گناہ ہے کہ تھوڑا سا ہونا بھی بہت سخت ہے۔

ریا کی تعریف: ریا کی تعریف یہ ہے کہ اپنی عبادت اور نیکی کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اپنی منزلت و مرتبہ کو پیدا کرنا۔

ایک دوسری روایت میں اس کی مذمت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن صاحب شرک سے کہا جائے گا کہ جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا آج اسی سے بدلہ لے لے۔

ریا کاری کی علامت: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ریا کی تین علامتیں ہیں:

اول: جب اکیلا ہو تو سست ہو اور جب مجمع میں ہو تو خوش ہو۔

دوم: یہ کہ جب اس کی تعریف کی جائے تو عمل زیادہ کر دے۔

سوم: یہ کہ جب اس کی مذمت کی تو عمل میں کمی کر دے۔

ریا کاری کا علاج: مگر یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آدمی ریا کے خوف سے اپنی عبادت کو چھوڑ نہ دے بلکہ عمل کرتا رہے اور نیت کی اصلاح کرتا رہے، پہلے عبادت کی عادت ہوتی ہے پھر عادت سے عبادت بن جاتی ہے، حضرت خواجہ مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

ریا کی اصلاح ان طریقوں سے کرے:

(۱) ڈرتا رہے کہ یہ عمل قبول بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔
(۲) ہر عمل کو اللہ کی توفیق سمجھے اس سے ریا ختم ہو کر شکر کی صفت پیدا ہوگی۔
(۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوب دھیان رکھے۔
(۴) اپنے گذشتہ گناہوں پر نظر رکھے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الریاء و السمعۃ" ص ۴۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ خرج یومًا الی مسجد رسول اللہ ﷺ فوجد معاذ بن جبل قاعدًا عند قبر النبی ﷺ فقال: ما یبکیک؟ قال یبکینی شیئ سمعتہ من رسول اللہ ﷺ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ان یسیر الریاء شرک ومن عادی للہ ولیا فقد بارز اللہ بالمحاربۃ ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الذین اذا غابوا لم یتفقدوا وان حضروا لم یدعوا ولم یقربوا قلوبھم مصابیح الھدی یخرجون من کل غبراء مظلمۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ ابن ماجہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی کتاب الفتن.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ یسیرا لریاء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر "ان" کا اسم۔ شرک: "ان" کی خبر، "ان" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۹۰) اِنَّ السَّعِیْدَ لِمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ

یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے دور رکھا گیا ہے۔

لغات: جَنَّبَ: دور کیا، جُنِّبَ، دور کیا گیا، جَنَّبَ الشَّیَ، کسی سے کوئی چیز دور کرنا۔

تشریح: فتنوں سے مراد آفات اور وہ چیزیں جو انسان کے ذہن، قلب وجسم کو تکلیف ورنج میں مبتلا کرتی ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ الفتن سے مراد فاسد وگمراہ کن نظریات باطل افکار اور نفسانی شہوت وخواہشات ہیں تو جو ان چیزوں سے محفوظ کر دیا گیا وہ خوش بخت ہوگا، فتنے تو اس پر بھی آئیں گے مگر وہ اس فتنے کے زمانے میں بھی دین اور صبر کا دامن نہیں چھوڑے گا، یہ مطلب ہے کہ وہ فتنے سے دور ہوگا۔

اس پر علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کو کوئی نیک کام کا موقع مل جائے وہ اس نیک کام کرنے میں جلدی کرے کیونکہ معلوم نہیں کہ آنے والا وقت کتنے فتنوں کو اپنے ساتھ سمیٹ کر لاتا ہے، اگر ان فتنوں کے آنے سے پہلے اس شخص نے اپنے ایمان ویقین کو مضبوط کر لیا تو بعد میں انشاء اللہ العزیز یہ فتنوں کے زمانے میں فتنوں سے بچا رہے گا تو ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث بالا ہے کہ جو فتنوں کے زمانے میں فتنوں سے محفوظ رہا، وہ حقیقت میں بہت ہی خوش نصیب ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الفتن" ص ۴۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان السعید لمن جنب الفتن ان السعید لمن جنب الفتن ان السعید لمن جنب الفتن ولمن ابتلی فصبر فواھا.

تخریج حدیث: **اخرجہ ابوداود فی کتاب الفتن (باب النھی عن السعی فی الفتنۃ)**

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ السعید: اسم۔ لمن: ل: جار۔ من: موصولہ۔ جنب: فعل مجھول ضمیر نائب فاعل۔ الفتن: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہو کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر کائنا کے متعلق ہو کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۹۱) اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

بے شک جس سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہئے۔

لغات: اَلْمُسْتَشَار: صیغہ اسم مفعول باب استفعال سے بمعنی جس سے مشورہ طلب کیا جائے۔

تشریح: اس حدیث میں مشورہ کے آداب میں سے یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب کسی سے مشورہ لیا جائے تو مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ خیر خواہی اور پوری فکر کے ساتھ مشورہ دے، مشورے میں خیانت نہ کرے، جو اس موقعہ پر اپنے لئے پسند کرے

وہی اپنے بھائی کو مشورہ دے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص تم میں سے کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(۱)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس نے اپنے کسی بھائی کو کوئی ایسی رائے دی جس کے متعلق اسے علم تھا کہ بھلائی دوسرے کام میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی(۲)

صاحب "تحفة الاحوذی" اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مؤتمن کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو اسم مفعول کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے کسی مشورہ کے بارے میں سوال کیا جائے تو جو اس کے ذہن میں خیر کی بات ہو اس کو وہ چھپائے نہیں بلکہ ظاہر کردے۔(۳)

مشورہ لینے والے پر بھی یہ بات لازم ہے کہ وہ بھی ہر ایک سے مشورہ نہ لے بلکہ اہل بصیرت سے مشورہ کرے جیسے کہ صاحب "روح المعانی" نے خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسی بات پیش آئے جو قرآن اور سنت میں نہ ہو تو ہم کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے عبادت گذاروں کو جمع کر کے مشورہ کرنا، تنہا فیصلہ نہ کرنا۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر والتانی فی الامور" ص۴۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی ﷺ قال لابی الهيثم بن التيهان: هل لک خادم؟ قال: لا،فقال: فاذا اتانا سبی فاتنا فاتی النبیﷺ براسين فاتاه ابو الهيثم فقال النبی ﷺ: اختر منهما، فقال: يا نبی الله اختر لی،فقال النبیﷺ: ان المستشار مؤتمن خذ هذا فانی رايته يصلی واستوص به معروفا.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد(باب ماجاء فی معيشة اصحاب النبی ﷺ) ورواه ابن ماجه فی کتاب الادب (باب المستشار مؤتمن)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ المستشار: اس کا اسم۔ مؤتمن: خبر، "ان" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) بخاری
(۲) مجالس الابرار مجلس نمبر ۴۰ ص ۳۰۷
(۳) تحفۃ الاحوذی ۳/۲۷۵
(۴) روح المعانی

(۹۲) اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ

بے شک اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہوتی ہے۔

لغات: مَبْخَلَة: بخیل بنانے والی، بَخِلَ(س) بَخَلاً،(ک) بُخْلاً بمعنی کنجوس ہونا بخیل ہونا۔ مَجْبَنَة: بزدل بنانے والی، جَبُنَ(ک) جُبْنًا، وَجَبَانَةً، بزدل ہونا، صفت جَبَانٌ آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں:

اول: یہ کہ انسان کی اولاد اس کے لئے بخل کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ باپ اپنی اولاد کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے کہ ان کی ضروریات پوری ہوجائیں ان کے مستقبل کے لئے پیسہ کو جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے، ان پیسوں کو وہ اللہ کی راہ میں یا کسی ضرورت مند کے اوپر خرچ کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے یہ سب اولاد کی محبت کرواتی ہے اسی لئے فرمایا کہ اولاد بخل کا سبب بنتی ہے۔

دوم: یہ کہ انسان کی اولاد اس کے لئے بزدلی کا سبب بھی بن جاتی ہے اولاد کی محبت ہی کی وجہ سے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد جیسی اہم عبادت سے جی چراتا ہے اور یہ ظن فاسد کرتا ہے کہ اگر میں گیا تو میں قتل یا گرفتار ہوجاؤں گا تو پھر میرے پیچھے میرے بچوں کا کیا ہوگا اور انکی پرورش کیسے ہوگی؟ ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اس عظیم نیکی سے محروم ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ بچے بخل اور بزدلی کا سبب ہوتے ہیں۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المصافحة والمعانقه" ص ۴۰۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: ان حسنا وحسینا استبقا الی رسول اللہ ﷺ فضمهما الیه وقال ان الولد مبخلة مجبنة.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه فی کتاب الادب (باب بر الولد والاحسان الی البنات) اخرجه احمد.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الولد: اسم۔ مبخلة: خبر اول۔ مجبنة: خبر ثانی، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۸۱

(۹۳) اِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيْنَةٌ وَاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ

بے شک سچ اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ بے اطمینانی کا باعث ہے۔

لغات: طَمَانِيْنَة: اِطْمَئَنَّ، اِطْمِيْنَانًا، وطَمَانِيْنَةً، مطمئن ہونا، رِيْبَة: شک بے قراری، جمع رِيَب آتی ہے، رَابَ (ض) رَيْبًا بمعنی شک میں ڈالنا، قال تعالیٰ: ﴿ لاَرَيْبَ فِيْهِ ﴾ .

تشریح: اس حدیث میں ایک ضابطہ وقاعدہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جس چیز کے بارے میں تمہارا دل مطمئن ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ صحیح ہے اور جس چیز کے بارے میں تمہارے دل میں شک وتردد ہو تو سمجھ لو کہ یہ غلط ہے مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ قاعدہ ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ ان صالح انسانوں کے لئے ہے جن کے ذہن وفکر دل ودماغ تقوی وایمان داری کے جوہر سے معمور ہیں، اس کے برعکس جن میں یہ باتیں نہ ہوں کہ وہ دین سے بے اعتنائی اختیار کئے ہوں تو ان کے لئے یہ قاعدہ نہیں۔

یہ قاعدہ کس وقت کے لئے ہے: یہ قاعدہ اس وقت کے لئے ہے جب کسی چیز کے بارے میں کوئی واضح شرعی حکم موجود نہ ہو، اگر کوئی شرعی حکم موجود ہو تو خواہ دل مطمئن ہو یا نہ ہو ہر دو صورت میں ماننا ہی ہوگا، اس صورت میں بھی یہ قاعدہ چلے گا جب کہ بظاہر کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن کی آیتوں کا آپس میں تعارض معلوم ہو اور جب حدیث کی طرف رجوع کیا تو اس میں بھی بظاہر تعارض نظر آئے اور اس مسئلہ میں اسلاف کے اقوال بھی مختلف معلوم ہوں تو اب اس کے لئے اجازت ہے کہ دل جو فتوی دے یعنی جس کی طرف دل کا غالب گمان ہو جائے اس کی پیروی کرلے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکسب وطلب الحلال" ص۲۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال حفظت من رسول اللہ ﷺ دع مایریبک الی مالا یریبک فان الصدق طمانینة وان الکذب ریبة.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی قبیل ابواب صفة الجنة

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الصدق: اس کا اسم۔ طمانینة: اسکی خبر، "ان" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اسی طرح دوسرے جملہ کی ترکیب ہوگی۔

(۹٤) اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ

بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

لغات: جَمِیْل: (ک) بمعنی خوب صورت ہونا۔ یُحِبُّ: (س،ک) محبوب ہونا، (ض) پسند کرنا۔

تشریح: بعض علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں اوصاف کاملہ سے موصوف ہے اور تمام ظاہری وباطنی حسن وجمال اسی کے جمال کا عکس ہیں تو حسن وجمال حقیقی بس اسی ذات پاک کا خاصہ ہوا اس لئے فرمایا گیا کہ: اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔ (۱)

بعض دوسرے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ جمیل استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں آراستہ کرنا اور جمال بخشنے والا تو اللہ تعالیٰ کی صفت بھی یہی ہے کہ لوگوں کو جمال بخشتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ لفظ جمیل اصل میں جلیل ہے مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمام تر نور اور حسن وجمال کا مالک

ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اچھا کارساز ہے، بہرحال حدیث بالا میں اللہ تعالیٰ کے جمیل ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوبصورتی کا اندازہ اس کی مخلوق کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کا ایک مطلب ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جمال یعنی نعمتوں کا اثر دیکھنا چاہتا ہے، اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث بھی پیش کی ہے جس میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندوں پر بھی دیکھے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغضب والکبر" ص۴۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر فقال رجل: ان الرجل یحب أن یکون ثوبه حسنا ونعله حسنا قال ان اللّٰہ تعالیٰ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط النّاس.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم الکبر وبیانه)) واخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة (باب ماجاء فی الکبر).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰہ: ذوالحال۔ تعالی: فعل، ضمیر فاعل حال، حال ذوالحال سے مل کر ان کا اسم۔ جمیل: خبر اول۔ یحب الجمال: فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر "ان" کی خبر ثانی، "ان" اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۳۰۸ و مظاہر حق ۴/ ۶۲۲ (۲) مرقاۃ ۹/ ۳۰۸

(۹۵) اِنَّ لِکُلِّ شَیْئٍ شِرَّۃٌ وَلِکُلِّ شِرَّۃٍ فِتْرَۃٌ

بے شک ہر چیز کے لئے تیزی ہے اور تیزی کے لئے سستی ہے۔

لغات: شِرَّۃ: بمعنی برائی، تیزی، چستی، شِرَّۃٌ مَکْرُوْۃٌ۔ فِتْرَۃ: بمعنی کمزوری، اسکی جمع فَتَرَات آتی ہے فَتَرَ(ن) فَتْرًا ضعیف ہونا، کمزور ہونا۔

تشریح: "شرۃ" کے اصلی معنی سستی اور کاہلی کے ہیں اور شرۃ کے معنی حرص میں مبتلا ہونا مگر مراد یہاں پر کسی چیز میں حد سے زیادہ مشغول ہوجانا ہے۔ (۱)

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کام کو شروع کرتا ہے تو شروع میں تو وہ اس کام میں حد سے زیادہ منہمک ہوجاتا ہے اور اس میں خوب اپنی طاقت خرچ کرتا ہے اس کا عموماً نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہی شخص چند دنوں میں سست پڑ جاتا ہے تو اس حدیث میں اس بات کی

ترغیب دی گئی ہے کہ ایسا نہ کرو کہ شروع میں تو خوب تیزی ہو اور پھر آہستہ آہستہ سست پڑ جاؤ، ابتداء ہی سے میانہ روی اختیار کی جائے اور افراط وتفریط کی راہ چھوڑ کر اعتدال کا راستہ شروع ہی سے اختیار کیا جائے تاکہ کام تکمیل کو پہنچ سکے۔ (۲)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص اعتدال پر رہے گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ جما رہے گا اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے "أَحَبُّ الاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ أَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ" (۳) کہ اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ پسند ہے کہ جو دائمی طور سے ہو اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الریاء والسمعة" ص ۴۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ان لكل شئ شرة ولكل شرة فترة فان صاحبها سدد وقارب فارجوه وان اشير اليه بالاصابع فلا تعدوه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القامة قال الترمذی هذا حديث حسن صحيح

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ل: حرف جار۔ کل شیی: مضاف مضاف سے مل کر جار کا مجرور ہوا اور پھر یہ محذوف کائن کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم۔ شـرة: ان کا اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واو: حرف عطف۔ ل: حرف جار۔ کل شر: مضاف مضاف سے مل کر مجرور ہوا اور پھر جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم۔ فترة: ان کا اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/ ۶۷ (۲) مظاہر حق ۴/ ۸۳۵ (۳) مشکوۃ

(۹۶) اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُهُ أَجَلُهُ

یقیناً رزق آدمی کو ایسے ہی تلاش کرتا ہے جیسے کہ اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔

لغات: یَطْلُبُ: طَلَبَ (ن) طَلَبًا بمعنی تلاش کرنا، طلب کرنا۔ أَجَلُهُ: بمعنی وقت، مدت، قال تعالیٰ: ﴿اِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لاَ یَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلاَیَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ، اسکی جمع آجال آتی ہے۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح انسان کی موت اس کو پہنچ جاتی ہے اور موت کو ڈھونڈنے کی ضرورت پیش نہیں آتی جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے ﴿اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ﴾

ترجمہ: تم کہیں بھی ہو موت تم کو آ کر رہے گی تم اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔ یہی حال انسان کی روزی کا بھی ہے اس کو پہنچ جاتی ہے اگرچہ وہ اس کو زیادہ تلاش نہ کرے۔ (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ آدمی کو اسکی روزی کا پہنچنا ضروری اور یقینی ہے۔

دوم: یہ کہ انسان کی روزی اس کی موت سے بھی جلدی پہنچتی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی پہلے رزق مکمل کرتا ہے پھر اس کو موت آتی ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس دعوی کو اس حدیث قدسی سے بھی ثابت کیا ہے "لَوْ اَنَّ ابْنَ آدَمَ هَرَبَ مِنْ رِزْقِهِ كَمَا يَهْرُبُ الْمَوْتُ لَادْرَكَهُ رِزْقُهُ كَمَا يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ"۔

ترجمہ: ابن آدم اگر رزق سے بھی اس طرح بھاگے جیسے کہ وہ موت سے بھاگتا ہے تو یقیناً اس تک رزق بھی اسی طرح پہنچے گا جیسے کہ موت اس کو پالے گی۔(۲)

خلاصہ یہ کہ انسان کو حصول رزق کے لئے تدبیر اور سعی معقول اور مناسب طریقہ کے ساتھ کرنا چاہیئے مگر توکل اور اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر ہی رکھنا چاہئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التوکل والصبر" ص ۴۵۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان الرزق ليطلب العبد كما يطلبه اجله.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى أبي نعيم في الحلية

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الرزق: اسم۔ ليطلب العبد: فعل فاعل مفعول۔ كما: كاف: حرف جار۔ ما: مصدریہ۔ يطلبه: فع ل۔ "ہ": مفعول۔ اجله: مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مجرور ہوا، جار مجرور متعلق ہوا يطلب اول کے اور پھر یہ ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۸۲۲ (۲) مرقاۃ ۱۰/۶۰

(۹۷) اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ

یقیناً شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح چلتا ہے

لغات: يَجْرِىْ: جَرَى (ض) جَرْيًا وَجِرْيَانًا بمعنی چلنا، اسی سے مجری اسم ظرف بھی ہے بمعنی بہنے کی جگہ قال تعالیٰ: ﴿وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ﴾ .

تشریح: شان ورود: یہ ارشاد مبارک آپ ﷺ نے اس موقعہ پر فرمایا جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حیی (جو کہ

آپ ﷺ کی بیوی ہیں) نبی کریم ﷺ کے پاس سے رات کے وقت اعتکاف گاہ سے واپس لوٹ رہی تھیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے احاطہ میں تھا، اتنے میں سامنے سے دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمودار ہوئے، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں، اور جب انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے بارے میں کوئی غلط گمان نہیں کر سکتے تو آپ نے اس وقت فرمایا کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح سرایت کرتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اس بات کا خوف ہوا کہ ان دونوں انصاریوں کے دل میں کوئی غلط خیال نہ آجائے جس سے یہ کافر ہو جائیں ان کو اس سے بچانے کے لئے آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

ابو سلیمان خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک فقہی بات یہ ہے کہ انسان کو ہر ایسے مکروہ سے بچنا مستحب ہے جس سے لوگوں کو اس کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہوں اور دلوں میں خطرے گذریں اور اگر ایسا ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اس عیب سے اپنی برأت ظاہر کر کے لوگوں کے طعن سے اپنے آپ کو بچائے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الوسوسة" ص ۱۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسو ل الله صلی الله علیه وسلم ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب بدء الخلق (باب صفة ابلیس وجنوده)

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الشیطان: اس کا اسم۔ یجری: فعل ضمیر فاعل۔ من الانسان: جار مجرور "یجری" کے متعلق۔ مجری الدم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ظرف، "یجری" فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تلبیس ابلیس ص ۳۴

(۹۸) اِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِيَ الْمَالُ

بلا شبہ ہر ایک امت کے لئے آزمائش رکھی گئی اور میری امت کی آزمائش مال میں ہے۔

لغات: فِتْنَة: آزمائش، امتحان، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ میری پیغمبری کے دور میں لوگوں کے لئے جو سب سے زیادہ فتنہ کا سبب بنے گا وہ مال دولت ہوگا، قرآن میں بھی اس کو بیان فرمایا گیا ہے: ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں تمہارے لئے فتنہ ہیں، اس حدیث کے دعوی کو سامنے رکھتے ہوئے عہد نبوی ﷺ سے لے کر ہمارے اس زمانے تک تاریخ پر

اگر چہ سرسری ہی نظر ڈالی جائے تو یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ یہی مال سب کے لئے آزمائش بنا رہا ہے جس کے ذریعہ بے شمار بندوں نے اللہ کی بغاوت و نافرمانی کی اور اصلی زندگی (آخرت) کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ (۱)

بعض علماء اس حدیث کا دوسرا مطلب بھی بیان فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ اس مال کی وجہ سے بہت سے لوگ فتنوں یعنی عذاب میں مبتلا ہوں گے، دوسری حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ قیامت کے دن دو درہم والے سے ایک درہم والے کی بنسبت زیادہ سوال ہوگا۔ (۲)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اسی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی، اے اللہ، محمد (ﷺ) کے گھرانے کی خوراک اندازے کے مطابق کردے، اور فرمایا قیامت کے دن کوئی فقیر اور مالدار ایسا نہیں ہوگا جو یہ تمنا کرے کہ مجھے دنیا میں خوراک کے مطابق ہی (۳) رزق دیا جاتا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص۴۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن كعب بن عياض رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان لكل امة فتنة وفتنة امتى المال.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذى فى ابواب الزهد، وقال هذا حديث حسن صحيح.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لكل امة: ل: حرف جار۔ كل امة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر جار کا مجرور ہوا پھر یہ محذوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم۔ فتنة: اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ فتنة امتى: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء۔ المال: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، پھر معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۲/۷۷ (۲) احیاء العل (۳) مکاشفة القلوب ۱۷۲

(۹۹) اِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ

بلاشبہ بہت جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو غائب کی غائب کے لئے ہو

لغات: اِجَابَة: جواب دینا، کہا جاتا ہے "اَجَابَ الدُّعَاءَ" دعا قبول کی، جَابَ (ن) جَوْبًا، قال تعالیٰ: ﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾.

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے جب غائبانہ دعا کرتا ہے تو وہ جلد قبول کر لی جاتی ہے، اس کی وجہ علماء کرام یہ لکھتے ہیں کہ: اس دعا میں اخلاص کامل درجہ کا پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی کے دکھلاوے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جس عمل میں جتنا اخلاص ہوگا اتنا ہی جلدی قبول ہوگا، اس حدیث پاک میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ آدمی اگر چہ سامنے موجود ہو اس کی

موجودگی میں ہی اپنے دل میں چپکے چپکے سے اس کے لئے دعا کرے اس صورت میں بھی اخلاص پایا جارہا ہے تو یہ دعا بھی جلد قبول ہوگی۔(۱)

بہرحال جو بھی اخلاص اور پورے وثوق اور بھروسے کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرمائیں گے، اگر یہ معاملہ انسان انسان سے کرے تو وہ بھی ترس کھا کر کچھ دے ہی دیتا ہے بندہ سے بندہ نواز تو ہزار درجہ مہربان ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسے ترس نہ آئے اور وہ کچھ نہ دے:

مانگنے والے کو شکوہ ہے کہ مدعا ملتا نہیں
دینے والے کو گلہ ہے کہ گدا ملتا نہیں

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الدعوات" ص۱۹۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان اسرع الدعا اجابة دعوة غائب لغائب.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوة (باب الدعاء بظهر الغیب) واخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصلة، (باب ما جاء فی دعاء الاخ لاخیه بظهر الغیب).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ اسرع الدعاء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ممیّز۔ اجابة: تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر ان کا اسم۔ دعوة: مضاف۔ غائب: موصوف۔ لغائب: جار مجرور سے مل ثابت محذوف کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق

(۱۰۰) اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ

یقیناً انسان رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اپنے ان گناہوں کے سبب جس کو وہ کرتا ہے

لغات: اَلرِّزْق: بمعنی روزی، اس کی جمع اَرْزَاق آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ سے انسان کے رزق میں تنگی آجاتی ہے۔

اس حدیث پر بظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فاسق اور اکثر وہ لوگ جو کفر و شرک میں زندگی گذارتے ہیں وہ مسلمانوں سے زیادہ خوش حال ہوتے ہیں؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں رزق سے مراد آخرت کا رزق مراد ہے، کہ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے وہ آخرت کے رزق سے محروم ہوجائیں گے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں رجل سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو نفس کے فریب میں آ کر گناہ اور معصیت میں مبتلاء ہو جاتے ہیں پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوتی ہے اور ان کو فقر وفاقہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور پھر یہ فقر وفاقہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔(۱)

بہر حال مؤمن اگر چہ فقر میں ہوتا ہے مگر قناعت اور صبر کی دولت اللہ نصیب فرما دیتا ہے، اسی کو ایک آیت میں حیوۃ طیبہ سے تعبیر کیا گیا ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً" جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا فرماتے ہیں' بخلاف فاسق وفاجر کے کہ جب اس پر فقر آتا ہے تو اس میں وہ صبر کو چھوڑ کر پریشان ہو جاتا ہے، اسی کو ایک دوسری آیت میں مشکل اور سخت زندگی سے تعبیر کیا گیا ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (۲) جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اس کو ملتی ہے گذران تنگی کی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البرّ والصّلة" ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ثوبان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: لا یرد القدر الاالدعاء ولا یزید فی العمر الا البرّ وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبه.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه فی کتاب الفتن (باب العقوبات).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الرجل: اس کا اسم۔ لیحرم: فعل، ضمیر نائب فاعل۔ الرزق: مفعول۔ بالذنب: باء: جار۔ ذنب: ذوالحال۔ یصیبه: فعل فاعل مفعول سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر باء کر مجرور ہو کر 'لیحرم' کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۵/۳۳۰ ومظاہر حق ۴/۵۱۹ (۲) مظاہر حق ۴/۵۱۹

(۱۰۱) اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا

بلاشبہ کوئی جان دار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا

لغات: تَمُوْتَ: مردار، مَاتَ يَمُوْتُ مَوْتًا بمعنی مرنا، قال تعالیٰ: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ تَسْتَكْمِلَ: پورا کرنا، كَمُلَ (ن، ک، س) كَمَالاً وَكُمُوْلاً، پورا ہونا اور کامل ہونا۔

تشریح: ہر جان دار کا رزق اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے جب تک وہ اپنے رزق کو مکمل نہیں کر لیتا اس وقت تک اس کو موت نہیں آتی خواہ وہ اپنے اس رزق کے حصول میں شب وروز ایک کر دے یا اللہ کی ذات پر توکل کرے اور جتنا حصول معاش کی سعی کا حکم ہے اس کو پورا کرے دونوں صورتوں میں اتنا ہی ملے گا جتنا اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے، صاحب "مظاہر حق" ایک جگہ پر تحریر

فرماتے ہیں کہ اللہ نے رزق کا معاملہ اپنے پاس رکھا ہے جو قسمت میں ہوتا ہے وہ انسان کو مل کر رہتا ہے اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الأرْضِ اِلاَّ عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ، جتنے جان دار زمین میں چلتے ہیں ان کی روزی اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

اسی کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

کم من قوی فی تقلبه — لهذب الرای عنه الرزق منحرف

ترجمہ: کتنے ہی قوی آدمی ہیں جو رائے میں بہت تیز ہیں لیکن روزی ان سے ہٹی ہے

کم من ضعیف فی تقلبه — کانه من خلیج البحر یغترف

ترجمہ: اور کتنے کمزور لوگ ہیں جو اپنے کاروبار میں بھی کمزور ہیں، لیکن روزی ایسے کماتے ہیں گویا کہ سمندر سے پانی بھرتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التوکل والصبر" ص۴۵۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ایها النّاس لیس من شئ یقربکم الی الجنّة ویباعدکم من النّار الا قد امرتکم به، ولیس شی ُیقربکم من النّار ویباعدکم من الجنّة الا قد نهیتکم عنه، وان الروح الامین وفی روایة وانّ روح القدس نفث فی روعی انّ نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها، الا فاتقوا اللّٰه واجملوا فی الطلب، ولا یحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصی اللّٰه فانه لا یدرک ماعنداللّٰه الا بطاعته.

تخریج حدیث: رواہ فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ نفسا: اس کا اسم۔ لن تموت: فعل ضمیر فاعل۔ حتی: حرف جار۔

تستکمل: فعل ضمیر فاعل۔ رزقها: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مفرد مجرور ہو کر فعل تموت کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۴/۸۰۳ (۲) روض الرواحین

(۱۰۲) اِنَّ الصَّدَقَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ

بلاشبہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

لغات: لَتُطْفِئُ: اِطْفَاءَ النَّار، آگ بجھانا، (س) طُفُوْءَ النَّارِ، آگ کا بجھنا۔

تشریح: مال دار جو صاحب نصاب ہوں ان پر اپنے مال سے چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں محتاجوں اور مسکینوں کو دینا فرض ہے اس کو "زکوۃ" کہتے ہیں، اس کے علاوہ جو زائد مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس کو صدقہ اور اردو میں اس کو خیرات کہتے ہیں۔

صدقہ کرنے والا بری موت سے مامون رہتا ہے کہ موت کے وقت شیطان اس کو وسوسوں میں مبتلا نہیں کرتا، یا ایسا آدمی کسی ایسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتا جس میں وہ صبر کا دامن چھوڑ کا کفر کے الفاظ کہہ دے۔[1]

علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں صدقہ دینے والے کے لئے حسن خاتمہ کی بھی بشارت ہے کہ اخلاص کے ساتھ صدقہ دینے والا حسن خاتمہ کی عظیم دولت سے نوازا جاتا ہے، اس مضمون کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ صدقہ کرنے والا مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے مرض کی شدت میں ناشکری کے الفاظ منہ سے نہیں نکلتے اور یہ صدقہ اس کی ناگہانی موت سے رکاوٹ بنتا ہے بشرطیکہ صدقہ اپنی شرطوں کے ساتھ ہو جب ہی وہ عنداللہ صدقہ ہوگا اس کے لئے چند شرطیں ہیں:

(۱) صدقہ دینے والا احسان نہ جتلائے۔
(۲) جس کو دے رہا ہے اس کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھے۔
(۳) مال پاک اور حلال سے صدقہ دے۔
(۴) صحیح نیت سے دے۔
(۵) صدقہ اس کو دے جو اس کا مستحق ہو۔

ان شرائط کے ساتھ جو صدقہ دے گا انشاء اللہ تعالیٰ یہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بھی دور کرے گا اور بری موت سے بھی حفاظت کروائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضل الصدقة" ص ۱۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان الصدقة لتطفیٔ غضب الرب وتدفع میتة السوء.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزکوۃ (باب ما جاء فی فضل الصدقة) وقال حدیث حسن غریب.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الصدقة: اس کا اسم۔ لام: تاکید۔ لتطفیٔ: فعل فاعل۔ غضب الرب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ تدفع: فعل فاعل۔ میتة السوء: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول اور پھر فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳۵۲/۲

(۱۰۳) اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهُ بِتَقْوٰی

تم نہ سرخ رنگ والے سے بہتر ہو اور نہ سیاہ رنگ والے سے، مگر یہ کہ تم ان سے تقوی میں بڑھ جاؤ

لغات: اَحْمَر: جس کا رنگ سرخ ہو، جمع اَحَامِر آتی ہے، مونث حمراء آتی ہے۔ أَسْوَدَ: (س) کالا ہونا، مونث سَوْدَاء آتی ہے۔ تَفْضُلَهُ: فَضِلَ (س. ن) فَضْلاً، باقی رہنا، بہتر ہونا، قال تعالیٰ: ﴿تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی

بَعْض﴾ بِتَقْوٰی: اللہ کا خوف اور اس کے فرمان کے مطابق عمل، پرہیز گاری، قال تعالیٰ: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی﴾

تشریح: اس حدیث میں ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ انسانی فضیلت ظاہری شکل وصورت سے نہیں ہوتی بلکہ انسانی فضیلت کا دارومدار دینی اخلاق وکردار وتقوی پر ہے۔

اس حدیث پر بعض علماء نے یہ سوال کیا کہ انسان تو اور بھی بہت سے رنگ کے ہوتے ہیں مگر اس حدیث میں صرف دو رنگ کو کیوں بیان کیا گیا؟ اس سوال کے متعدد جواب شراح حدیث نے دیئے ہیں مثلا یہ کہ اکثر لوگ انہی دو رنگوں کے ہوتے ہیں تو اکثر کو کل کی جگہ پر رکھ دیا۔

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ احمر سے مراد آزاد اور اسود سے مراد غلام ہیں مطلب یہ ہے کہ آقا کو غلام پر کسی قسم کی فضیلت نہیں مگر تقوی کے ساتھ۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ: احمر سے مراد اہل عجم ہیں اور اسود سے مراد اہل عرب ہیں عرب کو عجم پر صرف تقوی سے فضیلت حاصل ہوگی۔

عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: حقیقی فضیلت کا تقوی اور عمل صالح سے ہے، مال ودولت، شکل وصورت، نسل ورنگ اور زبان وطن سے نہیں ہے جیسے کہ قرآن مجید میں بھی آتا ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾.

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص۴۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه ان رسول الله ﷺ: قال له انك لست بخير من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقوى.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد في مسنده ۵/ ۱۵۸.

ترکیب حدیث: انک: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ک: اس کا اسم۔ لست: فعل ناقصہ، ضمیر بارز اس کا اسم۔ بخیر: باء: حرف جار۔ خیر: صیغہ اسم تفضیل۔ من: حرف جار۔ احمر ولا اسود: ایک دوسرے پر عطف ہو کر جار کا مجرور ہوا اور پھر ثابتا محذوف کے متعلق ہو کر لست کی خبر، لست اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر مستثنی منہ۔

الا: حرف استثناء۔ تفضله: فعل فاعل۔ "ہ": مفعول۔ بتقوی: جار مجرور یہ متعلق تفضلہ، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر مستثنی، مستثنی منہ مستثنی سے مل کر خبر ان کی اور پھر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱۰۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

بلاشبہ اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

لغات: صُوَر: جمع صُوْرَۃٌ بمعنی شکلیں۔ قُلُوْبِکُمْ: الٹ پلٹ کرنا، یہاں مراد دل ہے، اس کی مفرد ''قَلْب'' آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ﴾۔

تشریح: اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اللہ انسان کی ظاہری چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ باطنی طور طریقوں کو دیکھتا ہے اس میں اخلاص اور للّٰہیت کتنی ہے، اسی وجہ سے ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمام اچھے اعمال کی روح وجان یہی اخلاص ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کا معیار کسی کی شکل وصورت اور اس کی دولت مندی پر نہیں ہے بلکہ اس کی نیت کے صحیح رخ اور اس کی نیک کرداری کی بنیاد پر ہے۔

حدیث بالا ''جمع الفوائد'' میں ان الفاظ کے ساتھ ہے ''اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَنْظُرُ اِلٰی أَجْسَادِکُمْ وَلاَ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَأَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ'' (۱) اللہ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو اور تمہارے ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

یہ الفاظ مطلب بیان کرنے میں زیادہ واضح ہیں کہ مقبولیت کا اصل دار ومدار نیت کی درستی پر مبنی ہے، اگر ظاہری اعمال تو بہت اچھے ہوں مگر اخلاص کی دولت سے خالی تو وہ اللہ کے دربار میں ہرگز قبول نہیں ہوتے، (۲) اسی وجہ سے حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اے نفس! اخلاص پیدا کر اسی سے خلاصی ممکن ہوگی۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الریاء والسمعۃ'' ص ۴۵۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی البرّ والصّلۃ (باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ) واخرجہ ابن ماجہ فی ابواب الزھد (باب القناعۃ).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰہ: اس کا اسم۔ لا ینظر: فعل فاعل۔ الی: حرف جار۔ صورکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واموالکم: معطوف، پھر یہ معطوف معطوف علیہ مجرور ہوا اور پھر جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، اور فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ واؤ: عاطفہ۔ لکن: حرف استدراک۔ ینظر: فعل فاعل۔ الی: حرف جار۔ قلوبکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واعمالکم: معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، پھر یہ متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) جمع الفوائد ۲/۱۶۰ (۲) معارف الحدیث ۲/۳۲۳ (۳) تبلیغ دین ص ۲۵۰

(١٠٥) اِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْهٍ طَلِقٍ

یقیناً یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے چہرے کی بشاشت کے ساتھ ملو

لغات: طَلِق: طِلْقٌ وطُلُقٌ بتثلیث الطاء، بمعنی کشادہ، خوش وخرم، طَلْقٌ(ک) ہنس مکھ ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں شریعت نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب بھی کسی سے ملاقات کی جائے تو چہرے پر خوشی وبشاشت کے آثار ہوں اس طرح ملاقات کرنے کو معروف اور نیکی فرمایا، اصل میں معروف کہتے ہیں ہر اس کام کو جس کو عقل یا شریعت اچھا سمجھتی ہو(۱) علماء فرماتے ہیں اس طرح ملنے کو نیکی اس وجہ سے قرار دیا گیا کہ اس سے دوسرے شخص کو فرحت وخوشی محسوس ہوتی ہے اور مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ نیکی ہے۔(۲)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر تمہارا کوئی دشمن بھی تم سے ملاقات کرنے آئے اس وقت بھی یہی حکم ہوگا کہ اس سے بھی خوشی کے ساتھ ملاقات کی جائے اس پر استدلال ایک دوسری حدیث سے بھی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے تھے اور ایک آدمی کی برائی بیان فرمارہے تھے اس کے کچھ دیر بعد وہ خود مجلس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس سے بہت ہی بشاشت کے ساتھ ملے۔(۳)

بہر حال یہ اسلام کی خصوصیت اور ہمہ گیری ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ ملنے کو بھی نیکی قرار دے دیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضل الصدقة" ص ۱۶۸ پر ہے، پوری حدیث اسطرح ہے:

عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: کل معروف صدقة وان من المعروف ان تلقی اخاک بوجه طلق وان تفرغ من دلوک فی اناء اخیک.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصّلة، واخرجه مسلم فی کتاب البرّ والصّلة.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من المعروف: جار مجرور ثابت محذوف کے متعلق ہوکر ان کی خبر مقدم۔ تلقی: فعل ضمیر فاعل۔ اخاک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ بوجه طلق: باء: حرف جار۔ وجه طلق: موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا اور پھر فعل کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مفرد ان کا اسم، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۲/۲۵۲ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۳۴۹ (۳) مشکوۃ

(١٠٦) اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ

بلاشبہ لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ مقرب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

لغات: اَوْلیٰ: زیادہ حقدار، زیادہ قریب، قال تعالیٰ: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ﴾۔

تشریح: اس حدیث کے مخاطبین وہ لوگ ہیں جو سلام کرنے کے حکم اور حقوق میں برابر ہوں مثلاً دو شخص راستے میں پیدل ملیں تو اب ان میں جو پہل کرے گا وہ اس فضیلت میں داخل ہوگا بخلاف اس صورت کے کوئی شخص کسی کے پاس جاتا ہے اور وہ پہلے سلام کرتا ہے تو وہ اس فضیلت میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ذمہ ہی تھا کہ وہ پہلے سلام کرے۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ سلام کی ابتداء کرنے والے کی جو فضیلت اس حدیث میں فرمائی گئی بظاہر اس کی دو وجہ ہیں:

اول: یہ کہ وہ نیک کام میں سبقت کرتا ہے۔

دوم: یہ کہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی چاہتا ہے اور سلام کے ذریعہ دعا دیتا ہے کہ تجھ پر سلامتی ہو یا سلام کا ترجمہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا سایہ تجھ پر رہے اس میں بھی دعا ہے اور اگر سلام کا ترجمہ یہ کریں جو بعض علماء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے حالات سے واقف ہے لہٰذا تو اس سے غفلت نہ کر اعمال اور آخرت کی فکر میں لگا رہے اس صورت میں بھی وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی چاہ رہا ہے۔(۱)

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تین چیزوں سے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے:

ایک: یہ کہ ملاقات کے وقت میں سلام میں ابتدا کرے۔

دوسرے: یہ کہ مسلمان بھائی کو ایسے نام لے کر پکارے جس کو وہ پسند کرتا ہو۔

تیسرے: یہ کہ جب مسلمان ملاقات کے لئے آئے تو اس کو عزت واحترام سے مجلس میں جگہ دے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب السلام" ص ۳۹۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن أبی أمامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ان اولی الناس باللّٰہ من بدا بالسلام**

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الادب (باب فی فضل من بدا بالسلام).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ اولی الناس: مضاف مضاف الیہ۔ باللّٰہ: جار مجرور متعلق ہوا اولی کے، اور پھر یہ ان کا اسم۔ من: موصولہ۔ بدا: فعل ضمیر فاعل۔ بالسلام: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، پھر یہ ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۳۵۳ (۲) مرقاۃ ۹/۵۵

(۱۰۷) اِنَّ الرِّبٰوا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِیْرُ اِلٰی قِلٍّ

بے شک سود سے حاصل شدہ مال خواہ کتنا ہی ہو مگر آخر کار اس میں کمی آجاتی ہے۔

لغات: اَلرِّبٰوا: زیادتی، سود، رَبَا یَرْبُوْا، رِبَاءً ورِبَوًا، مال زیادہ ہونا، قال تعالیٰ: ﴿لَا تَأْکُلُوا الرِّبٰوا﴾. قَلَّ: (ض) قَلًّا قِلًّا قِلَّةً، کم ہونا۔ عَاقِبَتَهٗ: ہر چیز کا آخر، جمع عَوَاقِب، عَقَبَ (ن۔ض) ایڑی مارنا، پیچھے آنا۔

تشریح: سودی مال میں خیر و برکت نہیں ہوتی اور جلد ہی وہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی آتا ہے ﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ﴾ "اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے"۔

بہر حال سود ایک اجتماعی برائی کو جنم دیتا ہے، سود کے نتیجہ میں معاشرہ دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے، امیر تو امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے اور مال چند ہاتھوں میں جمع ہو کر پورا معاشرہ افلاس و محتاجی کا نمونہ پیش کرنے لگتا ہے، سود خور اپنے مال سے بھی فائدہ حاصل نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ اس کی بڑھانے کی فکر میں وہ اس کو خرچ بھی نہیں کرتا۔

سود کا حرام ہونا قرآن کی متعدد آیات اور ذخیرہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ: سود تمام شریعتوں میں حرام رہا ہے، یہود کو بھی منع کیا گیا تھا کہ ﴿واخذهم الربوا وقد نهوا عنه﴾

ترجمہ: "یہود سود لیتے تھے حالانکہ توریت میں ان کو منع کیا گیا تھا"(۱)

موجودہ توریت میں اب بھی یہ عبارت موجود ہے:

(۱) اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔(۲)

(۲) موجودہ انجیل میں بھی سود کی مذمت موجود ہے اور بغیر سود کے قرض دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرّبوا" ص ۲۴۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ان الربوا وان كثر فان عاقبته تصير الى قل

تخریج حدیث: **اخرجه الامام احمد فی مسنده، واخرجه ابن ماجه فی ابواب التجارة ومتعلقاتها مع اختلاف.**

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الربوا: اس کا اسم، خبر اس کی محذوف ہے، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ وان كثر: فعل فاعل یہ جملہ شرط، اس کی جزا بھی محذوف ہے یعنی "فهو قليل" شرط جزا سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

فان: حرف مشبہ بالفعل۔ عاقبته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کا اسم۔ تصير: فعل فاعل۔ الى قل: یہ متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تفسیر قرطبی ۳/۳۶۶ (۲) توریت سفر خروج باب ۲۲ درس ۲۵
(۳) انجیل لوقا باب ششم درس ۳۵ نوٹ: اتحاف شرح احیاء میں اس کی بہت نفیس بحث موجود ہے ۹/۶۳-۶۶

(۱۰۸) اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ

بلاشبہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کرتا ہے جیسے کہ ایلوا شہد کو خراب کرتا ہے۔

لغات: اَلصَّبِر: بمعنی ایلوا جمع صُبُوْر آتی ہے۔ اَلْعَسَل: بمعنی شہد جمع أَعْسَال عُسْلٌ، عُسُوْلٌ، عُسْلَانٌ آتی ہے، عَسَلَ (ن،ض) عَسْلاً قال تعالیٰ: ﴿وَاَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّی﴾۔

تشریح: ''غـضـب'': اردو میں اس کا ترجمہ غصہ ہے، غصہ اس طبعی کیفیت کا نام ہے جو طبیعت ومزاج کے خلاف پیش آنے والی باتوں پر نفس کو برانگیختہ کرتی ہے اور انتقام لینے پر اکساتی ہے، اسی وجہ سے غصہ میں انسان کا چہرہ سرخ اور رگیں پھول جاتی ہیں۔

غصہ ایمان کو خراب کرتا ہے: غصہ میں شیطان آدمی پر اچھی طرح مسلط ہو جاتا ہے اور پھر اس کے منہ سے ایسے کلمات نکلواتا ہے جو بسا اوقات اس کو کفر تک پہنچا دیتے ہیں یا کم از کم اس سے کمال ایمان یا نور ایمان کو ضائع کروا دیتے ہیں،(1) تو فرمایا گیا کہ جس طرح شہد کتنا اچھا اور شیریں ہوتا ہے مگر ایلوا اس کو خراب کر دیتا ہے، اسی طرح ایمان میں بھی شیریں اور مٹھاس ہے مگر غصہ اس کو خراب کر دیتا ہے۔

غصہ کا علاج: شریعت میں غصہ کے دو قسم کے علاج آتے ہیں: (1) ایک باطنی۔ (2) دوسرے ظاہری۔

اول: باطنی یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ قسمت میں اسی طرح لکھا ہوا تھا، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی احمق و بے وقوف چاقو اور چھری پر غصہ کرے کہ تو نے مجھے کو کیوں کاٹا۔

دوم: اس بات کا تصور کرے کہ اللہ قادر مطلق ہے اس کا غصہ کتنا شدید ہوگا مگر وہ بندوں کی نافرمانیوں کو کتنا معاف کرتا ہے اور درگزر کرتا ہے، تو میں اس معمولی سی بات پر غصہ کرتا ہوں۔

ظاہری علاج یہ ہے اول وضوء کرے دوم ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھے، سوم کھڑا ہے تو بیٹھ جائے بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔(2)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغضب والکبر'' ص۴۴۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن بھز بن حکیم عن أبیه عن جدہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان الغضب لیفسد الایمان کمایفسد الصبر العسل.**

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیھقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الغضب: ان کا اسم۔ لیفسد: فعل فاعل۔ الایمان: مفعول۔ کما: کاف حرف جار۔ ما: مصدریہ۔ یفسد: فعل۔ الصبر: فاعل۔ العسل: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مجرور ہوا پھر یہ متعلق ہوا لیفسد فعل کے، فعل اپنے فاعل ومفعول اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(1) مرقاۃ ۹/۳۱۶ ومظاہر حق
(2) احمد وترمذی
(3) مشکوۃ
(4) مشکوۃ

(۱۰۹) اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِیْ اِلَی النَّارِ

بے شک سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک جھوٹ بولنا فسق ہے اور فسق دوزخ کی طرف لے جاتا ہے

لغات: فُجُوْر: بمعنی جھوٹ بولنا، فَجَرَ(ن) فَجْرًا جھوٹ بولنا۔

تشریح: اس حدیث میں دو اہم صفتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پہلی صفت سچ بولنا دوسری صفت جھوٹ بولنا، سچ کے اچھے ہونے پر سب ہی متفق ہیں، سچ بولنے پر اس حدیث میں یہ انعام بتایا گیا ہے کہ سچ جنت کا راستہ ہموار کرتا ہے بخلاف جھوٹ کے کہ وہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے۔

حدیث میں الفاظ یہ ہیں "الصدق بر" کہ سچائی نیکی ہی ہے، یعنی تمام نیکیوں کی اصل اور بنیاد ہے کہ اس کی برکت سے برائیاں خود بخود اس سے چھوٹتی جاتی ہیں، جیسے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتادیجئے کہ جس کی وجہ سے میں گناہوں کو چھوڑ دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ (برائیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی)۔

اسی طرح جھوٹ کے برے ہونے پر سب ہی متفق ہیں، جھوٹ پر وعید اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ جھوٹ جہنم کا راستہ ہموار کرتا ہے، حدیث میں الفاظ یہ ہیں "الکذب فجور" جھوٹ بولنا یہ دوسری برائیوں کے لئے اصل ہے اور بنیاد ہے اور اس سے آدمی برائیوں میں خود بخود پھنستا چلا جاتا ہے، یہ حدیث بھی پورے دین کا خلاصہ ہے اور جوامع الکلم میں سے ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغيبة والشتم" ص ۴۱۱-۴۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: عليكم بالصّدق، فانّ الصّدق يهدى الى البرّ، وانّ البرّ يهدى الى الجنّة، وما يزال الرجل يصدق يتحرى الصّدق حتّى يكتب عند الله صديقا، وايّاكم والكذب فانّ الكذب يهدى الى الفجور، والفجور يهدى الى النّار، ومايزال الرّجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذّابا، (متفق عليه وفى رواية قال: انّ الصّدق برّ وانّ البرّ يهدى الى الجنّة وانّ الكذب فجور وانّ الفجور يهدى الى النّار).

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب البرّ والصّلة (باب قبح الكذب وحسن الصدق) وأخرجه أبو داود فى كتاب الادب (باب التّشديد فى الكذب).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الصدق: اس کا اسم۔ بر: خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ البر: اس کا اسم۔ یهدی: فعل فاعل۔ الی الجنة: اس کے متعلق اور پھر یہ ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الکذب: اس کا اسم۔ فجور: خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ یهدی: فعل فاعل۔ الی النار: فعل کے متعلق ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱۱۰) اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ

بلاشبہ اللہ نے تم پر حرام کردیا ہے ماؤں کی نافرمانی کرنا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور قیل وقال کرنا اور سوال کی کثرت اور مال کو ضائع کرنا۔

لغات: عُقُوق: عَقَّ (ن) عُقُوْقًا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ اَلْاُمَّھَات: جمع الامّ ہے، بمعنی مائیں، قال تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھَاتُکُمْ﴾. وَأْد: وَأَدَ (ض) وَأْدًا، زندہ درگور کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَاِذَا الْمَوْئٗدَۃُ سُئِلَتْ﴾. مَنْع: (س) مَنْعًا، محروم کرنا، روکنا۔ وَھَات: اسم فعل بمعنی اعط بمعنی لاؤ، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ﴾. اِضَاعَۃ: ضائع کرنا، ضَاعَ (ض) ضَیْعًا بمعنی تلف ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں انسان کو چھ کاموں سے روکا گیا ہے:

(۱) ماں کی نافرمانی کرنے سے:

یہاں پر صرف ماں کا ذکر کیا باپ کو چھوڑ دیا، اس وجہ سے کہ ماں کا حق زیادہ ہے یا ماں کمزور ہوتی ہے معمولی سے بھی پریشانی برداشت نہیں کرسکتی بخلاف باپ کے کہ وہ بہت کچھ برداشت کرجاتا ہے اس لئے ماں کا زیادہ خیال کیا جائے یا یہ کہ ماں کے ذکر میں باپ بھی داخل ہے۔(۱)

(۲) لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے:

یہ اسلام سے پہلے کی رسم تھی، شریعت نے اس کو حرام کردیا ہے اور کہا کہ لڑکی موجب عار نہیں بلکہ موجب برکت ہے۔

(۳) مال کو صحیح خرچ نہ کرنے سے:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث عام ہے صرف مال میں بخل مراد نہیں بلکہ ہر چیز میں ہوسکتا ہے خواہ افعال ہوں یا اقوال یا کردار اس سے لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنا یہ سب اس میں داخل ہے۔(۲)

(۴) قیل وقال کرنے سے:

یہ عربی کا محاورہ ہے معنی یہ ہوتا ہے کہ اپنے کو بے فائدہ بحث میں لگانا کہ چند آدمی ایک جگہ بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں اور غلط سلط واقعات اور لغو وفضول باتوں میں مشغول ہوں۔

(۵) کثرت سے سوال کرنے سے یہ بھی عام ہے

(۱) اپنے علم کا اظہار کرنے کے لئے سوال کرنا۔

(۲) کسی کے احوال کے بارے میں بہت زیادہ تجسس کرے

(۳) یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہے کہ تم نبی ﷺ سے زیادہ سوال مت کرو جیسا کہ قرآن مجید میں منع فرمایا گیا ہے: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ﴾ ''اے ایمان والو! مت پوچھو بہت سی ان چیزوں کے بارے

میں اگر وہ تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں"۔

(۲) مال کو ضائع کرنے سے:

یہ بھی عام ہے (۱) فضول خرچی کرے۔(۲) مال کو آگ یا پانی یا اسی طرح کسی اور طریقے سے ضائع کردے۔(۳) معلوم ہو کہ جس کو مال دے رہا ہوں یہ غلط جگہ پر خرچ کرے گا تب بھی اس کو دے۔(۳)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اخلاق کے بارے میں بہت اہمیت رکھتی ہے اور یہ بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔(۴)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب البرّ والصلة" ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن المغيرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: انّ الله حرّم عليكم عقوق الامّهات ووأد البنات ومنع وهات وكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال واضاعة المال.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الادب (باب عقوق الوالدين من الكبائر) واخرجه مسلم فى كتاب الاقضية (باب النهى عن كثرة المسائل).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰہ: اس کا اسم۔ حرم: فعل ضمیر فاعل۔ علیکم: جار مجرور متعلق فعل کے۔ عقوق الامهات: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ وأد البنات: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ منع: معطوف علیہ معطوف۔ وھات: بھی معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ کرہ: فعل فاعل۔ لکم: متعلق۔ قیل: لفظ مراد ہے تو یہ محذوف قول کا مضاف الیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف و اضاعة المال: معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر حرم کے لئے مفعول، حرم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۱۹۱ (۲) مظاہر حق ۴/۵۱۱ (۳) مظاہر حق ۴/۱۱۲ (۴) مرقاۃ ۹/۱۹۳

(۱۱۱) اِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ

بلاشبہ تمام اعمال میں سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی سے دوستی کرے اور اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی سے دشمنی کرے

لغات: اَلاَعْمَال: عَمَلٌ کی جمع ہے بمعنی کام، قال تعالیٰ: ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ﴾.

تشریح: اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرے اس کو اس حدیث میں بہترین عمل فرمایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی دین دار سے محبت کی تو اب عبادات وطاعات کو اپنانا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ "آدمی اپنے دوست کے مذہب

پر ہوتا ہے" جو وہ کرتا ہے وہی وہ بھی کرتا ہے، یہاں بظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے بہتر عمل بھی موجود ہیں مثلاً نماز، جہاد، روزہ وغیرہ پھر اس کو کیوں نہیں بیان کیا گیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے لئے محبت وبغض کو سب سے بہتر فرمایا گیا ہے وہ قلبی اعمال کے اعتبار سے ہے باقی جسمانی اعمال میں دوسرے اعمال اس سے بہتر موجود ہیں۔ (۱)

یا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جن امور کو شریعت نے کرنے یا اجتناب کا حکم دیا ہے اس کے بعد سے بہتر عمل یہ ہے کہ کسی سے اللہ کے لئے محبت کرے یا بغض رکھے، اس کی تائید طبرانی کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ "أَحَبُّ الاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ قَلْبَ مُؤْمِنٍ. (۲)

ترجمہ: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک فرائض کے بعد یہ ہے کہ کسی مؤمن کے دل کو خوش کر دے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا یہ اہم ترین عبادت میں سے ہے کہ اس کی برکت سے آدمی بہت سے گناہوں سے بچ کر اچھائیوں کا راستہ پر پڑ جاتا ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحبّ فی اللّٰہ ومن اللّٰہ" ص ۴۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: خرج علینا رسول اللّٰہ ﷺ قال: اتدرون ای الاعمال احب الی اللّٰہ تعالیٰ قال قائل: الصلوة والزکاة وقال قائل: الجهاد، قال النبی ﷺ: ان احب الاعمال الی اللّٰہ تعالیٰ الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب السنة (باب مجانبة اکل الاهواء) واخرجه الامام احمد فی مسنده.

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ احب الاعمال: مضاف مضاف الیہ۔ الی اللّٰہ: الی: حرف جار۔ لفظ اللہ: ذوالحال۔ تعالیٰ: فعل فاعل سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مجرور ہوا اور پھر یہ احب کے متعلق ہو کر ان کا اسم۔ الحب: ذوالحال۔ فی اللّٰہ: کائنا کے متعلق ہو کر حال، حال ذوالحال سے مل کر معطوف علیہ۔ والبغض: ذوالحال۔ فی اللّٰہ: کائنا کے متعلق ہو کر حال ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۳۷۵، مرقاہ ۹/۲۵۹ (۲) رواہ طبرانی (۳) احیاء العلوم میں اچھی بحث ہے وہاں دیکھی جا سکتی ہے، ۲/۲۲۶

(۱۱۲) اَلاَ اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلاَّ ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالاَهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ

یاد رکھو! دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے البتہ اللہ کا ذکر اور جو اس کے قریب ہوں اور عالم و متعلم۔

لغات: مَلْعُوْنَة: اسم مفعول، لَعَنَ (ف) لَعْنًا ،لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے دور کرنا، قال تعالیٰ: ﴿مَلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا﴾۔ وَالاهُ: وَالٰی، وَلاءً وَمُوَالاةً، بمعنی آپس میں دوستی کرنا، مدد کرنا۔

تشریح: "لعنت" کہتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے دور کرنا مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ دنیا اور جو چیز بھی انسان کو اللہ کے قریب ہونے سے روکے ان سب پر اللہ کی لعنت ہے۔

دنیا ملعون ہے: بہت سی روایات میں دنیا کی مذمت بیان کی گئی ہے، مثلاً ایک روایت میں وارد ہے کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی پینے کا بھی نہ دیا جاتا۔ (۱)

ایک اور روایت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے کوئی مخلوق دنیا سے زیادہ بری پیدا نہیں فرمائی (اسی وجہ سے) جب دنیا کو پیدا کیا اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں کی۔ (۲)

الا ذکر اللہ: اس دنیا کی چیزوں سے چند چیزیں مستثنیٰ ہیں:

(۱) اللہ کا ذکر اس سے مراد یا تو حقیقی معنی مراد ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنا۔

(۲) یا مجازی معنی اس صورت میں تمام اطاعت خداوندی اس میں داخل ہوگی۔ (۳)

والاہ: اس کے بھی دو معنی ہیں:

(۱) ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر کو قریب کرنے والی ہو۔

(۲) اللہ کے قریب کرنے والی ہو تو پھر اس میں تمام اطاعت وعبادات داخل ہو جائیں گی۔

عالم ومتعلم: عالم اور طالب علم بھی مستثنیٰ ہیں۔

سوال: والاہ میں تو یہ داخل ہے؟

جواب: ان کی خصوصیت اور اہتمام کی وجہ سے پھر دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔

عالم اور طالب علم کی فضیلت: عالم کے فضائل سب ہی روایات میں بیان کئے گئے ہیں، مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کرام سے فرمائے گا کہ اے گروہ علماء! میں نے اپنا علم وحلم اس وجہ سے تم کو دیا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ تمہاری مغفرت کروں۔

اسی طرح طالب علم کے فضائل بھی متعدد احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس کو اس حال میں موت آئے کہ وہ طالب علمی میں تھا اور اس علم کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرنے کی نیت تھی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان صرف ایک ہی درجہ کا فرق ہوگا وہ نبوت کا درجہ ہوگا اور فرمایا کہ: اس حال میں موت آجائے تو شہید ہوگا، اس حدیث کو بھی "جوامع الکلم" میں شمار کیا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه ان رسول الله ﷺ قال: الا ان الدنيا ملعونة ملعون ما فيها الا ذكر الله وما والاه وعالم أومتعلم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجآء فی هوان الدنیا علی الله واخرجه ابن ماجه فی کتاب الزهد (باب مثل الدنیا).

ترکیب حدیث: الا: حرف تنبیہ۔ان: حرف مشبہ بالفعل۔الدنیا: اس کا اسم۔ ملعونة: خبر اول۔ ملعون: صیغہ اسم مفعول۔ ما: موصولہ۔فیھا: جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہو کر ما کے لئے صلہ پھر موصول صلہ سے مل کر ملعون کے لئے نائب فاعل ہو کر مبین۔ الا: استثناء لغو۔ذکر الله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔واؤ: حرف عطف۔ما: موصولہ۔والاہ: یہ صلہ، موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔عالم او متعلم: معطوف علیہ معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے پر عطف ہو کر بیان مبین بیان سے مل کر ان کی خبر ثانی، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) الترغیب والترھیب ۱/۱۰۱ (۲) الترغیب والترھیب (۳) مرقاۃ ۹/۳۶۳

(۱۱۳) إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنُ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْنَهَرًا أَجْرَاهُ أَوْصَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَتِهِ وَحَيٰوتِهِ تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ

بلاشبہ ایک مؤمن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں سے جو چیز ملے گی (ایک تو) ایسا علم جس کو اس نے لوگوں کو سکھایا اور پھیلایا (دوسرے) نیک اولاد جس کو اپنے بعد چھوڑا (تیسرے) قرآن جو وارثوں کے لئے چھوڑا ہو (چوتھے) مسجد جو اس نے بنائی ہو (پانچویں) مسافر خانہ جس کو اس نے مسافروں کے لئے تعمیر کروایا ہو (چھٹے) نہر جسے اس نے کھدوایا ہو (ساتویں) وہ صدقہ جو اس نے اپنی تندرستی اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا ہو ان سب کا ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی پہونچے گا۔

لغات: يَلْحَقُ: لَحِقَ (س) لَحْقًا وَلَحَاقًا، ملنا، لاحق ہونا۔حَسَنَاتِهِ: واحد حَسَنَةٌ ضد سَيِّئَةٌ. نَشَرَهُ: نَشَرَ (ض۔ن) نَشْرًا، کھولنا، پھیلانا۔ مُصْحَفًا: بمعنی قرآن مجید، جمع مَصَاحِفُ ہے۔وَرَّثَهُ: تَوْرِيْثًا، وارث بنانا، وَرِثَ (ح) وَرْثًا، وارث ہونا۔ بَنَاهُ: بَنَاءً وَبُنْيَانًا، تعمیر کرنا، مکان بنانا، قال تعالیٰ: ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾ نَهَرًا: بمعنی ندی، نہر جمع "أَنْهَارٌ، أَنْهُرٌ، نُهُرٌ، نُهُوْرٌ" آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ﴾۔

تشریح: پہلی چیز جس کا فائدہ انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے وہ علم ہے جس کو اس نے لوگوں میں پھیلایا ہو اسی علم کا نام

دوسری حدیث میں علم نافع رکھا گیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علم نافع سے دل منور ہو جاتا ہے اور دل سے وہ پردہ اٹھ جاتا ہے جو مانع ہوتا ہے حقائق اشیاء کی معرفت وفہم کے لئے۔(١)

علم چوں بر دل اند یادی شود
علم چوں برتن زند ماری شود

دوسری چیز ولد صالح ہے، ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صالح سے مراد یہاں پر مومن ہے۔(٢)
ولد کے ساتھ ''صالح'' کی قید اس لئے لگائی کہ لڑکے کو برانگیختہ کرنا ہے کہ اس کو بھی چاہئے کہ نیک بنے اور دعا کرے، اگر چہ غیر صالح بھی دعا کرے تب بھی فائدہ ہوگا(٣) یا صالح کی قید میں اس کی طرف اشارہ ہو کہ والدین کے ذمہ ہے کہ اولاد کو نیک بنائیں۔
اسی طرح قرآن، نہر، مساجد کا بھی ثواب مرنے کے بعد انسان کو ملتا ہے کیونکہ **"من دل علی خیر کفاعله"** جو خیر کی طرف رہنمائی کرے تو کرنے والے کی طرح اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔ بقول ذوق کے:

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بن
پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

سوال: اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد انسان کو ملتا رہتا ہے تو اس حدیث بالا میں صرف سات چیزوں کو کیوں بیان کیا؟

جواب: حصر مقصود نہیں کچھ اس حدیث میں اور کچھ دوسری حدیث میں بیان فرما دیا۔
دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے اس حدیث میں وہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جس سے لوگ طویل عرصہ تک فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔
یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العلم" ص ٣٦ پر ہے، پوری حدیث بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه (باب ثواب معلم الخیر).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ **مما:** من: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ **یلحق المومن:** فعل فاعل اور مفعول۔ **من:** حرف جار۔ **عمله:** مضاف مضاف الیہ معطوف علیہ۔ **واؤ:** عاطفہ۔ **حسناته:** مضاف مضاف الیہ معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر من کے لئے مجرور ہو کر یلحق کے متعلق۔ **بعد موته:** مضاف مضاف الیہ مفعول یلحق کا اور پھر یہ صلہ ہوا ما موصولہ کا، موصول صلہ سے مل کر خبر مقدم۔ **علما:** موصوف۔ **علمه:** فعل فاعل مفعول معطوف علیہ۔ **ونشره:** فعل فاعل مفعول معطوف پھر معطوف معطوف علیہ سے مل کر صفت ہوئی علما کی، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ۔ **ولدا صالحا:** ولد: موصوف۔ صالحا: صفت اول۔ **ترکه:** فعل فاعل مفعول صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ **مصحفا:** موصوف۔ **ورثه:** فعل فاعل مفعول صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ **او:** حرف عاطفہ۔ **مسجدا:** موصوف۔ **بناه:** فعل فاعل مفعول سے مل کر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ **أو:** حرف عطف۔ **بیتا:** موصوف۔ **لابن السبیل بناه:** ل: جار۔ ابن: مضاف۔ **سبیل:** مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر محذوف کے متعلق ہو کر صفت اول۔ **بناه:** فعل فاعل مفعول صفت ثانی،

موصوف دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او : حرف عطف۔ نهرا : موصوف۔ اجراه: فعل فاعل مفعول صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ او : حرف عطف۔ صدقة : موصوف۔ اخرجها : فعل فاعل مفعول۔ من : حرف جار۔ ماله : مجرور ہوکر فعل کے متعلق۔ في صحته : اور حيوته : ایک دوسرے پر عطف ہوکر مجرور ہوا اور پھر یہ فعل کے متعلق اور پھر یہ صدقة موصوف کی صفت ہوکر معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر ان کا اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ تلحقه : فعل فاعل مفعول۔ من : حرف جار۔ بعد موته : مضاف مضاف الیہ اس کا مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر تلحق کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) اشعۃ اللمعات (۲) مرقاۃ ۹/ ۲۶۹ (۳) التعلیق الصبیح ۹/ ۱۴۳

(١١٤) اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاسق شخص کے ذریعہ بھی کرتے ہیں

لغات: لَيُؤَيِّدُ: أَيَّدَهُ، تَائِيْدًا، قوی کرنا، ثابت کرنا۔

تشریح: "اللہ تعالیٰ دین کی مدد فاسق وفاجر آدمی سے بھی لیتا ہے" یہاں پر رجل فاجر سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) جو نام ونمود کے لئے نیک کام کرتا ہو۔

(۲) منافق شخص مراد ہے۔

(۳) اس سے مراد وہ شخص ہے جو اچھے کام کے ساتھ ساتھ برے کام بھی کرتا ہے۔

بہر حال اس حدیث میں تنبیہ ہے ان مبلغین دین کے لئے جو دین کا کام کرتے ہیں کہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں، اس لئے اللہ مجھ سے دین کا یہ کام لے رہا ہے، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ جو یہ دین کا کام اللہ مجھ سے لے رہا ہے یہ تو محض اسکا فضل ہے۔

دوسری تنبیہ اس حدیث میں یہ ہے کہ دین کا کام کرنے والے ہر وقت اپنے بارے میں ڈرتے رہیں کہ معلوم نہیں کہ میرا شمار کہیں رجل فاجر میں تو نہیں؟ کیونکہ اللہ تو دین کا کام رجل فاجر سے بھی لے لیتا ہے، اس بات پر دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ اس دنیا میں ایک دو نہیں سیکڑوں لوگ ایسے آئے کہ ان کے بارے میں فسق کی نسبت کی گئی ہے مگر اللہ نے ان سے بھی دین کا کام خوب لیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب في المعجزات" ص ۵۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال شهدنا مع رسول الله ﷺ حنينا فقال رسول الله ﷺ لرجل ممن معه يدعي الاسلام: هذا من اهل النّار فلما حضر القتال قاتل الرجل من اشد القتال و كثرت به الجراح فجاء رجل فقال: يا رسول الله! أرايت الذى تحدث انه من اهل النار، قد قاتل فى سبيل الله من اشد القتال فكثرت به الجراح، فقال: اما انّه من اهل النّار، فكاد بعض النّاس يرتاب فبينما هو على ذلك اذ وجد الرجل الم الجراح فاهوى بيده الى كنانته فانتزع سهما فانتحر بها فاشتدّ رجال من المسلمين الى رسول الله ﷺ فقالوا: يارسول

اللّٰہ! صدق اللّٰہ حدیثک قد انتحر فلان وقتل نفسه فقال رسول اللّٰه ﷺ: اللّٰه اکبر اشهد انی عبداللّٰه ورسوله یا بلال! قم فاذّن لا یدخل الجنّة الا مؤمن وانّ اللّٰه لیؤیّدھذا الدّین بالرّجل الفاجر.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری (باب ان اللّٰه لیؤید بالرجل الفاجر).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ اللّٰہ: اسم۔ لیؤید: فعل ضمیر فاعل۔ ھذا الدین: مفعول۔ باء: حرف جار الرجل الفاجر: موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا لیؤید فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱۱۵) اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ یَتَبَاھَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ

یقیناً قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مساجد (کی تعمیر) میں فخر کریں گے

لغات: أَشْرَاط: جمع شَرْط کی، علامت، ہر چیز کا اول۔ اَلسَّاعَة: کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً وقت، گھڑی، گھنٹہ، مراد یہاں قیامت ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ جمع سَاعَاتٌ آتی ہے۔

تشریح: اسلام سادگی کو پسند کرتا ہے، اس حدیث میں قرب قیامت کی ایک علامت کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی مسجدوں کو خوب مزین کریں گے، اس جیسی احادیث سے علماء متقدمین استدلال کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ مسجد کو مزین و منقش نہ کیا جائے۔

مگر علماء متاخرین نے چند شرائط کے ساتھ مزین و منقش کرنے کی اجازت دی ہے جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کیونکہ جب کہ لوگوں کے مکانات خوب مزین و منقش ہوں گے اور مساجد بالکل سادی رہیں تو اب اسکی وقعت و عظمت نہ ہوگی بلکہ تحقیر آ جائے گی جو خطرے کی بات ہے۔

صاحب "تعلیق الصبیح" فرماتے ہیں کہ اگر ہم مسجد نبوی ﷺ پر ایک نظر ڈالیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانے میں تو سادگی تھی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی مرمت کروائی تب بھی سادی ہی رکھی مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسجد کو وسیع بھی کروایا اور دیواروں پر منقش پتھر اور چھت پر سال کی لکڑی استعمال کروائی۔ (۱)

بعض علماء کرام اس حدیث بالا کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب نیت میں فتور ہو کہ لوگ میری تعریف کریں اور مسجدوں کو ایک دوسرے سے فخر کے لئے مزین کروائیں، یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہوگا ورنہ فی نفسہ مسجد کو مزین کروانا یہ اچھی بات ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد ومواضع الصلوۃ" ص ۶۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ان من اشراط الساعة ان یتباھی الناس فی المساجد.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الصلوة (باب بناء المسجد).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ من: حرف جار۔ اشراط الساعة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر ان کی خبر مقدم۔ ان یتباھی: فعل۔ الناس: فاعل۔ فی المساجد: متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کا اسم موخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۱/۳۱۵

انّما

یہاں سے اب مصنف ایسی احادیث کو بیان کریں گے جن کے شروع میں ''انما'' ہوگا

(۱۱۶) اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ

بے شک نادانی کی بیماری کا علاج سوال ہے

لغات: شِفَاء: صحت یابی، شَفَا(ض) شِفَاءً صحت دینا، قال تعالیٰ: ﴿فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾. اَلْعَيّ: گفتگو میں عاجز تھکنے والا اس کی جمع أَعْيَاء آتی ہے، عَيِيَ (س) عَيًّا.

تشریح: انسان کو اللہ و رسول کے احکامات کیسے معلوم ہوں یہ اسی وقت ممکن ہے کہ آدمی خود ہی قرآن و حدیث اور فقہ سے معلوم کرے، اگر اس میں یہ استطاعت نہیں ہے تو اب وہ اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرے،

اس حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں اہل علم سے سوال کرنے کی ترغیب معلوم ہوتی ہے مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال کرنا ہے پس سوال کیا کرو (اہل علم سے) اس میں چار اشخاص کو ثواب ملتا ہے:

اول: سوال کرنے والے کو۔

دوم: عالم کو۔

سوم: سننے والے کو۔

چہارم: جو اس سے محبت رکھتا ہے۔(۱)

حضرت ابو داود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک مسئلہ سیکھوں یہ میرے نزدیک پوری رات کی شب بیداری سے بہتر ہے۔ (۲)حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ: تعجب ہے مجھ کو اس شخص پر جو علم کے بارے میں جستجو نہیں کرتا پھر اس کا نفس اس کو بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے۔(۳) اس حدیث سے علماء نے تقلید پر بھی استدلال فرمایا ہے کہ وہ بھی بیمار لوگوں کے لئے شفاء کا کام دیتی ہے، یہی حدیث بالا کا حکم قرآن سے بھی معلوم ہوتا ہے ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ۔ ترجمہ: ''سوال کرو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو''۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب التیمم'' ص ۵۴-۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال خرجنا في سفر فاصاب رجلا منا حجر فشجه في راسه فاحتلم فسأل اصحابه هل تجدون لي رخصه في التيمم قالوا ما نجد لک رخصة وانت تقدر على الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا على النبي ﷺ اخبر بذلک قال قتلوه قتلهم الله الاسالوا اذا لم يعلموا فانما شفاء العي السؤال انما كان يكفيه ان يتيمم ويعصب على جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الطهارة(باب المجروح یتیمم).

ترکیب حدیث: انما: حرف مشبہ بالفعل۔ ما: کافہ ہےاس نے ان کوعمل کرنے سے روک دیا۔ شفاء العی: مضاف مضاف الیہ سے مل کرمبتداء۔ السوال: خبر، مبتداخبر سے مل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) کنزالعمال (۲) احیاءالعلوم ا/۵۵ (۳) احیاءالعلوم ا/۵۵۱ (۴) سورۃ النحل آیت ۴۳

(۱۱۷) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ

بے شک اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے

لغات: خَوَاتِيْم: جمع خَاتِمَة کی بمعنی انجام، نتیجہ، خَتَمَ (ض) خَتْمًا، ختم کرنا، مہرلگانا، قال تعالیٰ: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ﴾۔

تشریح: ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ میرا کیا انجام ہونے والا ہے کیونکہ ایک آدمی پوری زندگی اسلام پر گزارتا ہے مگر اس سے کوئی ایسی نافرمانی سرزد ہوجاتی ہے جس سے اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا اس کے برخلاف ایک فاجر شخص کو آخری وقت میں ہدایت مل جاتی ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوجاتا ہے، مزید یہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں اس بات پر بھی آمادہ اور ابھارنا مقصود ہے کہ انسان کو چاہئے کہ طاعات میں لگارہے اور سیئات سے اپنے آپ کو بچاتا رہے اور اس بات کا ہرعمل کے وقت گمان کرتارہے کہ ممکن ہے کہ یہی عمل اس کی زندگی کا آخری عمل ہو، (۱) کسی کے بارے میں یقینی طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ کیسا ہوگا الا انبیاء علیہم السلام ان کے بارے میں تو دلائل قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کا انجام بالخیر ہی ہوگا ان کے علاوہ سب کو ڈرنا چاہئے کہ انجام معلوم نہیں کن اعمال پر ہوجائے۔ (۲)

کسی کو قال نے مارا کسی کو مال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر تال نے مارا (۳)

خاتمہ بالخیر کا آسان طریقہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور استحضار ہمیشہ خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں تو اس کی برکت سے موت کی سختی اور شدت میں بھی اس استحضار میں کمی بیشی نہیں آئے گی، اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا، مولانا اسعد اللہ صاحب محدث سہارنپوری نے خوب فرمایا:

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الایمان بالقدر" ص ۲۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن سعيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: انّ العبد ليفعل عمل اهل النّار وانّه من

اهل الجنّة ويعمل عمل اهل الجنّة وانّه من اهل النّار وانّما الاعمال بالخوات

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب القدر (باب العمل بالخواتیم).

ترکیب حدیث: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ما: کافہ۔ الاعمال: مبتداء۔ بالخواتیم: جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱/۱۵۳ (۲) التعلیق الصبیح ۱/۷۹ (۳) یہ شعر مولانا محمد اسعد صاحب کا ہے۔

(۱۱۸) اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّار

بے شک قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے

لغات: اَلْقَبْر: جمع قُبُوْر آتی ہے، جس جگہ آدمی کو دفن کیا جائے، قَبَرَ (ن، ض) قَبْرًا، قال تعالیٰ: ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾۔ رَوْضَة: بمعنی باغ جمع رُوَض، رِيَاض، رَوْضَاتٌ آتی ہے۔ حُفْرَة: بمعنی گڑھا جمع حُفَر۔

تشریح: قبر کو جنت کا باغ بنانے اور جہنم بنانے میں صرف انسان کے اعمال کو دخل ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز وہاں ساتھ نہ دے گی جیسے کہ منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے کو دیکھ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کو کہا:

"يَا قَبْرُ! أَتَدْرِيْ مَنِ الَّتِيْ جِئْنَا بِهَا اِلَيْكَ هٰذِهِ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ زَوْجَةُ عَلِيِّ الْمُرْتَضٰى هٰذِهِ أُمُّ الْحَسَنَيْنِ"۔

ترجمہ: اے قبر! تجھ کو خبر بھی ہے کہ ہم کس کے جنازے کو لے کر آئے ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہیں، حضرت علیؓ کی بیوی ہیں اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔

قبر سے آواز آئی:

"يَا أَبَاذَرٍ! مَا أَنَا مَوْضِعُ حَسَبٍ وَلَا نَسَبٍ اِنَّمَا أَنَا مَوْضِعُ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلَا يَنْجُوْ اِلَّا مَنْ كَثُرَ خَيْرُهُ وَسَلِمَ قَلْبُهُ وَخَالَصَ عَمَلُهُ"

ترجمہ: اے ابوذر! میں حسب ونسب کی جگہ نہیں میں تو عمل صالح کی جگہ ہوں یہاں کامیاب نہیں ہوگا مگر وہ شخص جو خیر کو جمع کرے اور دل سالم اور اعمال خالص ہوں۔

اگر انسان اعمال دنیا سے اچھے کر کے ساتھ لے گیا ہے تو اب اس کی قبر جنت کا ٹکڑا بن جائے گی اور اس کو جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے اور جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے، جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس کے بخلاف اگر فاسق اور فاجر آدمی تھا تو اس کے لئے جہنم کے دو تختے بچھا دیئے جاتے ہیں اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

قبر کو جنت کا باغ بنانے اور جہنم کا گڑھا بننے سے بچانے کیلئے آسان طریقہ: فقیہ "ابواللیث"

نے لکھا ہے کہ قبر چار اعمال سے جنت کا ٹکڑا بنتی ہے:

(۱) نماز کی پابندی سے۔ (۲) صدقہ سے

(۳) قرآن کی تلاوت سے۔ (۴) تسبیحات کی کثرت سے۔

چار اعمال سے قبر جہنم کا گڑھا بنتی ہے:

(۱) جھوٹ بولنے سے۔ (۲) خیانت کرنے سے۔

(۳) چغل خوری سے۔ (۴) پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے سے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البکاء والخوف" ص۴۵۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی سعید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: خرج النبی ﷺ لصلوة فرای الناس کانهم یکتشرون قال اما انکم لو اکثرتم ذکرهاذم اللذات لشغلکم عما اری الموت فاکثروا ذکرهاذم اللذات الموت فانه لم یات علی القبر یوم الا تکلم فیقول انابیت "الغربة" وانا بیت "الوحدة" وانا بیت "التراب" وانا بیت "الدود" واذا دفن العبد المؤمن قال له القبر: مرحبا واهلا اما ان کنت لاحب من یمشی علی ظهری الی فاذو لیتک الیوم وصرت الی فستری صنیعی بک قال فیتسع له مد بصره ویفتح له باب الی الجنة واذا دفن العبد الفاجر او الکافر قال له القبر: لا مرحبا ولا اهلا اماان کنت لا بغض من یمشی علی ظهری الی فاذو لیتک الیوم وصرت الی فستری صنیعی بک قال فیلتئم علیه حتی تختلف اضلاعه، قال: وقال رسول اللّٰہ ﷺ: باصابعه فادخل بعضها فی جوف بعض، قال: ویقیض له سبعون تنینا لو ان واحدا منها نفخ فی الارض ماانبتت شیئا ما بقیت الدنیا فینهسنه ویخدشنه حتی یفضی به الی الحساب قال: وقال رسول اللّٰہ ﷺ انما القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة.

ترکیب حدیث: انما: ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ما: کافہ۔ القبر: مبتدا۔ روضة: موصوف۔ من: حرف جار ریاض الجنة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا اور پھر جار مجرور ثابتة کے متعلق ہو کر صفت ہوئی اور پھر یہ معطوف علیہ او: حرف عطف۔ حفرة: موصوف۔ من: حرف جار۔ حفر النار: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا اور پھر یہ متعلق ثابتة کے ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تنبیہ الغافلین ص۴۶

الجُملة الفعليّة

اب مصنف یہاں سے ایسی احادیث کو لائیں گے جن کے شروع میں فعل ہوگا

(۱۱۹) كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا

قریب ہے کہ محتاجی کفر کا سبب بن جائے

لغات: كَادَ: یہ افعال مقاربہ میں سے ہے یہ مثل کان فعل ناقص کے عمل کرتا ہے مگر اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾. اَلْفَقْر: محتاجی، مفلسی، فَقُرَ (ک) فَقَارَةً محتاج ہونا، اسکی جمع فُقَرَاء آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾.

تشریح: فقر اور افلاس جب انسان پر آتا ہے تو بسا اوقات یہ فقیر فقر سے گھبرا کر کفر کو اختیار کر لیتا ہے، اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں

(۱) فقر کی وجہ سے نظام الٰہی پر اعتراض کرنے لگ جاتا ہے۔

(۲) اللہ کے آگے ہاتھ پھیلانے کے بجائے غیر اللہ کے سامنے دست دراز کرنے لگتا ہے۔

(۳) کبھی شیطان اس کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اکثر اللہ کو نہ ماننے والے بھی تو مال دار ہیں اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس کو دیکھ کر وہ کفر کی طرف مائل ہونے لگتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ فقر وافلاس میں مسلمان کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ اس امتحان میں وہ اللہ کی طرف نگاہ جمائے رکھے اور غیر اللہ کے بجائے اللہ ہی سے مانگتا رہے تو یہی فقر وافلاس اس کے لئے ایمان کی پختگی اور ترقی درجات کا باعث ہو جاتا ہے[۱] یہ اس فقر میں اللہ کا دوست بن جاتا ہے اور اسی فقر پر اگر وہ صبر کرلے تو ہر روز ایک شہید کا ثواب بھی پاتا رہتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: دنیا میں فقر اگرچہ مشقت ہے مگر آخرت کے اعتبار سے مسرت اور خوشی کا سبب ہوگا[۲] اور یہی فقر اس کو غنی سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کروائے گا۔[۳]

خلاصہ یہ ہوا کہ انسان پر فقر آئے تو امتحان سمجھ کر خوشی سے برداشت کرلے اور سمجھ لے کہ یہ امتحان چند دنوں کا ہے پھر راحت ہی راحت ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ما ينهى عنه من التهاجر والقاطع واتباع العورات" ص ۴۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن انس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: كاد الفقر أن يكون كفرا وكاد الحسد ان يغلب القدر.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: كاد: فعل مقاربہ۔ الفقر: اس کا اسم۔ ان يكون: فعل ناقص ضمیر اس کا اسم۔ كفرا: خبر فعل ناقص

اپنے اسم اور خبر سے مل کر کادکی خبر، کاد اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۹/ ۲۷۷۔ مظاہر حق ۴/ ۵۹۲ (۲) تنبیہ الغافلین ص ۳۰۲ (۳) مشکوۃ

(۱۲۰) يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ

(قیامت کے دن) ہر بندہ کو اس حال میں اٹھایا جائے گا جس حال میں وہ مرا ہے

لغات: يُبْعَثُ: بَعَثَ (ف) بَعْثًا، دوبارہ زندہ کرنا، اسی سے قیامت کو "يَوْمُ الْبَعْث" کہتے ہیں، قال تعالی: ﴿يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾.

تشریح: مطلب اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ آدمی جس حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوگا اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور اخروی معاملہ اسی کے مطابق ہوگا، یعنی اگر وہ اطاعت وعبادت کی حالت میں مرا تو فرمانبردار بندے کی حالت میں اٹھایا جائے گا، اگر گناہ اور معصیت کی حالت میں مرا تو نافرمان بندے کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ (۱) تو کامیابی اور ناکامی کا دارومدار خاتمہ پر ہوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ میرا کیا انجام ہونے والا ہے تو ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو دین کے کاموں میں مشغول رکھے تاکہ اگر موت آئے تو اسی حالت میں آئے اور دوسری طرف وہ اپنے حسن خاتمہ کے لئے دعا بھی مانگتا رہے جیسے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی آپ کا حسن خاتمہ یقینی تھا دعا صرف امت کی تعلیم کے لئے تھی، (۲) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب شعر:

ایمان جو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہم قبر میں جائیں گے تو اس وقت ہم اپنی موجودہ چالاکی وچستی پر تحسین وتعریف کریں گے (۳)
(کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے جو ابھی ہم کو معلوم نہیں)

اسی کو ایک اردو شاعر اس طرح کہتا ہے:

کیا کیا نہ اپنے زہد و اطاعت پہ ناز تھا
پس دم نکل گیا جو سنا بے نیاز تھا

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البكاء والخوف" ص ۴۵۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: يبعث كل عبد على مامات عليه.**

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها (باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عندالموت)

ترکیب حدیث: يبعث: فعل۔ كل عبد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل۔ على: حرف جار۔ ما: موصولہ۔

ماات: فعل۔ علیہ: جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول کا، یہ مجرور ہوا جار کا پھر جار مجرور متعلق ہوا یبعث کے، یبعث فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۶/۱۱۰ (۲) مشکوۃ (۳) دنیا کی حقیقت

(۱۲۱) كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو وہ بیان کردے

لغات: بِالْمَرْءِ: بمعنی آدمی ضد امرأۃ آتی ہے، بمعنی عورت۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک ضابطہ اور اصول بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ جب تک کسی بات کی تحقیق نہ ہوجائے دوسرے کو بیان نہ کیا جائے، اگر اس اصول پر عمل ہوجائے تو بہت سی غلط فہمیاں اور جھگڑے خود بخود ختم ہوجائیں گے، عموما جھگڑے وغیرہ اسی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔

اس حدیث میں دوسری طرف خود بات کہنے والے کو بھی تنبیہ فرمائی ہے کہ: جب تک بات کی تحقیق نہ ہوجائے بات کو نہ پھیلایا جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر تحقیق کے دوسرے کو بات کہہ دینے والا شخص بھی جھوٹا ہے، یہ شخص بھی جھوٹ کی وعیدوں میں داخل ہوگا۔

بہرحال اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب تک کسی بات کا پورا علم اور تحقیق نہ ہو تو نہ خود اس پر عمل کرے اور نہ دوسرے کو بتائے نہ اس خبر کی تصدیق کرے ورنہ یہ شخص جھوٹ کی طرف منسوب کردیا جائیگا۔(۱)

بعض علماء اس حدیث کا ایک اور مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ: جس طرح جان کر جھوٹ بولنے والے آدمی پر اعتماد نہیں کیا جائے گا تو اسی طرح جو شخص بغیر تحقیق کے بات کو پھیلا دیتا ہو اس پر بھی اعتماد نہیں کیا جائے گا(۲) نیز اس حدیث میں مسلمانوں کو جھوٹ کی نفرت دلانا مقصود ہے کہ اتنا بڑا ہے کہ جو جھوٹ ابھی تو نہیں مگر بعد میں ہوسکتا ہے ان سب کو چھوڑ دے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ان کے نزدیک جھوٹ سے بری کوئی عادت نہیں تھی۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب و السنة" ص ۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه قال قال رسول الله ﷺ: كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ماسمع.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم (باب النهي عن الحديث بكل ماسمع) واخرجه ابوداؤد في كتاب الادب (باب التشديد في الكذب مع اختلاف).

ترکیب حدیث: كفى: فعل۔ باء: حرف جار۔ المرء كذبا: ممیز تمیز سے مل کر مجرور ہوکر متعلق ہوا کفی فعل کے۔ يحدث: فعل ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ كل: مضاف۔ ما: موصولہ۔ سمع: فعل فاعل سے ملکر صلہ ہوا اور پھر موصول صلہ یہ

مضاف الیہ ہوا کل کا اور پھر مضاف مضاف الیہ یہ مجرور ہوا جار کا، جار مجرور متعلق ہوا فعل یحدث کے، یحدث فعل اپنے فاعل متعلق سے مل کر کفی فعل کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۱/۲۳۲ ۱۲۳ التعلیق الصبیح ۱/۱۲۳ و مظاہر حق (۲) معارف الحدیث ۲/۲۷۲ (۳) احیاء العلوم

(۱۲۲) یُغْفَرُ لِلشَّهِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْن

شہید کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے سوائے قرض کے

لغات: اَلدَّیْن: بمعنی قرض جمع دُیُوْن، اَدْیُن آتی ہے، دَانَ (ض) دَیْنًا قرض دینا، قرض دینے والے کو "دَائِن" اور جس کو دیا جائے اس کو "مَدْیُوْن" کہتے ہیں، قال تعالیٰ: ﴿یُوْصِیْنَ بِهَا أَوْ دَیْنٍ﴾۔

تشریح: علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں "دین" سے مراد صرف قرض نہیں بلکہ حقوق العباد ہیں، اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کسی بندے کا کسی پر کوئی حق ہو خواہ مالی ہو یا غیر مالی یعنی کسی کو ناحق قتل کردیا ہو کسی کی غیبت کردی ہو یا اسی طرح اور کوئی کام کیا ہو تو یہ جرم کرنے والا شہید بھی ہوجائے تب بھی شہادت اس جرم کو اس سے نہیں دھوتی کیونکہ یہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کردے گا مگر حقوق العباد بغیر بدلہ کے معاف نہیں کرے گا۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے وہ شہید مراد ہے جو خشکی میں شہید ہوا ہو مگر جو پانی میں شہید ہوا ہو تو اس کے بارے میں دوسری حدیث جو ابن ماجہ میں ابو امامہ سے مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہید کے حقوق العباد بھی معاف [1] ہوجائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص ۲۵۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنهما ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: یغفر للشهید کل ذنب الا الدین.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجهاد (باب من قتل فی سبیل اللّٰہ کفرت خطایا ہ الا الدین) واخرجه ابن ماجه (مع اختلاف الفاظ)

ترکیب حدیث: یغفر: فعل۔ للشهید: متعلق ہوا یغفر کے۔ کل ذنب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مستثنیٰ منہ۔ الا: حرف استثناء، الدین: مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر یہ نائب فاعل ہوا یغفر کا اور پھر یغفر فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق۔

(۱۲۳) لُعِنَ عَبْدُالدِّینَارِ وَلُعِنَ عَبْدُالدِّرْهَمِ
جو شخص دینار کا غلام اور درہم کا غلام ہو اس پر لعنت کی گئی ہے

لغات: لُعِنَ: (ف) لَعْنًا، لعنت کرنا، خیر سے دور کرنا، قال تعالیٰ: ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾. اَلدِّیْنَار: سونے کا سکہ جمع دَنَانِیْر آتی ہے، اَلدِّرْهَم: چاندی کا سکہ، جمع دَرَاهِمُ آتی ہے۔

تشریح: جو شخص مال کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ کی عبادت واطاعت سے دوری اختیار کرے تو وہ گویا مال کا غلام بن گیا ہے جس طرح غلام آقا کی ہر بات کو مانتا ہے تو اسی طرح سے یہ شخص بھی مال کا ایسا ہی غلام بن گیا ہے تو ایسا شخص آہستہ آہستہ تمام بھلائیوں سے محروم ہوتا جاتا ہے۔(۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب روپیہ درہم دینار بنایا گیا تو شیطان نے اس کو بوسہ دیا اور کہا جو اس سے محبت کرے گا وہ حقیقت میں میرا غلام ہوگا(۲) اگر چہ انسان دنیا میں روپیہ پیسہ کے بغیر رہ نہیں سکتا شریعت یہ نہیں کہتی کہ روپیہ پیسہ سے تعلق بالکل ختم کرلیا جائے بلکہ یہ کہ اس کی محبت کو دل میں نہ لایا جائے جیسے کہ مثنوی میں مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

آب اندر زیر کشتی پشتی
آب در کشتی ہلاکت کشتی

ترجمہ: کہ جب تک کشتی کے نیچے پانی رہے تو کشتی صحیح ہے اور اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو ڈبو دے گا۔(۳) پس دنیا اگر آخرت کی کشتی کے نیچے رہی تو وہی دین کی مددگار بن جائے گی۔

تنبیہ: اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مال میں فی نفسہ برائی ہے، برائی اس وقت ہوگی جب اس کی محبت دل میں ہو اور اگر دل میں اللہ کا خوف ہو تو مال داری میں کوئی حرج نہیں جیسے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اس کی مالداری میں کوئی حرج نہیں جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔(۴)

خواجہ عزیز الحسن کا شعر ہے:

کسب دنیا تو کر ہوس کم کر
اس پہ تو دین کو مقدم کر

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: لعن عبد الدینار ولعن عبد الدرهم.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد(باب ماجاء فی اخذ المال) واخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (مع زیادة الفاظ)

ترکیب حدیث: عن: فعل مجہول۔عبد الدنیا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔لعن: فعل مجہول۔عبد الدرهم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل ہوا، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر

جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱)مظاہر حق ۴/۶۹۰ (۲)احیاء العلوم (۳)مثنوی شریف (۴)مشکوۃ

(۱۲٤) حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ

دوزخ کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے جنت کو مشقتوں سے ڈھانپا گیا ہے

لغات: حُجِبَتْ: حَجَبَهُ (ن) حَجْبًا وَحِجَابًا، چھپانا، حائل ہونا، اسی سے حَاجِبٌ ہے بمعنی دربان، اسکی جمع حَوَاجِبُ اور حَوَاجِيب آتی ہے۔ اَلشَّهَوَات: شَهْوَة کی جمع ہے بمعنی خواہش، شَهَا (ن.س) شَهْوَةً، خواہش کرنا، رغبت شدید کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ﴾ اَلْمَكَارِه: یہ جمع ہے اَلْمَكْرَه کی، مکروہ، ناپسندیدہ، كَرِهَ (س) كُرْهًا، كَرَاهَةً، ناپسند کرنا، قال تعالیٰ: ﴿طَوْعًا أَوْ كَرْهًا﴾.

تشریح: علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر آدمی جنت میں جانا چاہتا ہے تو اس کو اس سے پہلے خواہشات ولذات کے پردے کو اٹھانا پڑے گا اور جب اس نے مشقتوں کو برداشت کر لیا تو اب اس کی رسائی جنت تک ہو سکے گی۔ (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "فَمَنْ هَتَكَ الْحِجَابَ وَصَلَ إِلَى الْمَحْجُوْبِ" کہ جس نے پردہ اٹھا دیا وہ پردہ کے پیچھے والی چیز سے مل گیا، دوسری طرف جہنم کا بھی پردہ ہے اور وہ پردہ خواہشات اور لذات کا ہے اور یہاں سے وہ خواہشات اور لذات ہیں جن کا تعلق حرام چیز سے ہو جیسے شراب، زنا، غیبت وغیرہ اور اس سے وہ خواہشات مراد نہیں جو مباح ہوں کیونکہ وہ نہ جہنم میں جانے کا باعث بنیں گی اور نہ دخول جنت کے لئے مانع ہوں گی۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس کو جنت کا شوق ہو وہ شہوات سے دور رہے، خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آدمی کو چاہیئے کہ اپنی خواہشات وجذبات کو روکے رکھے کہ مرنے کے بعد جنت میں اللہ تعالیٰ اس کی تمام خواہشات وجذبات کو پورا کرے گا، اور اگر اس نے اپنی خواہشات کو دنیا میں پورا کرنے کی کوشش کی تو اب نہ دنیا میں اس کی خواہشات وجذبات پورے ہوں گے اور نہ مرنے کے بعد پورے کئے جائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ: حجبت النّار بالشهوات وحجبت الجنة بالمكاره.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الرّقاق (باب حجبت النّار بالشهوات)

ترکیب حدیث: حجبت: فعل مجہول۔ النار: نائب فاعل۔ بالشهوات: متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ حجبت: فعل مجہول۔ الجنة: نائب فاعل۔ بالمكاره: متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر

جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۶۷۲/۴ (۲) مرقاۃ ۳۴۹/۹۔ التعلیق الصبیح ۶/۵ (۳) احیاء العلوم

(۱۲۵) یَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اِثْنَانِ اَلحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ

انسان خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، مال جمع کرنے کی حرص اور درازی عمر کی آرزو۔

لغات: یَهْرَمُ: هَرِمَ (س) هَرْمًا هَرَمًا ، کمزور ہونا، بہت بوڑھا ہونا۔ یَشِبُّ: شَبَّ (ض) شَبَابًا، جوان ہونا، شَابٌّ جوان اس کی جمع شُبَّانٌ آتی ہے۔

تشریح: آدمی جتنا بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس میں دو چیزیں زیادہ ہوتی رہتی ہیں:

اول: کثرت مال کی حرص۔

دوم: مزید زندگی کی امید۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنے نفس کو علم و عمل کے ذریعہ محفوظ اور پاکیزہ نہ کرے تو وہ خواہشات وجذبات میں گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر خواہشات وجذبات کی تکمیل مال اور عمر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بڑھاپے میں انسان کی خواہشات وجذبات جوں کے توں رہتے ہیں مگر وہ قوت عقلیہ جو قوت شہوانیہ کو قابو کرتی تھی وہ کمزور ہو جاتی ہے تو پھر وہ اس کو دفع نہیں کر سکتی۔

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خوئے بد محکم شدہ قوت بر کندن او کم شدہ

ترجمہ: ”تیری عادتوں کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور ان کو اکھاڑنے والی قوت گھٹ گئی اور کمزور ہو گئی“۔

ان درخت ترمی شود بر کنندہ پیرہ ومطظر می شود

ترجمہ: ”برائی کا درخت تو مضبوط ہو جاتا ہے اور اکھاڑنے والا روز بروز بوڑھا اور کمزور ہوتا جاتا ہے“۔(۱)

اس کا علاج موت کو یاد کرنا ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو یاد کیا کرو۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ”باب الامل والحرص“ ص ۴۴۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ یہرم ابن آدم ویشب من اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب الزھد (باب ماجاء قلب الشیخ شاب علی حب اثنین)

واخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (مع اختلاف یسیر).

ترکیب حدیث: یھرم: فعل۔ابن آدم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل،فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔واؤ: حرف عطف۔یشب: فعل۔منہ: متعلق۔اثنان: تمیز۔الحرص: ذوالحال۔علی المال: جارمجرور فعل محذوف کے متعلق ہوکر حال، حال ذوالحال سے مل کر معطوف علیہ۔واؤ: حرف عطف۔الحرص: ذوالحال۔علی العمر: جارمجرور فعل محذوف کے متعلق ہوکر حال اور پھر یہ معطوف،معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر ممیّز ہوئی پھر ممیّز تمیز سے مل کر یشب کا فاعل،فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف،معطوف علیہ معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱)مظاہر حق۴/۷۶۶۔معارف الحدیث۲/۷۹ (۲)مشکوۃ

(۱۲۶) نِعمَ الرَّجُلُ الْفَقِيهُ فِي الدِّينِ اِنْ اُحْتِيجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَاِنْ اُسْتُغْنِيَ عَنْهُ اَغْنَى نَفْسَهُ

بہترین شخص عالم دین ہے اگر اس کی طرف حاجت محسوس کی جائے تو وہ نفع پہنچادے اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ بھی اپنے کو ان سے مستغنی رکھے۔

لغات: اَلْفَقِيهُ: بہت سمجھدار اس کی جمع فُقَهَاء آتی ہے۔اُحْتِيجَ: محتاج ہونا،حَاجَ (ن) حَوْجًا محتاج ہونا۔اِسْتَغْنٰی: بے نیاز ہونا، اکتفاء کرنا، غَنِيَ (س) غِنىً۔

تشریح: علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ علماء اپنے آپ کو عوام الناس سے بالکل ہی بے تعلق کرلیں اور اپنے علم سے مخلوق خدا کو محروم رکھیں بلکہ یہ ہے کہ جب لوگ ان کے پاس اپنی دینی ضرورت کی بناء پر آئیں تو ان لوگوں کو ان کے مسائل بتائیں اور ان کی اصلاح ان پر لازم وضروری ہے بشرطیکہ وہاں کوئی دوسرا عالم بھی نہ ہو۔

اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو کہ لوگ ہی ان کے پاس نہیں آتے دین کی عظمت وقدر نہ ہونے کی وجہ سے یا وہاں پر دوسرا عالم ہے جو ان لوگوں کو دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے تو اب اس عالم کو اجازت ہے کہ اپنے اوقات کو عبادت خداوندی، مطالعہ، تصنیف وتالیف میں مشغول رکھے یا کسی اور طرح سے دین کی خدمت کرے۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی رزین.

ترکیب حدیث: نعم: فعل مدح۔ الرجل: موصوف۔ الفقیہ: صفت۔ فی الدین: متعلق فعل کے، پھر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مخصوص بالمدح ہو کر جملہ فعلیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ احتیج: فعل ضمیر نائب فاعل۔ الیہ: فعل کے متعلق ہو کر جملہ شرط۔ نفع: فعل ضمیر فاعل سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ استغنی: فعل ضمیر نائب فاعل۔ منہ: متعلق ہو کر جملہ شرط۔ اغنی: فعل ضمیر فاعل۔ نفسہ: مضاف مضاف الیہ مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات۔ التعلیق الصبیح ۱/۱۶۱

(۱۲۷) يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ

مردے کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں ان میں سے دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اس کے ساتھ اس کے رشتہ دار اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے لیکن اس کے رشتہ دار اور اس کا مال واپس آ جاتے ہیں اور اسکے ساتھ اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔

لغات: يَتْبَعُ: (س) تَبْعًا، ساتھ چلنا دوسرے معنی پیچھے چلنا، صفت تَبْعٌ جمع اَتْبَاع ہے، قال تعالیٰ: ﴿صَدَقَةٌ يَتْبَعُهَا أَذًى﴾.

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح دنیاوی زندگی میں کوئی شخص ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا ہے تو اسی کے مناسب توشہ تیار کرتا ہے جتنا طویل سفر ہوتا ہے زادِ راہ اسی کے بقدر تیار کرتا ہے تو اسی طرح آدمی کو آخرت کی طرف سفر کرنا ہے اور پھر وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے تو عقلمند آدمی وہاں کے لئے بھی توشہ تیار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں بڑے لطیف انداز سے اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر جو چاہے کر لے مگر ایک دن آخرت کی طرف سفر کرنا ہی پڑے گا اور ساری چیزیں یہاں ہی چھوڑ کر جانا ہوگا، مال وعیال قبر تک ساتھ چھوڑ کر واپس آ جائیں گے (عرب میں مال کو بھی قبرستان لے جانے کا رواج تھا) اور اعمال ہی ایک ایسا ساتھی ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا اور حشر تک ساتھ جائے گا، اسی کو کسی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے دفن کرتے وقت رشتہ داروں نے یوں کہا:

لحد تک تیری تعظیم کردی
اب آگے آپ کے اعمال جانیں

جب آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو موت یوں کہتی ہے:

اے اجل! تجھ سے کیسی نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا جس سے چمن کی ویرانی ہوئی

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۰ پر ہے، پوری حدیث بھی اس طرح ہے:

ان انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: یتبع المیت ثلثة فیرجع اثنان ویبقی معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقی عملہ

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الرقاق (باب سکرات الموت) واخرجہ مسلم فی کتاب الزھد واخرجہ الترمذی فی ابواب الزھد.

ترکیب حدیث: یتبع: فعل ۔ المیت: مفعول ۔ ثلثة: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ ۔ فیرجع: فعل ۔ الثنان: فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف ۔ ویبقی: فعل ۔ معہ: مفعول ۔ واحد: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر پھر معطوف، تمام معطوفات اپنے معطوف سے مل کر مفسر ۔ یتبعہ: فعل ضمیر مفعول ۔ اھلہ: معطوف علیہ ۔ واؤ: حرف عطف ۔ مالہ وعملہ: یہ بھی معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر یتبعہ کا فاعل ہوا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر پھر معطوف علیہ ۔ فیرجع: فعل ۔ اھلہ ومالہ: معطوف معطوف علیہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف ۔ واؤ: حرف عطف ۔ یبقی: فعل ۔ عملہ: فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر تفسیر، مفسر تفسیر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

(۱۲۸) كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهِ كَاذِبٌ

بہت بڑی خیانت ہے تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کرو جس میں وہ تم کو سچا سمجھے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے جھوٹ بول رہے ہو

لغات: كَبُرَتْ: كَبُرَ (ک) كِبَرًا وَكُبْرًا، مرتبہ میں بڑا ہونا، قال تعالیٰ: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾. خِيَانَةً: خَانَ (ن) خَوْنًا وَخِيَانَةً امانت میں خیانت کرنا۔

تشریح: شریعت کا منشاء یہ ہے کہ آدمی صاف گو ہو جو بات بھی کرے صاف کرے گول مول بات کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے کہیں آدمی جھوٹ جیسی سنگین برائی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

جھوٹ بولنے کے بارے میں آپ ﷺ نے مختلف احادیث میں وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں، ایک روایت میں ارشاد ہے کہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے آدمی کے رحمت کے فرشتے اس سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے۔[1]

ایک اور روایت میں حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا مؤمن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! پھر عرض کیا گیا کہ مؤمن بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، اور جب یہ پوچھا گیا کہ کیا مؤمن

جھوٹ بھی بول سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ (۲)

جھوٹ بولنا ہر حال میں ہر موقع پر اور ہر شخص کے ساتھ منع ہے لیکن بعض صورتوں میں تو اس کی سنگینی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے ان صورتوں میں سے ایک صورت حدیث بالا میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے کہ کوئی آدمی تم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کرے کہ واقعی جو کچھ تم کہہ رہے ہو بالکل سچ ہی کہہ رہے ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ تم اس کے اعتماد اور حسن ظن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس سے جھوٹ بولو اور اس کو دھوکہ دو۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص ۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سفیان بن اسد الحضرمی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول رسول اللّٰہ ﷺ یقول: کبرت خیانة ان تحدث اخاک حدیثا هو لک مصدق وانت به کاذب.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب (باب فی المعاریض).

ترکیب حدیث: کبرت: فعل ضمیر ممیز۔ خیانة: تمیز، ممیز تمیز سے مل کر پھر مفسر۔ ان: تفسیریہ۔ تحدث: فعل ضمیر فاعل۔ اخاک: مضاف مضاف الیہ مفعول۔ حدیثا: ذوالحال۔ ھو: مبتداء۔ لک: جار مجرور، مصدق کے متعلق۔ مصدق: صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ انت: مبتداء۔ بہ: کاذب کے متعلق۔ کاذب: صیغہ اسم فاعل، ضمیر فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر معطوف پھر معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر حال ہوا، حال ذوالحال سے مل کر مفعول ہوا تحدث فعل، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر تفسیر، مفسر تفسیر سے مل کر کبرت کا فاعل، کبرت فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ
(۳) معارف الحدیث ص ۴۶۵ ج ۲

(۱۲۹) بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ

(غلہ وغیرہ کی ناجائز) ذخیرہ اندوزی کرنے والا بندہ بہت برا ہے، اگر اللہ نرخوں کو کم کرتا ہے رنجیدہ ہوتا ہے اور اگر نرخوں میں مہنگائی ہوتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے

لغات: بِئْسَ: فعل ذم میں سے ہے، قال تعالیٰ: ﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا﴾. اَلْمُحْتَكِر: باب افتعال سے ہے، مہنگا بیچنے کے لئے روکنے والا۔ اَرْخَصَ: بھاؤ سستا کرنا، رَخُصَ (ک) رَخَاصَةً، سستا ہونا۔ اَلْاَسْعَار: جمع سِعْر کی بمعنی بھاؤ نرخ۔

تشریح: "احتکار" کے لغوی معنی غلہ کو مہنگا فروخت کرنے کی نیت سے ذخیرہ اندوزی کرنے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں ایسی چیز کو مہنگا بیچنے کی نیت سے روکنا جس کا تعلق انسان یا حیوان کی غذا کے ساتھ ہو۔ (۱)

احتکار سے مستثنیٰ صورت:

(۱) اگر بڑا شہر ہے وہاں پر احتکار کرنے سے کسی قسم کا نقصان نہ ہو تو جائز ہے۔
(۲) اپنی زمین کے غلہ کا احتکار کرے جائز ہے۔
(۳) کوئی تاجر کسی دوسرے شہر سے غلہ خرید ے اور اس کا احتکار کرے جائز ہے،[۲] اس میں قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ اگر احتکار کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اب احتکار کرنا گناہ ہوگا ورنہ نہیں[۳]

احتکار کرنے کے بارے میں احادیث میں وعیدیں: ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے احتکار کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، دوسری روایت میں فرمایا کہ: یہ شخص خیر و بھلائی سے محروم ہے، ایک اور روایت میں اس کو جذام کی بیماری کی بددعا فرمائی ہے اور نیز ایک اور روایت میں اس کے مفلس ہونے کی بھی بددعا فرمائی گئی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاحتکار" ص ۲۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاذ رضی الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: بئس العبد المحتكر ان ارخص الله الاسعار حزن وان اغلاها فرح.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.

ترکیب حدیث: بئس: فعل ذم۔ العبد: فاعل۔ المحتكر: مخصوص بالذم، فعل اپنے فاعل اور مخصوص سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ ارخص: فعل۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ الاسعار: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ حزن: فعل فاعل جزا، شرط جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ان: حرف شرط۔ اغلاها: فعل فاعل مفعول مل کر شرط۔ فرح: فعل فاعل جزا، شرط جزاء سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) ہدایہ و مظاہر حق
(۲) ہدایہ
(۳) ہدایہ

نوع آخر من الجُملة الفعليّة

مصنف اب یہاں سے ایسی احادیث لائیں گے جن کے شروع میں فعل ہو اور فعل کی ابتدا "لانفی" سے ہوگی۔

(۱۳۰) لایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

لغات: قَتَّات: چغل خور، قَتَّ (ن) قَتًّا، جھوٹ بولنا۔

تشریح: چغل خوری کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے کہ کوئی آدمی اس گندی اور شیطانی عادت کے ساتھ جنت میں نہ جاسکے گا، اس کا مطلب محدثین یہ فرماتے ہیں کہ: چغل خور ابتدا میں جولوگ جنت میں داخل ہوں گے ان لوگوں کے ساتھ یہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔(۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چغل خوری تین خبیث خصلتوں کا مجموعہ ہے اور یہ تینوں ذلت کی بنیاد اور ارکان ہیں: اول: جھوٹ۔ دوم: حسد۔ سوم: نفاق۔(۲)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغل خور ہوگا جو ایک کے پاس ایک چہرے کے ساتھ آتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ جاتا ہے،(۳) ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: جو دنیا میں دو زبانیں رکھتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی(۴) یہ بات مشہور ہے کہ عذاب قبر کے تین حصے ہیں: ایک غیبت کی وجہ سے اور دوسرا پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے، اور تیسرا چغل خوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص۴۱۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: لا یدخل الجنة قتات.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب مایکرہ من النمیمة) واخرجه مسلم فی کتاب الایمان(باب بیان غلظ تحریم النمیمة).

ترکیب حدیث: لا یدخل: فعل۔ الجنة: مفعول۔ قتات: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۲/۲۵۲ (۲) احیاء العلوم ۳/۱۸۱ و مرقاۃ ۹/۱۳۹ (۳) مشکوۃ
(۴) مکاشفة القلوب ص۱۵۹ (۵) تنبیہ الغافلین ص۱۷۹

(۱۳۱) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

لغات: قَاطِع: قَطَعَ (ف) قَطْعًا، جدا کرنا، کاٹنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا﴾

تشریح: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ فی الجملہ ناطہ جوڑنا یہ واجب ہے اور ناطے توڑنا یہ گناہ کبیرہ ہے اسی وجہ سے قطع تعلق پر بہت سی روایات میں سخت سے سخت وعیدیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ بغاوت اور قطع رحمی دو ایسے گناہ ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب دیا جاتا ہے، ''مسند احمد'' میں ہے کہ انسانوں کے اعمال ہر جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں مگر قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔

''ابن حبان'' کی ایک روایت میں آتا ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱) شرابی۔ (۲) قاطع رحم (۳) جادوگر۔ بہر حال حدیث بالا بھی اسی کے متعلق ہے جس میں ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(۱)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شرح مسلم'' میں اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ: یہ روایت اس شخص کے بارے میں ہے کہ جو جاننے کے باوجود قطع رحمی کرے اور حقوق ادا نہ کرے تو اس نے یہ کام حرام کیا اور اگر وہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے قطع تعلق کرتا ہے۔ وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔(۲)

یا مطلب یہ ہے کہ وہ قطع رحمی جو کہ حرام ہے اس کو حلال جانتا ہو اور حلال سمجھ کر قطع رحمی کرتا ہے تو اس پر جنت کا داخلہ حرام ہوگا۔

یا مطلب یہ ہے کہ اولین لوگوں کے ساتھ یہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب البرّ والصّلۃ'' ص۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: رسول اللہ ﷺ: لا یدخل الجنّۃ قاطع.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الادب (باب اثم القاطع) واخرجہ مسلم فی کتاب البرّ والصّلۃ (باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا).

ترکیب حدیث: لا یدخل: فعل۔ الجنۃ: مفعول۔ قاطع: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مکاشفۃ القلوب ص ۱۷۱

(۲) حاشیہ مسلم۔ مظاہر حق ۴/۵۱۷

(۱۳۲) لا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ

مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔

لغات: يُلْدَغُ: لَدَغ (ف) لَدْغًا ،ڈسنا۔ جُحر: سوراخ، بل جمع اَجْحَار، جِحَرَة، جَحَرَ(ف) جَحْرًا بمعنی سوراخ میں داخل ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں ایک حکیمانہ اصول بیان کیا جارہا ہے کہ: مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ دین کے دشمن کی عہد شکنی اور سرکشی سے بار بار چشم پوشی نہیں کرتا تاکہ دشمن دین اس دھوکہ میں نہ آئیں کہ یہ دین دار ایسے بے وقوف ہوتے ہیں۔

شان ورود: علماء کرام نے اس حدیث کا شان ورود یہ بیان کیا ہے کہ: زمانہ رسالت میں ایک شاعر تھا اس کا نام "ابو عزہ" تھا، وہ اپنے اشعار میں مسلمانوں کی خوب ہجو کیا کرتا تھا مگر جب غزوہ بدر ہوا اس میں قیدیوں کے ساتھ یہ شاعر بھی گرفتار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس نے معافی مانگی آپ ﷺ نے اس سے عہد واقرار لے کر اس کو چھوڑ دیا مگر اس کی ازلی شقاوت کی وجہ سے اس نے پھر وہی پرانی حرکت شروع کردی، یہ شاعر پھر غزوہ احد میں گرفتار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا پھر اس نے آپ ﷺ کے سامنے بہت عہد و پیمان کئے مگر آپ ﷺ نے اس کو اس مرتبہ معاف نہیں فرمایا اور اس کو قتل کروادیا اور جب بعض لوگوں نے اس کی سفارش کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے اس موقعہ پر حدیث بالا ارشاد فرمائی۔ (۱)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان اس اہم اصول کی طرف توجہ کرلیں تو اس کی رعایت کرنے سے مسلمان دشمنان دین کے شر وفساد سے بچے رہیں گے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحذر و التأني في الامور" ص۴۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين.

ترکیب حدیث: لا يلدغ : فعل مجهول۔ المؤمن: نائب فاعل۔ من: حرف جار۔ جحر واحد : موصوف صفت سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق ہوا۔ مرتين: یہ صفت ہے، موصوف محذوف لدغين کے لئے، موصوف صفت سے مل کر مفعول يلدغ کے لئے فعل مجهول اپنے نائب فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۹/ ۲۷۸۔ ومظاہر حق ۴/ ۵۹۴ وشرح النووی 	(۲) مظاہر حق ۴/ ۵۹۴

(۱۳۳) لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَن لا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا (ابتداء) جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

لغات: جَار: پڑوسی، پناہ دینے والا، جمع جِيرَان آتی ہے۔ بَوَائِقَهُ: اَلْبَائِقَة کی جمع ہے، مصیبت، شر فساد کا، بَاق(ن) بُوْقًا،

لڑائی جھگڑا کرنا۔

تشریح: ہمسایوں کے حقوق کے اندازہ اس حدیث بالا سے بخوبی کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ امت پر کتنے شفیق ومہربان تھے اور یہ ارشاد کیسے جلال سے معمور ہے، نبوت کی زبان میں کسی عمل کی سخت تاکید اور دین میں اس کی انتہائی اہمیت جتانے کے لئے آخری تعبیر یہی ہوئی ہے کہ ہمسایوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے والا مومن نہیں یا وہ جنت میں نہیں جاسکے گا۔(۱)

ہمسایوں کے بارے میں احادیث میں تاکید: پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت رکھنے کی احادیث مقدسہ میں بہت تاکید آئی ہے مثلاً ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا بیان ارشاد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کے متعلق اس قدر تاکید فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں گے۔(۲)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں اچھا ہوں یا برا؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تیرے پڑوسی تجھے اچھا کہیں تو تو اچھا ہے اور جب وہ تجھے برا کہیں تو تو برا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پڑوسی کا اچھا ہونا تکلیف نہ دینے کا نام نہیں بلکہ پڑوسی کی اچھائی یہ ہے کہ ہمسائے کی ایذاء پر صبر کرے،(۳) خلاصہ یہ ہوا کہ ایمان والوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رکھیں کہ وہ اس کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة فی الخلق" ص۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یدخل الجنة من لا یأمن جارہ بوائقہ.

تخریج حدیث: **اخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم ایذاء الجار) وعند البخاری فی کتاب الادب.**

ترکیب حدیث: لایدخل: فعل۔ الجنة: مفعول۔ من: موصولہ۔ لا یأمن: فعل۔ جارہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ بوائقہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ ہوا موصول صلہ سے مل کر فاعل ہوا یدخل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۹۴/۶ (۲) مشکوۃ (۳) تنبیہ الغافلین ص ۱۴۸ (۴) مظاہر حق ۵۴۱/۴

(۱۳۴) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ

وہ بدن جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی حرام غذا سے پرورش کی گئی ہو

لغات: غُذِّیَ: غَذَیٰ (ن) غَذْوًا، خوراک دینا۔ جَسَد: بدن انسانی، جمع اَجْسَاد.

تشریح: حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کی حرام مال سے نشوونما ہوئی ہو تو ایسا شخص جنت کے اعلی درجات میں داخل نہیں ہوسکے گا یا مطلب یہ ہے کہ جو حرام مال کو حلال جان کر کھاتا ہو تو اب ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ کافر ہوگیا۔

مذمت اکل حرام: علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کھانے سے پہلے معلوم ہوجائے کہ یہ کھانا حرام ہے تو اب وہ اس کو نہ کھائے اور اگر کھانے کے بعد معلوم ہوا تو اب قے کردے جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کی کہانت کی کمائی کا دودھ پی لیا معلوم ہونے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً قے کردیا اور ساتھ ساتھ یہ دعا کرتے رہے کہ الٰہی میں تیرے سامنے عذر کرتا ہوں اس دودھ سے جو رگوں اور آنتوں میں رچ گیا۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جس نے حرام سے پیٹ کو بھرا ہو، ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ میری غذا کہاں سے آئی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس کو دوزخ کے کس دروازے سے داخل کرے۔ (۲)

اکل حرام کا کفارہ: اگر کسی نے حرام مال کھالیا ہو تو اب اس کے لئے یہ ہے کہ وہ سچے دل سے ندامت وشرمندگی سے توبہ کرلے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکسب وطلب الحلال" ص ۲۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ قال: لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی البیہقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: لا یدخل: فعل ۔الجنۃ: مفعول۔ جسد: موصوف۔غذی: فعل ضمیر نائب فاعل، بالحرام: جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت ہوا پھر موصوف صفت سے مل کر فاعل ہوا یدخل فعل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) احیاء العلوم ۲/ ۱۲۸ (۲) احیاء العلوم ۲/ ۱۲۸

(۱۳۵) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لیکر آیا ہوں۔

لغات: **هَوَاهُ:** یہ هَوَی کا مصدر ہے بمعنی خواہش اور عشق، خیر کا ہو یا شر کا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان اور اس کی برکات جب ہی نصیب ہوں گی جب کہ نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں

کلی طور پر ہدایت نبوی ﷺ کے تابع اور ماتحت ہو جائیں (۱) اور اس کی زندگی کا ہر پہلو خواہ اس کا تعلق اعتقادات سے ہو یا عبادات سے ہو یا عادات سے، سب میں ہی دین وشریعت کارفرما ہوں تو ایسا شخص کامل ایمان والا ہوگا اور جو ایسا نہ کرے تو اس کا ایمان کامل نہں ہوگا۔

اس حدیث میں اصل ایمان کی نفی نہیں ہے بلکہ بقول علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نفی کمال ایمان پر محمول ہے (۲) جب آدمی نے سرور عالم محبوب کائنات ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا اقرار کرلیا تو اب ان کے بتائے ہوئے طرز زندگی اور طریق بندگی کو اختیار کرنا ضروری ہوگا، تو جس چیز کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے خواہ اس پر عمل کرنے کو دل چاہے یا نہ چاہے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور اسی طرح جن چیزوں سے آپ ﷺ نے روکا ہے خواہ وہ نفس کے تقاضے کے خلاف ہی ہو مگر اب یہ نفس کے تقاضے کو آپ ﷺ کے ارشاد کے تابع کرے گا۔ (۳)

نکتہ: علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو ''ھویٰ'' (یعنی خواہشات نفس) کو ''ہدیٰ'' (انبیاء علیہم السلام کی ہدایات) کر دے، ''ہویٰ'' کے ھاء کی زبر کو پیش کردے، واؤ کو دال سے بدل دے، تو اس کو ابدی سعادتوں سے نوازا جائے گا اور ابدی شقاوت سے بچ جائے گا اور حقیقی ایمان نصیب ہو جائے گا، صرف زبر کو پیش کرنا اور ''و'' کو ''د'' سے بدلنا ہے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاعتصام بالکتاب والسنة'' ص ۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به.

تخریج حدیث: ذکره النووی فی اربعینه.

ترکیب حدیث: لایؤمن: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ حتی: حرف جار۔ یکون: فعل ناقص۔ هواه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم۔ تبعا: صیغہ صفت۔ لما: لام: حرف جار۔
ما: موصولہ۔ جئت: فعل ضمیر فاعل متعلق جئت کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر مجرور ہو کر تبعا کے متعلق ہو کر یکون کی خبر اور پھر یہ ''حتی'' کا مجرور ہو کر یؤمن کے متعلق ہوا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۱/ ۱۳۸ (۲) التعلیق الصبیح ۱/ ۱۲۸ (۳) مرقاۃ ۱/ ۲۴۴ (۴) معارف الحدیث ۱/ ۱۲۷

(۱۳۶) لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَن یُّرَوِّعَ مُسْلِمًا

کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔

لغات: یُرَوِّعَ: ڈرانا، گھبرا دینا، رَاعَ (ن) رَوْعًا.

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام مخلوق کو انسان کے لئے پیدا کیا اور انسان کے تمام اعضاء واجزء کو محترم ومکرم قرار دے کر احترام آدمیت کی ہدایت فرمائی کہ ہر ایک دوسرے کی عزت واحترام کرے اور اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دے بلکہ کوئی ایسی حرکت بھی نہ کرے جس سے آدمی ڈر جائے۔

اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمام انسان آپس میں محبت وشفقت کا سلوک رکھیں، ایک دوسری روایت میں مسلمانوں کی مثال اس طرح دی گئی ہے کہ "اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ"[۱] سارے مؤمن مثل ایک آدمی کے ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے اگر سر میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء میں تکلیف ہوتی ہے"، اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے عداوت اور نفرت پیدا ہو بلکہ کسی حرکت سے مسلمان کو معمولی سی بھی تکلیف ہو تو وہ بھی اس حدیث سے حرام معلوم ہوتی ہے۔

اپریل فول کا حکم: آج کل یکم اپریل فول منانے کا رواج دشمنان اسلام کی طرف سے چل کر مسلمانوں میں آچکا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس دن کسی کو ڈرا دو یا جھوٹی خبر سنا دو اس کے نقصانات بہت سامنے آتے ہیں تو اس کی ممانعت اور حرام ہونے پر اس حدیث بالا سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔[۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب قتل اھل الردۃ والسعاۃ بالفساد" ص ۳۰۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن لیلی قال حدثنا اصحاب محمد ﷺ انھم کانوا یسرون مع رسول اللہ ﷺ فنام رجل منھم فانطلق بعضھم الی حبل معہ فاخذہ ففزع فقال رسول اللہ ﷺ لا یحل لمسلم ان یروع مسلما.

تخریج حدیث: اخرجہ ابو داود فی کتاب الادب (باب من یاخذ الشیئ من مزاح)

ترکیب حدیث: لایحل: فعل۔ لمسلم: جار مجرور یحل کے متعلق۔ یروع: فعل ضمیر فاعل۔ مسلما: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بتاویل مفرد یحل کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مسلم (۲) شرح اربعین نووی

(۱۳۷) لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَلَا تَصَاوِیْرُ

(رحمت کے) فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

لغات: مَلٰئِکَۃ: جمع ہے مَلَک، بمعنی فرشتہ اسکی جمع مَلَائِک اور اَمْلَاک بھی آتی ہے۔ کَلْب: کتا، جمع کِلَابٌ، اَکْلُب آتی ہے۔ تَصَاوِیْر: جمع تَصْوِیْر، بت، مجسمے، صَوَّرَہٗ تصویر بنانا، مُصَوِّر تصویر بنانے والا۔

تشریح: کتا یا تصویر والا گھر رحمت کے فرشتوں کے دخول کے لئے مانع ہوتے ہیں مگر عذاب والے فرشتوں کے لئے مانع نہیں

ہوتے، اس حدیث میں ملائکہ سے مراد وہ فرشتے نہیں جو انسان کی حفاظت ونگرانی اور اعمال لکھنے پر مامور ہیں کیونکہ ایسے فرشتے تو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں وہ کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اس میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے تو اس میں ہر قسم کا کتا داخل ہوگا خواہ وہ حفاظت کے لئے یا کھیتی وغیرہ کے لئے ہو، اسی طرح تصویر میں بھی ہر قسم کی تصویر داخل ہوگی خواہ وہ بستر پر ہو یا مقام تذلیل میں ہو، احتیاط اسی میں ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ والی بات کو ترجیح دی جائے، کیونکہ بعض کتوں کو احادیث میں شیطان کہا گیا ہے اور فرشتے تو شیطان کی ضد ہیں اسی طرح فرشتے صفائی پسند ہوتے ہیں بخلاف کتوں کے کہ وہ گندگی کو پسند کرتے ہیں اسی طرح فرشتے انسان کے لئے استغفار اور نزول رحمت کے لئے سبب ہوتے ہیں اور کتے رحمت کے دور کرنے کے لئے سبب بن جاتے ہیں۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التصاویر" ص ۳۸۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی طلحة قال: قال النبی ﷺ: لا تدخل الملئکة بیتا فیه کلب ولا تصاویر.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللباس (باب التصاویر) واخرجه مسلم فی کتاب اللباس والزینة.

ترکیب حدیث: لاتدخل: فعل۔ الملئکة: فاعل۔ بیتا: موصوف۔ فیه: جار مجرور ثابت کے متعلق۔ کلب ولاتصاویر: معطوف، معطوف علیہ سے مل کر ثابت کا فاعل، ثابت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر تدخل کا مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۳۳۶، اشعۃ اللمعا

(۱۳۸) لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

تم میں سے کوئی شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لغات: لَایُؤْمِنُ: یہاں پر مراد کامل ایمان ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان نے محبوب ﷺ کو اپنا نبی تسلیم کرلیا تو اب نبی کی محبت جب تک اس کے دل میں سب سے زیادہ نہ ہو تو اس شخص کو آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا مشکل ہوگا اس لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ نبی ﷺ سے محبت سب سے زیادہ ہو یہاں تک کہ اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ، اگر اس کے دل میں نبی ﷺ کی محبت ان سب سے زائد نہ ہوگی تو ان سب کی وجہ سے یہ نبی کریم ﷺ کے احکامات کو بالائے طاق رکھ دے گا، نیز یہاں پر محبت سے مراد بقول علامہ خطابی رحمہ اللہ کہ محبت عقلی ہے نہ کہ طبعی، ہوسکتا ہے کہ کسی کو طبعاً اپنی اولاد وغیرہ سے زیادہ محبت ہو۔(۱)

والد کو ولد پر مقدم کیوں کیا؟

سوال: والد کو اولاد سے پہلے بیان کیا حالانکہ انسان کو اپنی اولاد سے محبت والد سے زیادہ ہوتی ہے۔

جواب اول: والد کے احترام کی وجہ سے اس کو مقدم کیا۔

جواب دوم: ہر شخص کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی اولاد بھی ہو مگر ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس کا والد ہو

جواب سوم: عموماً ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہوتی ہے تو یہاں پر بھی ادنی سے (جو والد کی محبت ہے) اعلی کی طرف (جو اولاد کی محبت ہے) ترقی ہے۔

والنّاس اجمعین: ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو اپنی اولاد یا اپنے والدین کے علاوہ کسی اور سے نبی کریم ﷺ سے زیادہ محبت ہو، تو اس کا جواب اس آخری جز میں دے دیا، کوئی بھی ہو جب تک سب سے زیادہ محبت اپنے نبی ﷺ سے نہیں ہوئی تو کامل ایمان والا نہیں بن سکتا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

تخریج حدیث: **اخرجہ البخاری فی کتاب الایمان (باب حب الرسول ﷺ من الایمان) واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ).**

ترکیب حدیث: لایؤمن: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ حتی: حرف جار۔ اکون: فعل ناقص، ضمیر اسم۔ احب: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ الیہ: جار مجرور احب کے متعلق۔ من: حرف جار۔ والدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ ہوا۔ وولدہ: معطوف معطوف علیہ۔ والناس اجمعین: معطوف پھر تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہو کر احب کے متعلق، پھر احب فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر اکون کی خبر، اکون اپنے اسم اور خبر سے مل کر حتی کے لئے مجرور، جار مجرور مل کر یؤمن کے متعلق، یؤمن اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) شرح ابوداؤد، التعلیق الصبیح ۱/۲۵ (۲) مرقاۃ ۱۱/۱۳۱۷

(۱۳۹) لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَن یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ

کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے اگر کسی نے ایسا کیا، اوراسی حال میں مرگیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔

لغات: یَہْجُرُ: ہَجَرَ (ن) ہِجْرَانًا قطع تعلق کرنا، چھوڑنا، أخ: بمعنی بھائی۔

تشریح: اس حدیث پر بھی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ نے انسان کی طبیعت ومزاج کا کتنا خیال رکھا ہے، تین دن کی قید لگائی، کیونکہ عموماً انسان کا غصہ تین دن میں ٹھنڈا یا کم از کم ہلکا ضرور ہوجاتا ہے، اگر شریعت تین دن سے پہلے ملنے کا حکم دیتی تو یہ انسانی طبیعت پر بہت شاق گزرتا۔

کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تین دن سے زائد بھی ناراضگی رکھی جاسکتی ہے: کسی نے اہل بدعت یا غلط عقیدے والے سے یا کسی اور دینی مصلحت کی وجہ سے یا کسی دنیوی نقصان کی وجہ سے بات چیت چھوڑ دی تو اب اس میں تین دن کی قید نہیں ہوگی، مگر علماء فرماتے ہیں: اس کنارہ کشی میں بھی اچھے انداز کو اختیار کرے یہ نہیں کہ اس کی غیبت اور اس پر عیب لگاتا پھرے اس سے قطع تعلق اس وقت تک رہے جب تک وہ دل سے توبہ نہ کرلے، جیسے غزوہ تبوک میں تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شرکت نہ کرنے پر ان سے پچاس دن تک قطع تعلق کیا گیا اور پھر جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو پھر سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سے ملنا جلنا شروع کردیا۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ایک مسئلہ کی وجہ سے ایک عرصہ تک بات چیت بند کردی تھی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے بیٹے بلال سے ایک دینی بات کی وجہ سے ترک ملاقات اختیار کرلی تھی، بہرحال اس نوع کے سینکڑوں واقعات ملیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دینی معاملہ کی وجہ سے تین دن سے زائد بھی خفگی رکھی جاسکتی ہے مگر اس میں نیت صادق ہو کوئی نفسیاتی خواہش یا دنیوی غرض شامل نہ ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ما ینھی عنه من التھاجر والتقاطع واتباع العورات" ص ۴۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه ان رسول اللہ ﷺ قال: لا یحل لمسلم أن یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب (باب ھجرۃ الرجل اخاہ)

ترکیب حدیث: لایحل: فعل۔ لمسلم: جار مجرور لا یحل کے متعلق۔ یھجر: فعل ضمیر فاعل۔ اخاہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فوق ثلث: مضاف مضاف الیہ سے مل کر یھجر کا مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مفرد "ھجران اخیه" یحل کا فاعل، یحل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ من: شرطیہ۔ ھجر: فعل ضمیر فاعل۔ فوق ثلث: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ مات: فعل ضمیر فاعل سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ دخل النار: فعل فاعل مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا

(۱۴۰) اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ

جان لو! کسی کا بھی مال (کسی دوسرے شخص کے لئے) اس کی مرضی اور خوشی کے بغیر جائز نہیں۔

لغات: اِمْرِئٍ: بغیر تاء تانیث کے بمعنی مرد اور تاء تانیث کے ساتھ بمعنی عورت۔ طِیْبٌ: طَابَ (ن) طِیْبًا بمعنی خوش گوار ہونا، طِیب اس مال کو بھی کہتے ہیں جو بہترین ہو۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی سے اس طرح کوئی چیز مانگے کہ مخاطب کو دینے کے سواء کوئی چارہ کار نہ ہو، مثلا مانگنے والا کوئی صاحب اقتدار ہو یا ذی وجاہت ہو، مخاطب اس کی شخصیت کے دباؤ میں آکر وہ چیز اس کو دے، تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہوگا، اس حدیث کی بناء پر ایسی چیز کو غصب میں شامل کیا جائے گا اور وہ شخص ظالم کہلائے گا اور مانگنے والے کے لئے اس چیز کا استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا، اس کا حکم یہ ہوگا وہ اس چیز کو لوٹا دے یا معاف کروالے جیسے کہ ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: کسی نے کسی پر کوئی ظلم کیا تو وہ آج ہی معاف کروالے ایسے دن کے مواخذہ سے پہلے جس دن کوئی درہم و دینار نہ ہوگا اور اس عمل صالح اس ظلم کے بدلے میں لے لیا جائیگا، اور اگر اس کے پاس عمل صالح نہ ہوا تو پھر مظلوم کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔

ایک دوسری حدیث میں ایسے ہی شخص کو مفلس کہا گیا ہے جو قیامت کے دن نیکیاں تو بہت سے لے کر حاضر ہوگا مگر کسی کے مال کو غصب کیا ہوگا یا کسی کا خون بہایا ہوگا تو اس کی نیکیاں مظلوموں میں تقسیم کردی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ان لوگوں کے گناہوں کو اس کے اوپر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، للّٰہ در القائل:

یــا ایھــا الظــالــم فــی فـعــلــه　　والظـــلــم مــردة علی مــن ظــلــم

ترجمہ: اے اپنے اوپر ظلم کرنے والے، ظلم ظالم ہی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغصب والعاریة" ص ۲۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ألا لا تظلموا ألا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه.

تخریج حدیث: **عزاه صاحب المشکوة الی البیهقی فی شعب الایمان.**

ترکیب حدیث: الا: حرف تنبیہ۔ لا یحل: فعل۔ مال امرئ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ الا: حرف استثناء لغو باء: حرف جار۔ طیب: مصدر مضاف۔ نفس: مضاف الیہ۔ منه: جار مجرور متعلق ہوا طیب کے، پھر طیب اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر باء کے لئے مجرور، جار مجرور متعلق ہوا یحل کے، یحل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱۴۱) لَاتُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِیٍّ

رحمت و شفقت نہیں نکالی جاتی مگر بدبخت کے دل سے

لغات: تُنْزَعُ: نَزَعَ (ض) نَزْعًا، نکالنا، اکھڑنا۔ شَقِیٌّ: شَقِیَ (س) شَقًا وَشَقَآءً وَشَقَاوَةً بدبخت ہونا۔

تشریح: ''شقی'' کا معنی بدبخت مگر یہاں مراد فاسق اور کافر ہے،(۱) فاسق اور کافر گناہوں کے باعث اپنے دل کو اتنا سخت بنالیتا ہے کہ اس کے بعد اس کے دل سے یہ فطری چیز یعنی رحمت وشفقت کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے خاص بندوں پر اپنا خصوصی انعام ہوتا ہے۔

انبیاء کے رحیم وشفیق ہونے پر خدا نے خود گواہی دی مثلاً قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ ''بیشک ابراہیم بڑا نرم دل تحمل کرنے والا''۔(۲)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی اسی شفقت کی ہدایت کی جب فرعون کی طرف بھیجا: ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ ''بس کہو اس سے بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے''۔(۳)

خود نبی کریم ﷺ کی نرمی ملاطفت کو ان الفاظ سے قرآن میں توصیف فرمائی ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ بس اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہوجاتے تیرے پاس سے۔(۴)

خود اللہ جل جلالہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ'' اللہ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو کچھ دیتا ہے وہ سختی یا کسی اور چیز پر چیز نہیں دیتا۔(۵)

ایک حدیث میں آتا ہے جو نرمی سے محروم رہا وہ تمام خیر سے محروم رہا۔(۶) بہرحال نرمی وشفقت یہ اللہ کی طرف سے ایک انعام ہے مگر جو بدبخت ہو گناہ اور معصیت کرکے اس زینت کو نکالنے کی کوشش کرے تو اللہ اس کو اس وصف عظیم سے محروم فرمادیتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرّحمة على الخلق'' ص۴۲۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: سمعت أباالقاسم الصّادق المصدوق ﷺ لاتنزع الرحمة الا من شقی.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البرّ والصّلة (باب ماجاء فی رحمة الناس) واخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب فی الرحمة)

ترکیب حدیث: لا تنزع: فعل۔ الرحمة: نائب فاعل۔ الا: استثناء لغو۔ من شقی: جار مجرور متعلق تنزع سے، تنزع فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۲۶ (۲) سورۃ التوبہ ترجمہ شیخ الہند
(۳) سورۃ طٰہٰ ترجمہ حضرت شیخ الہند (۴) سورۃ آل عمران ترجمہ حضرت شیخ الہند
(۵) مسلم (۶) مسلم

(۱٤۲) لاتَصْحَبُ المَلٰئِكَةُ رُفقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَاجَرَسٌ

اس قافلہ کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس میں کتایا گھنٹی ہو۔

لغات: تَصْحَبُ: صَحِبَ (س) صُحْبَةً، ساتھی ہونا، ایک ساتھ زندگی بسر کرنا۔ رُفْقَةً: جمع رِفَاق، أُرْفَاق، رِفَق، رُفَق آتی ہے، معنی ساتھیوں کی جماعت، قافلہ۔

تشریح: "الملئکة": بمعنی فرشتے، اس سے مراد وہ فرشتے نہیں جن کو کراما کاتبین کہا جاتا ہے جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں، اور وہ فرشتے بھی مراد نہیں جو انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو ہر حال میں انسان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، یہاں مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت لے کر آتے ہیں، تو اگر انسان کے ساتھ کتایا گھنٹی وغیرہ ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔(۱)

"کلب": بمعنی کتا، اس سے مراد وہ کتا ہے جو صرف شوق وغیرہ کے لئے پالا جائے اگر کھیتی کی حفاظت یا شکار وغیرہ کے لئے ہو جس کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ مراد نہیں ہے۔

"جرس": بمعنی گھنٹی، جو عموماً جانوروں کے گلے میں باندھی جاتی ہے، اس کی ممانعت کے بارے میں علماء فرماتے ہیں اس کی مشابہت ناقوس کے ساتھ ہوتی ہے، ناقوس منع ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جرس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس سے وہ چیز لے جاؤ جو ملائکہ کے آنے سے رکاوٹ بنتی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب آداب السفر" ص ۳۳۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ لاتصحب الملئكة رفقة فيها كلب ولاجرس.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب اللباس والزينة (باب كراهية الكلب والجرس فی السفر) واخرجه ابو داود فی كتاب الجهاد (باب فی تعليق الاجراس)

ترکیب حدیث: لاتصحب: فعل۔ الملئكة: فاعل۔ رفقة: موصوف۔ فيها: جار مجرور فعل محذوف ثبت کے متعلق كلب: معطوف علیہ۔ لا: زائد۔ جرس: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر فاعل ہوا فعل محذوف ثبت کا، اور پھر ثبت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل صفت ہوئی رفقۃ کی، موصوف صفت مل کر مفعول ہوا تصحب کا۔ تصحب فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۵۸

صیغ الأمر والنّھی

یہاں سے مصنف ایسی احادیث کو لائیں گے جن کے شروع میں امر یا نہی کے صیغے ہیں

(۱۴۳) بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً

میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو

لغات: بَلِّغُوْا: بَلاغَةً، تَبْلِیْغًا، بمعنی تبلیغ کرنا، قال تعالی: ﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ﴾ بَلَغَ (ن) بُلُوْغًا، بمعنی پہنچانا آیة: بمعنی علامت، من الکتاب، بمعنی آیة.

تشریح: "و لو آیة": سے مراد وہ حدیث ہے جو بظاہر چھوٹی ہی ہو مگر افادیت کے اعتبار سے علوم ومعارف اپنے اندر سموئے ہوئے ہو

علماء کرام نے فرمایا کہ اس حدیث میں علم کو پھیلانے اور دوسرے کو علم کی روشنی سے منور کرنے کی ترغیب دلانا مقصود ہے، کبھی کبھار کوئی مختصر ہی سی بات ہوتی ہے وہ آدمی کی ہدایت کے لئے کافی وشافی ہوجاتی ہے۔

ہشیار کو اک حرف نصیحت ہے کافی
نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

بعض کہتے ہیں یہاں "آیة" سے مراد قرآن کی آیت ہے۔

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "ولـــو آیة" سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ جزو حدیث سے بھی کرسکتے ہیں(۱) بشرطیکہ وہ سمجھ میں آجائے۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب قرآن جس کی حفاظت کا وعدہ خداوند قدوس نے خود اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے، اس کے باوجود اس کی تبلیغ کا حکم ہے تو حدیث کی تبلیغ کا حکم تو بطریق اولی ضروری ہوجانا چاہئے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنهما قال: قال رسول اللہ ﷺ: بلغوا عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النّار.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الانبیاء (باب ما ذکر عن بنی اسرائیل).

ترکیب حدیث: بلغوا: فعل ضمیر فاعل۔ عنی: جار مجرور سے مل کر بلغوا کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ لو: شرطیہ۔

آیۃ: خبر فعل محذوف کانت کی۔ کـــانـــت: فعل ناقص ضمیر اس اسم، کانت اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط ما قبل کا جملہ جزا پر دال تھا اس لئے جزاء محذوف ہوگی۔

(۱) مظاہر حق ۱۳۹ (۲) مرقاۃ ۱/۲۶۵

(۱۴۴) اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ

ہر ایک شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو

لـغـات: اَنْزِلُوا، اَنْزَلَ (افعال) اِنْزَالاً بمعنی اتارنا، "اَنْزَلَ الضَّیْفَ" مہمان کا اتارنا، نَزَلَ (ض) نُزُوْلاً، اترنا۔ مَنَازِلَهُمْ: جمع مَنْزِل اترنے کی جگہ، مکان۔

تشریح: ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر اتارنا چاہئے، جس درجہ کا آدمی ہے اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے، فرشتوں کے بارے میں خدا تعالیٰ کا خود ارشاد مبارک ہے: ﴿وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ﴾ کہ ہر ایک فرشتے کے لئے ہمارے یہاں مخصوص مقام ہے، اگر خادم کو مخدوم کی جگہ اور مخدوم کی جگہ خادم کو یا چپڑاسی کی جگہ آفیسر کو اور آفیسر کی جگہ چپڑاسی کو بٹھا دیا جائے تو سارا نظام ہی ختم ہو جائے گا، ایک اور جگہ پر خدا تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے[1]: ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾

ترجمہ: ہم نے درجے بلند کر دیئے بعض کے بعض پر۔

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ بیان فرماتے ہیں، ایک مرتبہ وہ کھانا کھا رہی تھیں ایک فقیر گذرا اس کے سوال کرنے پر اس کو ایک روٹی کا ٹکڑا بھیج دیا، کچھ ہی دیر کے بعد ایک سوار گذرا، اس کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ اس کو کہو کہ کھانا حاضر ہے اگر خواہش ہو تو تناول کر لیں، اس پر حاضرین میں سے کسی نے اس مختلف برتاؤ کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ جناب ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا: "اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ"۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص ۴۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة ان النبی ﷺ قال: انزلوا الناس منازلهم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی کتاب الادب. (باب فی تنزیل الناس منازلهم).

ترکیب حدیث: انزلوا: فعل ضمیر فاعل۔ الناس: مفعول بہ۔ منازلهم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۹/۲۳۹

(۲) مظاہر حق ۴/۵۵۴

(۱٤٥) اِشْفَعُوْا فَلْتُوْجَرُوْا
سفارش کروتا کہ تمہیں سفارش کا ثواب مل جائے

لغات: اِشْفَعُوْا: شَفَعَ (ف) شَفَاعَةً لفلان، فیه، الی زید، سفارش کرنا۔ فَلْتُوْجَرُوْا: اَجَرَ (ن،ض) علی کذا، بدلہ دینا، مزدوری دینا۔

تشریح: کسی کی سفارش کرنا گویا اس شخص سے ہمدردی کرنا ہے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے لوگوں کو اس حدیث میں یہ حکم دیا کہ ایک دوسرے کی سفارش (یعنی ہمدردی کیا کرو) اس حدیث میں یہ شرط نہیں کہ جس کی سفارش کر رہا ہے وہ قبول بھی ہو، اگر قبول بھی نہ ہوئی تب بھی اس کو پورا ثواب ملے گا۔(۱)

کسی ناجائز مقصد کے لئے یا وہ حدود جو شریعت نے مقرر فرمائیں ہیں ث، ان سب میں سفارش کرنا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ ایسی چیزوں میں سفارش کرنے والے گناہ گار بھی ہوں گے۔

اس حدیث کے مثل یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا﴾ جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا۔(۲)

مگر سفارش میں یہ شرط ہے کہ دباؤ یا اپنا اثر استعمال نہ کیا جائے، اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی سفارش قبول نہ کی جائے تو وہ ناراض نہ ہو، اگر سفارش قبول نہ ہونے کی صورت میں ناراضگی یا دشمنی ہوتی ہو تو اس کا نام سفارش نہیں بلکہ اکراہ ہے، اسمیں ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سفارش کرنے والوں کے لئے اجر مقرر ہے خواہ اس کی سفارش قبول کی جائے اور کام ہو جائے یا اس کی سفارش رد کردی جائے اور کام نہ ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص ۴۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه عن النبی ﷺ انه کان اذا اتاه السّائل او صاحب الحاجة قال: اشفعوا فلتوجروا ويقضى الله على لسان رسوله ما يشآء.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة (باب استحباب الشفاعة واخرجه البخاری فی کتاب الادب باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضا).

ترکیب حدیث: اشفعوا: فعل ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر امر۔ فا: جوابیہ۔ لتوجروا: فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جواب امر، امر اپنے جواب امر سے مل کر جملہ فعلیہ (انشائیہ) ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۱۵ (۲) ترجمہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالی۔

(١٤٦) قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر قائم رہ۔

لغات: اِسْتَقِمْ: بمعنی سیدھا ہونا، درست ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾۔

تشریح: اس حدیث کا شمار بھی جوامع الکلم احادیث میں ہوتا ہے، حدیث کے صرف دو لفظوں میں پورے اسلام کا خلاصہ آ گیا، اول اللہ پر ایمان لانا، دوم: موت تک اسپر قائم رہنا۔(۱)

اس حدیث کے مثل قرآن کی یہ آیت بھی ہے: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ﴾ جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیں اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے، قرآن میں اور بھی کئی جگہوں پر استقامت کا حکم دیا گیا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ استقامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: دنیا میں سیدھے راستے پر قائم رہنا قیامت کے دن پل صراط پر گذرنے سے زیادہ مشکل ہے۔

استقامت کیا ہے؟ اس کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں مثلاً ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ اور قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت پر جمنے کا نام استقامت ہے، مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ اور عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلمہ توحید پر جمنے کا نام ہے، اور رابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ کے علاوہ سب سے اعراض کرنے کا نام ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اخلاص کا نام ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادائے فرض کو کہتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تمام احکامات اور اوامر ونواہی پر سیدھے جمے رہیں، لومڑی کی طرح ادھر ادھر راہ فرار اختیار نہ کرے۔

سب اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ موت تک دین پر جمے رہنے کا نام استقامت ہے، اسی وجہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ اَلْفِ كَرَامَةٍ" استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔ بعض محققین علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے ارشادات عموماً قرآن مجید سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں، سعید بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رائے بھی یہی ہے، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ: میں نے کتاب الصلوۃ پر غور کیا تو مجھ کو تمام احادیث کا مرجع قرآن پاک میں مل گیا۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سفيان بن عبدالله الثقفي قال: قلت يا رسول الله ﷺ! قل لي في الاسلام قولا لا اسئل عنه احدا بعدك، وفي رواية غيرك قال: قل امنت بالله ثم استقم.

تخریج حدیث: **اخرجه مسلم في كتاب الايمان (باب جامع اوصاف الاسلام) واخرجه الترمذي في ابواب الزهد (باب ماجاء في حفظ اللسان).**

ترکیب حدیث: قل: فعل امر ضمیر فاعل۔ آمنت: فعل ضمیر فاعل۔ باللہ: جار مجرور متعلق فعل کے ہو کر جملہ ہو کر مقولہ۔ قل

اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ثم: عاطفہ۔استقم: فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۱) معارف الحدیث ۱۶۴/۱
(۲) مرقاۃ ۸۴/۸، التعلیق الصبیح ۳/۱، شرح نوری ۱۰۹۔

(۱۴۷) دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لاَ یُرِیْبُکَ

جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو، جو تم کو شک میں نہ ڈالے اس کو کرو۔

لغات: دَعْ: وَدَعَ (ف) وَدْعًا، چھوڑنا۔یُرِیْبُکَ: شک میں ڈالنا، تہمت لگانا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک کسوٹی بیان کی گئی ہے کہ جو قول یا فعل تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جس پر دل مطمئن ہو، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کا مشہور قول ہے کہ "اپنے دل سے فتوی لو، اگر دل میں خلجان ہے اگرچہ مفتی حضرات نے ظاہر کو دیکھ کر جائز ہونے کا فتوی دے بھی دیا ہو مگر اطمینان قلب نہیں تو اس پر عمل نہ کرو"، اس کی مثال ایسے سمجھی جائے کہ ایک آدمی کے پاس حرام اور حلال دونوں قسم کا مال ہے وہ اس میں سے کچھ آپ کو دینا چاہتا ہے مگر آپ کا دل مطمئن نہیں کہ ممکن ہے کہ حرام مال بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہو، تو اس صورت میں آپ اس کو قبول نہ کریں کیونکہ قبول کرنا یہ شک میں ڈالنے والا ہے بخلاف قبول نہ کرنا اس لئے اس کو اختیار کرنا شک سے بچنا ہوگا، مگر یہاں پر ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ یہ کسوٹی اور قانون اس شخص کے لئے ہے جس کا دل خواہشات نفسانی کی کدورت سے پاک ہو ورنہ عام لوگوں کے لئے تو جو مفتی فتوی دے گا اس پر عمل کرنا ہی ضروری ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکسب وطلب الحلال" ص ۲۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما قال: حفظت من رسول اللہ ﷺ دع ما یریبک الی ما لا یریبک قال الصدق طمانیة وان الکذب ریبة.

تخریج حدیث: **اخرجہ الترمذی فی ابواب صفة القیامة وقال ھذا حدیث صحیح واخرجہ الامام احمد فی سندہ ۲۰۰/۱، والنسائی.**

ترکیب حدیث: دع: فعل امر ضمیر فاعل۔ما: موصولہ۔یریبک: فعل ضمیر فاعل۔ک: مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ اور یہ جملہ ما کے لئے صلہ، موصول صلہ سے مل کر دع کے لئے مفعول۔الی: حرف جار۔ما: موصولہ۔لا یریبک: فعل، فاعل اپنے مفعول سے مل کر جملہ ہوا اور پھر یہ جملہ صلہ موصول کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، مجرور اپنے جار سے مل کر متعلق دع فعل کا، دع فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱٤۸) اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا

اللہ سے ڈرو جہاں بھی ہو، اگر تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو تا کہ وہ اس برائی کو مٹا دے۔

لغات: تَمْحُهَا: مَحَا (ن) مَحْوًا الشَّئَ، مٹانا۔

تشریح: یہ ارشاد مبارک دو نصیحتوں پر مشتمل ہے جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کو جامع ہے، اول: جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو، اسی کا نام تقوی ہے، تقوی کا ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی شرک سے برائت اختیار کرے اور سب سے اعلی درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کے سب سے احتراز کرے، ان دو کے درمیان تقوی کے اور بہت سے درجات ہیں۔(۱)

"حیث ما کنت": خدا کا خوف ہر حال میں ہو خواہ آدمی جلوت میں ہو یا خلوت میں، سفر میں ہو یا حضر میں کیونکہ کوئی حالت بندوں کی اللہ سے پوشیدہ نہیں، تقوی کی اہمیت کی وجہ سے قرآن مجید میں جگہ جگہ پر **"اتقوا اللّٰہ"** وارد ہوا ہے اور احادیث نبویہ میں بھی بہت سی جگہ پر اللہ سے ڈرنے کا حکم آیا ہے، دوسری نصیحت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی کہ آدمی سے ہی خطاء و لغزش ہوتی ہے، جب بھی ہو جائے تو اس کا علاج فوراً نیکی کرنے کے ساتھ کر لے، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد خداوندی ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (۲) البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں جب بھی آدمی سے کوئی گناہ ہو جائے، فوراً اس کے جنس سے کوئی نیکی کر لے، مثلاً اگر شراب نوشی کی ہے تو اس کے بدلہ میں حلال چیز کسی کو کھلا دے اور گانا بجانے میں مشغول ہوا تھا تو اب تلاوت قرآن پاک کر لے یا سن لے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرفق والحیاء وحسن الخلق" ص ۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اتق اللہ حیث ما کنت، واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن.

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب البر والصلۃ (باب ماجاء فی معاشرۃ الناس) وقال ھذا حدیث حسن صحیح واخرجہ الدارمی (فی باب حسن الخلق) ۲/۲۳۱۔

ترکیب حدیث: اتق: فعل ضمیر فاعل۔ لفظ اللہ: مفعول۔ حیث: مضاف۔ ما: موصولہ۔ کنت: فعل، تام ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مضاف الیہ ہو کر مفعول فیہ ہوا فعل اتق کا، اتق فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، "واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا"، اس کی ترکیب بعینہ اول جملہ کی طرح ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۹۵ شرح اربعین
(۲) مظاہر حق، مرقاۃ ۹/۲۹۵

(۱۴۹) وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

لغات: خَالِقْ (ن)، پیدا کرنا، مُخَالَقَة: خوشخوئی کے ساتھ زندگی گذارنا۔

تشریح: اس حدیث میں بطور نصیحت کے یہ فرمایا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ سب سے ہی اچھا سلوک رکھے اور ہر ایک سے اخلاق سے پیش آئے، حدیث بالا کے مضمون کو ذخیرہ احادیث میں بہت ہی کثرت سے اجاگر کیا گیا ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے:

"مَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الإِنْسَانُ؟ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ"

ترجمہ: بہترین عطاء خدا کی طرف سے انسان کو خوش خلقی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ایسے شخص کو کامل ترین ایمان والا ارشاد فرمایا گیا ہے،[۱] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمان اپنے حسن خلق کی بدولت اس شخص کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو بہت راتوں کو عبادت میں جاگتا ہو اور دنوں میں روزہ رکھتا ہو،[۲] اسی طرح جب آپ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرما رہے تھے اور ان کا ایک پاؤں رکاب میں تھا، اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے معاذ! لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔[۳]

حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ: اے ابراہیم! اپنے اخلاق کو اچھا رکھو اگرچہ کفار کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو تاکہ نیکوکاروں کے زمرے میں داخل ہو جاؤ[۴] خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اخلاق ہی کے ذریعہ سے انسان اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک محبوب بن سکتا ہے، اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرے۔ **اللّٰھم ارزقنا خلقا کخلق النبی ﷺ**۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرفق والحیاء وحسن الخلق" ص ۴۳۲ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۱۴۸ کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذي في ابواب البر والصلة (باب ماجاء في معاشرة الناس) وقال هذا حديث حسن صحيح واخرجه الدارمي (في باب حسن الخلق ۲/ ۲۳۱).

ترکیب حدیث: خالق: فعل ضمیر فاعل۔ الناس: مفعول۔ باء: جار۔ خلق حسن: موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا۔ جار اپنے مجرور سے مل کر خالق فعل کے متعلق ہوا۔ خالق: فعل۔ اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) ابوداؤد شریف (۲) ابوداؤد شریف (۳) موطا امام مالک

(۱۵۰) لاَ تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا

ساتھی مت بناؤ مگر مؤمن کو۔

لغات: تُصَاحِب: صَاحَبَ مُصَاحَبَةً، صَحِبَ (س) صُحْبَةً دوستی کرنا، ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ دشمنان دین کے ساتھ ایسی صحبت وہم نشینی اختیار نہ کی جائے جس سے آدمی کو خود کفر وشرک میں (معاذ اللہ) مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہو جائے کیونکہ صحبت کا بہت اثر پڑتا ہے، اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ: ''صحبت صالح ترا صالح کند''۔

سچی اور پکی دوستی صرف اسی سے کی جائے جس کے عقائد ونظریات صحیح ہوں جس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ''۔

علماء کرام نے لکھا ہے کسی کو اپنا دوست بنانے سے پہلے یہ غور کرنا ضروری ہے کہ جس کیساتھ دوستی کررہا ہوں اس کے عقائد اور اعمال بھی صحیح ہیں یا نہیں، کہیں اس کی وجہ سے یہ گمراہی کی وادی میں پہنچ جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ کسی نے پوچھا کہ ہم نشین کیسے ہوں؟ کن لوگوں میں بیٹھا کریں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهُ وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمُ الْآخِرَةَ عَمَلُهُ''

ترجمہ: کہ جس کو دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلانے اور جس کی بات سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے آخرت یاد آئے (۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر طویل بحث فرمائی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں، دوست بنانے سے پہلے دوست میں چند باتوں کو دیکھا جائے:

اول: اس سے علم وعمل میں استفادہ مقصود ہو اور کوئی دنیا غرض نہ ہو۔

دوم: جس سے دل پریشان نہ ہو اور وہ عبادت سے روکنے والا نہ ہو۔

سوم: مصیبت اور حوادث کے وقت کام آئے۔

چہارم: ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہوں۔

پنجم: آخرت میں شفاعت کی امید ہو۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الحب فی اللہ ومن اللہ'' ص ۴۲۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن ابی سعید انه سمع رسول الله ﷺ یقول: لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی.**

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجآء فی صحبة المؤمن) واخرجه ابوداود فی کتاب الادب (باب من یومر أن یجالس).

ترکیب حدیث: لا تصاحب: فعل نہی ضمیر فاعل۔ الا: استثناء لغو۔ مؤمنا: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱)الترغیب والترھیب (۲)احیاء العلوم ۲/۲۴۸

(۱۵۱) وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ

تمہارا کھانا کوئی نہ کھائے مگر پرہیزگار۔

لغات: تَقِيٌّ: پرہیزگار، جمع اَتْقِيَاء آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے کئی مطالب محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں: منجملہ ان میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم اپنی روزی حلال اور جائز طریقہ سے حاصل کرو تاکہ پرہیزگار مسلمانوں کے کھانے کے وہ قابل ہو جائے،(۱) یا مطلب یہ ہے کہ اپنا کھانا صرف متقی اور پرہیزگار ہی کو کھلاؤ کیونکہ اس کے بعد وہ عبادت کریں گے اس کا ثواب کھانا کھلانے والے ہی کو ملے گا اور اگر بدکردار کو کھلایا خدانخواستہ اگر وہ کوئی گناہ کرے تو کھانا کھلانے والا بھی اس گناہ میں شریک ہوگا بوجہ اس کی اعانت کے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں جو متقی کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے وہ صرف دعوت اور تقاریب کے موقعہ کی بات ہے ورنہ شریعت نے تو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّأَسِيْرًا﴾

ترجمہ: وہ کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

علماء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ بھوک سے بچانے کی وجہ سے کافر کو بھی کھانا کھلانا جائز ہے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحب فی اللہ ومن اللہ" ص ۴۲۶ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث کے ضمن میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی صحبة المؤمن) وخرجه ابو داؤد فی كتاب الادب (باب من يؤمر ان يجالس).

ترکیب حدیث: لا یاکل: فعل نہی۔ طعامک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ الا: استثناء لغو۔ تقی: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱)مظاہر حق ۵۷۱/۴ ومرقاۃ ۲۸۷/۹

(۲)مظاہر حق ۵۷۱/۴ ومرقاۃ ۲۵۷/۹

(۱۵۲) اَدِّ الاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ

جس کسی نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اس کو امانت دے دو اور جس کسی نے تمہارے ساتھ خیانت کی تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

لغات: اَدِّ: اَدّیٰ، تَأَدّی الشَّیْیءَ ادا کرنا، پہنچانا۔ اِئْتَمَنَکَ: اَمِنَ، اِئْتَمَنَ فُلَانًا عَلٰی کَذَا، کسی کو کسی چیز کا امین بنانا۔ تَخُنْ: خَانَہٗ (ن) خِیَانَۃً امانت میں خیانت کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں: اول: ''الامانۃ''، دوم: ''تخن''۔

''امانت'' امن سے ماخوذ ہے بمعنی حفاظت سے یعنی امانت کو چھوڑ کر کوئی شخص امن میں نہیں رہ سکتا، امانت کی ضد خیانت ہے، یہ خون سے مشتق ہے، اس کا معنی کم کرنا، خیانت میں بھی وہ دوسرے کی چیز میں کمی کرتا ہے۔(۱)

اس حدیث میں دو نصیحتیں کی گئی ہیں: پہلی یہ ہے کہ جب کوئی تمہارے پاس امانت رکھوائے تو تم اس کی حفاظت کرو، جب وہ طلب کرے تو اس کو پوری پوری واپس کر دو، ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک وہ امانت کو مال غنیمت اور صدقہ کو ٹیکس نہ سمجھنے لگے، ایک اور روایت میں جہاں منافقوں کی نشانیوں کو بیان فرمایا گیا ہے ان میں من جملہ اور نشانیوں کے ایک نشانی یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔(۲)

اسی حدیث کے مثل قرآن کی یہ آیت بھی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔(۳)

دوسری نصیحت حدیث بالا میں یہ ہے جب خائن تمہارے ساتھ خیانت کرتا ہے تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو، ورنہ دوسرا آدمی بھی خائن بن جائے گا، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی دلائل کی بناء پر اس شخص کو مستثنی قرار دیتے ہیں (۴) جیسے کسی کو کسی پر حق ہو اور اس کا مال اس صاحب حق کے قبضہ میں بھی ہے تو یہ صاحب حق اس کے مال سے، جو اس کے قبضہ میں ہے اپنے مال کے بقدر لے سکتا ہے، اس کی صورت یہ ہوگی مثلاً زید کے سو روپیہ بکر کے ذمہ واجب ہیں اور بکر کے ایک ہزار روپیہ زید کے قبضہ میں ہیں تو اب زید بکر کے ہزار میں سے اپنے سو روپیہ لے سکتا ہے۔

یہ روایت مشکوۃ میں ''باب الشرکۃ والوکالۃ'' ص۲۵۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعن النبی ﷺ ادا الامانۃ الی من ائتمنک ولا تخن من خانک۔

تخریج حدیث: اخرجہ ابوداؤد فی کتاب البیوع (باب فی الرجل یأخذ حقہ من تحت یدہ) واخرجہ الدارمی (فی باب ادا الامانۃ عنہ)۔

ترکیب حدیث: اد: فعل ضمیر فاعل۔ الامانۃ: مفعول۔ الی: حرف جار۔ من: موصولہ۔ ائتمنک: فعل ضمیر فاعل۔ ک: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل

مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ۔ لا تـخـن: فعل ضمیر فاعل۔ من: موصول۔ خـانـک: فعل فاعل۔ ک: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ من کا، موصول صلہ سے مل کر تخن کے لئے مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۱) مکاشفۃ القلوب ۱۳۷۔ (۲) بخاری، مسلم۔ (۳) ترجمہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ (۴) مظاہر حق

(۱۵۳) لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّائُكُمْ

تم میں سے بہترین لوگ اذان دیں اور تمہارے قراء تمہاری امامت کریں۔

لغات: لِيُؤَذِّنْ: أَذَّنَ، تَأْذِيْنًا، أَذَّنَ لِلصَّلٰوةِ، اذان دینا۔ لِيَؤُمَّكُمْ: أَمَّ (ن) أَمًّا بِالْقَوْمِ، امام بننا امامت کرنا۔ قُرَّائُكُمْ: جمع اَلْقَارِئ، پڑھنے والا، عبادت گذار۔

تشریح: اسلام کے اہم رکن میں سے نماز اور روزہ بھی ہے، اس کے اوقات کی ذمہ داری مؤذنوں پر ہے، اس وجہ سے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ بہترین لوگ اذان دیں تاکہ غلطی نہ کریں، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان عالم بالاوقات دے تاکہ مؤذنین کا ثواب حاصل کرے،(۱) بعض علماء اس حدیث کا ایک مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ: مؤذن کو بلند جگہ پر کھڑے ہوکر اذان دینی ہوتی ہے تو بسا اوقات اس کی نظر لوگوں کے گھروں پر پڑتی ہے، تو اب اگر وہ دیندار ہوگا تو اپنی نظر کو نامحرم پر پڑنے سے بچائے گا۔

"ولیؤمکم قرّائکم": امام کے بارے میں اس جزء میں یہ ہدایت فرمائی کہ تم میں سے جو دین کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو وہ نماز پڑھائے، علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مراد اس سے وہ شخص ہے جو احادیث اور عہد صحابہ کو اچھی طرح جانتا ہو اور مسائل سے بھی واقف ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا کیونکہ وہ سب سے بڑے عالم تھے۔(۲)

اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، تمہارے امام تمہارے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے پس تم میں جو بہتر ہو اس کو آگے کرو۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الامامة" ص ۱۰۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قرّائکم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی کتاب الصلوة (باب من أحق بالامامة) اخرجه ابن ماجه فی کتاب الاذن (باب فضل الاذان وثواب المؤذنین).

ترکیب حدیث: لیؤذن: فعل۔ لکم: جار مجرور متعلق فعل ہے۔ خیارکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے

فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف، لیؤمکم: فعل۔ کم: مفعول۔ قرائکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ مظاہر حق (۲) احیاء العلوم (۳) بخاری، مسلم

(۱۵۴) لا تَأْذَنُوا لِمَنْ لَمْ يَبْدَأْ بِالسَّلَامِ

ایسے شخص کو اجازت نہ دو جو سلام سے پہل نہ کرے۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی آئے اور بغیر سلام کے اندر آنے کی اجازت طلب کرے تو ایسے شخص کو اندر آنے کی اجازت مت دو، یہی قرآن مجید سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان) سے اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت لینے سے قبل ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ (۱)

اگر کوئی سلام نہ کرے تو اس کو کہا جائے گا کہ واپس جا کر سلام کرو اور پھر اجازت لے کر داخل ہو، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: ایک صحابی کہتے ہیں:

"فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ وَلَمْ أَسْتَاذِنْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَدْخُلُ؟ (۲)

ترجمہ: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے نہ سلام کیا اور نہ ہی اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ اور السلام علیکم کہو اور اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔

اجازت طلب کرنے کا مسنون طریقہ جو احادیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر اہل خانہ کو مخاطب کر کے السلام علیکم کہے اور پھر اپنا نام بتائے پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرے، اب اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جائے ورنہ واپس ہو جائے۔ احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب اہل مدینہ پوچھیں کون ہے؟ تو اپنا نام بتائے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں، اس وقت خاموش نہ رہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی عادت ہوتی ہے، اسی طرح "میں ہوں" یہ بھی نہ کہے بلکہ اپنا نام بتائے۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون؟ میں نے کہا کہ "انا انا"، یعنی میں میں، تو آپ نے فرمایا: "انا انا کانہ کرہ" میں میں یعنی آپ نے اس کو ناگوار محسوس فرمایا، اس لئے پوچھنے پر اپنا نام بتانا چاہئے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاستیذان" میں ۴۰۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللہ عنه ان النبی ﷺ قال: لا تاذنوا لمن لم یبدأ بالسلام.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوۃ الی البیهقی.

ترکیب حدیث: لا تاذنوا: فعل نہی ضمیر فاعل۔ لام: حرف جار۔ من: موصول۔ لم یبدأ: فعل ضمیر فاعل۔ باء: جار۔ السلام: مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا "لم یبدا" فعل کے ساتھ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ ہوا موصول کا، موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور لا تاذنوا کے متعلق، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ تھانوی (۲) جامع ترمذی وسنن ابی داؤد (۳) مشکوۃ ص ۴۰۰

(۱۵۵) لَا تَنْتِفُوْا الشَّیْبَ فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ

سفید بالوں کو نہ چھیڑو کیونکہ وہ مسلمان کے لئے نورانیت کا سبب ہے۔

لغات: لَا تَنْتِفُوْا: نَتَفَ (ض) نَتْفًا الشَّعر بال اکھاڑنا۔ اَلشَّیْب: بمعنی سفید بال، شَابَ (ض) شَیْبًا وَشَیْبَةً (ض) بوڑھا ہونا، سفید بال والا ہونا، کما قال اللہ تعالی: ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْبًا﴾.

تشریح: "**لا تنتفوا الشیب**": سفید بالوں کو مت نوچو، اگرچہ یہ بڑھاپے کی نشانی ہے مگر بڑھاپا تو انسان کا وقار ہے اسی وقار کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں اور بے حیائیوں سے رک جاتا ہے اور اسی بڑھاپے کی وجہ سے انسان توبہ واستغفار کی طرف مائل ہوجاتا ہے

"**فانه نور المسلم**": بعض علماء کرام اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ: قیامت کے دن ظلمت وتاریکی ہوگی اس دن یہ نور ہوگا اور اس کو کام دے گا، یا مطلب یہ ہے کہ یہ نور ہوگا اور انسان کے آگے آگے چلے گا جس کو قرآن کی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ﴾

ترجمہ: ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا۔ (۱)

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ: بڑھاپے میں جو بال سفید ہوتے ہیں اس سے انسان کو ظاہری اعتبار سے نورانیت ملتی ہے اور انسان کا چہرہ خوبصورت معلوم ہونے لگتا ہے، حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہونے لگے تو انہوں نے اللہ پوچھا کہ اے اللہ! یہ کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ وقار ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! پھر تو اس کو اور زیادہ کردے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الترجل" ص ۳۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تنتفوا الشیب فانه نور المسلم من شاب شیبة فی الاسلام کتب اللہ له بها حسنة وکفر عنه بها خطیئته و رفعه بها درجة.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الترجل (باب فی نتف الشیب) مع الفاظ مختلفة واخرجه الامام احمد فی مسنده.

ترکیب حدیث: لاتنتفوا: فعل ضمیر فاعل۔ الشیب: مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فانه: فا: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل، ضمیر اسم۔ نور المسلم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ تھانوی (۲) مشکوۃ

(۱۵۶) اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰهُ

دنیا سے زہد اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

لغات: اِزْهَدْ: زَهِدَ (س، ف) زُهْدًا، زَهَادَةً فِی الشَّیءِ، وعنه، بے رغبتی کر کے چھوڑ دینا۔

تشریح: ''زہد'' کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبتی اختیار کرنے کے ہیں، اصطلاح دین میں کہتے ہیں: لذات ومرغوبات سے بے رغبتی اختیار کی جائے اور عیش وتنعم کی زندگی کو چھوڑنے کا نام زہد ہے۔(۱)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں زہد کہتے ہیں خواہش دنیا کو چھوڑنا باوجود قدرت کے آخرت کی وجہ سے، خواہ وہ جہنم کے خوف کی وجہ سے ہو یا جنت کی طمع کی وجہ سے(۲) اس تعریف کی بناء پر بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ: حقیقی زہد اس شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جس کے پاس مال وغیرہ نہ ہو بلکہ حقیقی زاہد اس کو کہیں گے کہ ساری لذتوں کے موجود ہوتے ہوئے اس سے دور رہے۔

اسی وجہ سے ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی کو کسی نے زاہد کہہ کر پکارا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: زاہد تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالی تھے جن کے دامن میں دنیا کھنچی آئی تھی ان سب کے باوجود وہ دنیا کی لذتوں سے ترک تعلق کیے ہوئے تھے۔(۳)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی ''مکاشفة القلوب'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تو دنیا سے بے توجہی اختیار کر اور آخرت کی طرف متوجہ رہ تو تو ایسے گھر کے قریب پہنچ جائے گا جو اس دنیا کے گھر سے بدرجہا بہتر ہے۔(۴) اسی وجہ سے ابوحازم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی دنیا کی محبت بہت سی آخرت سے روکتی ہے۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص۴۴۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن سهل ابن سعید رضی الله تعالی عنه قال: جاء رجل فقال یا رسول الله: دلنی علی عمل اذا انا عملته احبنی الله واحبنی الناس قال: ازهد فی الدنیا یحبک الله وازهد فیما عند الناس یحبک الناس.**

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی کتاب الرقاق– واخرجه ابن ماجه فی کتاب الزهد (باب الزهد فی الدنیا).

ترکیب حدیث: ازھد: فعل ضمیر فاعل۔ فی الدنیا: جار مجرور متعلق ازھد کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر امر۔ یحبک: فعل۔ ک: مفعول۔ لفظ اللّٰہ: فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول لہ سے مل کر جواب، امر اپنے جواب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) معارف الحدیث ۲/۹۳ (۲) مرقاۃ ۹/۳۶۸ (۳) مرقاۃ ۹/۳۶۹ و مظاہر حق و معارف الحدیث ۲/۹۴
(۴) مکاشفۃ القلوب ص ۲۳۶ (۵) احیاء العلوم ۲/۲۵۶

(۱۵۷) وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ

لوگوں کے پاس جو ہے اس سے زہد اختیار کرو، لوگ تم سے محبت کریں گے۔

لغات: اَلنَّاس: بمعنی لوگ، یہ اسم جنس ہے کبھی کبھی اس کی جمع ''اِنْسَانٌ'' بھی آتی ہے۔

تشریح: یہ عام مشاہدہ ہے کہ جو لوگوں سے سوال کرتا ہے تو ایک دو دفعہ دینے کے بعد وہ اس سے دور بھاگنے لگتا ہے اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو شخص اپنے فاقہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا کیونکہ آج ایک ضرورت کے لئے بھیک مانگی وہ احتیاج ختم ہوگی تو کل اس سے اہم کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے، جب تک یہ لوگوں سے مانگتا رہے گا آدمی خود ہی فقیر ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ شانہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ﴾ ترجمہ: اے لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ کی طرف۔

جب ایک فقیر دوسرے فقیر سے مانگے گا تو فقیر کب تک دوسرے کو دے گا اور جو فقیر غنی (یعنی اللہ) کے سامنے اپنے ہاتھ کو پھیلائے گا تو وہ ضرورت بھی پوری ہوگی اور دوسری ضرورت پیش نہ آئے گی اور اگر آئی تو اس کا انتظام مالک ساتھ ہی کر دے گا۔(۱)

خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگوں سے مانگتا ہے تو لوگ اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور جو خدا سے مانگتا ہے تو خدا اس سے خوش ہو جاتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں میں سے ہے:

''اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنْ سُجُوْدِ غَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ غَيْرَكَ''

ترجمہ: اے اللہ! جیسا کہ تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے محفوظ فرما۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الرقاق'' ص ۴۴۲ پر ہے، پوری حدیث گزشتہ حدیث نمبر ۱۵۶ کے ضمن میں مذکور ہے۔

ترکیب حدیث: ازھد: فعل ضمیر فاعل۔ فی: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ عند الناس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر صلہ موصولہ کا۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا۔ جار اپنے مجرور سے مل کر ازھد کے متعلق ہو کر امر۔ یحبک: فعل۔ ک: مفعول۔ الناس: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جواب امر۔ امر اپنے جواب امر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) فضائل صدقات حصہ دوم ص ۶۰

(۱۵۸) كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ پردیسی ہے یا راستہ چلنے والا مسافر۔

لغات: غَرِيب: بمعنی مسافر، جمع غُرَبَاء آتی ہے، غَرَبَ (ن) غُرْبَةً وَغُرْبًا وغَرَابَةً پردیسی ہونا۔ عَابِرٌ: (اسم فاعل) گذرنے والا، جمع عُبَّار عَبَرَة آتی ہے، عَبَرَ (ن) عَبْرًا عُبُوْرًا السَّبِيْلَ، گذرنا، راستہ گذرنا۔

تشریح: غریب کے معنی مسافر کے ہیں، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سفر میں مسافر کسی لغو چیز میں مشغول نہیں ہوتا تو اسی طرح ہر مسلمان کا ہمہ وقت آخرت کی طرف سفر ہے تو اس کو بھی لغو اور غلط چیزوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے، یا اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی مسافر پردیس اور رہ گذر کو اپنا اصلی وطن نہیں سمجھتا، تو اسی طرح مسلمان کو بھی چاہئے کہ دنیا کو اپنا وطن اصلی نہ سمجھے بلکہ ہمہ وقت وطن حقیقی (آخرت) کی ہی فکر میں رہے۔[۱]

یا اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح مسافر ضرورت کی چیزوں کو صرف لیتا ہے بہت سامان جمع کرنے کی فکر نہیں کرتا تو اسی طرح مسلمان کو چاہئے کہ دنیا کی چیزوں کو جمع نہ کرے بلکہ بقدر ضرورت ساتھ رکھے اور آخرت میں کام دینے والی چیزوں میں لگا رہے۔

دوسرا لفظ اس حدیث میں "عابر" ہے، اس کا معنی ہے گذرنے والا مسافر اور "او" بھی بل کے معنی میں آتا ہے[۲] علماء کرام کہتے ہیں: اس لفظ میں اسی اوپر والی بات میں مزید مبالغہ پیدا کیا گیا ہے کہ مسافر تو کسی نہ کسی جگہ پر کچھ مختصر سا قیام کر بھی لیتا ہے یا دوسرے کوئی کام کاج بھی معمولی سا کر لیتا ہے مگر چلتا ہوا مسافر نہ ہی کسی جگہ قیام کرتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتا ہے، اس میں مسلمان کو ترغیب ہے کہ دنیا میں رہو تو سہی مگر آخرت کی تیاری کرتے رہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تمنی الموت و ذکرہ" ص ۱۳۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالى عنهما قال: اخذ رسول الله ﷺ بمنكبى فقال: كن فى الدنيا كانك غريب اوعابر سبيل وكان ابن عمر يقول: اذا امسيت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتك لمرضك ومن حيوٰتك لموتك.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الرقاق (باب قول النبى ﷺ كن فى الدنيا كانك غريب او عابر سبيل).

ترکیب حدیث: کن: فعل ناقص ضمیر اس کا اسم۔ فی الدنیا: متعلق۔ کانک: کان حرف مشبہ بالفعل۔ ک: اسکا اسم غریب: معطوف علیہ۔ و اؤ: حرف عطف۔ عابر سبیل: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر کان کی خبر اور کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر کن کی خبر۔ کن فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا

---

(۱) معارف الحدیث ۲/۱۷ (۲) تعلیق الصبیح ۲/۲۱۳

(۱۵۹) لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا

جائیداد مت بناؤ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔

لغات: اَلضَّیْعَۃ: بمعنی جائیداد۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ اس شخص کے لئے منع ہے جو حصول جائیداد میں اتنا مشغول ومنہمک ہوجائے کہ آخرت کی فکر نظروں سے اوجھل ہوجائے اور اگر کوئی شخص اس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرتا رہتا ہے تو ایسے شخص کے لئے جائیداد بنانا منع نہیں ہے(۱) جائیداد بنانے سے انسان کے دل میں دنیا میں رہنے کی رغبت آئے گی اور شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ انسان کی رغبت آخرت ہی کی طرف ہو کیونکہ دنیا کی مثال تو ایک پل کی سی ہے جس سے گذر کر ہی آدمی جنت میں جاسکتا ہے، پل صرف گذرنے کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ اس پر عمارت یا جائیداد بنائی جائے، یہی بات امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی نقل کی ہے کہ دنیا کی مثال ایک پل کی طرح ہے اس سے گذر جاؤ اس پر عمارت وغیرہ نہ بناؤ(۲) دنیا میں چیزوں کو جمع کرنا اور جائیداد بنانا یہ آخرت کے بندوں اور عاقل کا کام نہیں ہے۔ ایک فارسی کا شاعر کہتا ہے

نہ مردست آنکہ دنیا دوست دارد　　اگر دارد برائے دوست دارد

ترجمہ: مرد کامل وہ نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھے، اگر دنیا کو رکھے تو خدا کے لئے ہی رکھتے ہیں

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تتخذوا الضّیعة فترغبوا فی الدنیا.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی کتاب الزهد وقال حدیث حسن.

ترکیب حدیث: لاتتخذو: فعل نہی ضمیر فاعل۔ الضیعة: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر نہی۔ فاء: جوابیہ۔ ترغبوا: فعل ضمیر فاعل۔ فی الدنیا: جار مجرور متعلق فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جواب نہی۔ نہی اپنے جواب نہی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۶۸۹/۴ مرقاۃ ۳۶۴/۹　　(۲) احیاء العلوم ۲۶۴/۳

(۱۶۰) اُعْطُوْا الاَجِيْرَ اَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهُ

مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

لغات: اَجِیْر: بمعنی نوکر، مزدور، جمع اُجَراء آتی ہے، اِستَاجَرَ: مزدوری پر کسی کو لینا۔ یَجِفُّ: جَفَّ (ض) جَفَافًا

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں کفار کی کلی طور سے مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو ڈاڑھی کا رکھنا نصاً واجب قرار پایا اور ڈاڑھی منڈانے کی حرمت بھی اس حدیث سے نکل آئی کیونکہ ضابطہ معروف ہے:

"اَلاَمْرُ بِالشَّيْئِ يَقْتَضِي النَّهْيَ عَنْ ضِدِّهٖ"

(یعنی کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اس کے خلاف کے کرنے سے ممانعت کا مقتضی ہوتا ہے) اس حدیث سے جہاں پر منڈانا حرام قرار پایا اسی طرح سے خشخشی رکھنا بھی منع ہوگیا کیونکہ اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔(۱) اسی وجہ سے فتاوی رحیمیہ میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا اتنی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے۔(۲) ایک مشت کی مقدار کی تحدید صریحاً اگرچہ کسی حدیث میں نہیں آتی غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ سے ایک مشت تک رکھنا تو ثابت ہے اس سے کم کروانا ثابت نہیں ہے۔(۳)

واحفوا الشوارب: مونچھ کو تراشنا سنت ہے، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "اَلاحْفَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الْحلقِ" تمام بال قینچی سے اچھی طرح تراش لینا ہی پسندیدہ اور مختار ہے۔ مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں اس میں بھی اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ منڈنے کے قریب ہو جائے۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الترجل" ص ۳۸۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: خالفوا المشركين اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی رواية انهكوا الشوارب واعفوا اللحی۔**

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی اللباس (باب تقليم الاظفار)۔

ترکیب حدیث: خالفوا: فعل ضمیر فاعل۔ المشرکین: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اوفروا: فعل ضمیر فاعل۔ اللحی: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واحفوا: فعل ضمیر فاعل۔ الشوارب: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوف ہوا۔

---

(۱) احناف کی کتابیں: فیض الباری ۳۸۰/۴، بذل المجہود ۳۳/۱، اشعۃ اللمعات ۲۸۸/۱، مالا بدمنہ/۱۳۰ اور بہت سی کتب میں۔ شوافع کی کتاب عبادی شرح منہاج، مالکی کتاب: شیخ احمد نفراوی مشہور عالم ہیں امام ابو زید کے رسالہ کی شرح میں اس کی تصریح کی ہے، منہل العذاب المورود ۱۸۶/۱ حنابلہ کی کتاب: الاقناع، مختصر المقنع، کشاف القناع، فقہ ظاہری میں بھی یہی مسئلہ ہے۔ المحلی ۳۲۰/، نیل الاوطار ۱۰۷/۱۔

(۲) فتاوی رحیمیہ ۷۵/۱ (۳) معارف الحدیث ۳۱۷/۲

(۴) شمائل ترمذی ۹۳

وَجُفُوْفًا، خشک ہونا، صفت جَاف آتی ہے۔ عرقه: بمعنی پسینہ، عَرِق (س) عَرْقًا، پسینہ آنا۔

تشریح: جب کسی ضرورت کے لئے آدمی کسی سے کچھ کام لے تو اس کام کے ختم ہونے پر اس کی مزدوری اس کو دے دے اور اس کی مزدوری کے ادا کرے میں ٹال مٹول سے کام نہ لے، انسان کی محنت اس کی زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ ہوتی ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کے بعد اس کی اجرت نہ دینا نہ صرف شریعت اسلام کے خلاف ہے بلکہ شیوہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ (۱)

اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "مَطَلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ" یعنی غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (۱)

ایک روایت میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں قیامت کے دن تین اشخاص سے جھگڑوں گا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے کسی کو مزدور رکھا پھر اس کی اجرت پوری نہ کی ہو۔ (۳) حدیث کے الفاظ میں "یَجِفَ عَرَقُه" کہ اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو مزدوری دے دو، یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا گیا ہے، مراد جلدی ادائیگی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاجارۃ" ص ۲۵۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقه.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه فی کتاب الرهن (باب اجر الاجراء).

ترکیب حدیث: اعطوا: فعل ضمیر فاعل۔ الاجیر: مفعول۔ اجرہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول ثانی۔ قبل: مضاف، ان: مصدریہ۔ یجف: فعل۔ عرقه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہوا۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل اور تینوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) مشکوۃ ص ۲۵۱ (۳) مشکوۃ ص ۲۵۸

(۱۶۱) خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوْا اللُّحٰى وَاَحْفُوْا الشَّوَارِبَ

مشرکین کی مخالفت کرو، اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹواؤ۔

لغات: اَوْفِرْ: زیادہ کرنا، بڑھانا، وَفَرَ (ض) وَفْرًا لَهُ الْمَالَ، زیادہ کرنا۔ اَللُّحٰى: جمع اَللِّحْيَة ڈاڑھی، قال اللہ تعالی: ﴿لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ﴾ اَحْفُوْا: اَحْفَی اِحْفَاءً شَارِبَه، مونچھ کترنے میں مبالغہ کرنا، حَفِیَ (س) حَفًا زیدہ چلنے سے پاؤں کا تھکنا۔

تشریح: مشرکین کی عادت یہ تھی کہ وہ ڈاڑھیاں کٹواتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے، اب شریعت مطہرہ نے اس کے خلاف کرنے کا حکم دیا کہ تم ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ، آپ ﷺ کی بھی عام عادت مبارکہ یہ تھی کہ جمعہ کی نماز میں جانے سے پہلے آپ ﷺ لبوں کے بال کاٹ لیا کرتے تھے۔

(۱۶۲) بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا

لوگوں کو بشارت سناؤ، نفرت نہ دلاؤ، نرمی کا معاملہ کرو، تنگی نہ کرو۔

لغات: بَشِّرُوْا: بَشْرَةٌ، تَبْشِيْرًا، خوش خبری دینا، خوش کرنا، قال تعالیٰ ﴿ وَبَشَّرْنَاهُ بِاِسْحَاقَ ﴾ بَشَرَ (ض، س) اَبْشَرَ وَ اِسْتَبْشَرَ، خوش ہونا۔ تُنَفِّرُوْا: نَفْرَةٌ، تَنْفِيْرًا، نفرت دلانا، نَفَرَ (ض) نَفْرًا مِنْ كَذَا، نفرت کرنا، ناپسند کرنا۔ يَسِّرُوْا: يَسَّرَهٗ بِفُلَانٍ، آسان کرنا، يَسُرَ (ک) يُسْرًا و (س) يَسْرًا الامر، آسان ہونا، اسی سے يَسِيْرٌ آتا ہے، بمعنی آسان، قال تعالیٰ ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ تُعَسِّرُوْا: عَسَّرَ الاَمْرَ، دشوار کرنا، عَلَيْهِ: تنگ کرنا، عَسِرَ (س، ک) عُسْرًا دشوار ہونا۔

تشریح: لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرنا، یہ ان کے جلب قولب کے لئے اکسیر ہے، جب قلوب ان کے مائل ہوجائیں تو ان کا بات سننا اور لینا زیادہ آسان ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام کو کہا کہ: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ کہ فرعون سے نرمی سے بات کرنا، اور اس کا نتیجہ بھی بیان فرمایا کہ ﴿لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے یا خاشعین میں سے ہوجائے۔

پس اس حدیث میں مبلغین کو تبلیغ کا ایک اہم ترین اصول بیان فرمایا کہ لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو ان کا دل دین کی طرف مائل ہو اور دین پر چلنا آسان ہو اور پھر لوگوں کے دلوں میں ان کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے کی استعداد پیدا ہوگی، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا نرمی کرنا تنگی نہ کرنا، اور خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو جب بھی دو امور میں اختیار دیا گیا، آپ اس میں سے آسان کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ایک اعرابی نے پیشاب شروع کردیا تو لوگ اس کو روکنے کے لئے دوڑ پڑے تو آپ نے منع فرمایا، بعد میں پانی کا ڈول بہادیا اور فرمایا کہ تمہیں صرف آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تم تنگی کرنے لئے نہیں بھیجے گئے۔

ایک اور مشکوۃ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو نرمی پر عطا فرماتے ہیں وہ نہ سختی پر دیتے ہیں نہ کسی اور چیز پر، اس لئے نرمی کا رویہ ہی تبلیغ کے لئے مفید ہے، یہاں پر اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ما علی الولاۃ من التیسیر" ص ۳۲۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا بعث احدا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا.

تخریج حدیث: اخرجہ ابو داود فی کتاب الادب (باب فی کراھیہ المراء) واخرجہ البخاری فی کتاب الادب (باب قول النبی و یسروا ولا تعسروا) مع الفاظ مختلفة.

ترکیب حدیث: بشروا: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا تنفروا: فعل ضمیر فاعل سے مل

کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ یسروا: فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا تعسروا: فعل فاعل سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۱٦۳) اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ

بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیماروں کی عیادت کرو اور قیدیوں کو قید سے چھڑاؤ۔

لغات: اَلْجَائِع: بمعنی بھوکا، جمع جِیْعَان آتی ہے۔ عُوْدُوا: عَادَ (ن) عَوْدًا، عِیَادَةَ الْمَرِیْض، بیمار پرسی کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے تین حکم دیے ہیں اور یہ تینوں فرض علی الکفایۃ کے طور سے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس کو پورا کرلیں تو سب کی طرف سے یہ فرض کفایہ ختم ہوجاتا ہے ہاں سنت اس وقت بھی باقی رہتی ہے۔

"اطعموا الجائع": شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلانا اضطراری حالت سے پہلے سنت ہے اور اگر اضطراری حالت ہو تو فرض ہوجاتا ہے اور اگر مسکین بھوکا ایسی جگہ پر ہے جہاں کے سب لوگ ذی قدرت ہوں تو اب سب پر فرض علی الکفایۃ ہے ان میں سے ایک نے بھی کھلا دیا تو سب بری الذمہ ہوجائیں گے، اور اگر مسکین ایسی جگہ پر ہے کہ وہاں ایک ہی آدمی ذی استطاعت ہو تو اب اس پر کھلانا فرض عین ہوگا۔

"عودوا المریض": بیمار کی عیادت کرو، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جو اپنے بھائی کی عیادت کے لئے صبح کے وقت جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

"وفکوا العانی": قیدی کو قید سے چھڑاؤ: ایک اور روایت میں ایک سائل نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھ کو ایک ایسا عمل بتادیں کہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: غلام کو آزاد کرو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب عیادة المریض وثواب المریض" ص ۱۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی موسی رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: اطعموا الجائع وعودو المریض وفکوا العانی.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاطعمة واخرجه فی کتاب المرض وفی کتاب الجهاد واخرجه ابوداؤد فی کتاب الجنائز (باب الدعاء للمریض بالشفا عند العیادة).

ترکیب حدیث: اطعموا: فعل ضمیر فاعل۔ الجائع: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ عودوا: فعل، ضمیر فاعل۔ المریض: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ فکوا لعانی: فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف اپنے تمام معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۱۶۴) لَا تَسُبُّوْا الدِّیْکَ فَاِنَّهٗ یُوْقِظُ لِلصَّلٰوۃِ

مرغ کو برا بھلامت کہو کیونکہ وہ تم کو نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔

لغات: تَسُبُّوْا: سَبَّ(ن) سَبًّا، سخت گالی دینا۔ اَلدِّیْکَ: مرغ، جمع دُیُوْک، أَدْیَاک، دِیَکَۃ آتی ہے۔ یُوْقِظُ: أَیْقَظَ، اِیْقَاظًا، بمعنی بیدار کرنا۔

تشریح: مرغ نماز کے لئے بیدار کرتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے سفر میں مرغ کو ساتھ رکھتے تھے تاکہ اوقات نماز معلوم رہیں(۱)

کون سی نماز مراد ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس سے مراد تہجد کی نماز ہے اور وہ اپنی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں آتا ہے کہ آپ تہجد میں اس وقت اٹھتے تھے جب کہ مرغ بانگ دے رہا ہوتا تھا، بعض علماء کرام فرماتے ہیں یہاں نماز سے مراد فجر کی نماز مراد ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی بانگ سے یہ اطلاع کر رہا ہے کہ فجر کا وقت قریب ہوگیا ہے۔(۲)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حیوان میں ایک اچھی خصلت ہے تو اس کو برا کہنے سے منع فرمایا گیا ہے تو پھر مؤمن کو برا کہنے والے کا کیا حال ہوگا اس حدیث میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ جس چیز سے کچھ فائدہ ہو تو اس کو برا نہ کہا جائے بلکہ اس کی تعظیم اور تکریم کی جائے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ما یحل اکلہ وما یحرم" ص ۳۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تسبّوا الدیک فانہ یوقظ للصلوۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ ابو داؤد فی کتاب الادب (باب فی الدیک والبھائم).

ترکیب حدیث: لا تسبوا: فعل فاعل۔ الدیک: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔
فانہ: فاء: تفصیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ہ: اس کا اسم۔ یوقظ: فعل ضمیر فاعل۔ للصلوۃ: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱۴۴ و ۱۴۵/۸ (۲) مظاہر حق ۶۷/۴ (۳) مرقاۃ ۱۴۴/۸

(۱۶۵) لَا یَقْضِیَنَّ حَکَمٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَهُوَ غَضْبَانٌ

قاضی فیصلہ نہ کرے دو آدمیوں کے درمیان جب کہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔

لغات: یَقْضِیَنَّ: قَضیٰ (ض) قَضَاءً، قَضَی بَیْنَ الْخَصْمَیْنِ، فیصلہ کرنا، اسی سے قَاضِیُ اسم فاعل ہے، "قَاضِیُ الْقُضَاۃ" چیف جسٹس کو کہتے ہیں۔ غَضْبَان: غصہ والا ہونا، غضبناک ہونا، غَضِبَ (س) غَضْبًا عَلَیْهِ، غصہ ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں ایک بہت اہم اصول کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ کہ جب قاضی غصہ کی حالت میں ہو تو وہ فیصلہ نہ کرے کیونکہ غصہ میں انسان کی غور وفکر کی قوت تقریباً ختم ہی ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے اس حدیث میں انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے شریعت نے یہ حکم دیا ہے، اس حدیث پر علماء کرام نے ان حالات کو بھی قیاس کیا ہے جن میں انسان کے حواس پوری طرح قابو میں نہیں ہوتے اور دماغ پوری طرح حاضر نہیں ہوتا مثلاً سردی گرمی یا بھوک پیاس یا بیماری سخت ہو، ان حالتوں میں بھی قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔(۱)

اس کے باوجود علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اگر ان حالات میں قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اب وہ کراہت کے ساتھ جاری نافذ سمجھا جائے گا۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العمل فی القضاء والخوف منه" ص ۳۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بکرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا يقضين حكم بين اثنين وهو غضبان.

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی كتاب الاحكام (باب هل يقضی الحاكم وهو غضبان) واخرجه ابوداؤد فی كتاب القضاء (باب القاضی يقضی وهو غضبان) ابن ماجه فی كتاب الاحكام (باب لا يحكم الحاكم وهو غضبان).**

ترکیب حدیث: لا يقضين: فعل، حکم: ذوالحال۔ بين اثنين: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا فعل۔ وهو غضبان: مبتداء خبر سے مل کر حال۔ حال اپنے ذوالحال سے مل کر فاعل ہوا یقضین فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۷/۲۳۶ ومظاہر حق ۲/۵۴ (۲) مظاہر حق ۲/۵۴ ومرقاۃ ۷/۲۳۶

(۱۶۶) اِيَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ

تم ناز ونعمت کی زندگی سے بچتے رہو کیونکہ اللہ کے (نیک) بندے ناز ونعمت میں زندگی نہیں بسر کرتے۔

لغات: اَلتَّنَعُّمُ: ناز ونعمت کی زندگی بسر کرنا۔ (س، ن، ف) نِعْمَةَ الرَّجُلُ، خوش حال ہونا۔

تشریح: دین کا جوہر جفاکشی ہے اور اس میں کمال مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے، جس قدر آدمی مجاہدہ کرتا ہے اسی قدر دین میں کمال حاصل ہوتا ہے جو آخرت میں درجات عالیہ کا ذریعہ ہے اور یہ انسان کا مقصد ہے دنیا میں آنے کا، حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا "مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَمَنْ أَحْزَمُ النَّاسِ" کہ کون سب سے زیادہ سمجھدار اور محتاط آدمی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اَكْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ" کہ جو سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ سب مجاہدہ عبادت وریاضت سے حاصل ہوگا اور یہ ناز ونعم اس مقصد اصلی کے حصول میں رکاوٹ بنے گا کیونکہ تنعم کا

مفہوم نفسانی خواہشات کی تکمیل میں زیادہ سے زیادہ اہتمام وانصرام کرنا، بہت زیادہ دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کے درمیان رہنا اور کھانے پینے اور طبیعت ونفس کی مرغوبات کا حریص ہونا، حاصل یہ کہ راحت طلبی، تن آسانی کی چیزوں میں پڑنا اور عیش وعشرت کی زندگی اختیار کرنا فاجر، غافل، نادان، جاہل لوگوں کا خاصہ ہے[۱] کیونکہ مؤمن تو "عَابِرُ سَبِیْل" ہے اس کے پاس اتنا وقت کہاں کہ اپنی خواہشات کو پورا کرتا پھرے، وہ اپنی تمام تر خواہشات اپنے مقام پر چھوڑتا ہے اور اپنی ضرورت میں اقل پر گذارا کرتا ہے، اس کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے کہ جس کو مدت معینہ کے لئے سونے کی چٹان میں چھوڑا جائے کہ جتنا نکالو تمہارا ہے، اب اس کے پاس اتنا وقت کہاں کہ اپنے آرام کھانے پینے کو دیکھے بلکہ یہ تو سونا نکالنے میں لگے گا کہ آرام تو بعد میں ہوگا، اسی طرح آخرت کی تیاری کرنے والے کے پاس کہاں فرصت کہ دوسری چیزوں میں وقت ضائع کرے، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اِنَّ الْبَزَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَان" کہ سادگی ایمان میں سے ہے[۲] اس لئے یہاں پر آپ نے بلاوجہ کی ہر تکلیف زندگی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضل الفقراء وعیش النبی ﷺ" ص ۴۴۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنه ان رسول اللہ ﷺ لما بعث به الی الیمن قال: ایاک والتنعم فان عباداللہ لیسوا بالمتنعمین.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی مسند احمد فی باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی ﷺ.

ترکیب حدیث: ایاک: دراصل اتق نفسک ہے۔ اتقی: فعل ضمیر فاعل، نفسک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف، التنعم: معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول ہوا اتقی فعل کا، اتقی فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ ف: جواب امر۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ عباداللہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کا اسم۔ لیسوا: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ بالمتنعمین: خبر۔ لیسوا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر ان کی خبر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) ریاض الصالحین

(۱٦٧) اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ

سجدہ میں اطمینان سے ٹھہرو اور تم میں سے کوئی شخص (سجدہ میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔

لغات: یَبْسُطْ: بَسَطَ (ن) بَسْطًا بمعنی پھیلانا، بچھانا۔ ذِرَاعَیْهِ: تثنیہ ہے ذِرَاع کی بمعنی بازو، قال تعالی ﴿کَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ﴾ جمع اَذْرُع، ذُرْعَان آتی ہے، ذَرَعَ (ف) ذَرْعًا الثَّوْبَ، ہاتھ سے ناپنا۔

تشریح: بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس حدیث مبارک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی سجدہ میں اعتدال سے ٹھہرے اور پھر سجدہ کی تسبیحات کو اطمینان سے پڑھے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سجدہ میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ پشت کو برابر رکھا جائے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا جائے اور کہنیاں زمین سے اوپر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھیں، جب اس طرح سے سجدہ کیا جائے تو اس کو اطمینان والا سجدہ کہیں گے۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس حدیث میں سجدہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ سجدہ کو خوب اچھی طرح سے کیا جائے، فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سامنے اپنے عبودیت اور عجز وانکساری کے اظہار کے طور پر بندہ کا اپنے سر کو زمین پر ٹیک دینا اور سجدہ میں دونوں پیروں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے، اگر دونوں پیر سجدہ کی حالت میں زمین سے اٹھے رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایک پیر اٹھا رہا تو پھر سجدہ مکروہ ہو جائے گا۔

"در مختار" میں ہے کہ پیشانی اور دونوں پیروں سے سجدہ فرض ہے اور دونوں پیروں میں سے کم از کم ایک انگلی زمین پر ہونا شرط ہے اور ہاتھوں کو زمین پر رکھنا سنت ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب السجود وفضله" ص ۸۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: اعتدلوا فی السجود ولا یبسط احدکم ذراعیه انبساط الکلب.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصلوة (باب لایفرش ذراعیه فی السجود).

ترکیب حدیث: اعتدلوا: فعل ضمیر فاعل۔ فی السجود: جار مجرور متعلق ہوا فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا یبسط: فعل۔ احدکم: فاعل۔ ذراعیه: مفعول۔ انبساط الکلب: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۱۶۸) لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا

مردوں کو برا مت کہو کیونکہ وہ پہنچ گئے اس چیز کی طرف جو انہوں نے آگے بھیجی۔

لغات: اَلْاَمْوَات: مَیِّت کی جمع ہے، بمعنی مردہ، جمع اَمْوَات، مَوْتٰی، مَیِّتُوْن وغیرہ آتی ہے، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾، مَاتَ (ن) بمعنی مرنا۔ اَفْضَوْا: (افعال) اِفْضَاءٌ بمعنی پہنچنا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کی غیبت کرنا بھی حرام ہے، مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردہ اب اللہ کے پاس پہنچ گیا، اللہ چاہے تو اس کو معاف کر دے یا چاہے عذاب دے، بندے کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے بارے میں کچھ جسارت کرے۔ (۱)

اما غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مردے کی غیبت زندہ لوگوں کی غیبت سے کہیں زیادہ سخت ہے کیونکہ زندہ آدمی سے معافی مانگی جا سکتی ہے، مگر مردے سے معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۲)

اسی وجہ سے بعض علماء کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر مردے کو غسل دینے والا کوئی برائی دیکھے مثلاً چہرے یا بدن کا سیاہ ہو جانا (معاذ

اللہ) تو اس کو بھی لوگوں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے، ہاں اگر مردے میں کوئی اچھی بات دیکھے تو اس کے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے کہ بیان کردے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جن کفار کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا ہے مثلاً ابوجہل، ابولہب، فرعون، قارون وغیرہ تو ان کی برائی کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جن کے بارے میں شک ہو کہ وہ دنیا سے کفر کی حالت میں گئے یا ایمان کی حالت میں تو اس حال میں بھی اس کی برائی کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا" ص ۱۴۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالی عنها قالت: قال رسول اللّٰه ﷺ: لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجنائز (باب ما نهی من سب الاموات).

ترکیب حدیث: لا تسبوا: فعل فاعل۔ الاموات: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ هم: ان کا اسم۔ قد افضوا: فعل فاعل۔ الی: حرف جار۔ ما: موصول۔ قدموا: فعل ضمیر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیلیہ ہو کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۲/۲۴۴ (۲) احیاء العلوم (۳) مرقاۃ

(۱۶۹) مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

تم اپنی اولادوں کو نماز کا حکم کرو جب کہ وہ سات سال کے ہوں اور ان کو نماز (نہ پڑھنے) پر مارو جب کہ وہ دس سال کے ہوں اور ان کے بستر بھی جدا جدا کردو۔

لغات: اَبْنَاء: اِبْن کی جمع ہے، بمعنی بیٹا۔ بَنُوْن بھی جمع آتی ہے۔ اَلْمَضَاجِع: مَضْجَع کی جمع ہے بمعنی خواب گاہ سونے کی جگہ۔ ضَجَعَ (ف) ضَجْعًا وَاِضَّجَعَ، پہلو کے بل لیٹنا۔ قال تعالیٰ: ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾.

تشریح: اس حدیث بالا میں سرپرستوں کو حکم ہے کہ بچپن میں ہی ان کو نماز کا عادی بنایا جائے، ایک دوسری روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ، وَحُبِّ آلِ بَيْتِهِ، وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَاِنَّ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ فِيْ ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ. (۱)

ترجمہ: اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ، اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت سے محبت اور قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس دن میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے بھی فرمایا ہے کہ: بچوں کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دینی چاہئے۔ اور بھی کئی جگہ پر بچوں کو مختلف چیزوں کے سکھانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے، بظاہر ان سب کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچہ نوعمری ہی سے شریعت کے احکامات کو سیکھ لے تاکہ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جائے اس کا ایمان کامل اور مضبوط اور راسخ عقیدہ میں سرشار ہوکر پلے بڑھے اور جب وہ بڑا ہو تو ملحدین کے الحادی دجل ومکروفریب اہل ضلال اور گمراہی کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو۔

وینشانا شئ الفتیان منا علی ما کان عوده ابوه
وما وان الفتی بجی ولکن یعوده التدین اقربوه

ترجمہ: ہم میں نیا نیا جوان انہی عادات پر پلتا بڑھتا ہے جن کا اس کے والدین اسے عادی بناتے ہیں اور عقل کے ذریعہ سے کوئی نوجوان بھی دیندار نہیں بنتا دینداری کا عادی تو اسکے رشتہ دار ہی بنائیں گے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الصلوۃ" ص ۵۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: قال رسول اللہ ﷺ: مروا اَولادکم بالصلوۃ وهم ابناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابناء عشر سنین وفرقوا بینهم فی المضاجع.

تخریج حدیث: اخرجه ابوادؤد فی کتاب الصلوۃ (باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ) واخرجه الترمذی فی کتاب الصلوۃ (باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلوۃ مع اختلاف یسیر.

ترکیب حدیث: مروا: فعل فاعل۔ اولادکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال۔ بالصلوۃ: متعلق فعل کے۔ واؤ: حالیہ۔ هم: مبتداء۔ ابناء سبع سنین: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مبتداء کی خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر حال ہوا، حال ذوالحال سے مل کر مروا کا مفعول ہوا اور یہ جملہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ اضربوهم: فعل فاعل۔ علیها: جار مجرور فعل کے متعلق۔ واؤ: حالیہ۔ هم: مبتداء۔ ابناء عشر سنین: مضاف ایک دوسرے سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر حال۔ ذوالحال حال سے مل کر مفعول ہوا اور پھر یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف، فرقوا: فعل فاعل۔ بینهم: مفعول فیہ۔ فی المضاجع: جار مجرور متعلق۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ، سے مل کر پہلے جملہ کا معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) طبرانی بحوالہ اسلام اور تربیت اولاد ۱/۱۶۴

(۲) اسلام اور تربیت اولاد ۱/ ۱۶۷

(۱۷۰) تَعَاهَدُوْا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا

قرآن کی حفاظت کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قرآن سینوں سے اتنی جلدی نکل جاتا ہے رسی چھوٹ کر بھاگنے والے اونٹ کے مقابلہ میں۔

لغات: تَعَاهَدَ: تَعَاهَدَ، تَعَهَّدَ، بمعنی حفاظت کرنا، (س) عَهْدًا حفاظت کرنا۔ عُقُلِهَا: عَقَلَ (ن،ض) عَقْلاً اَلْبَعِیْرَ ٹانگ کیساتھ ملا کر رسی سے باندھنا، عُقْلَه: وہ چیز جس سے باندھا جائے، مراد وہ رسی جس سے اونٹ کی رانوں کو باندھا جائے۔

تشریح: اپنی کتاب کا یاد کرلینا یہ صرف اس امت کا خاصہ ہے، پہلی امتوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی، چنانچہ دلائل النبوۃ کی روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں ایسی امت پاتا ہوں کہ وہ اپنے قرآن کو یاد کرلے گی اور ظاہر باطن پڑھا کرے گی تو یہ امت مجھے دے دیں[1] اور یہ فضیلت کی بات ہے، حفظ قرآن کے مستقل فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔

اس حدیث مبارک میں حضور اکرم ﷺ نے اس کی حفاظت کی طرف توجہ لائی ہے کہ جس طرح اس کا یاد کرلینا یہ زیادہ فضیلت والا ہے اسی طرح اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے اس کی خبر گیری ضروری ہے کہ جس طرح اگر جانور کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو جانور بھاگ جاتا ہے بعینہ اسی طرح قرآن کو حفظ کرنے کے بعد حفاظت ضروری ہے مبادا یہ کہ نیکی برباد گناہ لازم ہوجائے۔

علماء نے قرآن کے بھول جانے کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے، اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ ناظرہ خواں جو کہ حفظ یاد نہیں کرتا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بھول جائے تو مرتکب کبائر میں ہوگا[2] قرآن کے بھولنے کو علماء نے اعراض دین میں شمار فرمایا ہے، حق تعالیٰ شانہ کا قول ہے کہ: "مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ ......الخ" اس کے لئے حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اس امر کی طرف توجہ لائی ہے کہ صرف یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی مستقل دیکھ بھال ضروری ہے تاکہ مقصود حاصل ہوجائے۔[3]

یہ حدیث مشکوٰۃ میں ص ۱۹۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: تعاھدوا القرآن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیا من الابل فی عقلھا.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب فضائل القرآن (باب استذکار القرآن وتعاھدہ) واخرجہ مسلم (فی باب الامر بتعاھد القرآن).

ترکیب حدیث: تعاھدو: فعل فاعل۔ القرآن: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا۔ واؤ: حرف قسم جار۔ والذی: موصولہ۔ نفسی: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ بیدہ: باء: حرف جار۔ یدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا۔ جار مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہوکر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے مل کر اقسم فعل محذوف کے متعلق ہوا۔ اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم۔ لام: تاکید۔ ھو: مبتداء۔ اشد: اسم تفضیل، ضمیر اس

کے اندر ممیز، تفصیا: تمیز، ممیز تمیز سے مل کر فاعل ہوا "اشد" کا، من الابل فی عقلها: دونوں اشد کے متعلق۔ اشد فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جواب قسم۔ قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

(۱) دلائل النبوۃ ۶۸/۱ (۲) فیض الباری ۲۷/۴ (۳) فضائل اعمال

(۱۷۱) اِتَّقِ دَعوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ

مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

لغات: حِجَاب: بمعنی پردہ، جمع حُجُب ہے، حَجَبَ (ن) حِجَاباً چھپانا، حائل ہونا۔

تشریح: شان ورود: یہ حکم آپ ﷺ نے ایک بڑے عابد و زاہد فقیہ صحابی یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو ارشاد فرمایا تھا جب کہ آپ ان کو یمن کا قاضی بنا کر مدینہ سے روانہ فرما رہے تھے، اس وقت میں آپ ﷺ نے ان کو بہت سی نصیحتیں ارشاد فرمائی تھیں ان میں سے منجملہ یہ کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا، آپ کا یہ ارشاد صرف حضرت معاذ کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ اس میں پوری امت کو ترغیب ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم کی بددعا دل کی گہرائی سے نکلتی ہے اس لئے اس میں غایت درجہ کا اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص والے کی دعا اللہ تعالی ضرور قبول فرماتے ہیں اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

ایک دوسری حدیث سے بھی حدیث بالا کی تائید ہوتی ہے جس حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: مظلوم کی بددعا سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ وہ اپنا حق مانگتا ہے اور حق تعالی شانہ کسی حقدار کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتے۔ اسی کو شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالی نے اس شعر میں بیان فرمایا:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الزکاۃ" ص ۱۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال: انک تأتی قوما اهل کتاب فادعهم الی شهادة ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان اللہ قد فرض علیهم خمس صلوت فی الیوم واللیلة فان هم اطاعوا لذالک فاعلمهم ان اللہ قد فرض علیهم صدقة تؤخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم فان اطاعوا لذلک فایّاک وکرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها وبین اللہ حجاب.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی ابواب المظالم والقصاص (باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم) واخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی دعوة المظلوم).

ترکیب حدیث: اتق: فعل فاعل۔ دعوۃ المظلوم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ

فعلیہ ہوکر معلل۔فاء:تعلیلیہ۔ان:حرف مشبہ بالفعل۔ہ:اس کا اسم۔لیس:فعل ناقص۔بینھا:مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔واؤ:حرف عطف۔بین اللّٰہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر لیس کی خبر۔حجاب: لیس کا اسم مؤخر۔لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

(۱۷۲) لَا تَجلِسُوا عَلَی القُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا اِلَیهَا

نہ قبروں کے اوپر بیٹھو اور نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

لغات: اَلْقُبُوْر: جمع ہے قَبْر کی جس میں مردے کو رکھا جاتا ہے، قال تعالی: ﴿اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ﴾.

تشریح: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی نے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر بیٹھنا، اس کو روندنا اور تکیہ بنانا سب مکروہ ہے، لوگوں کی یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لئے درمیان کی قبروں کو بلا تکلف روندتے چلے جاتے ہیں، یہ انتہائی غلط حرکت ہے، علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ قبرستان میں ننگے پاؤں چلے اور اس کو مستحب بتایا ہے، نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا قبرستان میں جانے کا کہ آپ جب تشریف لے جاتے تو کھڑے کھڑے دعا مانگتے اور یوں فرماتے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَأَسْأَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ"

ترجمہ: اے مؤمنین کے گھر! تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں، میں اللہ تعالی سے اپنے لئے اور تمہارے لئے امن وعافیت مانگتا ہوں۔(۱)

سوال: حدیث بالا میں قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت ہوتی ہے مگر ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ جو صحابی رسول ہیں وہ قبر پر بیٹھ جاتے تھے؟

جواب: اس بات کی نسبت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف محدثین کے نزدیک صحیح نہیں یا اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہے جب کہ پیشاب و پاخانہ کرنے کی نیت سے بیٹھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس نسبت سے نہیں بیٹھتے تھے(۲) یا مراد یہ ہے اظہار غم کے لئے قبر پر مسلسل بیٹھا رہے یہ منع ہے۔

"وَلَا تُصَلُّوا اِلَیْهَا": جو شخص قبر یا صاحب قبر کی تعظیم کی خاطر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو یہ صریح کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہیں تب بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب دفن المیت" ص ۱۴۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی مرثد الغنوی رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الجنائز واخرجہ ابو داؤد فی کتاب الجنائز (باب) فی کراھیۃ القعود علی القبر).

ترکیب حدیث: لا تجلسوا: فعل فاعل۔ علی القبور: جارمجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا تصلوا: فعل فاعل۔ الیھا: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ومظاہر حق ۲/۱۲۹ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۲۵۱ (۳) بذل المجھود ۴/۲۱۲

(۱۷۳) اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی ھٰذِہِ البَھَائِمِ المُعْجَمَۃِ فَارْکَبُوْھَا صَالِحَۃً وَاتْرُکُوْھَا صَالِحَۃً

بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو جب کہ وہ سواری کے قابل ہوں اور ان کو صحیح حالت میں چھوڑ دو۔

لغات: اَلْبَھَائِمُ: جمع اَلْبَھِیْمَۃ۔ بمعنی جانور، چوپائے۔ اَلْمُعْجَمَۃُ: مُعْجَمٌ کی مؤنث ہے، بمعنی گونگا، کھل کر بیان نہ کرنے والا، عَجَمَ: (ک) عُجْمَۃً لکنت ہونا۔

تشریح: "ھذہ البھائم المعجمۃ": یہ بے زبان چوپائے، جانوروں کو "اَلْمُعْجَمَۃُ" (گونگے) اس لئے کہتے ہیں کیونکہ جانور بھی اپنی بھوک پیاس تھکن وغیرہ کو بیان کرنے سے عاجز ہوتے ہیں، اس نکتہ سے مالک کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جانور تو اپنی ضروریات بیان نہیں کر سکتے مگر تم اس کا خیال رکھو اس کے کھانے پینے اور ان کو زیادہ تکلیف نہ دو[1] اور اس میں اس کی بھی ترغیب ہے کہ دانہ پانی وغیرہ یہ مالک پر لازم ہے اور وہی اس کا بندوبست کرے کہ جب یہ سواری کرتا ہے تو اس کے دانہ پانی اور آرام کا بھی خیال رکھے صرف یہ نہیں کہ سواری کی اور اس کو چھوڑے کہ خود ہی وہ چرے۔

"فارکبوھا صالحۃ": اس جزء میں اس بات کی ترغیب ہے کہ جانوروں کی خبر گیری کی جائے ان کے دانہ پانی آرام میں کوتاہی نہ کی جائے، اگر ان باتوں کا خیال رکھا جائے گا تو وہ جانور زیادہ دنوں تک تمہاری سواری کے قابل رہے گا اور جب تھک جائے تو آرام کرنے دو تا کہ اس میں پھر توانائی آجائے اور تمہاری سواری کے لئے دوبارہ تیار ہو جائے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب النفقات وحق المملوک" ص ۲۹۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سھل بن الحنظلیۃ رضی اللہ عنہ قال: مر رسول اللہ ﷺ ببعیر قد لحق ظھرہ ببطنہ فقال: اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ واترکوھا صالحۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ ابو داؤد فی کتاب الجھاد (باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبھائم).

ترکیب حدیث: اتقوا: فعل فاعل۔ لفظ اللہ: مفعول۔ فی: حرف جار۔ ھذہ: اسم اشارہ۔ البھائم المعجمۃ: موصوف

صفت سے مل کر مشار الیہ ہوکر مجرور ہوا جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر معلل۔ فاء: تفصیلیہ۔ ار کبوھا: فعل فاعل۔ ھا: ذوالحال۔ صالحة: حال، حال اپنے ذوالحال سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ اتر کوھا صالحة: (سابق جملہ کی طرح ترکیب ہوکر) معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) تعلیق الصبیح ۹۶/۴ (۲) تعلیق الصبیح

نوٹ: اس مسئلہ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے رسالہ کا مطالعہ "ارشاد الھائم فی حقوق البھائم" بھی بہت مفید ثابت ہوگا۔

(۱۷۴) لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَ لَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ

کوئی مرد اجنبیہ عورت کے ساتھ ہرگز خلوت نہ کرے اور کوئی عورت محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے۔

لغات: يَخْلُوَنَّ: خَلَا(ن) خُلُوًّا وخَلَاءً، تنہائی اختیار کرنا۔ مَحْرَم: جمع مَحَارِم، وہ رشتہ دار جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو۔

تشریح: "لا یخلون رجل بامرأة": کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے، کیونکہ شیطان دشمن ہے، ایک دوسرے کے دل میں محبت ڈال کر ان کو غلط راستہ پر ڈال دیتا ہے، اسی وجہ سے شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر رابعہ بصری جیسی نیک عورت اور حسن بصری جیسا نیک مرد اگر آپس میں خلوت کریں تو میں ان دونوں کو بھی غلط راستہ میں مبتلا کروں گا۔[۱] شریعت نے پہلے ہی سے اس کو حرام کردیا تا کہ آدمی غلط راستہ پر نہ نکل جائے۔

"ومعها محرم": محرم کہتے ہیں جس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو خواہ قرابت کی وجہ سے یا رضاعت یا سسرالی ناطے کی بناء پر،[۲] فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ عورتوں کو بغیر محرم کے ۴۸ میل کا سفر مباح ہے مگر اس فساد کے زمانے میں نہ کیا جائے تو بہتر ہے،[۳] اور ۴۸ میل سے زائد کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں، ایسی عورت پر حج بھی احناف کے نزدیک فرض نہیں ہوتا جس کے ساتھ محرم میسر نہ آئے۔ اس مسئلہ میں حدیث بالا سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ استدلال کرتے ہیں۔[۴]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب المناسک" ص ۲۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافرن امرأة الا ومعها محرم فقال رجل يا رسول الله: اكتتبت في غزوة كذا وكذا وخرجت امرأتي حاجة، قال اذهب فاحجج مع امرأتك.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم في كتاب الحج (باب سفر المرءة مع محرم) واخرجه البخاري في كتاب النكاح (باب لا يخلون رجل امراة الا ذو محرم) فقط الجملة الاولى.

ترکیب حدیث: لا یخلون: فعل۔ رجل: فاعل۔ بامرأة: متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔

واؤ: حرف عطف۔ تسافرن: فعل۔ امرأة: ذوالحال۔ الا: استثناء لغو۔ واؤ: حالیہ۔ معها: خبر مقدم۔ محرم: مبتداء مؤخر۔ مبتداء خبر سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر تسافرن کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(۱) تازیانہ شیطان (۲) مظاہر حق ۲/۶۴۹ (۳) فتح الملہم ۳/۳۷۵ والبذل المجہود

(۴) نوٹ: اس مسئلہ میں باقی دوسرے ائمہ کا اختلاف ہے جس کے لئے فتح الباری ۳/۳۷۶، البذل المجہود ۳/۷۹، التعلیق الصبیح ۳/۱۷۵، وغیرہ اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۱۷۵) لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ

جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔

لغات: ظُهُوْر: جمع ہے ظَهْرٌ کی بمعنی پیٹھ۔ دَوَاب: جمع دَابَّةٌ کی بمعنی رینگنے والے جانور، سواری کے جانور کو بھی کہتے ہیں، دَبَّ (ض) دَبًّا، ودَبِيْبًا، ہاتھ پاؤں کے بل چلنا۔ مَنَابِر: جمع مِنْبَر، بمعنی بلند جگہ۔

تشریح: اگر آدمی کسی جانور پر سوار ہو اور کسی شخص سے بات کرنی ہو تو چاہئے کہ نیچے اتر جائے تاکہ اتنی دیر وہ جانور بھی آرام کرلے، یہ اس وقت ہے جب کہ لمبی بات کرنی ہو اور اگر معمولی سی بات ہو تو جانور پر سوار ہوتے ہوئے بھی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو جانور پر سوار ہو کر بھی بات کرسکتے ہیں جیسے کہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا تھا[1] اس حدیث کی بناء پر علماء نے جانوروں پر سونا بھی منع فرمایا ہے اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ بعض اکابر کا دستور تھا کہ جانور کو کرایہ پر لیتے ہوئے اگرچہ شرط لگاتے کہ سواری سے نہ اتریں گے اس کے باوجود اتر جاتے تھے اس میں غرض یہ ہوتی تھی کہ جانور پر کچھ احسان ہوجائے، مسلسل سوار رہنے سے آدمی کو نقصان بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کے پٹھے سست ہوجاتے ہیں کچھ پیدل چلنا صحت کے لئے مفید بھی ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب آداب السفر'' ص ۳۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه عن النبی ﷺ قال: لا تتخذوا ظهور دوابكم منابر فان الله تعالى انما سخرها لكم لتبلغكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس وجعل لكم الارض فعليها فاقضوا حاجاتكم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی کتاب الجهاد (باب فی الوقوف علی الدابة) اخرجه الامام البغوی فی شرح.

ترکیب حدیث: لا تتخذوا: فعل، ضمیر فاعل۔ ظهور دوابكم: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مفعول۔ منابر:

مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۴/۲۶۲ (۲) احیاء العلوم ۲/۳۶۷

(۱۷۶) لاَ تَتَّخِذُوا شَیْئًا فِیْهِ الرُّوحُ غَرَضًا

کسی بھی جاندار چیز کو باندھ کر نشانہ نہ بناؤ۔

لغات: اَلرُّوح: بمعنی جان، نفس، قال تعالی ﴿وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ اس کی جمع اَرْوَاح آئی ہے۔ غَرَض: بمعنی حاجت۔ مطلوب، جمع اَغْرَاض آتی ہے، یہاں نشانہ بنانا مراد ہے۔

تشریح: اس عالم دنیا میں ہر ایک جاندار کو اپنی حفاظت کرنے کا پورا حق حاصل ہے خواہ وہ اشرف المخلوقات ہو یا حیوانات ہو، کسی پر بھی ظلم کرنا سخت گناہ ہے، اگر خدائے تعالی نے انسان کو طاقت وقوت عطا کر کے حیوانات پر تسلط عطا کیا ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ اپنی اس طاقت وقوت اور اس اختیار کے بل بوتے پر محض شوق پورا کرنے کے لئے جانوروں کو تختۂ مشق بنائے، حدیث بالا کا یہی مطلب ہے کہ جانوروں کو باندھ کر مت مارو۔

بعض محدثین اس کا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی جانور کو باندھ دے تا کہ وہ نہ خود کھائے اور نہ وہ اس کو کھلائے اسی میں وہ مر جائے، چاہئے کہ وہ اس کو دانہ پانی دے یا اس کو آزاد کر دے تا کہ وہ خود کچھ کھالے، بہر کیف اس حدیث میں فرمایا کہ باندھ کر مت مارو اس طرح کرنے سے نہ صرف ذی روح کو اذیت آتی ہے بلکہ مال کا ضائع ہونا بھی لازم ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الصید و الذبائح" ص ۳۵۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان النبی ﷺ قال: لا تتخذوا شیئا فیه الروح غرضا.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الصید (باب النهی عن صبر البهائم) واخرجه ابن ماجه فی کتاب الذبائح (باب النهی عن جبر البهائم).

ترکیب حدیث: لا تتخذوا: فعل، ضمیر فاعل۔ شیئا: موصوف۔ فیه: جار مجرور ثابت کے متعلق۔ الروح: ثابتا کا فاعل، ثابتا صیغۂ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شیئا کے لئے صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول اول۔ غرضا: مفعول ثانی۔ تتخذوا: فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

(۱۷۷) لاَ تَجْلِسْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلاَّ بِاِذْنِهِمَا

دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔

لغات: تَجْلِس: جَلَسَ (ض) بمعنی بیٹھنا۔ رَجُلَیْنِ: رَجُلٌ کی تثنیہ ہے، بمعنی دو آدمی

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب دو آدمی بیٹھے ہوں تو اب تیسرے آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان جا کر بیٹھ جائے ممکن ہے کہ وہ دونوں اس آدمی کے آنے کی وجہ سے جو آپس میں باتیں کرنا چاہتے تھے نہ کر سکیں۔

اس مسئلہ میں علماء فرماتے ہیں کہ تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ ان بیٹھنے والوں کے آپس میں محبت ہوگی یا نہیں، یا تعلق بہم ہوگا، معلوم نہ ہو کہ ان میں آپس میں محبت ہے یا نہیں، اگر ان میں آپس میں محبت ہو تو اس کا حکم حدیث بالا والا ہوگا کہ ان کے درمیان بیٹھنا جائز نہ ہوگا۔

دوسرے یہ کہ ان میں آپس میں محبت کا علاقہ نہ ہو تو اب ان کے درمیان بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسرے یہ کہ ان کے آپس کا تعلق معلوم نہ ہو تو اس صورت میں احتیاط کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان کے درمیان میں نہ بیٹھے اگر بیٹھ جائے تو کوئی بات نہیں، اس حدیث کے ہم معنی دوسری حدیث بھی آئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُفَرِّقَ بَیْنَ اِثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا"

ترجمہ: حلال نہیں ہے کسی آدمی کے لئے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان فرق کرے مگر ان دونوں کی اجازت کے ساتھ۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب القیام" ص ۴۰۳ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله عنهم ان رسول الله ﷺ قال: لا تجلس بین رجلین الا باذنهما.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الادب (باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنهما).

ترکیب حدیث: لا تجلس: فعل، ضمیر فاعل۔ بین رجلین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ الا: استثناء لغو۔ باء: حرف جار۔ اذنهما: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل تجلس کے، تجلس فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱۷۸) بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا یَتَخَطَّاهَا

صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ مصیبت اس سے آگے نہیں بڑھتی۔

لغات: بَادِرُوْا: بَادَرَ، مُبَادَرَةً، الی الشیٔ، جلدی کرنا۔ یَتَخَطَّاهَا: تَخَطّٰی، تَخَطِّیًا، بمعنی تجاوز کرنا، پھاندنا۔

تشریح: صدقہ سے بلاؤں کا دور ہونا متعدد روایات میں مختلف مضامین کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے مالوں کو زکوۃ سے پاک کیا کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقے سے علاج کیا کرو اور مصیبتوں کی موجوں کا دعا سے دفعیہ کیا کرو۔ (۱) یعنی جب صدقہ سے بیماری کا علاج کرو گے تو ان کا اثر زائل ہو جائے گا اور وہ ضرر رسانی ختم ہو جائے گی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ ستر بیماریوں کو دور کرتا ہے جس میں سے کم درجہ برص اور جذام کی بیماری کا ہے (۲)، ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے پرندے کے گھونسلے سے دو بچے اٹھا لئے اس پرندے نے اللہ تعالی سے اس فعل کی

شکایت کی، تو اللہ تعالی نے ان سے کہا کہ اگر ایسا دوبارہ اس نے کیا تو میں اس کو ہلاک کردوں گا، پھر وہ شخص دوبارہ آیا تو اس کو بستی کے کنارے فقیر ملا اس نے اس فقیر کو اپنے توشہ میں سے دیا پھر وہ اس گھونسلے کے پاس آیا اور اس میں سے بچہ کو لے کر چلا گیا اور بچے کے والدین دیکھتے رہ گئے اور انھوں نے شکایت کی کہ اے اللہ! آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے دوبارہ کیا تو آپ اس کو ہلاک کریں گے اس نے پھر ویسے ہی کیا دوبارہ لیکن آپ نے اس کو ہلاک نہ کیا، تو اللہ تعالی نے جواب دیا کہ تمہیں نہیں معلوم میں کسی کو اس دن ہلاک نہیں کرتا جس دن اس نے صدقہ کیا ہو۔ (۳)

صدقہ سے بلاؤں مصیبتوں کا دور ہونا ''کنز'' کی بہت سی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے گویا کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرنے کے لئے اکسیر ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الانفاق و کراھیۃ الامساک'' ص ۱۶۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن علي قال: قال رسول اللہ ﷺ بادروا بالصدقة فان البلاء لا يتخطاها.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة في كتاب الزكوة (باب الانفاق و كراهية الامساك) الى رزين.

ترکیب حدیث: بادروا: فعل فاعل۔ بالصدقة: متعلق ہوا فعل کے اور پھر فعل فاعل اور متعلق جملہ معلل ہوا۔ فاء: حرف تعلیل۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ البلاء: اس کا اسم۔ لا تخطاها: فعل فاعل مفعول سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) ترغیب (۲) کنز

(۱۷۹) لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ

اپنے بھائی کے ایسے عیب کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرو (جس سے اس کو شرمندگی ہو) پس اللہ اس پر رحم کرے گا اور تم کو اس میں مبتلاء کردے گا۔

لغات: اَلشَّمَاتَةُ: شَمِتَ (س) شَمَاتَةً، شَمَاتًا بفلان، کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ وَيَبْتَلِيكَ: اِبْتَلٰى اِبْتِلَاءً، آزمائش کرنا، مصیبت میں ڈالنا، بَلَاً (ن) آزمانا، تجربہ کرنا، امتحان لینا۔

تشریح: اسلام نے مسلمانوں کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی کہ معاشرۃ میں ایک دوسرے کی ہمدردی، خیر خواہی رہے اور ہر اس فعل سے منع فرمایا جس سے اس مواخاۃ بھائی چارگی میں کمی آتی ہو اسی لئے باہم سوءظن، جاسوسی، ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارنا، غرض جو بھی امر اس بھائی چارگی کے ماحول کے لئے رکاوٹ و مانع ہو اس سے منع فرمایا ہے۔

اسی میں سے لوگوں کی عیب جوئی ہے، پھر اس سے زیادہ بدتر کام کہ اس کا اظہار لوگوں کے سامنے کرتا پھرے، متعدد احادیث میں مسلمان کی ستر پوشی کی اہمیت و ترغیب وارد ہوئی ہے اور پردہ دری پر سخت سے سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ حدیث میں آیا کہ جو شخص کسی

مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری فرماتے ہیں حتیٰ کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتے ہیں۔ (۱)

اس لئے اس حدیث میں اس سے بچنے اور باز رہنے کا حکم ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب لوگوں میں بیان کرو اور اللہ اس پر رحم فرما کر اس کو توبہ کی توفیق دے دیں اور تم کو اس کی پاداش میں اس میں مبتلا کر دیں، اسی لئے ایک روایت میں آیا ہے کہ جو کسی مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے گا تو نہیں مرے گا یہاں تک کہ اس گناہ کو کرے، (۲) اس لئے اس سے خوب بچنا چاہئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص۴۱۴ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے: عن واثلة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: لا تظهر الشماتة لاخیک فیرحمه الله ویبتلیک.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب القیامة وقال هذا حدیث غریب.

ترکیب حدیث: لا تظهر: فعل فاعل۔ الشماتة: مفعول۔ ل: حرف جار۔ اخیک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوا اور جار مجرور فعل "تظهر" کے متعلق ہو کر جملہ معلل۔ فاء: حرف تعلیل۔ یرحم: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللہ فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یبتلی: فعل، ضمیر فاعل۔ ک: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ انشائیہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) ابن ماجہ، ترغیب۔ (۲) ترمذی۔

(۱۸۰) جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ

مشرکین کے ساتھ جہاد کرو اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ۔

لغات: اَنْفُسِكُمْ: جمع نَفْسٌ کی بمعنی جان۔ اَلْسِنَتِكُمْ: جمع لِسَان، بمعنی زبان۔

تشریح: جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا رہے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے نام کا جھنڈا بلند ہو جائے اور اللہ کے باغی منکروں کا دعویٰ سرنگوں ہو جائے اس کے لئے جو کوشش محنت کرے وہ بہت ہی فضائل کا مستحق ہوگا، ایک روایت میں آتا ہے کہ کسی آدمی کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (۱)۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ بہتر عمل کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اول: وقت پر نماز پڑھنا۔ دوم: والدین سے حسن سلوک۔ سوم: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (۲)۔

حدیث بالا میں تین طرح سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے:

اول: جان سے کہ جب حق و باطل کے درمیان معرکہ پیش آجائے تو اپنی جان کو لے کر میدان میں اتر جائے اور اللہ کے دین کی

خاطر جان کا نذرانہ پیش کردے۔

دوم: مال سے کہ لشکر کی تیاری کے لئے یا باطل کو منانے کے لئے جب مال کی ضرورت پڑے تو یہ اپنے مال کو پیش کردے۔

سوم: زبان سے کہ دشمنان اسلام کے عقائد ونظریات کی زبان سے مذمت کرے، جب ان سے مقابلہ ہو تو ان کے حق میں ذلت رسوائی اور شکست کے لئے بددعا کرے اور زبان سے ان کو ڈرائے دھمکائے اور لوگوں کو جہاد میں جانے کی ترغیب دے یہ سب زبان کا جہاد ہے۔(٣)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الجهاد" ص٣٣٢ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰہ تعالی عنه عن النبی ﷺ قال: جاهدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الجهاد (باب کراهیة ترک الغزو).

ترکیب حدیث: جاهدوا: فعل فاعل۔ المشرکین: مفعول۔ باء: حرف جار۔ اموالکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ انفسکم: معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ السنتکم: معطوف۔ تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر باء کے لئے مجرور۔ جار مجرور سے مل کر فعل کے متعلق ہوا۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

---

(١) تنبیہ الغافلین ص٥١٩ (٢) تنبیہ الغافلین ص٥٢٠ (٣) تعلیق الصبیح ٤/٢٢٨، مرقاۃ ٧/٢٨٨

(١٨١) اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ

بچو جہنم کی آگ سے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی ہو اگر اس کو نہ پائے تو اچھی بات کہہ دے۔

لغات: بِشِق: بکسر الشین، بمعنی جانب، کنارہ، ہر چیز کا آدھا حصہ، جمع شُقُوْق ہے، شَقَّ (ن) شَقًّا توڑنا، پھاڑنا۔

تشریح: صدقہ سے مصائب وبلاء کا دور ہونا روایات کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے، اس حدیث میں حضور ﷺ نے ایک اور اہم امر کی طرف توجہ لائی کہ جس طرح صدقہ سے دنیاوی مصائب وبلاء دور ہوتے ہیں اسی طرح آخرت میں جہنم سے بچاؤ کا بھی ذریعہ ہے، دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو یعنی اگر زیادہ نہیں ہے تو نہ کریں بلکہ فرمایا کہ جتنا بھی ہو جس قدر استعداد ہو آسان ہو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا کہ: اپنے نفس کو اللہ تعالی سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو میں تجھے اللہ جل شانہ کے کسی عتاب سے نہیں بچا سکتا، اے عائشہ! کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی ہاتھ نہ جائے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔(١) تو جس قدر استعداد ہو

ہاں اگر بالکل کچھ دینے کو نہیں تو پھر اس حالت میں دوسری صورت یہ ہے کہ اچھی طرح سے جواب دے دو یہ نہیں کہ اگر کچھ دینے کو نہیں ہے تو بھدے پن کے جواب سے اس کی دل شکنی کرنے کے بجائے نہایت نرمی و ملائمت سے اپنا عذر بیان کر دو اور ایسے الفاظ واسلوب میں جواب دو کہ وہ تمہارے جواب ہی سے خوش ہو جائے بشرطیکہ دین میں مداہنت نہ ہو۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب علامات النبوة" ص ۵۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن عدی بن حاتم قال: بینا أنا عند النبی ﷺ اذ اتاه رجل فشکا الیه الفاقة ثم اتاه الآخر فشکا الیه قطع السبیل فقال یا عدی: هل رأیت الحیرة فان طالت بک حیوة فلترین الظعینة ترتحل من الحیرة حتی تطوف بالکعبة لا تخاف احدا الا اللّٰه ولئن طالت بک حیوة لتفتحن کنوز کسری ولئن طالت بک حیوة لترین الرجل یخرج ملأ کفه من ذهب او فضة یطلب من یقبله فلا یجد احدا یقبله منه ولیلقین اللّٰه احدکم یوم یلقاه ولیس بینه وبینه ترجمان یترجم له فلیقولن الم ابعث الیک رسولا فیبلغک فیقول بلی فیقول الم اعطک مالا وافضل علیک فیقول بلی فینظر عن یمینه فلا یری الا جهنم وینظر عن یساره فلا یری الا جهنم اتقوا النار ولو بشق تمرة فمن لم یجد فبکلمة طیبة قال عدی فرأیت الظعینة ترتحل من الحیرة وحتی تطوف بالکعبة لا تخاف الا اللّٰه وکنت فیمن افتتح کنوز کسری بن هرمز ولئن طالت لکم حیوة لترون ما قال النبی ابو القاسم ﷺ یخرج ملأ کفه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب طیب الکلام) وفی کتاب الزکوة (باب اتقوا النار ولو بشق تمرة) واخرجه مسلم فی کتاب الزکوة (باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة).

ترکیب حدیث: اتقوا: فعل ضمیر فاعل۔ النار: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا مقدم۔ کان: فعل محذوف۔ تمر: اس کا اسم۔ بشق: باء: حرف جار۔ شق تمرة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو، جار مجرور سے مل کر کان کے متعلق، "کان" فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط مؤخر، جزا مقدم شرط مؤخر سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ فمن: من: موصولہ متضمن معنی شرط۔ لم یجد: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ باء: حرف جار۔ کلمة طیبة: موصوف صفت سے مل کر باء کے لئے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف کے متعلق ہو کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۱) درمنثور (۲) مظاہر حق

(۱۸۲) اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَیٰوتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ

پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے پانچ چیزوں کوغنیمت جانو: بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر سے پہلے خوشحالی کو، مشاغل سے پہلے فراغت وقت کو، موت سے پہلے زندگی کو۔

لغات: اِغْتَنِمْ غنیمت سمجھنا، غَنِمَ (س) غُنْمًا سبقت حاصل کرنا، قال تعالیٰ: ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ شَبَاب: جوانی، شَبَّ (ض) شَبَابًا، جوان ہونا۔ هَرَم: بمعنی انتہائی بوڑھا ہونا، هَرِمَ (س) هَرَمًا، بہت بوڑھا ہونا، کمزور ہونا۔ سُقْم: سَقِمَ (س، ک) سُقْمًا، سَقَامَةً بمعنی بیمار ہونا، قال تعالیٰ: ﴿اِنِّیْ سَقِيْمٌ﴾ اس کی جمع سِقَام اور سُقَمَاء آتی ہے۔

تشریح: "شبابک قبل هرمک": جوانی کوغنیمت جانو، کہ آدمی جوانی میں وہ اعمال کرسکتا ہے جو بڑھاپے میں نہیں کرسکتا، جوانی میں نیکی کی عادت ڈال لی گئی تو پھر بڑھاپے میں آسانی سے نیکیاں کرتا رہے گا۔

"صحتک قبل سقمک": صحت کوغنیمت جانو بیماری سے پہلے، علماء نے لکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی نعمت صحت وتندرستی ہے کیونکہ جب بیماری میں بدن کمزور ہوجائے گا تب بدن اللہ کی پوری طرح اطاعت نہیں کرسکے گا۔

"غناک قبل فقرک": مال داری کوفقر آنے سے پہلے، کہ جب اللہ انسان کو مال دے تو اس کو جب دین کے کاموں میں خرچ کرے، ایسا نہ ہو کہ مال ختم ہوجائے یا موت آجائے پھر تمنا کرے گا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

"فراغک قبل شغلک": فراغت کومشغولیت سے پہلے، کہ جب آدمی مصروف ہوجاتا ہے تب اس کوفراغت کے وقت کی قدر آتی ہے کاش کچھ فراغت مل جائے تاکہ میں اللہ کی اطاعت میں اس کولگادوں جیسے کہ مقولہ ہے:

"اَلنِّعْمَةُ اِذَا فُقِدَتْ عُرِفَتْ"

ترجمہ: یعنی جب نعمت ہاتھ سے نکل جاتی ہے پھر اس کی قدر آتی ہے، اس پر فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث نقل کی ہے: "رات بڑی لمبی ہے اس کو اپنی نیند سے چھوٹی مت کرو اور دن روشن ہے اس کو اپنے گناہوں سے تاریک نہ کرو"۔ "حیوتک قبل موتک": اپنی زندگی کوموت سے پہلے، آدمی زندگی میں توعمل کی طاقت رکھتا ہے موت آنے پر یہ طاقت چھین لی جا، بگی اس لئے اپنی اس عمر فانی کوضائع نہ کرے، ایک دانا کا قول ہے: "بچپن کھیل میں جوانی مستی میں اور بڑھاپا سستی اور غفلت میں گزارا تو خدا پرستی کے لئے کہاں سے وقت نکالے گا" اسی لئے زندگی میں اللہ کی اطاعت کے لئے وقت کوفارغ کرنا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر بن میمون الاودی رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ لرجل وهو یعظه: اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل هرمک وصحتک قبل سقمک وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وحیوتک قبل موتک.

تخریج حدیث: اخرجه الحاکم فی المستدرک فی کتاب الرقاق وقال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه.

ترکیب حدیث: اغتنم: فعل،ضمیر فاعل۔ خمسا: ممیّز اول۔ شبابک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ صحتک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف اول۔ واؤ: حرف عطف۔ غناک: معطوف ثانی۔ واؤ: حرف عطف۔ فراغک: معطوف ثالث۔ واؤ: حرف عطف۔ حیوتک: معطوف رابع۔ معطوف علیہ اپنے چاروں معطوفات سے مل کر تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول اغتنم فعل کا۔ قبل خمس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ممیّز ثانی۔ قبل ھرمک: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل سقمک: معطوف اول۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل فقرک: معطوف ثانی۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل شغلک: معطوف ثالث۔ واؤ: حرف عطف۔ قبل موتک: معطوف رابع۔ معطوف علیہ اپنے چاروں معطوفات سے مل کر تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول، اغتنم فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

لَیسَ النَّاقصَۃُ

(۱۸۳) لَیسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الغَضَبِ

نہیں ہے طاقت ور پہلوان جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس کو غصہ کے وقت قابو میں رکھے۔

لغات: اَلشَّدِیْد: بہادر، قوی، بلند، قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد﴾ جمع اَشِدَّاء، شُدُوْد آتی ہے، شَدَّ (ن، ض) شَدًّا...... مضبوط کرنا۔ اَلصُّرْعَة: جو دوسرے کو پچھاڑ دے، صَرَعَ (ف) صَرْعًا، بمعنی پچھاڑ دینا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں غصہ شیطانی وسوسوں سے پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے آدمی ظاہری و باطنی اعتدال کو چھوڑ بیٹھتا ہے، غصہ اس صورت میں مذموم ہے جب کہ باطل کے لئے ہو اور جب کہ راہ حق کو وہ چھوڑ دے اور اگر غصہ حق کے لئے ہو تو یہ محمود ہے، اس تمہید کے بعد اب حدیث بالا کو دیکھئے فرمایا جا رہا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا پہلوان اگر کسی بڑے پہلوان کو میدان میں پچھاڑ دے مگر وہ خود اپنے نفس سے پچھاڑا جائے تو یہ در حقیقت پہلوان نہیں اور جو اپنے نفس کو زیر کر دے جو حقیقت میں اس کا سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے

"اَعْدٰی عَدُوِّکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ"

ترجمہ: تمہارے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ (۱)

نفس کو پچھاڑنے والے کو بڑا پہلوان کیوں کہا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم فانی ہے اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں بخلاف روح کے جو اصل ہے ہمیشہ رہنے والی ہے تو اب جو نفس امارہ کو پچھاڑ دے گا اس کی حیثیت شریعت کے نزدیک زیادہ ہوگی جسم کے پچھاڑنے والے سے۔ بقول شاعر:

مردے نہ بقوت باز دست وزور کف
با نفس اگر بر آئی دانم کہ شاضرے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغضب والکبر" ص ۴۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ ﷺ: لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری، فی کتاب الادب (باب الحذر من الغضب) واخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة (باب فضل من یملک نفسه عند الغضب وبای شیء یذهب الغضب).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الشدید: اس کا اسم۔ بالصرعة: جار مجرور متعلق فعل محذوف کے ہوکر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ انما: کلمہ حصر۔ الشدید: مبتداء۔ الذی: موصول۔ یملک: فعل ضمیر فاعل۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ عند الغضب. مفعول فیہ۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۵/۳۱۱، مظاہر حق

(۱۸۴) لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف بدراہ کرے۔

لغات: خَبَّبَ: دھوکا دینا، خراب کرنا، بگاڑنا، خَبَّبَ عَلٰى فُلَانٍ صَدِيْقَه، اس نے فلان کے دوست کو بگاڑ دیا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کی بیوی کو اس کے خاوند کے خلاف اکسائے اس کی شکل یہ ہوئی کہ بیوی کے سامنے اس کے خاوند کی خوب برائی کی جائے اور یہ دوسری شکل بھی ممکن ہے کہ اس کی بیوی کے سامنے دوسرے اجنبی آدمی کی ایسی ایسی خوبیوں کو بیان کیا جائے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ واقعی میرے شوہر میں تو یہ خوبیاں موجود نہیں جو یہ فلاں شخص کے اندر ہیں، اس سے بھی دوسرے آدمی کی عزت اور اپنے شوہر کی نفرت اس کے دل میں پیدا ہوگی۔

یہ شکل بھی ممکن ہے کہ کسی کی بیوی کو بہکایا جائے کہ تم اپنے شوہر سے اتنے مال وغیرہ کا مطالبہ کرو کہ فلاں کی بیوی نے یہ مطالبہ کیا اس کے شوہر نے اس کو لا کر دیا تم بھی ایسا کرو اور یہ بھی شکل ممکن ہے کہ کہے اب یہ زمانہ نہیں رہا کہ بیوی شوہر کی خدمت کرے تم اپنے خاوند کی کیا نوکرانی ہو ہمیشہ اس کی خدمت ہی کرتی رہوگی؟

اسی طرح غلاموں اور نوکروں کے بارے میں بہکایا جائے کہ تم اپنے مالک کا گھر چھوڑ کر چلے جاؤ یا نوکر کو کہا جائے کہ فلاں جگہ پر اچھی نوکری ہے وہاں چلے جاؤ یہاں اتنے کم میں تم کیوں نوکری کر رہے ہو؟ بہرحال ہر وہ صورت جس میں بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف بہکایا جائے یا نوکر کو اس کے آقا کے خلاف، یہ سب صورتیں انتہائی نازیبا ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب عشرة النساء ومالكل واحد من الحقوق" ص ۲۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ليس منا من خبب امرأة على زوجها او عبدا على سيده.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی كتاب الطلاق (باب من خبب امرأة على زوجها).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ منا: کائنا کے متعلق ہو کر لیس کی خبر مقدم۔ من: موصولہ۔ خبب: فعل ضمیر فاعل امرأة:

معطوف علیہ۔ أو:حرف عطف۔ عبدا:معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول۔ علی:حرف جار۔ زوجھا:مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔أو:حرف عطف۔ علی :حرف جار۔ سیدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر معطوف۔معطوف معطوف علیہ سے مل کر علی کا مجرور ہو کر فعل کے متعلق۔فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔موصول صلہ سے مل کر لیس کا اسم۔لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱)مظاہر حق ۳/۳۸۶

(۱۸۵) لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے نہ روکے

لغات: يُوَقِّرْ: وَقَرَ (ض) وَقْرًا،وقارة،صاحب وقار ہونا، فلان وَقَّرَ شَيْخَهُ،فلاں نے اپنے استاد کی تعظیم کی۔

تشریح: اسلام نے پاکیزہ زندگی گذارنے کی مکمل تعلیم دی ہے یہ حدیث بھی اسی تعلیم کی معلم ہے،اس میں بھی حضور ﷺ نے چھوٹے بڑوں کے باہمی آداب سکھائے ہیں چنانچہ بچوں پر رحمت وشفقت کا حکم فرمایا،ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں،تو انہوں نے کہا کہ ہم تو نہیں کرتے،آپ ﷺ نے فرمایا: میں کیا کروں کہ اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت نکال لی ہے۔

دوسری چیز بڑوں کا احترام ہے،ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اکرام میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کرنا،ایک جگہ فرمایا کہ: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے،اس کے لئے ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور بھلائی پر آمادگی کرنا اور برائی سے بچانا یہ نہایت ضروری ہے اس لئے اس امر کی طرف بھی تنبیہ فرمادی جیسا کہ قرآن میں ہے: "وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ"،نصیحت فرماتے رہیے،نصیحت کرنا مؤمنین کو فائدہ دیتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص ۴۲۳ پر ہے،پوری حدیث اس طرح ہے:عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقرنا كبيرنا ويأمر بالمعروف وينه عن المنكر.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی رحمة الصبيان) واخرجه ابوداود فی
کتاب الادب (باب فی الرحمة).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ منا: کائنا کے متعلق ہوکر خبر مقدم۔ من: موصولہ۔ لم یرحم: فعل ضمیر فاعل۔ صغیرنا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ینہ: فعل فاعل۔ عن المنکر: متعلق ینہ کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر من کا صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کا اسم۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱۸۶) لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِهٖ

وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

لغات: يَشْبَعُ: (س) شِبْعًا، شَبْعًامِنَ الطَّعَامِ. شکم سیر ہونا۔ جَنْبِهٖ: جانب، پہلو اس کی جمع اَجْنَاب اور جُنُوْب آتی ہے، قال تعالی: ﴿فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ﴾۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان اس وقت تک کامل درجے پر نہیں پہنچ سکتا جب تک اپنے پڑوسی کا خیال نہ رکھے، خاص کر کے جب کہ وہ بھوکا ہو، اس کو کچھ نہ کچھ بھیج دے یہاں تک کہ ایک روایت میں فرمایا گیا کہ تمہارے پاس زیادہ شوربا نہیں تو جو شوربا ہے اسی میں کچھ پانی ملا لو اور پھر اس میں سے پڑوسی کو بھی کچھ بھیج دو، شریعت نے دوسری طرف پڑوسی کو بھی یہ سمجھایا کہ اگر پڑوسی جو معمولی سی بھی چیز بھیج دے تو اس کو حقیر نہ جانے خوشی کے ساتھ قبول کر لے اگرچہ بکری کی کھری ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

سب سے زیادہ پڑوسی مقدم ہوگا جس کا دروازہ آدمی کے گھر سے زیادہ نزدیک ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے دو ہمسایوں میں سے ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھ سے دور ہے بعض مرتبہ میرے پاس اتنی چیز نہیں ہوتی کہ دونوں کو بھیجی جاسکے تو دونوں میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ پڑوسی جس کا دروازہ تمہارے سامنے ہے وہ زیادہ حق دار ہے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشفقة والرحمة على الخلق" ص۴۲۴ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ليس المؤمن بالذی يشبع وجاره جائع الی جنبه.

تخریج حدیث: **عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان فى (باب الشفقة والرحمة على الخلق).**

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ المؤمن: اس کا اسم۔ باء: زائدہ۔ الذی: موصولہ۔ یشبع: فعل ضمیر ذوالحال۔ واؤ: حالیہ۔ جارہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء۔ جائع: صیغہ اسم فاعل ضمیر فاعل۔ الی: حرف جار۔ جنبہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر متعلق جائع کے۔ جائع: صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال۔ ذوالحال حال سے مل کر یشبع کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہوکر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے

مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) صحیح مسلم (۲) صحیح بخاری

(۱۸۷) لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ بِاللَّعَّانِ وَلاَ الْفَاحِشِ وَلاَ الْبَذِيِّ

وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں جو دوسرے پر طعن کرنے والا ہو اور جو دوسروں پر لعنت کرنے والا ہو اور جو بے ہودہ باتیں کرنے والا ہو۔

لغات: اَلطَّعَّان: مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت زیادہ طعنہ دینے والا۔ ''طَعَنَ (ن، ف) طَعْنًا'' نیزہ مارنا، ''في الرجل''، عیب لگانا، ''طَعَنَ عَلَيْهِ'' طعنہ مارنا۔ لعّان: یہ بھی صیغہ مبالغہ کا ہے، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، لَعَنَ (ف) لَعْنًا فلانا، لعنت کرنا، گالی دینا۔ اَلْفَاحِش: حد سے گذرنے والا۔ فَحُشَ (ک) فُحْشًا، بڑا ہونا، (ض)۔

تشریح: ''اللعان'': مبالغہ کا صیغہ ہے، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لعنت کرنے پر جو وعید ہے وہ کبھی کبھار کی لعنت پر نہیں بلکہ جو کثرت سے اس مرض میں مبتلاء ہوگا اس کے لئے ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آدمی کبھی کبھار کرلیا کرے، لعنت کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: کسی شخص کو بالکل اللہ سے ناامید اور رحمت خداوندی سے دور کرنا ہو یہ قسم کافروں کے ساتھ مخصوص ہوگی۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ کسی شخص کو مقام قرب خداوندی سے دور کرنا ہو جو ترک اولی وغیرہ کا مرتکب ہو یہ مسلمانوں کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال کے ترک کرنے پر جو احادیث میں لعنت کے الفاظ منقول ہوئے ہیں اس کا تعلق اسی دوسری قسم سے ہوگا۔

''لا الفاحش''، فحش گو نہیں ہوگا، مؤمن فضول، غلط بکواس نہیں کرتا، زبان کی حفاظت کرتا ہے، مشکوۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو کچھ بات زبان سے کر لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر تیری ماں روئے! اے معاذ! کیا آدمیوں کو ناک کے بل اوندھے منہ جہنم میں زبان کے علاوہ اور کوئی چیز بھی ڈالتی ہے؟ اور بہت سی روایات میں سخت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے تو لو پھر بولو، اللہ زبان کے فتنہ سے سب کی حفاظت فرمائے (آمین)۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللسان والغيبة والشتم'' ص ۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذى (وفي اخرى له) ولا الفاحش البذى.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی اللعنة).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ المؤمن: لیس کا اسم۔ بالطعان: باءزائدہ۔ الطعان: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف

عطف۔ لا: زائدہ۔ اللعان: معطوف علیہ ومعطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائدہ۔ الفاحش: معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائدہ۔ البذی: معطوف۔ تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱۸۸) لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا

صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں جو بدلے میں کرے (یعنی برابر برابری کا معاملہ کرے) لیکن صلہ رحمی کرنے والا شخص تو وہ ہے جب اس سے قطع تعلق کیا جائے تو وہ تعلق کو قائم رکھے۔

لغات: اَلْوَاصِلُ: جوڑنے والا۔ وَصَلَ (ض) وَصْلاً، وَصِلَةً: بمعنی جوڑنا، صلہ رحمی کرنا، نرمی کرنا۔ اَلْمُكَافِيْ: كَافَى، مُكَافَاةً، احسان کا بدلہ احسان یا اس سے زیادہ اچھی طرح سے دینا۔ رَحِمُهٗ: قرابت، رشتہ دار، جمع اَرْحَام، قال تعالیٰ: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾۔

تشریح: جب کسی نے کسی پر احسان کیا تو دوسرا بھی اس پر احسان کرنے پر مجبور ہوگا۔ صلہ کا یہ معاملہ تو آدمی اجنبی کے ساتھ بھی کرتا ہے تو اس میں صلہ رحمی کہاں سے آئی؟ صلہ رحمی کی حقیقت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے نیازی، بے التفاتی یہاں تک کہ قطع تعلق بھی ہو تو یہ اس کو جوڑنے کی فکر میں ہو اور ان پر صلہ رحمی کرتا رہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے، ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں، وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر یہ سب بات صحیح ہے تو تو ان کے منہ میں خاک ڈال رہا ہے (یعنی ان کو ذلیل کر رہا ہے) تیرے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی جب تو اپنی اس عادت پر جما رہے گا۔

"درمنثور" کی ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت میں اس کو بلند مکانات ملیں اور اونچے درجات ملیں اس کو چاہئے کہ ظلم کرنے والے سے درگذر کرے اور جو اس کو محروم کرے اس پر احسان کرے جو اس سے تعلقات توڑے اس سے یہ تعلقات جوڑے۔

تو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب البر والصلة" ص ۴۱۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ ﷺ: لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب مالیس الواصل بالمکافی۔) واخرجه الترمذی

فی ابواب البر والصلۃ (باب ماجاء فی صلۃ الرحم).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الواصل: لیس کا اسم۔ باء: زائدہ۔ المکافی: خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ۔ لکن: حرف مشبہ بالفعل۔ الواصل: اسم۔ الذی: موصولہ۔ اذا: حرف شرط۔ قطعت: فعل مجہول۔ رحمہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل۔ فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ وصلہا فعل فاعل مفعول سے مل کر جزا۔ شرط جزاء سے مل کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لکن کی خبر۔ لکن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۱۸۹) لَیْسَ الغِنیٰ عَن کَثْرَۃِ العَرَضِ وَلٰکِنَّ الغِنیٰ غِنَی النَّفْسِ

نہیں ہے دولت مندی (امیری) مال و اسباب کی زیادتی سے بلکہ دولت مندی (امیری) دل کا غنی ہونا ہے۔

لغات: عَرَض: متاع، سامان، اسباب، جمع عُرُوض آتی ہے۔ اَلنَّفْس: روح، دل، جمع نُفُوس اور اَنْفُس آتی ہے۔

تشریح: دل کے غنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو جائے اس پر دل مطمئن ہو جائے (۱) اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے اور مال دولت کے سہارے کے بجائے اللہ پر سہارا رکھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روز ایک فرشتہ عرش سے منادی کرتا ہے "اے انسان! گمراہ کرنے والے زیادہ مال سے کفایت کرنے والا تھوڑا مال تیرے لئے بہتر ہے"۔

تو جس کا دل غنی ہو جائے اگرچہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی اس کا دل مطمئن رہتا ہے، بخلاف اس شخص کے جس کے دل میں حرص اور طمع ہو خواہ اس کے پاس مال کتنا کیوں نہ ہو وہ فقیر ہی ہے، ایک عربی کا شاعر قناعت کے بارے میں کہتا ہے: (۲)

أضرع الی اللہ لا تضرع الی الناس　　و أقنع بیأس فان العز فی الیأس

ترجمہ: اللہ سے مانگ، لوگوں سے نہ مانگ، ان سے ناامید ہو کر قناعت کو اپنا کیونکہ لوگوں سے ناامید ہونے ہی میں عزت ہے۔

واستغن عن ذی قربی وذی رحم　　ان الغنی من استغنی عن الناس (۳)

ترجمہ: ہر عزیز اور یگانے سے بے پرواہ ہو جا کیونکہ لوگوں سے بے نیازی ہی مالداری ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ: "غنی النفس" سے مراد اخلاق حمیدہ اور علمی کمالات ہیں کہ جس کے اندر کمالات حمیدہ ہوں تو وہ امیر ہے اگرچہ مال و دولت کے اعتبار سے اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو بخلاف اس کے کہ ایک آدمی کے پاس مال و دولت بہت ہو مگر اخلاق حمیدہ سے خالی ہو تو وہ حقیقت میں فقیر ہی ہے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الرقاق (باب الغنی غنی النفس) واخرجہ مسلم فی کتاب

الزکوۃ (باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض) واخرجه الترمذی فی ابواب الزھد (باب ماجاء ان الغنی غنی النفس) واخرجه ابن ماجه فی کتاب الزھد (باب القناعة).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الغنی: اس کا اسم۔ عن: حرف جر۔ کثرۃ العرض: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر کائنا محذوف کے متعلق ہو کر خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ لکن: حرف مشبہ بالفعل۔ الغنی: اس کا اسم۔ غنی النفس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر لکن کی خبر۔ لکن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) تعلیق الصبیح ۶/۱۳ (۲) مرقاۃ ۹/۳۵۷ (۳) مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۲ (۴) مظاہر حق ۴/۶۸۲

(۱۹۰) لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِىْ خَيْرًا

جھوٹا وہ شخص نہیں جو لوگوں میں صلح کرائے اور خود بھی اچھی بات کہے اور دوسرے کی طرف بھی اچھی بات کی نسبت کرے (اگرچہ اسمیں وہ جھوٹ سے کام لے)۔

لغات: یَنْمِی: نَمَی (ض) نَمْیًا "الشی": بلند کرنا، منسوب کرنا مراد دوسرا معنی ہے اَلْحَدِیْثَ اِلٰی فُلَانٍ، کسی کی طرف منسوب کرنا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی نزاع اور فتنہ وفساد کو ختم کرانے کے لئے کوئی شخص اگر ایسی بات بھی کہہ دے جو واقعہ کے خلاف ہو تو جھوٹ نہیں ہوگا اور اس پر جھوٹ کا گناہ نہیں ہوگا بلکہ ایسے شخص کے لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائے اللہ تعالیٰ اس کو ایک ایک پر ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب مرحمت فرماتے ہیں[1] بشرطیکہ اس میں اخلاص کے ساتھ آپس کے نزاع کو ختم کرنے کی نیت ہو۔ مثلاً دو آدمیوں کا آپس میں نزاع ہو گیا تو اب تیسرا آدمی پہلے کے پاس جا کر کہتا ہے کہ وہ دوست جس سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا تمہاری تو بہت تعریف کر رہا تھا اور اس نے تم کو سلام بھی بھیجا ہے اگرچہ اس نے سلام نہ کہلوایا ہو یا اس کی تعریف نہ کی ہو، پھر یہ دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی بات کرتا ہے، اگر اس میں ان کی آپس کی دوستی کروانی مقصود ہو تو اب یہ جھوٹ نہیں ہوگا[2] بعض علماء فرماتے ہیں اس صلح کروانے میں بالکل صاف جھوٹ نہ بولے بلکہ توریہ وغیرہ سے کام لے تو اچھا ہے۔[3]

"توریہ" کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو مطلب ہوں متکلم کے ذہن میں اس کا مطلب بعید ہے وہ اس کو مراد لے رہا ہے مگر مخاطب اس کے ظاہری مطلب کو سمجھ رہا ہو۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص ۴۱۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ام کلثوم رضی الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصلح (باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس)واخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة (باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منه) واخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الکذاب: لیس کا اسم۔ الذی: موصولہ۔ یصلح: فعل ضمیر فاعل۔ بین الناس: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یقول: فعل ضمیر فاعل۔ خیرا: مقولہ۔ فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ ینمی خیرا: فعل اپنے ضمیر فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوفات سے مل کر جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱) تنبیہ الغافلین ۵۴۹ (۲) مرقاۃ ۱۴۱/۹ مظاہر حق ۴۶۱/۴ (۳) تعلیق الصبیح ۱۷۹/۵

(۱۹۱) لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ

اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں۔

تشریح: انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سیکڑوں قسم کی تدبیریں کرتا ہے اور اسمیں بڑی بڑی تکالیف بھی اٹھاتا ہے بسا اوقات وہ ساری تدبیریں الٹی پڑ کر نقصان دے جاتی ہیں، ضرورت کے پورا ہونے کے لئے ایک طریقہ شریعت نے بھی بتایا وہ سو فیصدی کامیاب ہے کبھی کسی کو بھی اس میں نقصان نہیں ہوا وہ ہے دعا کا طریقہ جس کے بارے میں خود خدا تعالیٰ شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں تمہارا کام پورا کر دوں گا۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا کہ جس کو اللہ سے دعا مانگنے کی توفیق مل گئی تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کی مراد پوری ہوگی، یہی نہیں کہ صرف اس کی مرادیں پوری ہوں گی بلکہ وہ اللہ کا مقرب بھی بن جاتا ہے اور جو اللہ سے دعا نہیں مانگتا اپنی تدبیروں میں پھنستا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو اللہ سے ہر حال میں دعا مانگتا رہتا ہے تو فرشتے بھی اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جانی پہچانی آواز ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا اہتمام نہیں کرتا جب وہ دعا کرتا بھی ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس آواز کو ہم نہیں پہچانتے اور اس کی آواز سے بے توجہی برتتے ہیں اور اس کی دعا کی قبولیت کے لئے سفارش نہیں کرتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جو اللہ سے دعا کرتا رہتا ہے اس کا فرشتوں کے ساتھ بھی اور خدا کے ساتھ بھی قرب رہتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب الدعوات'' ص ۱۹۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: لیس شیء اکرم علی اللّٰہ من الدعاء.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات (باب ماجاء فی فضل الدعاء) واخرجه ابن ماجه فی کتاب الدعاء (باب فضل الدعاء).

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص شیئٌ: لیس کا اسم۔ اکرم: صیغہ اسم تفضیل ضمیر فاعل۔ علی اللہ: جار مجرور متعلق اکرم کے۔ من الدعاء: جار مجرور یہ بھی متعلق اکرم کے۔ اکرم: فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلق سے مل کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۱۹۲) لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے رخساروں کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے۔

لغات: اَلْخُدُوْدَ: جمع خَدٌّ بمعنی رخسار۔ اَلْجُيُوْب: جمع ہے جَيْب کی بمعنی گریبان۔ جَابَ (ض) جَيْبًا القميصَ، گریبان بنانا۔ شَقَّ: (ن) شَقًّا، بمعنی پھاڑنا، جدا جدا کرنا۔

تشریح: کسی عزیز رشتہ دار دوست یا متعلق شخص کی وفات پر آدمی کو رنج اور افسوس کا ہونا ایک فطری امر ہے، آدمی کا مرحوم سے جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی رنج وغم ہوگا یہاں تک کہ جناب نبی کریم ﷺ کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کو بھی سخت رنج ہوا اور اس غم میں آپ ﷺ کے آنسو مبارک بھی نکل رہے تھے، آپ ﷺ کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ آنسو کا بہنا رحمت ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ" (۱)

ترجمہ: آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہماری زبانوں پر وہی الفاظ ہیں جن سے ہمارا پروردگار راضی رہے، اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے بے شک غمگین ہیں۔

اتنی تو شریعت نے اجازت دی ہے مگر اس میں رخساروں کو پیٹنا گریبان کو پھاڑنا یہ حرام ہوگا جیسا کہ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے، اسی میں بالوں کو نوچنا، بالوں کو بکھیرنا، منہ کا کالا کرنا، منہ پر مٹی ڈالنا، یہ سب زمانہ جاہلیت کی رسموں میں سے ہے اس کو اسلام نے حرام کر دیا ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البكاء على الميت" ص ۱۵۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية) واخرجه البخاری فی کتاب الجنائز وکتاب المناقب (باب ما ينهى عنه من دعوة الجاهلية)

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ منا: جار مجرور محذوف کے متعلق ہوکر لیس کی خبر مقدم۔ من: موصولہ۔ ضرب: فعل ضمیر فاعل۔ الخدود: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ شق: فعل ضمیر فاعل۔ الجیوب: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف۔ واو: حرف عطف۔ دعا: فعل ضمیر فاعل۔ باء: حرف جر۔ دعوی الجاھلیۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر جملہ ہوکر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر لیس کا اسم۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) مظاہر حق تعلیق الصبیح ۲/۲۶۰

(۱۹۳) لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ

نہیں ہے سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح۔

لغات: اَلْمُعَایَنَۃ: عَایَنَ مُعَایَنَۃً بمعنی خود دیکھنا، مشاہدہ کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے ایک نفسیاتی نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، انسان کا خاصہ ہے کہ وہ آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز سے جتنا متاثر ہوتا ہے اتنا زیادہ اور اتنی جلدی سنی ہوئی چیز سے متاثر نہیں ہوتا،(۱) اس حدیث میں اس بات کو سمجھانے کے لئے نبی ﷺ نے ایک مثال دی ہے کہ جب موسی علیہ السلام جبل طور پر تشریف لے گئے پیچھے سے سامری نامی آدمی نے بنی اسرائیل کو گوسالہ کی پوجا میں لگادیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر دی کہ اے موسی! تمہاری قوم گوسالہ کی پرستش میں گمراہ ہوئی ہے، اس بات کو سن کر موسی علیہ السلام کو رنج ہوا اور غصہ بھی آیا مگر توارۃ کی تختیوں کو پھینکا نہیں مگر جب موسی علیہ السلام خود قوم کے پاس پہنچے اور اپنی آنکھوں سے قوم کو اس کی عبادت میں مشغول دیکھا تو اب پہلے سے کہیں زیادہ غصہ بڑھ گیا اور غصہ میں ان تختیوں کو زمین پر پھینک دیا جس سے کچھ تختیاں ٹوٹ بھی گئیں(۲) اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہوتی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب بداء الخلق وذکر الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام" ص ۵۱۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: لیس الخبر کالمعاینۃ ان اللہ تعالیٰ اخبر موسی بما صنع قومه فی العجل فلم یلق الالواح فلما عاین ما صنعوا القی الا لواح فانکسرت.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسندہ ص ۱/۲۷۱.

ترکیب حدیث: لیس: فعل ناقص۔ الخبر: لیس کا اسم۔ کاف: حرف جار۔ المعاینۃ: مجرور، جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہوکر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۵/۳۰۷ (۲) مرقاۃ ۱۱/۴۳، مظاہر حق ۵/۴۳

الشروط الجزاء

یہاں سے اب مصنف ایسی احادیث کو لائیں گے جن میں دو جملے ہوں گے ان میں سے ایک کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں۔

(١٩٤) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ

جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ اس کو پست کرتا ہے۔

لغات: تَوَاضَعَ: بمعنی ذلیل ہونا، عاجز ہونا، وَضَعَ (ف) وَضْعًا، رکھنا گھٹانا، تواضع، خود سے چھوٹا بننا۔
رَفَعَ: (ف) رَفْعًا اٹھانا رَفُعَ (ک) رِفْعَةً، رَفَاعَةً، عالی مرتبہ ہونا۔

تشریح: ''کبر'' کہتے ہیں کوئی شخص ان اوصاف سے زیادہ کا دعوی کرے جو اپنے اندر رکھتا ہے۔

''صغر'' کہتے ہیں اپنے اصل مقام سے بھی اپنے آپ کو نیچے گرادے، جس دعوی کا وہ حق رکھتا ہے وہ اس کو بھی ترک کردے، ان دونوں کے درمیان تواضع ہے، یہ اعتدال کا مقام ہے کہ اپنے آپ کو نہ حد سے زیادہ بڑھایا جائے اور نہ ہی حد سے نیچے گرایا جائے، انسان کا اصل کمال اعتدال کی راہ پر اپنے آپ کو جمائے رکھنا ہے، اس تمہید کے بعد اب حدیث کو دیکھا جائے حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ متکبر و مغرور شخص خود کو بڑا عظیم اور عزت والا سمجھتا ہے اور لوگوں پر اپنی فوقیت دیکھتا ہے مگر وہ خدا کے نزدیک ذلیل و حقیر ہوتا ہے، اس کے برخلاف جو شخص تواضع یعنی درمیانی راہ کو اختیار کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اپنی نظر میں حقیر جانتا ہے مگر وہ خدا کے نزدیک بلند مرتبہ والا ہوتا ہے، کبر اور صغر کے درمیانی راہ کو تواضع کہتے ہیں۔

درمیانی راہ شریعت کو پسند ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں یہ ہے:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ صَغِيْرًا وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا''

ترجمہ: اے اللہ! مجھ کو میرے نفس کے نزدیک چھوٹا بنا اور لوگوں کی آنکھ میں بڑا بنا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الغضب والکبر'' ص ۴۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر رضی الله عنه قال وهو علی المنبر: یا ایها الناس! تواضعوا فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول: من تواضع لله رفعه الله فهو فی نفسه صغیر و فی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعه فهو فی اعین الناس صغیر وفی نفسه کبیر حتی لهو اهون علیهم من کلب او خنزیر.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة فی باب الغضب والکبر الی البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ تواضع: فعل، ضمیر فاعل۔ لله: جار مجرور متعلق تواضع کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ رفع: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللہ: فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

"من تکبر وضعه الله" کی ترکیب سابق جملہ کی طرح ہے۔

(۱۹۵) مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے شکر کی ادائیگی اس میں مضمر ہے کہ اس کی اطاعت اور تابعداری کی جائے اور یہ کہ اس نے جن انسانوں کو ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پہنچنے کا اس تک واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے، ان کا شکر ادا کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کی پیروی کی جائے، تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پیروی نہیں کی جس نے ان لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جن کے واسطہ سے اللہ نے اپنی نعمتیں اس کو دی ہیں۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا اور اس نے جو اس شخص کے ساتھ اچھے معاملات اور احسانات کئے ہیں اس کا انکار کرتا ہے جب کہ وہ سامنے موجود ہے تو اس انکار نعمت کی عادت کی بناء پر وہ خدا کی نعمتوں کا بھی ناشکرا بن جائے گا۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العطایا" ص ۲۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من لم یشکر الناس لم یشکر الله.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی الشکر) واخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب (باب فی شکر المعروف).

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ لم یشکر: فعل، ضمیر فاعل۔ الناس: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ لم یشکر الله: فعل فاعل مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ (۲) مظاہر حق

(۱۹۶) مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ترک دعا تکبر اور استغناء کی وجہ سے ہے کہ (معاذ اللہ) مجھ کو خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں تو اس صورت میں اس کا ایمان ہی خطرے میں ہو جاتا ہے اور اگر ترک دعا علت بالا کی وجہ سے بھی نہ ہو تب بھی ان کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، قرآن میں بھی ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾

ترجمہ: جولوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (۱)

اس آیت میں باتفاق مفسرین "عبادتی" سے مراد دعا ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ جو اپنی ضروریات اللہ سے نہیں مانگتا اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور جتنا خدا سے مانگے گا اتنی ہی خدا کی ذات اس سے خوش ہوگی، تمام انبیاء علیہ السلام اور تمام صلحاء کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ خدا سے خوب مانگنے والے تھے (۲)۔ بقول شاعر:

اللّٰہ یغضب ان ترکت سوالہ — وبنی آدام حین یسئل یغضب

ترجمہ: اللہ ناراض ہوتے ہیں جب اس سے مانگنا چھوڑا جائے اور بنی آدم اس وقت ناراض ہوتے ہیں جب ان سے مانگا جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الدعوات" ص ۱۹۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من لم یسئل اللّٰہ یغضب علیه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات.

ترکیب حدیث: من: کلمہ شرط۔ لم یسئل: فعل، ضمیر فاعل۔ لفظ اللّٰہ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ یغضب: فعل، ضمیر فاعل۔ علیه: جار مجرور یغضب کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) التعلیق الصبیح ۳/۵۰

(۱۹۷) مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ

جس کسی نے کسی کو نیک کام کی رہنمائی کی اس بتانے والے کو اس کام کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا۔

لغات: دَلَّ: دَلَّ (ن) دَلَالَةً اِلَی الشَّیْئِ وَعَلَیْهِ. رہنمائی کرنا، راستہ دکھانا۔

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات میں سے ہے کہ کوئی شخص عمل خیر کے وجود میں آنے کے لئے ذریعہ بن جائے وہ اگرچہ عمل نہیں کرتا مگر اس کو عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہاں اسی کا بیان ہے، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا ایسا ہے جیسا خود نیکی کرنے والا۔ (۱)

اب یہ لوگوں کو اعمال کے لئے آمادہ کرتا ہے اگر انفرادی عمل ہے تو بھی بہت اجر ہے اگر اجتماعی ہو تو اس کا بھی خوب فائدہ ہوگا، چنانچہ دوسری جگہ فرمایا کہ جو ہدایت کی دعوت دے اس کو ان تمام لوگوں کے برابر ثواب ملتا ہے جو اس کی ہدایت پر عمل کریں گے اور ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آئے گی، مزید برآں احسان یہ ہے کہ یہ مساعی اللہ کے ہاں اتنا محبوب ہے کہ اس کا دعوت دینا ہی باعث اجر وثواب ہے جیسے کہ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر صدقہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مانے یا نہ مانے ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اپنی محنت جاری رکھنی چاہئے اس محنت سے اس داعی کو ضرور ہدایت ملے گی کسی کو ملے یا نہ ملے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ قال: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: انہ ابدع بی فاحملنی فقال: ما عندی، فقال رجل: یا رسول اللہ انا ادلہ علی من یحملہ فقال رسول اللہ ﷺ: من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الامارۃ (باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ) واخرجہ الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ دل: فعل، ضمیر فاعل۔ علی خیر: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لہ: جار مجرور کائن محذوف کے متعلق۔ مثل اجر فاعلہ: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر کائن کا فاعل، کائن اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مسلم

(۱۹۸) مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا

جو دوسرے کے مال کو لوٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لغات: اِنْتَهَبَ: مال غنیمت کو لینا۔ نَهَبَ (ف، ن، س) نَهْبًا الغنیمۃ، مال غنیمت لوٹنا، اسی سے نُهْبَةً آ رہا ہے، ہر وہ چیز جو لوٹی جائے۔

تشریح: جو دوسروں کی بھلائی نہیں سمجھتا وہ اس قابل نہیں کہ اس کو اسلامی برادری کا فرد سمجھا جائے، اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ یہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

علماء کرام نے فرمایا کہ جو دوسرے کے مال وغیرہ کو لوٹے خواہ وہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا یہ حرام ہے، حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حقوق العباد کی صرف پامالی نہیں بلکہ اس خبیث حرکت کی وجہ سے معاشرہ اور سوسائٹی کا امن وسکون بھی تباہ ہو جاتا ہے اور اسلام تو امن وسکون کا ضامن ہے، اسلام کے تابعدار ہونے کے ناطے سے ہر ایک مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس معاشرے کو تباہ ہونے سے بچائے، یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ آدمی دوسرے کے مال جائیداد اور دوسرے حقوق کی ایسی ہی حفاظت کرے جیسے کہ اپنی چیزوں کی کرتا ہے کہ وہ اپنی چیز پر کسی کی دست درازی برداشت نہیں کرتا اسی طرح یہ بھی دوسرے کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغضب والعاریۃ" ص۲۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انہ قال: لا جلب ولا جنب ولا شغار فی الاسلام ومن انتہب نہبۃ فلیس منا.

تخریج حدیث: اخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الفتن (باب النہی عن النہبۃ) واخرجہ ابن ماجہ (فی باب

النهی عن النهبة) ورواه ابوادود فی کتاب الحدود (باب القطع فی الخلسة والخیانة).

ترکیب حدیث:من: کلمہ شرط۔ انتهب: فعل،ضمیرفاعل۔نهبة:مفعول،فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کرشرط۔ فاء: جزائیہ۔لیس:فعل ناقص،ضمیراس کااسم منّا: کائنا کے متعلق ہوکرلیس کی خبر،لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

(۱۹۹) مَنْ صَمَتَ نَجَا

جوشخص خاموش رہااس نے نجات پائی۔

لغات: صَمَتَ: (ن) صَمْتًا،خاموش رہنا،چپ رہنا۔

تشریح:انسان اگراپنی زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھے تو بہت سی آفات سے نجات پاتا ہے،اکثر آفتوں میں جوانسان مبتلا ہوتا ہےان میں سے اکثر کاتعلق زبان ہی سے ہوتا ہے،حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے،اوراگراس خاموشی میں اللہ کی ذات وصفات پرغور بھی کرلیاجائے تو نورعلی نور بن جائے۔

مشکوۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ چپ رہنے سے آدمی کو جو درجات عالیہ ملتے ہیں وہ ساٹھ سال کی عبادت سے بھی افضل ہے، غوروفکر خواہ اللہ کی ذات وصفات یاقدرت پر ہو یاخواہ ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہواعضاء وجوارح کی عبادت سے افضل ہوگا،دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب آدمی زبان کو قابو نہ رکھے تو اس کو بسااوقات معلوم بھی نہیں ہوتا کہ مجھ سے کہاں پرلغزش ہوگئی ہے اور پھر یہ شخص زبان کی ان گنت آفتوں میں پھنستا جاتا ہے،بقول مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ:

نکتہ کاں جست ناگ از زبان ہمچو ترے داں کی جیست آں ردکماں

ترجمہ: جوبات زبان سے نکل گئی وہ اس تیر کی مثل ہے جو کمان سے نکل گیا جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں ہوسکتا اسی طرح زبان کی لغزش بھی واپس نہیں ہوسکتی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص۴۱۳ پر ہے،پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: من صمت نجا.

تخریج حدیث:اخرجه الترمذی فی ابواب القیامة.

ترکیب حدیث:من: کلمہ شرط۔ صمت:فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکرشرط۔ نجا:فعل فاعل سے مل کراسکی جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

(۲۰۰) مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

جو شخص ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لغات: اَلسَّلَاح: مذکر و مؤنث دونوں استعمال ہوتا ہے، بمعنی ہتھیار، جمع اَسْلِحَة، سُلُح، سُلْحَان آتی ہے۔

تشریح: آدمی جب اسلحہ کو کسی دوسرے پر اٹھاتا ہے خواہ وہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو اور اس کا بالکل استعمال کرنے کی نیت بھی نہ ہو تب بھی ایسا شخص حدیث بالا کی وعید میں داخل ہو جائے گا[1] کیونکہ شیطان تو اسی تاک میں رہتا ہے کہ وہ آدمی کو گناہ میں کسی طرح مبتلا کردے، عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ آدمی اشارے اشارے میں یا مزاح میں وہ اسلحہ کسی کو چھواتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جھگڑا اور قتل و غارت شروع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے ہر وہ چیز جو بعد میں فتنہ بن سکتی ہو شریعت نے پہلے ہی سے اس کی ممانعت کر دی ہے۔

"فليس منا": آپ ﷺ فرما رہے ہیں ایسا شخص ہماری جماعت سے نہیں ہے یا وہ اس قابل نہیں کہ اس کو اسلامی برادری میں سے سمجھا جائے یا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ہماری سنت اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے یا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ہمارا تابعدار نہیں ہے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب مالا يضمن من الجنايات" ص ۳۰۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر وابی هريرة رضی الله عنهم عن النبی ﷺ قال: من حمل علينا السلاح فليس منا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الفتن (باب قول النبی ﷺ من حمل علينا السلاح فليس منا) واخرجه مسلم فی كتاب الايمان (باب قول النبی ﷺ من حمل علينا السلاح فليس منا)۔

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ حمل: فعل، ضمیر فاعل۔ علينا: جار مجرور متعلق حمل کے۔ السلاح: مفعول بہ، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ليس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ منا: جار مجرور کائنا کے متعلق ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۷/۹۴ التعلیق الصبیح ۴/۱۴۹ (۲) مرقاۃ ۷/۹۴

(۲۰۱) مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا

جس شخص نے اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے جانے والوں کا سامان تیار کیا اس نے بھی (گویا) جہاد کیا اور جو شخص کسی جہاد پر جانے والے کے پیچھے اس کے اہل و عیال میں نائب ہوا (گویا) اس نے بھی جہاد کیا۔

لغات: جَهَّزَ: تیار کرنا، جَهْزَةً، سامان تیار کیا۔ غَزَا: غَزَا (ن) غَزْوًا طلب کرنا، قصد کرنا، دشمنوں سے جہاد کا ارادہ کرنا۔

خَلَفَ: خَلَفَ (ن) نیابت، خلافت، جانشین ہونا۔

تشریح: جہاد کا لغوی معنی: خوب محنت کرنا، مشقت کرنا ہے، عربی میں اس طرح معنی بیان کیا گیا ہے:

"بَذْلُ اَقْصٰی مَا يَسْتَطِيْعُهُ الْاِنْسَانُ مِنْ طَاقَتِهٖ لِنَيْلِ مَرْغُوْبٍ اَوْ لِدَفْعِ مَكْرُوْهٍ"

ترجمہ: انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کوشش کرنا۔

جہاد کی اصطلاحی تعریف:

"اَلْجِهَادُ بَذْلُ الْوُسْعِ بِالْقِتَالِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ".(۱)

ترجمہ: اللہ رب العزت کے راستہ میں قتال کے لئے اپنی جان، مال اور زبان اور چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے جس سے دین اسلام غالب ہوگا اس کے لئے ہر آدمی کو شریعت نے ترغیب دی ہے، ہاں! اگر کوئی کسی شرعی عذر کی بناء پر شرکت نہ کر سکے تو اب یہ دوسرے کو مال وغیرہ دے دے تو اب اس نے گویا ایک آدمی جو سامان وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے رکا ہوا تھا، اس کے سامان دینے سے وہ چلا گیا تو اب اس کو بھی اسکے جہاد کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ اس کے جہاد پر جانے کے لئے سبب بن گیا، اسی طرح جو احباب اپنے گھروں سے جہاد کے لئے گئے ہوئے ہیں ان کے پیچھے ان کے گھروں کی نگہبانی کرے تو گویا کہ اس کے حفاظت کرنے سے وہ آدمی مطمئن ہو جائے گا اور دل جمعی کے ساتھ جہاد کر سکے گا تو اس کو بھی ان جیسا ثواب ملے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الجہاد" ص۳۲۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن زيد بن خالد رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: من جهز غازيا فى سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيا فى اهله فقد غزا.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب الجهاد (باب فضل من جهز غازيا او خلفه بخير) واخرجه مسلم فى كتاب الامارة (باب فضل اعانة الغازى فى سبيل الله).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ جهز: فعل، ضمیر فاعل۔ غازیا: مفعول۔ فى: حرف جار۔ سبيل الله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد غزا: فعل اپنے فاعل سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ ومن خلف غازيا: اس کی بعینہ اوپر والی ترکیب ہے۔

(۱) بدائع الصنائع

(۲۰۲) مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ

جو شخص نرمی سے محروم رکھا گیا وہ بھلائی سے محروم رکھا گیا

لغات: رِفْق: رَفُقَ، (ن، س، ک) رِفْقًا بِهٖ، لَهٗ، عَلَيْهِ، نرمی کرنا۔

تشریح: بعض روایات میں خیر کے بعد لفظ "کُلّہ" بھی ہے (۱) تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص نرمی و مہربانی سے محروم

ہوا، تو گویا کہ وہ تمام ہی بھلائیوں سے محروم ہوگیا۔ اس حدیث میں مدعا یہ ہے کہ آدمی نرمی ومہربانی کو اختیار کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرے کیونکہ انسان کی ضروریات کو پورا کرنے والی ذات خدا کی ہے اور اللہ کو نرمی پسند ہے تو اب جو شخص نرمی اختیار کرتا ہے اور اس کے ساتھ مانگتا ہے تو اللہ ایسے شخص کو زیادہ عطا فرماتے ہیں بخلاف اس شخص کے جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سختی کا معاملہ کرتا ہو۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرفق والحیاء وحسن الخلق" ص ۴۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن جریر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: من یحرم الرفق یحرم الخیر.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب البر والصلۃ (باب الرفق) واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الادب (باب الرفق).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ یحرم: فعل فاعل۔ الرفق: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ یحرم الخیر: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۹/ ۲۸۸ (۲) مظاہر حق ۴/ ۶۰۷

(۲۰۳) مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ اُفْتُتِنَ

جو شخص جنگل میں رہتا ہے اس کا دل سخت ہوتا ہے اور جو شخص شکار کے پیچھے پڑا رہتا ہے وہ غافل ہوتا ہے اور جو شخص بادشاہ کے پاس آتا جاتا ہے وہ فتنہ میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔

لغات: اَلْبَادِيَة: جنگل، صحرا، جمع بَادِيَات، بَوَادٍ آتی ہے۔ جَفَا: جَفَا (ن) جُفُوًّا، وجَفَاءً سختی سے پیش آنا، سخت دل ہونا۔ اَلصَّيْد: شکار، جمع صُيُوْد، صَادَ (ض) صَيْدًا شکار کرنا۔ اُفْتُتِنَ: باب افتعال، فتنہ میں مبتلا ہونا یا کرنا، فَتَنَ (ض) فِتْنَه فلانا، گمراہ کرنا۔

تشریح: "من سکن البادیة جفا": دیہات وغیرہ میں رہنے والوں کو عموماً علماء وصلحاء کی صحبت کم میسر آتی ہے اس وجہ سے ان میں دین سے دوری ہوتی ہے اس دوری کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور علم ومعرفت فہم وذکاوت میں بھی کمی ہوتی ہے، اسی مفہوم کو قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے: ﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ [سورہ توبہ] یعنی دیہاتی لوگ (ہیں وہ) کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت۔ (۱) اور اگر دیہات میں علماء کرام ہوں اور دین کا ماحول ہو تو ان شہریوں سے افضل ہیں جو جاہل ہیں۔

"من اتبع الصید غفل": جو شکار کے پیچھے پڑا رہتا ہے از راہ لہو لعب کے تو ایسا شخص طاعات وعبادات سے غافل ہو جاتا ہے اور اگر روزی حاصل کرنے کے لئے شکار کرتا ہے تو یہ جائز ہے، بعض صحابہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ شکار کرتے تھے۔ (۲)

"من اتی السلطان افتتن": جو شخص بغیر ضرورت کے بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو وہ فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے کیونکہ

جانے والا دین سے دوری پر بادشاہ کی موافقت کرے گا تو اس کا دین خطرے میں پڑ جاتا ہے اور اگر مخالفت کرے تو اس کی دنیا خطرے میں پڑ جاتی ہے، اگر بادشاہ دین دار ہے تو پھر اس کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں، حضرت مظہر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بادشاہ کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے تو اس کی حاضری جہاد سے بھی افضل ہوگی۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب الامارة والقضاء" ص۳۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: من سكن البادية جفا ومن اتبع الصيد غفل ومن اتى السلطان افتتن وفي رواية ابی داود لزم السلطان افتتن وما ازداد عبد من السلطان ودنوا ازداد من الله بعدا

تخریج حدیث: **اخرجه الامام احمد في مسنده ۱/ ۳۵۷ واخرجه ابوداؤد في كتاب الضحايا (باب في اتباع الصيد) واخرجه الترمذی (في ابواب الفتن).**

ترکیب حدیث: من سكن البادية: شرط۔ جفا: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ جزائیہ ہوا۔ ومن اتبع الصيد غفل: من: شرطیہ۔ اتبع: فعل فاعل۔ الصيد: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ غفل: فعل، ضمیر فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ من اتى السلطان: فعل فاعل مفعول سے مل کر شرط۔ افتتن: فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) ترجمہ تھانوی (۲) مرقاۃ ۷/ ۲۲۰، التعلیق الصبیح ۴/ ۲۰۱ (۳) التعلیق الصبیح ۴/ ۲۰۱ مرقاۃ ۷/ ۲۲۰

(۲۰٤) مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ

جس شخص نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، اور جس شخص نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس شخص نے دکھاوے کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا

لغات: يُرَائِيْ: رِيَاءً، مُرَاءَاةً، ریاکاری کرنا، خلاف حقیقت رکھانا، رَأَىٰ (ف) رُؤْيَةً بمعنی دیکھنا۔

اَشْرَكَ: باب افعال اِشْرَاكًا، اَشْرَكَ فِيْ أَمْرِهِ، کام میں شریک بنانا، اسی سے شرک بھی ہے شرک کرنے والا، شَرِكَ (س) شَرْكًا وَشِرْكَةً: بمعنی شریک ہونا۔

تشریح: شرک اکبر الکبائر ہے تمام گناہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے لیکن شرک کے بارے میں خود حق سبحانہ نے فرمایا کہ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ﴾ کہ اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے، اور حق بھی یہی ہے وہ ذات جس کا کوئی ثانی نہ ہو جس کی کوئی نظیر نہ ہو نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہو اس کے ساتھ شریک کیا جائے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "میں سب شرکاء سے زیادہ شرک سے بے زار ہوں"۔(۱) اسی وجہ سے اسلام میں یہ مہتم بالشان اعمال جن پر اسلام کی بنیاد ہے اگر اس میں دکھلاوے کی نیت ہوجائے تو موجب عذاب وبال بن جاتے ہیں، اس

حدیث میں آپ ﷺ نے اس امر سے بچنے پر تنبیہ فرمائی ہے۔

"ومن صام یرائی فقد اشرک": روزہ دار نے اس نیت کے ساتھ روزہ رکھا کہ لوگ مجھ کو روزہ دار کہیں تو ایسا شخص بھی اس مدعیہ میں داخل ہوگا، حدیث کے اس جزء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ میں بھی شرک ہوسکتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بھی نیت کرلے کہ لوگ مجھ کو روزہ دار کہیں یا اور کوئی دنیاوی غرض ہو۔ (۲)

"من تصدق یرائی فقد اشرک": اگر آدمی صدقہ اس نیت سے دے کہ لوگ مجھ کو سخی اور مال دار کہیں تو بھی شرک ہے، علماء کرام نے قانون لکھا ہے کہ: فرض صدقہ مثلاً زکوۃ وغیرہ تو لوگوں کے سامنے دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ فرض ہے اس کے کرنے سے آدمی میں تکبر نہیں آتا مگر صدقہ نوافل وغیرہ کو چھپا کے ادا کرے کیونکہ اس میں برائی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الریاء والسمعہ" ص ۴۵۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن شداد بن أوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من صلّی یُرائی فقد أشرک ومن صام یُرائی فقد أشرک ومن تصدّق یُرائی فقد أشرک.

تخریج حدیث: اخرجه امام احمد فی مسنده ٤/ ١٢٦.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صلی: فعل ضمیر ذوالحال۔ یرائی: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر حال۔ حال ذوالحال سے مل کر صلی کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اشرک: فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ ومن صام یرائی، ومن تصدق یرائی: ان دونوں جملوں کی ترکیب بعینہ اول جملہ کی طرح ہے۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۸۴۲ (۲) مظاہر حق ۴/۸۴۳ و مرقاۃ ۱۰/۷۲

(۲۰۵) مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جس شخص نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا (شمار) اسی میں ہوگا۔

لغات: تَشَبَّهَ: مشابہ ہونا، مشابہت اختیار کرنا۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کو بھی اس قوم جیسی برائی یا بھلائی ملے گی مثال کے طور پر ایک شخص فساق وفجار کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو اس کو بھی اس پر وہی گناہ ملے گا جو ایک فاجر اور فاسق کو ملتا ہے۔ اسی طرح پر اگر کسی نے کسی نیک صالح آدمی کی مشابہت اختیار کی تو اس کو بھی اس پر وہی اجر ملے گا جو ایک نیک صالح آدمی کو ملتا ہے۔ (۱)

یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ اس میں ہر قسم کی مشابہت داخل ہوگی خواہ لباس کی ہو یا اخلاق، افعال، کردار، رہائش، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے وغیرہ سب میں یہی حکم ہوگا۔

شریعت کی منشا یہ ہے کہ آدمی ہر کام میں صالح لوگوں کا دامن پکڑے تاکہ اس کا حشر بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہو۔

احــب الــصــالــحيــن ولســت مــنهــم
لــعــل الــلّــه يــرزقــنــي صــلاحــا

ترجمہ: میں صالحین سے محبت رکھتا ہوں مگران میں سے نہیں ہوں۔امید ہے کہ اللہ مجھ کوبھی صالح لوگوں میں سے بنادے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب اللباس'' ص ۳۷۵ پر ہے۔پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من تشبّه بقوم فهومنهم.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب اللباس(باب فی لبس الشعرة)

ترکیب حدیث: من: شرطیه۔تشبه: فعل ضمیرفاعل۔بقوم: جارمجرورمتعلق تشبه کے متعلق ہوکرشرط۔فاء: جزائیه۔هو: مبتداء۔منهم: جارمجرورثابت(محذوف) کے متعلق ہوکرخبر۔مبتداءخبر سے مل کر جزاء۔شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱)مرقاۃ۸/۲۵۵والتعلیق الصبیح ۴/۳۹۰ (۲)مظاہرحق۴/۱۷۷

(۲۰۶) مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ
جوشخص میرے طریقے سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں

لغات: رَغِبَ: رَغِبَ (س) رَغْبًا، رَغْبَةً عَنْهُ ،اعراض کرنا،''فیه'' چاہنا۔ سُنَّتِیْ: خصلت، عادت،طبیعت،جمع سُنَنْ آتی ہے۔

تشریح: شریعت نے خدااوررسول ﷺ کے حکم کے بعدکسی قسم کا کوئی اختیارنہیں دیا ہے کہ کوئی مانے یانہ مانے(۱) بلکہ نہ ماننے کی صورت میں نافرمانی اوراعراض ہوگا جوسبب ہوگا گمراہی کااوراسی لئے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: میرے سارے امتی جنت میں داخل ہوں گے ہاں جس نے انکارکیا،صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ حضرت: جس نے انکارکیا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگااورجس نے میری نافرمانی کی وہ انکارکرنے والاہوگا۔(۲)

اب جوشخص حضور ﷺ کے طریقہ سے اعراض کرنے والا ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جوشخص میری سنت سے انحراف کرتا ہے اورمیری بتائی ہوئی حدود سے تجاوزکرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری سنت اورمیرے طریقہ سے بیزاری اوربے رغبتی کررہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص میری جماعت سے خارج ہے اوراسے مجھ سے اورمیری جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنة" ص۲۷ پر ہے،پوری حدیث اس طرح ہے: عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: جاء ثلثة رهط الی أزواج النّبی ﷺ لیسألون عن عبادة النّبی ﷺ فلمّا أخبروا بها کأنّهم تقالُّوها فقالوا أین نحن من النّبی ﷺ وقد غفر اللّٰه ما تقدّم من ذنبه وما تأخر فقال أحدهم: أمّا انا فأصلّی اللّیل أبدا،

وقال الآخر: أنا اصلّي النّهار أبدا ولا افطر، وقال الآخر: أناأعتزل النّساء فلا أتزوّج أبدا، فجاء النبي ﷺ فقال: أنتم الذين قلتم كذا وكذا اما والله انّي لاخشاكم لله واتقاكم له لكنّي أصوم وافطر وأصلّي وأرقد وأتزوّج النسآء فمن رغب عن سنّتي فليس منّي.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب النکاح واخرجه مسلم فی کتاب النکاح.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ رغب: فعل ضمیر فاعل۔ عن: حرف جار۔ سنتی: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر رغب کے متعلق، فعل اپنے فاعل متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص۔ ضمیر اس کا اسم۔ منی: جار مجرور کائنا (محذوف) کے متعلق ہوکر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

(۱) القرآن (۲) بخاری (۳) مظاہر حق

(۲۰۷) مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ

جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ جلدی کرے

لغات: فَلْيُعَجِّل: جلدی کرنا، سبقت کرنا۔

تشریح: مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ جو شخص حج پر قادر ہو تو اس کو چاہئے کہ جلدی کرے تا کہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ ہو جائے۔

اس بات میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ جس پر حج فرض ہو گیا اس کو فی الفور حج کرنا ضروری ہے، یا تاخیر کر سکتا ہے، امام شافعی، امام محمد، امام ثوری، امام الاوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ ان سب کے نزدیک تاخیر کر سکتا ہے جیسا کہ نماز آخری وقت تک پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ حج کے فوت ہونے کا گمان نہ ہو۔

مگر امام ابوحنیفہ ابو یوسف امام مالک واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج فی الفور ضروری ہے اور بغیر کسی عذر کے تاخیر کرتا ہے تو اب یہ شخص فاسق ہو گا، حدیث بالا بھی ان ائمہ کا مستدل ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ نماز کے وقت میں تنگی ہے کہ اتنے وقت میں عموماً آدمی نہیں مرتا مگر حج سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اگر فرض ہونے کے بعد تاخیر کر دی ممکن ہے سال کے دوران انتقال ہو جائے [۱] اور حج کے فرض ہونے کے بعد اگر کوئی حج نہ کرے سستی کرے تو اس کے بارے میں آتا ہے کہ یہودی یا نصرانی ہو کے مرے گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی سخت سے سخت وعیدیں ہیں، اس لئے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس سال حج فرض ہوا اسی سال احتیاطاً کر لے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب المناسک" ص۲۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من أراد الحجّ فليعجّل.

تخریج حدیث: اخرجه أبو داود فی کتاب المناسک، ورواه ابن ماجه فی کتاب المناسک.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ اراد: فعل ضمیر فاعل۔ الحج: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیعجل: فعل ضمیر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) ہدایہ ا/۱۹۳ و مظاہر حق ۲/ ۶۵۶ فتح الملہم، عینی ۴/۳۸۴

(۲۰۸) مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا

جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لغات: غَشَّنَا: غَشَّ (ن) غَشًّا، دھوکہ دینا، خلاف مصلحت کو مزین کرنا۔

تشریح: ایذاء مسلم حرام ہے اب جو شخص اس کا مرتکب ہوگا وہ بھلا کیسے حضور ﷺ کے پیروکاروں میں سے ہوگا؟ اس لئے آپ ﷺ نے زجر و تنبیہ کے لئے ایسے تاجر کا انجام ذکر فرمایا کہ جو مسلمانوں میں دھوکہ دہی کو رواج دے۔

ایک حدیث میں مسلمان کی بہترین تعریف بیان ہوئی کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اس کے برخلاف وہ تاجر جو سچا ہو اس کے بارے میں بشارتیں سنائی گئیں اور نبیوں صدیقوں کے ساتھ اس کا حشر ہونا فرمایا[۱] ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو خریدتے بیچتے وقت نرمی کا معاملہ کرے[۲] یہ مسلمان کی شایان شان ہے اس لئے ایسے آدمی کی تعریف فرمائی ہے۔

اس لئے جہاں کہیں بھی ذرا تو ہم پیدا ہو لڑائی جھگڑے بدامنی کا خطرہ ہو تو اس کو شریعت نے منع فرمادیا، یہاں پر بھی دھوکے دہی سے معاشرہ میں بدامنی پھیلے گی اس لئے اس سے منع فرمایا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب مالا یضمن من الجنایات" ص ۳۰۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر وأبی هریرة رضی الله عنهم عن النبی ﷺ قال: من حمل علینا السّلاح فلیس منّا رواه البخاری وزاد مسلم ومن غشّنا فلیس منّا.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب قول النبی ﷺ من غشّنا فلیس منّا).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ غشنا: فعل فاعل۔ نا: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزاء۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ منا: جار مجرور کائنا محذوف کے متعلق ہو کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) بخاری

(۲۰۹) مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس شخص پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی قسم کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو خدا تعالیٰ شانہ اس پر دس رحمت نازل فرماتے ہیں، زیادہ بھیجو یا کم اب تمہاری مرضی ہے اور ایک دوسری جگہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں بھی شریک کیا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت، آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ایسے ہی آپ پر درود کے ساتھ شریک فرمایا، پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ﴾ ایسے ہی درود کے بارے میں فرمایا: جو آپ ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے کہ جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اور ان کے فرشتے اس پر ستر دفعہ رحمت نازل کرتے ہیں۔

سوال: پہلی حدیث میں دس رحمت کا وعدہ تھا اب ستر کا ہے یہ تو تعارض ہے؟

پہلا جواب: شروع اسلام میں دس کا وعدہ تھا پھر اللہ کی نظر کرم ہوئی امت محمدیہ پر پھر اللہ نے خوش ہو کر ستر کا وعدہ فرما لیا۔

دوسرا جواب: بعض لوگ یا بعض احوال یا بعض اوقات مخصوصہ میں ستر کا ہے عام وقتوں میں دس کا ہی وعدہ ہے۔

تیسرا جواب: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا کہ ستر والی روایت شاید جمعہ کے دن کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن نیکیوں کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے اور باقی دنوں میں دس والی روایت ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الصلوة علی النبی ﷺ" ص۸۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من صلّى عليّ واحدة صلّى الله عليه عشرا.

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الصّلوة (باب الصّلوة على النّبي ﷺ بعد التّشهد).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صلی: فعل ضمیر فاعل۔ علی: جار مجرور متعلق ہوا صلّی فعل کے ساتھ۔ واحدۃ: صفت ہے اس کا موصوف صلوۃ محذوف ہے، موصوف صفت سے مل کر مفعول مطلق ہوا۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

(۲۱۰) مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ

جو شخص اس عورت کو تسلی دے جس کا بچہ مر گیا ہو تو (اللہ) اسے جنت میں بہترین جوڑا پہنائے گا۔

لغات: عَزّٰى: تَعْزِيَةً، تعزیت کرنا، تسلی دینا، عَزِيَ (س) عَزَاءً، مصیبت پر صبر کرنا۔ ثَكْلٰى: صیغہ مونث کا ہے، وہ عورت

جس کا بچہ مرجائے یا گم ہوجائے جمع ثَوَاکِلُ، ثکالیٰ آتی ہے، ثَکِلَ (س) ثُکلاً گم کرنا، کَسیٰ: کَسَا(ن) کَسْوًا، کپڑے پہنانا کَسِیَ (س) کَسًا آتا ہے۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کا بچہ مرجائے تو اس کو اس پر تسلی دلائی جائے کیونکہ کسی شخص کی تسلی وتشفی دلانے سے عموماً صبر آجاتا ہے اور وہ جزع فزع کو چھوڑ دیتا ہے، اس کے غم کے ہلکے ہونے کا اس تسلی دینے میں تو بہتر شکل یہ ہے کہ تسلی دینے والا اس کے پاس پہنچ کر تسلی دے کیونکہ اس میں تسلی دینے والا اس کی حالت کو دیکھ کر موقعہ کی مناسبت سے تعزیت کرے گا، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو پھر ٹیلی فون یا خط وغیرہ سے بھی تسلی دی جاسکتی ہے، ایک دوسری روایت میں تسلی دینے والے کے لئے یہ بھی فضیلت آئی ہے(۱) "مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُعَزِّیْ اَخَاهُ بِمُصِیْبَةٍ اِلَّا کَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ حُلَلِ الْکَرَامَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" جو بھی مسلمان اپنے بھائی کی مصیبت میں اس کو صبر کی تلقین کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے بزرگی کا جوڑا پہنائے گا۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البكاء على الميت" ص۱۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی برزة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من عزّی ثكلی كسی بردا فی الجنّة.

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی أواخر أبواب الجنائز (باب آخر فی فضل التعزية).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ عزی: فعل ضمیر فاعل۔ ثکلی: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ کسی: فعل ضمیر نائب فاعل۔ بردا: مفعول۔ فی الجنة: جار مجرور متعلق کسی فعل کے۔ فعل اپنے نائب فاعل مفعول اور جار مجرور سے مل کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۲/۱۵۲ (۲) مظاہر حق ۲/۱۵۲

(۲۱۱) مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ

جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے

لغات: یُفَقِّهْهُ: فَقَّهَ، فِقَهَ فُلَانًا، سمجھانا، فقیہ بنانا، سمجھ عطا کرنا، فَقِهَ (س) فِقْهًا وَتَفَقَّهَهُ، سمجھنا، علم فقہ حاصل کرنا۔

تشریح: اس حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جس شخص کے لئے خداوند تعالیٰ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو علم دین کی دولت عنایت فرماتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ خدا کی بڑی نعمت ہے کہ وہ کسی شخص کے لئے دینی امور یعنی احکام شریعت اور راہ معرفت کو کھول دے جو ہدایت کی سب سے بڑی شاہراہ ہے۔(۱)

ایسی ہی محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا: "اے لوگوں! خدا نے جو کچھ دے دیا ہے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ خدا نے نہیں دیا اسے دینے والا کوئی نہیں، خدا کے مقابلے میں کسی کا بھی بس نہیں چل سکتا، خدا کو جس سے بھلائی منظور ہوتی ہے اسے دین کی سمجھ بخش دیتا ہے، میں نے یہ بات اسی منبر پر

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ (۲)

"شرح السنة" میں حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: میں طالب علم سے افضل کوئی چیز نہیں جانتا، ایک اور حدیث میں ہے کہ خدا کو جب کسی بندے کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ تین وصف پیدا کر دیتا ہے:

اول: دین الٰہی میں فہم۔ دوم: دنیا سے بے زاری۔ سوم: اپنے عیوب کو دیکھنا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن معاوية رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من يرد الله به خير يفقهه في الدين وانما أنا قاسم والله يعطي.

تخریج حدیث: **اخرجه البخاري في كتاب العلم (باب من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وانما انا قاسم والله يعطي).**

ترکیب حدیث من: شرطیہ۔ یرد: فعل۔ لفظ الله: فاعل۔ به: یہ فعل کے ساتھ متعلق۔ خیر: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ یفقهه: فعل فاعل مفعول۔ في الدين: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء۔ شرط جزاء سے مل جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) العلم والعلماء ص ۶۳ (۳) العلم والعلماء ۶۴

(۲۱۲) مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

جو شخص معاہدہ والے کو قتل کرے وہ جنت کی بو نہیں پائے گا

لغات: مُعَاهِدًا: عَاهَدَهُ، مُعَاهَدَةً، معاہدہ کرنا، عَهِدَ (س) عَهْدَ الشيء، حفاظت کرنا۔ يَرِحْ: رَاحَ (ض) رَيْحًا الشيء، بو محسوس کرنا، خوشبو پانا، اسی سے رَائِحَة آرہا ہے، بمعنی بو، جمع رَوَائِح اور رَائِحَات آتی ہے۔

تشریح: کوئی ایسے شخص کو قتل کرے جس کا امام وقت یا سربراہ مملکت سے معاہدہ ہو چکا ہو خواہ وہ کافر ذمی ہو یا غیر ذمی، اب اس معاہدہ کے بعد کوئی اس کو قتل کرے تو اس کے بارے میں حدیث بالا میں یہ وعید ہے، ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا:

"لاَ دِيْنَ لِمَنْ لاَ عَهْدَ لَه" (۲) ترجمہ: اس کا کوئی دین نہیں جو عہد پورا نہ کرے۔

جنت کی خوشبو نہ پائے گا، اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے دخول جنت سے کہ ایسا شخص اول داخل ہونے والوں میں سے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا اس کی سزا پانے کے بعد داخل ہو سکے گا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس معاہدے والے شخص کو حلال سمجھ کر قتل کرے تو اب یہ جہنم میں رہے گا، تیسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص جنت میں تو داخل ہو جائے گا مگر وہاں کی خوشبو سے یہ محروم رہے گا شروع میں، بعد میں سونگ سکے گا۔ (۳)

جنت کی خوشبو کتنی دور تک پہنچتی ہے؟ اس کے بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چند روایات نقل کی ہیں، ایک روایت میں چالیس سال کے فاصلہ پر دوسری روایت میں ستر سال تیسری روایت میں سو سال اور چوتھی روایت کے اعتبار سے ایک ہزار میل کی مسافت تک پہنچتی ہے، اشخاص کے اعتبار سے یا اعمال کے اعتبار سے یہ تفاوت ہوگا۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب القصاص" ص۲۹۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: من قتل معاهدا لم یرح رائحة الجنة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ قتل: فعل ضمیر فاعل۔ معاهدا: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ لم یرح: فعل ضمیر فاعل۔ رائحة الجنة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۷/۵۱ التعلیق الصبیح ۴/۱۲۲ (۲) مشکوۃ
(۳) مرقاۃ ۷/۵۱ تعلیق الصبیح ۴/۱۲۲ (۴) مرقاۃ ۷/۵۱ تعلیق الصبیح ۴/۱۲۲

(۲۱۳) مَنْ صُنِعَ اِلَیْہِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِہٖ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ

جس شخص کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا پس اس کے کرنے والے کے حق میں "جزاک اللہ خیرا" کہہ دیا تو اس نے اس کی تعریف کی انتہاء کردی۔

لغات: صُنِعَ: صَنَعَ (ف) صَنْعًا الشئ، بنانا، أَبْلَغَ: کامل طور پر پہنچانا، بَلَغَ (ن) بُلُوْغًا، پہنچنا۔

تشریح: جب کسی کو ہدیہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس مال ہو تو اس کے بدلے میں اس جیسا ہدیہ دے، ہو سکے تو اس سے بہتر دے دے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی، مگر ہدیہ دینے والا اس نیت سے ہدیہ نہ دے کہ مجھ کو اس کے بدلے میں اس سے بہتر یا کم از کم اس جیسا تو ضرور ملے گا، اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اب اس کو چاہئے کہ محسن کو کچھ دعائیہ کلمات کہہ دے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اس کا بدلہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں اللہ تم کو دنیا و آخرت میں بہتر بدلہ اپنی طرف سے عطا کرے۔

"فقد أبلغ فی الثناء": جب اس نے اس کے بدلے کو اللہ کے حوالے کر دیا تو ظاہر ہے کہ اللہ سے بہتر کون اجر(۱) دے سکتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العطایا" ص۲۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن اسامة بن زید رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: من صنع الیه معروف فقال لفاعله جزاک اللہ

خیرا فقد أبلغ فی الثناء.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی الثناء بالمعروف) وقال هذا حدیث حسن جید غریب.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ صنع: فعل۔ الیہ: متعلق فعل کے۔ معروف: نائب فاعل۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ قال: فعل ضمیر فاعل۔ ل: حرف جار۔ فاعلہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور سے مل کر قال کے متعلق ہوا۔ جزا: فعل۔ ک: مفعول اول۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ خیرا: مفعول ثانی۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ۔ قال اپنے فاعل متعلق اور مقولہ سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد ابلغ: فعل ضمیر فاعل۔ فی الثناء: جار مجرور متعلق ہوا فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۳/۳۸۱

(۲۱۴) مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا

لغات: بَنٰی: بَنٰی (ض) بَنْیًا وَبِنَاءً، بُنْیَانًا الْبَیْتِ، تعمیر کرنا۔ بَیْتًا: گھر، جمع بُیُوْت آئی ہے۔

تشریح: اس مضمون کی اور بھی روایات ہیں، ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو آدمی اللہ کے لئے مسجد بنائے گا اس کا گھر جنت میں ہوگا۔ ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، فرمایا کہ جو آدمی اپنی حلال کمائی میں سے اللہ کی عبادت کے لئے کوئی گھر بناتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل بنا دیتے ہیں، ایک اور حدیث میں مساجد کی تعمیر کو باقی رہنے والی نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے۔

مگر حدیث بالا میں ایک قید لگائی گئی ہے کہ اللہ کے لئے ہو، یہ شرط تمام ہی اعمال خیر میں شرط ہے کہ اللہ کی رضا ہو ریا کا بالکل شائبہ نہ ہو کسی نخوت وتکبر یا کسی اور دنیاوی غرض کے لئے نہ ہو کیونکہ اگر ریا کے لئے مسجد بنوائی یا اور بھی کوئی عمل صالح کیا تو اس کا ثواب تو درکنار خطرہ ہے کہ اللہ کے یہاں پکڑ نہ ہو جائے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ریا شرک اصغر''۔(۱)

ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص کسی کام میں بھی میرے ساتھ میرے سوا کسی اور کو شریک کرے گا تو میں اس کو اس کے شریک کے حوالے کر دیتا ہوں۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب المساجد ومواضع الصلوۃ'' ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عثمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنّۃ.

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب المساجد (باب فضل بناء المسجد والحث علیها) وأخرجه البخاری فی کتاب الصلوة (باب من بنی مسجدا) مع اختلاف یسیر.

ترکیب حدیث: من: شرط۔ بنی: فعل ضمیر فاعل۔ للّٰہ: جار مجرور بنی کے متعلق۔ مسجدا: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ بنی: فعل لفظ اللہ فاعل۔ لہ: بنی کے متعلق۔ بیتا: مفعول۔ فی الجنۃ: جار مجرور بنی کے متعلق ثانی۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور دونوں متعلقوں سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ

(۲۱۵) مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانٌ مِنَ النَّارِ

جو شخص دنیا میں دہرے رویہ والا ہوگا قیامت کے دن (اس کے منہ میں) آگ کی زبان ہوگی۔

لغات: وَجْهَيْنِ: وَجْه کا تثنیہ ہے بمعنی منہ مراد یہاں پر دوغلہ آدمی ہے۔

تشریح: علماء کرام نے لکھا ہے کہ مذکورہ وعید منافق آدمی کے بارے میں ہے منافق اس کو کہتے ہیں جو بظاہر اسلام کا تو دعوی کرتا ہو مگر دل میں اسلام کی حقانیت نہیں رکھتا۔ اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک دل کی دوسری زبان کی، ان کا رویہ بھی دہرا ہوتا ہے کہ جب مخالف کے سامنے بات کریں تو اس طرح کرتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو ہمارا ہمدرد ہے اور جب اس کے پیچھے ہوتے ہیں تو اس کی خوب مخالفت کرتے ہیں۔ (۱)

"ذا وجھین": اس کو دو چہرے والا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دونوں مخاصمت والوں کے سامنے اس کے مطلب کی بات کرتا ہے، ان میں سے ہر ایک کے سامنے اس کی تعریف اور دوسرے کی برائی کرتا ہے، اس طرح دونوں ہی اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ یہ شخص میرا حقیقی ہمدرد ہے اور میرے مخالف کا سخت دشمن ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم" ص ۴۱۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمار رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من کان ذا وجھین فی الدّنیا کان لہ یوم القیامہ لسان من النار.

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ فی باب حفظ اللّسان الی الدارمی، وأخرجہ ابوداود فی کتاب الادب مع اختلاف یسیر.

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ کان: فعل ناقص۔ ضمیر اس کا اسم۔ ذا وجھین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر کان کی خبر۔ فی الدنیا: جار مجرور "کان" کے متعلق۔ کان اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ شرط۔ کان: فعل ناقص۔ لہ: کان کے متعلق۔ یوم

القیامة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ۔ لسان: موصوف۔من النار: جار مجرور ثابت (محذوف) کے متعلق ہوکر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر ''کان'' کا فاعل۔ ''کان'' اپنے فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۱۵۵، مظاہر حق ۴/۴۷۴ (۲) مظاہر حق ۴/۴۷۴

(۲۱٦) مَنْ رَاٰی عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ أَحْيٰى مَوْءُوْدَةً

جس شخص نے کسی مسلمان کے عیب کو دیکھا اور اس کو چھپا رکھا تو گویا اسنے کسی زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچالیا۔

لغات: عَوْرَةٌ: ہر وہ کام جس سے آدمی شرم کرے، شرم گاہ کو بھی کہتے ہیں، جمع عَوْرَات آتی ہے، قال تعالیٰ ﴿لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾. سَتَرَ: (ن-ض) سَتْرًا بمعنی ڈھانکنا، چھپانا۔ مَوْءُوْدَةٌ: وَئَدَ (ض) وَئْدًا بمعنی زندہ درگور کرنا قال تعالیٰ: ﴿وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ﴾.

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کا کسی کے سامنے عیب ظاہر ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو چھپالے تاکہ اس کی عزت باقی رہے۔

اس حدیث میں اس کی مثال ایسی دی ہے جیسے کہ کوئی زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچالے۔ اس کی محدثین نے دو وجہ بیان کی ہیں کہ جب کسی شخص کے سامنے کسی کا عیب ظاہر ہو جائے تو وہ شخص شرم کی وجہ سے گویا کہ مردہ ہو جاتا ہے اور وہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش کہ میں اس عیب کے ظاہر ہونے سے پہلے مرجاتا تاکہ مجھ پر آج یہ رسوائی نہ آتی(۱) جیسے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا تھا: ﴿يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ تو اب جو شخص اس کے عیب کو چھپاتا ہے اس کی وجہ سے اب اس کی عزت باقی رہتی ہے اور یہ اب لوگوں کے سامنے رسوا ہونے سے بچ جاتا ہے تو اب گویا کہ اس کو نئی زندگی ملی ہے جیسے کہ جب کسی لڑکی کو زندہ دفن کر دیا جائے اور مرنے سے پہلے اس کو نکال لیا جائے وہ بھی نئی زندگی پاتی ہے اسی طرح جس کا عیب چھپالیا جائے وہ بھی نئی زندگی پاتا ہے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الشفقة والرحمة على الخلق'' ص ۴۲۴ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عقبه بن عامر قال: قال رسول الله ﷺ من راى عورة فسترها كان كمن احيى موءودة.

تخریج حدیث: أخرجه ابوداود في كتاب الأدب (باب في الستر على المسلم).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ رای: فعل ضمیر فاعل۔ عورة: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہوکر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ ستر: فعل ضمیر فاعل۔ ھا: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف۔ معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ کان: فعل ضمیر فاعل۔ ک: حرف جار۔ من: موصولہ۔ احیی: فعل ضمیر فاعل۔ موءودة: مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہوکر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق کان کے۔ کان اپنے فاعل

اور متعلق سے مل کر جزاء۔ شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۴/ ۵۵۱ مرقاۃ ۹/ ۲۳۵ (۲) مظاہر حق ۱/ ۵۵۲

(۲۱۷) مَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ اِعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهُ.

جو شخص اپنی زبان کو برائی کرنے سے روکے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عذاب کو روکے گا، اور جو شخص اپنے غصے کو روکے رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عذاب کو اس سے روکے رکھے گا، اور جو شخص اللہ سے عذر خواہی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول کرے گا۔

لغات: خَزَنَ: خَزَنَ (ن) خَزْنًا، اَللِّسَان، زبان کا روکنا۔ اَلْمَال: مال کو جمع کرنا۔ كَفَّ: كَفَّ (ن) كَفًّا عَنِ الْاَمْرِ، باز رہنا۔ اِعْتَذَرَ: عَنْ، مِنْ فِعْلِهٖ، عذر بیان کرنا۔

تشریح: "**من خزن لسانه**": جو اپنی زبان کو لوگوں کے عیوب بیان کرنے سے روکے جو اس کے علم میں بھی ہے تو اللہ بھی اس کے عیوب کو لوگوں کی نگاہوں سے یا اعمال لکھنے والے فرشتوں سے چھپائیں گے۔

"**ومن كف غضبه كف الله عنه عذابه يوم القيامة**": جو اپنے غصہ کو ضبط کرے تو اللہ اس کو قیامت کے دن عذاب سے بچائیں گے، قرآن میں بھی ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ "دبا لیتے ہیں غصہ کو اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو"، اس کے بارے میں جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

"**ومن اعتذر الى الله قبل الله عذره**": جو شخص اللہ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معافی کو قبول فرمالیتے ہیں جبکہ بسا اوقات اس کے گناہوں کو اس کی ندامت پر صرف معاف ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان گناہوں کی جگہ پر نیکیاں لکھوا دیتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغضب والكبر" ص ۴۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضى الله تعالىٰ عنه اَنّ رسول الله ﷺ قال: من خزن لسانه ستر الله عورته ومن كف غضبه كف الله عنه عذابه يوم القيامة ومن اعتذر الى الله قبل الله عذره.

تخریج حدیث: **عزاه صاحب المشكوة الى البيهقى فى شعب الايمان.**

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ خزن: فعل، ضمیر فاعل۔ لسانه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر شرط۔ ستر: فعل۔ لفظ الله: فاعل۔ عورته: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ من كف: من شرطیہ۔ فعل فاعل۔ غضبه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ۔

فعل اپنے فاعل مفعول بہ سے مل کر شرط۔ کف: فعل، ضمیر فاعل۔ عنہ: متعلق فعل کے۔ عذابہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ۔ یوم القیامۃ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، فعل، فاعل، متعلق، مفعول بہ، مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ من: اسم شرط۔ اعتذر: فعل، ضمیر فاعل۔ الی اللہ: جار مجرور متعلق اعتذر کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ قبل: فعل۔ لفظ اللہ: فاعل۔ عذرہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۲۱۸) مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ

جس شخص سے ایسی بات پوچھی گئی (دینی ضرورت کی) جو اسے معلوم تھی مگر اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

لغات: كَتَمَهُ: كَتَمَ(ن) كَتْمًا، كِتْمَانًا، پوشیدہ رکھنا، چھپانا، قال تعالیٰ: ﴿وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾.
أُلْجِمَ: اِلْجَامًا الدَّابَةَ، لگام لگانا، "لِجَام" بمعنی لگام جمع "لُجُم" آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں علم کے چھپانے والے کے بارے میں وعید بیان کی جارہی ہے کہ معلوم ہونے کے باوجود سائل کو جواب نہیں دیتا یا صحیح جواب نہیں دیتا تو وہ حدیث بالا کی اس وعید میں داخل ہوگا۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ کسی دانا نے اپنے دوست کو لکھا کہ علم کا چھپانا ہلاکت ہے مگر عمل کا چھپانا نجات ہے۔[1]

علماء نے لکھا ہے کہ جس سے کوئی بات پوچھی جارہی ہے اور وہاں پر کوئی دوسرا آدمی بھی بتانے والا ہے تو اب وہ اس وعید کا مستحق نہیں ہوگا، نیز یہ کہ یہ وعید اس وقت ہوتی ہے کہ جو سوال کیا جارہا ہے اس کا جاننا اسی وقت ضروری ہو، تاخیر ممکن نہ ہو مثلاً کوئی اسلام لانا چاہتا ہے یا نماز کے وقت میں کوئی نماز کا اہم مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہے یا کسی حلال وحرام کا فتویٰ معلوم کرنا چاہتا ہے وغیرہ البتہ مباحات یا نوافل کے قبیل کے مسائل کو نہ بتانے پر وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔

"الجم یوم القیامۃ": منہ میں لگام لگائی جائے گی، اس کی علت کے بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ منہ کے ذریعہ اس نے اشاعت اسلام اور علم کو چھپایا اس لئے اس کے منہ کو قیامت کے دن لگام لگائی جائے گی۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من نار.

تخریج حدیث: أخرجه الترمذي في ابواب العلم (باب ماجاء في كتمان العلم)، رواه ابو داود في كتاب العلم (باب في كراهية منع العلم)، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطهارة وسننها (باب من سُئل عن علم فكتمه).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ سئل: فعل مجہول، ضمیر اس کا نائب فاعل۔ عن: حرف جار۔ علم: موصوف۔ علمه: فعل، ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر سئل کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ ثم: حرف عطف۔ کتم: فعل، ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ الجم: فعل، ضمیر نائب فاعل۔ یوم القیامة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ۔ باء: حرف جار۔ لجام: موصوف۔ مننار: جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر مجرور ہوا اور پھر یہ الجم کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلہ شرطیہ ہوا۔

(۱) العلم والعلماء ص ۹۶ (۲) مرقاۃ ۱/۲۸۶

(۲۱۹) مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَمَنْ اَشَارَ عَلٰی أَخِیْهِ بِأَمْرٍ یَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ.

جس شخص نے بغیر علم کے فتوی دیا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس کو (غلط) فتوی دیا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کو کسی ایسے کام کے بارے میں ایسا مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی دوسری صورت میں ہے تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔

لغات: اُفْتِیَ: بمعنی فتوی دینا، فَتِیَ (س) جوان ہونا۔ اِثم: گناہ، جرم، جمع آثام آتی ہے، اَثِمَ (س) اِثْمًا گناہ کرنا۔ اَلرُّشد: بمعنی ہدایت، بھلائی رَشَدَ (ن) رُشْدًا، ہدایت پانا۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب کسی سے مسئلہ معلوم کیا جائے اس کو صحیح صحیح آتا ہو تو وہ بتادے ورنہ اپنی لاعلمی کا اظہار کردے اپنی طرف سے غلط مسئلہ نہ بتائے ورنہ اس کا گناہ اس کے سر پر ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اور اکابر امت مسئلہ بتانے میں بہت ہی احتیاط کرتے ہیں، ابو اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگلے وقتوں میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ آدمی مسئلہ پوچھنے آتا ہے تو لوگ اسے مجلس مجلس لئے پھرتے تھے علماء فتوی دینے سے ڈرتے تھے آخر اسے سعید ابن المسیب کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا سعید کو علماء نے جری کا لقب دیا تھا کیونکہ وہ فتوی دینے میں کم جھجکتے تھے۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس صحابی دیکھے ہیں جو مسجد میں جمع تھے لیکن ہر ایک صحابی کی خواہش یہ ہوتی کہ وہ حدیث یا فتوی خود نہ دے دوسرا صحابی دے ہر صحابی اس سے گھبراتا تھا۔(۱)

"من اشار علی اخیہ": جو شخص کسی سے رائے معلوم کرے تو اس کو وہ رائے دے جو اس وقت اور اس حالت میں اپنے لئے پسند کرتا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اگر وہ جان کر غلط مشورہ دیتا ہے تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه ومن اشار علی اخیه بامر یعلم ان الرشد فی غیره فقد خانه.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب العلم (باب التوقی فی الفتیا).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ افتی: فعل، ضمیر نائب فاعل۔ باء: حرف جار۔ غیر علم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر افتی کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ کان: فعل تام۔ ثمه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر کان کا فاعل۔ علی: حرف جار۔ من: موصولہ۔ افتاہ: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) العلم والعلماء ص ۲۴۹ (۲) مرقاۃ ۱/ ۲۹۹

(۲۲۰) مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ

جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔

لغات: وَقَّرَ: باب تفعیل سے ہے، تعظیم کرنا۔ بِدْعَة: نئی چیز، جمع بِدَع، بَدَعَ (ف) بَدْعًا، ایجاد کرنا، بغیر نمونہ کے کوئی چیز بنانا۔ هَدْم: (ض) هَدْمًا بمعنی ڈھانا، توڑنا، گرانا۔

تشریح: جب مسلمان کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے، خواہ وہ بدعتی اپنے مذہب کا داعی ہو یا نہ ہو، تعظیم کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں مثلاً جب وہ آئے تو اس کے لئے کھڑا ہو جائے یا اس کو مجلس میں اہم مقام پر جگہ دی جائے۔

"**هدم الاسلام**": جب کسی بدعتی کی تعظیم ہوگی تو اس کے ضمن میں بدعت کی تعظیم ہوگی تو خود بخود سنت کی تحقیر ہوگی اور سنت کی تحقیر یہ سبب ہے اسلام کی عمارت کو نقصان پہنچانے کا، اس کے مفہوم مخالف میں یہ بات ہوگی کہ جب کوئی شخص کسی بدعتی کی تحقیر کرے اس بدعت کی وجہ سے جو اس کے اندر موجود ہے اور سنت سے محبت کی بنیاد پر تو اس نے دین اسلام کی جڑ اور بنیاد کو مضبوط کیا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنة" ص ۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابراهیم بن میسرة قال: قال رسول الله ﷺ: من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی هدم الاسلام.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الی البیهقی فی شعب الایمان.

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ وقر: فعل، ضمیر فاعل۔ صاحب بدعة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد اعان: فعل ضمیر فاعل۔ علی: حرف جار۔ هدم الاسلام: مضاف مضاف الیہ سے مل

کر مجرور ہو کر اعان کے متعلق۔ اعان فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۱۱/ ۲۵۷

(۲۲۱) مَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ
جو شخص اپنے آپ کو ایسی چیز سے آراستہ کرے جو اس کے اندر نہیں ہے تو اس کی مثال جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی سی ہے

لغات: تَحَلّٰی: بمعنی آراستہ ہونا، زیور پہننا، اَلْحَلْی، جمع حُلِیّ اور حِلِیّ آتی ہے۔ لَابِس: لَبِسَ (س) لُبْسًا، بمعنی پہننا۔ زُوْر: باطل، جھوٹ۔

تشریح: "**من تحلی بما لم یعط**": مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے اندر ایسے کمال کا دعوی کرے جو اس میں نہیں خواہ دینی کمال ہو یا دنیوی۔

"**کلابس ثوبی زور**": اس جزء کے محدثین نے بہت سے مطالب بیان فرمائے ہیں: اول: اس سے وہ شخص مراد ہے جو علماء و صلحاء کا لباس پہن کر اپنے آپ کو لوگوں پر عالم یا صالح ظاہر کرے حالانکہ وہ ایسا حقیقت میں نہ ہو۔ (۱)

دوم: وہ شخص مراد ہے جو ایسی قمیص پہنے کہ اس میں دو آستین لگائے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ اس نے دو قمیص پہن رکھی ہیں حالانکہ ایک ہی قمیص ہے اس کے لئے یہ وعید فرمائی گئی ہے۔ (۲)

سوم: صاحب تعلیق فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک شخص تھا وہ نفیس اور بہترین لباس صرف اس لئے پہنتا تھا کہ لوگ اس کی عزت کریں اور جب یہ جھوٹی گواہی دے تو لوگ اس کو جھوٹا نہ سمجھیں، تو آپ ﷺ نے اس شخص کو اس کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو اپنے اندر کمال تو نہ رکھے اور اپنی عزت کروائے کہ لوگ اس کو کمال والا سمجھیں اور اس کی عزت کریں۔ (۳)

چہارم: بعض کہتے ہیں کہ: اس حدیث کو آپ ﷺ نے اس عورت کے سامنے بیان فرمایا تھا کہ جس نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں کہا تھا کہ میں اپنی سوکن کے سامنے اس چیز کا اظہار کروں جو میرے شوہر نے نہ دیا ہو، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس میں تو دو جھوٹ ہیں، ایک شوہر کی محبت اپنے ساتھ دوسرا اس کی طرف دینے کی نسبت کرنا۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العطایا" ص ۲۶۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: من اعطی عطاء فوجد فلیجز بہ ومن لم یجد فلیثن فان من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر ومن تحلی بما لم یعط کان کلابس ثوبی زور.**

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب البرّ والصلۃ (باب ماجاء فی المتشبع بما لم یعط) واخرجہ

ابو داود فی کتاب الادب (باب فی من یتشبع بما لم یعط).

ترکیب حدیث: من: اسم شرط۔ تحلی: فعل، ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ لم یعط: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہو کر تحلی کے متعلق، تحلی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ کان: فعل تام، ضمیر اس کا فاعل۔ ک: حرف جار۔ لابس ثوبی زور: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہوا "ک" جار کا اور پھر یہ متعلق ہوا کان فعل کے، کان فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق (۲) مظاہر حق (۳) تعلیق الصبیح ۳۸۱/۱ (۴) تعلیق الصبیح ۳۸۱/۱ واشعۃ اللمعات

(۲۲۲) مَن أَحدَثَ فِي أَمرِنَا هٰذَا مَالَيسَ مِنهُ فَهُوَ رَدٌّ

جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی بات نکالی جو حقیقت میں (دین) میں نہیں ہے وہ بات مردود ہے

لغات: اَحدَثَ: پیدا کرنا، ایجاد کرنا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ: "فَلَا تَدرِیْ مَا اَحدَثُوا بَعدَکَ" احدث الرجل: پاخانہ کرنا۔

تشریح: جو بات قرآن وحدیث میں نہ صراحۃً ہو نہ اشارۃً اس کو دین میں داخل کرنا اور یہ سمجھنا یہ بھی دین کا ایک جزء ہے تو ایسا شخص دین کو نامکمل سمجھ رہا ہے حالانکہ اللہ نے قرآن میں خود فرمایا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (۱)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کردی۔ (۲)

دین اسلام میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں، اس کے احکامات بالکل واضح اور صاف ہیں (۱) جیسے کہ خود شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں نے تمہارے لئے ایسا صاف راستہ چھوڑا ہے کہ جس کی رات اور دن برابر ہے اس سے جو ہٹے گا وہ ہلاک ہوگا۔

بدعت والا شخص اپنے عمل سے یہ بتاتا ہے کہ (معاذ اللہ) نبی نے اپنی رسالت میں کوتاہی اور کمی کی ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے: "مَنْ اَتٰى بِدْعَةً ظَنَّ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْطَاءَ بِرِسَالَتِهِ" جس شخص نے بدعت کا کام کیا گویا اس نے یہ سمجھا کہ محمد ﷺ نے اللہ کے حکم پہچانے میں غلطی کی۔

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بدعتی آدمی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ یہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا رہتا ہے، اسی میں شیطان اس کو ہلاک کردیتا ہے جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ابلیس نے یہ کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا تو انہوں نے مجھ کو توبہ سے ہلاک کیا جب میں نے یہ دیکھا تو پھر میں نے ان کو ایسے اعمال میں مبتلا کردیا جو ان کی خواہشات نفسانی کے موافق تھے اس حال میں وہ اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے رہے اور اس پر استغفار نہیں کرتے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" ص ۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب العلم (باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود)، واخرجه مسلم فی کتاب الاقضیة (باب نقض الاحکام ورد محدثات الامور).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ احدث: فعل، ضمیر فاعل۔ فی: حرف جار۔ امرنا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر موصوف۔ هذا: صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہو کر احدث کے متعلق۔ ما: موصولہ۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اسم لیس۔ منه: جار مجرور متعلق ہوا ثابتا کے ساتھ، ثابتا اپنے متعلق کو لے کر لیس کی خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول احدث کے، احدث: فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ هو: مبتداء۔ رد: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ (۲) مجالس الابرار ص ۱۶۸ مرقاۃ ۲۵۱/۱ تعلیق الصبیح ۱۱۴/۱ (۳) الترغیب والترہیب

(۲۲۳) مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِیْ فَلَهٗ أَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ

جس شخص نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

لغات: تَمَسَّکَ: تَمَاسَکَ وَامْتَسَکَ بِهٖ، چمٹنا، مَسَکَ (ن، ض) متعلق ہونا، چمٹنا۔

تشریح: "من تمسک بسنتی عند فساد امتی": جو شخص میری سنت کی پیروی کرے فساد کے زمانے میں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فساد کے زمانے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں فسق، بدعت، جہل وغیرہ کا غلبہ ہو جائے[1] کہ لوگ سنت کو سنت نہ سمجھتے ہوں، ایسے پرفتن دور میں سنت کو تھامے رکھنے والے کے لئے یہ ثواب ہے۔

"اجر مائة شهید": اس کو شہیدوں والا ثواب ملتا ہے کیونکہ جس طرح شہید دین کو زندہ رکھنے اور اس کی شان وشوکت کو بڑھانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے تو اسی طرح جب ایسا زمانہ آجائے کہ چاروں طرف سے فسق اور بدعت ہی بدعت ہو تو اب ایسے وقت میں سنت کی اتباع کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ پر انگارا رکھنے والا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب اس لئے ملے گا کہ شہید نے ایک مرتبہ جان دے دی اور دنیا کی مشقتوں سے راحت پا گیا بخلاف دین پر چلنے والے کے چاروں طرف سے اس کو طعنہ زنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر شخص اسے کوتاہ نظر سمجھتا ہے، مشقتیں اس کو بار بار برداشت کرنی پڑتی ہیں، بخلاف شہید کہ اس نے ایک مرتبہ جان دے کر راحت پالی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنة" ص ۳۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هریرة رضی

اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: من تمسک بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد.

تخریج حدیث: عزاه صاحب حاشية المشكوة الى البيهقي.

ترکیب حدیث: من: شرط۔ تمسک: فعل ضمیر فاعل۔ بسنتي: باء: حرف جار۔ سنتي: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر تمسک کے متعلق۔ عند فساد امتي: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مفعول فیہ تمسک کا۔ تمسک: فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ له: محذوف کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ مائة شهيد: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا موخر، خبر مقدم مبتدا موخر سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۱/۲۵۰

(۲۲۴) مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ

جو شخص مجھ کو ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور جو دونوں پیروں کے درمیان ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں

لغات: يَضْمَنْ: ضَمِنَ (س) ضَمْنًا وَضَمَانًا بمعنی ضامن ہونا، ضَمْنًا بِشَيْءٍ، بِهٖ، کفیل ہونا، ضامن ہونا۔ لِحْيَيْهِ: اَللَّحْيَة، ڈاڑھی۔ لَحْيَان: دونوں جبڑے، مراد زبان ہے۔ بَيْنَ رِجْلَيْهِ: مراد شرمگاہ ہے۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دے دے تو نبی کریم ﷺ نے اس کو جنت کی ضمانت دی ہے، زبان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ زبان سے فحش گوئی، چغلی، غیبت وغیرہ نہ کرے۔ شرم گاہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اس کو زنا، حرام کاری وغیرہ سے محفوظ رکھے۔

"أضمن له الجنة": جو شخص ان دونوں چیزوں کی حفاظت کا عہد کرے اور عمل سے اس عہد کو پورا کرے تو نبی ﷺ کا وعدہ ہے کہ اس کو اول جنت میں داخل ہونے کی میں ضمانت دیتا ہوں۔[۱]

سوال: جنت میں داخل کرنا یا نہ کرنا یہ تو اللہ کا کام ہے نبی کریم ﷺ نے کس طرح ضمانت دے دی؟

جواب: نبی ﷺ نے جو ضمانت دی ہے وہ بھی اللہ کے حکم ہی سے دی ہوئی ہے کیونکہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[۲] ترجمہ: اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔[۳]

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو شخص پاکیزہ زندگی گذارے گا تو اس کو میں جنت عطاء کروں گا تو نبی کریم ﷺ نے اسی ارشاد خداوندی کو نقل فرمایا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم" ص ۴۱۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: من يضمن لي ما بين لحييه وما بين

رجليه اضمن له الجنة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب حفظ اللسان).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ یضمن: فعل، ضمیر فاعل۔ لی: متعلق یضمن کے۔ ما: موصولہ۔ بین لحییه: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ثبت کے لئے مفعول فیہ ہوکر معطوف علیہ۔ ما: موصولہ۔ بین: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ثبت کے لئے مفعول ہوکر صلہ ہوکر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر یضمن کے لئے مفعول، فعل اپنے فاعل، متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر شرط۔ اضمن: فعل، ضمیر فاعل۔ له: اضمن کے متعلق۔ الجنة: مفعول۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/۴۵۴۔ (۲) سورۃ النجم رکوع (۱)۔ (۳) ترجمہ شیخ الہند۔

(۲۲۵) مَن شَهِدَ أَن لَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيهِ النَّارَ

جو شخص شہادت دے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔

لغات: شَهِدَ: (س) شَهَادَةً، بمعنی گواہی دینا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کی وحدانیت کا اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا عہد واقرار کیا اور پھر اس عہد کے تقاضوں کو پورا کیا یعنی شریعت کی پیروی کی اور اسی اعتقاد واطاعت پر اس کی موت آجائے تو اب اس شخص کے بارے میں فرمایا گیا کہ جہنم اس پر حرام ہوگی۔

بعض دوسرے محدثین اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے کہ اگر مسلمان سے کوتاہی ہوجائے تو جہنم میں سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کردیا جائیگا یہ کلمہ کی گواہی دینے والا شخص ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا کفار کی طرح۔[1] یا یہ حدیث اس وقت کی ہے جب کہ دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

یا یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے کہ وہ کفر کی حالت میں تھا اور پھر اسلام لایا اور کلمہ توحید کا اقرار کیا اور پھر اس کا انتقال ہوگیا اس کو اعمال کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل

الجنة قطعا).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ شهد: فعل، ضمیر فاعل۔ ان: مخففہ من المثقلہ۔ ہ: ضمیر اسم ان۔ لا: نفی جنس۔ الـه: موصوف۔ الا: بمعنی غیر مضاف۔ لفظ الـلّٰه: مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت ہو کر لا کا اسم، خبر مَوْجُوْدٌ محذوف، لا اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ان، پھر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ محمدا: اس کا اسم۔ رسول الله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کی خبر ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شھد کا مفعول، شہد فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ شرط۔ حرم: فعل۔ لفظ اللّٰه: اس کا فاعل۔ علیه: حرم کے متعلق۔ النار: مفعول۔ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(٢٢٦) مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ.

جس شخص نے اللہ ہی کے لئے کسی سے دوستی کی اور اللہ ہی کے لئے ناراضگی رکھی، کسی کو کچھ دیا تو اللہ ہی کے لئے دیا اور صرف اللہ کے لئے ہی دینے سے انکار کیا تو یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

لغات: اِسْتَكْمَلَ: اَكْمَلَ، كَمَّلَ الشَّيْءَ، بمعنی پورا کرنا۔

تشریح: "من احب للّٰه" : جب انسان اللہ اور اس کے رسول کو مانتا ہے تو اب اس کا کوئی عمل بھی اپنی خواہش اور نام ونمود کے لئے نہیں ہونا چاہئے سب کے سب اللہ ہی کے لئے ہونا چاہئے جیسے کہ قرآن میں ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا آدمی دیکھے گا کہ مجھ کو کس سے محبت کرنی ہے اور کس سے بغض رکھنا ہے ان کی بنیادوں کو اللہ کی رضامندی پر رکھے گا اپنی خواہش یا دنیاوی مقصد کو مدنظر نہیں رکھے گا کیونکہ وہ یہ بات مانتا ہوگا کہ غلط دوستی کی وجہ سے بہت سے لوگ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ قرآن میں آتا ہے۔

یونہی مال کو خرچ کرنے سے پہلے سوچے گا کہ کہاں سے خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں، اسی وجہ سے بعض کا یہ قول ہے کہ مال کمانا اتنا مشکل نہیں جتنا اس کو خرچ کرنا مشکل ہے، قیامت کے دن پانچ سوالوں میں سے ایک سوال یہ ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟

سوال: حدیث بالا میں بار بار اللہ نے فرمایا کہ ان چاروں کاموں میں ہی اخلاص ضروری ہے؟ اخلاص تو ہر عمل میں ضروری ہے تو ان چاروں میں تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان چاروں اعمال میں انسان کی خواہش اور نفسانیت کا کہیں نہ کہیں دخل ہو ہی جاتا ہے اسی لئے ان چاروں اعمال کو

خصوصی طور سے ذکر فرمایا۔[۲]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص۱۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی امامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من احب للّٰہ و ابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود (باب فی رد الارجاء).

ترکیب حدیث: من: شرطیہ۔ احب: فعل فاعل۔ للّٰہ: متعلق احب کے فعل فاعل متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ ابغض للّٰہ: فعل فاعل متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ اعطی للّٰہ: فعل فاعل متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ منع للّٰہ: فعل فاعل متعلق سے ملکر معطوف تمام معطوف ایک دوسرے سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ استکمل: فعل فاعل، الایمان: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) سورۃ الانعام آیت نمبر۱۶۳ ترجمہ شیخ الہند (۲) تحفۃ المراۃ فی دروس المشکوۃ ص ۱۳۰

(۲۲۷) مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ

جو شخص تنگدست کو مہلت دے یا اس کے قرض کو معاف کردے تو (قیامت کے دن) اللہ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔

لغات: اَنْظَرَ: اِنْظَارَ الدَّيْنِ. قرض کی ادائیگی میں مہلت دینا، قال تعالی: ﴿اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾. مُعْسِرًا: اسم فاعل بمعنی تنگدست ہونا۔ وَضَعَ: (ف) وَضْعًا بمعنی رکھنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے جب کوئی شخص کسی مفلس وتنگدست کو مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اس کو ہر روز اس مال کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے اس کے بعد پھر تاریخ آجائے اور وہ مفلس ادا نہ کرسکے پھر اس کو یہ مہلت دیتا ہے تو اس کو ہر روز اس کے بدلہ میں دوگنا اس قرض کے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمَحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰی وَاِذَا اقْتَضٰی" اللہ رحم کرے اس شخص پر جو خریدتے وقت اور فروخت کرتے وقت اور قرض کا تقاضا کرتے وقت نرمی کا معاملہ کرے، ہر جگہ قانون یہی ہے کہ فرض کا درجہ نفل سے ستر درجہ زیادہ ہوتا ہے مگر تین مسائل اس قانون سے مستثنی ہیں، ایک یہی حدیث بالا والا مسئلہ کہ تنگدست کو جب وہ ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس کو مہلت دینا واجب اور فرض ہے اور معاف کرنا مستحب ہے اور مستحب کا اجر زیادہ ہے دوسرا اسلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے مگر سلام کرنا اگرچہ سنت ہے مگر اس کا ثواب جواب دینے سے زیادہ ہے، تیسرا نماز کو شروع کرنے سے پہلے وضو کرنا فرض ہے اور وقت کے داخل ہونے کے ساتھ وضو کرنا مستحب ہے یہاں پر بھی مستحب کا اجر فرض سے زیادہ ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص۲۵۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من انظر معسرا او وضع عنہ اظلّہ اللّٰہ فی ظلّہ.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم (باب حدیث جابر الطویل) واخرجہ الامام احمد فی مسندہ (عن ابی ہریرۃ وعن ابی بسر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ انظر معسرا: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ وضع: فعل، ضمیر فاعل۔ عنہ: متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ اظلہ: فعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ فی: حرف جار۔ ظلہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر متعلق، "اظل" فعل فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۲۲۸) مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر غلط بات منسوب کی تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے

لغات: تبوّا: بمعنی ٹھہرنے کی جگہ۔ مَقْعَدَهُ: (ن) مَقْعَدًا بمعنی بیٹھنا، پاخانہ کرنے کا برتن۔

تشریح: علماء کرام کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جس شخص نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر کسی ایسے عمل یا بات کو منسوب کیا جو آپ ﷺ سے ثابت نہیں تو اس کا یہ عمل حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہوگا۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہے (۱) اس حدیث میں لفظ "مُتَعَمِّدًا" استعمال ہوا ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو نادانی میں غلط بات آپ کی طرف منسوب کرے تو اس وعید میں تو داخل نہیں ہوگا مگر علماء اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو بھی چاہئے کہ پہلے اس کی تحقیق کرلے اور ڈرے کہ کہیں میں تو اس وعید میں داخل نہیں ہو رہا، اس حدیث بالا میں ان صوفیوں پر بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ترغیب وغیرہ کے لئے موضوع احادیث بنا سکتے ہیں تاکہ لوگوں کو اعمال کا شوق دلایا جائے۔ (۲) یہ حدیث متواتر احادیث میں سے ہے۔

حدیث متواتر: اس کو کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں اس حدیث کو نقل کرنے والی اتنی بڑی جماعت ہو جس کو جھٹلایا نہ جاسکے، اس حدیث کو نقل کرنے والے صحابہ کی تعداد تقریباً باسٹھ ہے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: بلّغوا عنّی ولو آیۃ وحدّثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علیّ متعمّدا فلیتبوّء مقعدہ من النار.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب العلم (باب اثم من کذب علی النبی ﷺ) عن الزبیر بن

العوام وعن ابی هریرة واخرجه مسلم وذکره ایضا صاحب الترمذی هذا الحدیث عدده المحدثون فی المتواترات قال بعضهم رواه ماتان من الصحابة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ کذب: فعل،ضمیر ذوالحال۔ علی: متعلق فعل کے۔ متعمدا: حال، حال ذوالحال سے مل کر کذب کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ یتبوء: فعل فاعل۔ مقعده: مفعول۔ من النار: متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاة ۱/۲۶۶ (۲) التعلیق الصبیح ۱/۱۴۰

(۲۲۹) مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ

جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے (گھر) سے نکلا تو وہ جب تک گھر واپس نہ آجائے خدا ہی کے راستہ میں ہے۔

لغات: رَجَعَ: (ض) رُجُوْعًا، بمعنی لوٹنا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں طالب علم کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنے عزیز واقارب اور ماں باپ کی شفقت اور گھر بار کی تمام راحتوں کو ترک کرے اور نیت یہ ہو کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے تو اللہ اس پر راضی ہو کر اس کو جہاد کرنے والوں کی طرح اجر عطا فرماتے ہیں جب تک یہ گھر واپس نہ آجائے۔ محدثین فرماتے ہیں: اس فضیلت میں فرض کفایہ اور فرض عین علم حاصل کرنے والے دونوں شامل ہوں گے۔

"فهو فی سبیل الله": مجاہد کے ساتھ تشبیہ اس وجہ سے دی کہ جس طرح مجاہد خدا کا دین سربلند کرنے کے لئے ہر چیز کو چھوڑتا ہے اسی طرح طالب علم بھی دین کو سربلند کرنے کے لئے اس کو حاصل کرتا ہے، غرض دونوں کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے، مجاہد دشمنوں سے جہاد کرتا ہے تو طالب علم بھی حقیقی دشمن (شیطان) سے اپنے آپ کو اور تمام لوگوں کو محفوظ کرنے کے لئے جہاد کی تیاری کرتا ہے۔

"حتی یرجع": دین کے حصول کے بعد جب یہ گھر کی طرف آرہا ہے تو تب بھی وہ اللہ کے راستہ میں ہے بلکہ اس وقت تو اس کے سر پر وارث انبیاء کا تاج ہوتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن انس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللّٰه حتی یرجع.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب فضل طالب العلم عن انس).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ خرج: فعل فاعل۔ فی: حرف جار۔ طلب العلم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور

ہوکرخرج کے متعلق پھر یہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ هو: مبتداء۔ فی سبیل اللّٰہ: ثابت کے متعلق ہوا۔ حتی: حرف جار۔ یرجع: فعل فاعل سے مل کرحتی کا مجرور ہوکر ثابت کے متعلق، پھر ثابت یہ خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۲۳۰) مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهُ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ

جوشخص محض ثواب حاصل کرنے کے لئے سات سال تک اذان دے تو اس کے لئے جہنم سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

لغات: أَذَّنَ: أَذَّنَ، تَأْذِيْنًا، اذان دینا، تَأَذَّنَ: قسم کھانا، قال تعالی: ﴿ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ﴾. مُحْتَسِبًا: بمعنی گمان کرنا، شمار کرنا، اللہ سے ثواب کی امید رکھنا، حَسِبَ (س، ح) وحِسْبَانًا، گمان کرنا۔ بَرَاءَة: مصدر ''بَرِئَ'' کا ہے، فرمان، پروانہ، قال تعالی: ﴿بَرَآءَةٌ مِنَ اللّٰهِ﴾.

تشریح: اذان کی فضیلت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے، علماء فرماتے ہیں: اذان یہ توحید اور رسالت کا اعلان ہے اور اس سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے۔ اذان کی فضیلت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء میں اختلاف ہوا کہ اذان دینا افضل ہے یا امامت کرنا، محققین علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے اوپر اعتماد ہو کہ میں امامت کے پورے حقوق بجالاؤں گا تو اس کے لئے امامت کروانا ہی بہتر ہوگا اور جس کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہو تو اس کے لئے اذان دینا افضل ہوگا۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے زندگی میں کبھی اذان دی ہے؟

جواب: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نہیں دی، مگر بعض علماء نے فرمایا کہ دی ہے جیسے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذان دی ہے، اس کے جواب میں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اذان دینے کا حکم دیا ہے اس کو اذان دینے سے تعبیر کردیا گیا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے مسجد بنائی، مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے مسجد بنانے کا حکم دیا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بادشاہ نے خود بنوائی ہے، اس جواب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذان کا حکم دیا تھا[1] بہرحال اذان دینے کے بہت سے فضائل ہیں ان میں سے ایک حدیث بالا میں بھی ہے کہ سات سال اذان دینے والا شخص جہنم سے بچالیا جائے گا۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب فضل الاذان'' ص۶۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: من اذن سبع سنین محتسبا کتب له براءة من النار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی (باب ماجاء فی فضل الاذان).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اذن: فعل، ضمیر ذوالحال۔ محتسبا: حال، حال ذوالحال سے مل کر فاعل۔ سبع

سنین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ کتب: فعل مجہول۔ لہ: کتب کے متعلق۔ براء ۃ: موصوف۔ من النار: ثابتۃ کے متعلق ہو کر صفت اور پھر موصوف صفت یہ کتب کے لئے نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) کنز العمال (۲) مشکوۃ

(۲۳۱) مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ

جو شخص بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ کو چھوڑ دے تو وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جو نہ مٹایا جائے گا اور نہ ہی بدلا جائے گا

لغات: يُمْحٰى: (ن،س) مَحْوًا، بمعنی مٹانا، قال تعالی: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾.

تشریح: جمعہ کو جمعہ کہنے کی بہت سی وجوہات ہیں مثلاً ایک یہ کہ اس دن حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تھی اور دونوں جمع ہوئے تھے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جمعہ کو عروبہ کہتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فضیلت زمانہ جاہلیت سے ہے، اسلام نے اس کی فضیلت کو چار چاند لگا دیے۔ جمعہ کی نماز فرض عین ہے، علامہ یحیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سب سے ثابت ہے، اس کا انکار کفر ہے۔(۱)

"من غیر ضرورۃ": کوئی عذر شرعی نہ ہو مثلاً کسی ظالم یا کسی دشمن کا خوف یا بارش کا بہت ہونا وغیرہ۔(۲)

"فی کتاب لا یمحی ولا یبدّل": کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے(۳) اس جزء میں سخت وعید ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز چھوڑ دے بغیر عذر کے تو وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے جو مٹایا نہیں جاتا، یہ وعید ایک جمعہ کی نماز چھوڑنے پر ہے مگر دوسری روایت کے مطابق تین جمعہ چھوڑنے کے بعد اس وعید میں داخل ہوگا۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب وجوبها" ص ۱۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما انّ النبی ﷺ قال: من ترک الجمعة من غیر ضرورة کتب منافقا فی کتاب لا یمحی ولا یبدّل وفی بعض الروایات ثلاثا.**

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الی الامام الشافعی وهو موجود فی سند الامام الشافعی رقم حدیث ۳۸۱ (علی ترتیب محمّد عابد السندی).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ ترک الجمعة: فعل فاعل مفعول۔ من: حرف جار۔ غیر ضرورة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ترک کے متعلق ہو کر شرط۔ کتب: فعل مجہول، ضمیر ممیز۔ منافقا: تمیز، ممیز اپنی تمیز سے مل کر کتب کے لئے نائب فاعل۔ فی: حرف جار۔ کتاب: موصوف۔ لا یمحی ولا یبدل: معطوف معطوف علیہ سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہو کر کتب کے متعلق ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۳/۲۴۴ (۲) مرقاۃ ۳/۲۴۸ (۳) مرقاۃ ۳/۲۴۸ (۴) مشکوۃ

(۲۳۲) مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ

جو شخص مرا اس حال میں کہ نہ اس نے اپنی زندگی میں جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال گذرا تو وہ شخص ایک قسم کے نفاق کی حالت میں مرا۔

لغات: شُعْبَة: فرقہ، شاخ، کسی چیز کا گروہ۔

تشریح: جو اس حال میں مر رہا ہو کہ اس نے پوری زندگی کبھی جہاد نہ کیا ہو اور نہ ہی اس کے دل میں کبھی اس کا ارادہ پیدا ہوا کہ کاش میں بھی جہاد کرتا، اس کے بارے میں حدیث بالا میں بہت سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یہ مرنے والا نفاق کے شعبہ پر مرے گا کیونکہ یہ مشابہ ہو گیا منافقین سے اور قاعدہ ہے کہ جو جس سے مشابہت اختیار کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"(۱)

منافقین بھی جہاد سے جی چراتے تھے اور یوں کہتے تھے "اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ" کہ ہمارے گھر خالی ہیں (اس لئے ہم جہاد میں نہیں جا سکتے)۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے جس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی عبادت کرنے کی نیت کرے اور اس عبادت کرنے سے پہلے وہ مر جائے تو اب اس کو اس عبادت کے چھوڑنے کا وبال نہیں ہوگا بخلاف اس کے کہ وہ اس کی نیت کئے بغیر مر جائے۔ اس کو اس عبادت کے چھوڑنے کا وبال ہوگا۔(۲)

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ وعید نبی کریم ﷺ کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھی مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ عام ہے قیامت تک کے لئے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الجہاد" ص ۳۳۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من مات ولم یغزو ولم یحدث به نفسه مات علی شعبه من نفاق.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارۃ (باب ذم من مات ولم یغزو ولم تحدث به نفسه بالغزو)

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ مات: فعل، ضمیر ذوالحال۔ واؤ: حالیہ۔ لم یغزو: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ یحدث: فعل فاعل۔ بہ: متعلق۔ نفسہ: مفعول۔ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر شرط۔ مات: فعل فاعل۔ علی: حرف جار۔ شعبۃ: موصوف۔ من نفاق: ثابتۃ کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہو کر مات کے متعلق ہوا، مات اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۴/ ۲۳۵، مرقاۃ ۷/ ۲۸۳۷

(۲) شرح مسلم نووی، مرقاۃ ۷/ ۲۸۳، التعلیق الصبیح ۴/ ۲۳۵

(۳) مرقاۃ ۷ ۲۸۳، التعلیق الصبیح ۴/ ۲۳۵

(۲۳۳) مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ.

جو شخص (روزہ کی حالت میں) لغو و باطل کلام اور اس پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑے تو اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

لغات: يَدَعْ: وَدَعَ (ف) وَدْعًا الشَّيءَ، بمعنی چھوڑنا۔ اَلزُّوْر: بمعنی جھوٹ۔ باطل۔

تشریح: "قول الزور": زور وہ عمل ہے جس سے گناہ لازم آتا ہو مثلاً جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، کسی پر بہتان لگانا، لعنت کرنا وغیرہ، اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص روزہ تو رکھتا ہے مگر وہ کام جو ہر حال میں حرام ہے اس کا وہ ارتکاب کرتا ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا) اور وہ نادان صرف ان چیزوں کو چھوڑتا ہے جس کو شریعت نے فی نفسہ حلال کیا ہے صرف روزہ کی حالت میں حرام کیا ہے (کھانا، پینا، جماع) تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی ہماری نظر میں کوئی وقعت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے یا نہ چھوڑے کیونکہ روزہ کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی خواہشات نفسانی کو اور اپنے نفس امارہ کو اللہ کی رضا کے تابع کر دے اور جو شخص جو مستقل حرام چیز ہے اس کو نہ چھوڑے تو اس کو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا[1] کیونکہ روزہ کا مقصد تقوی کا حصول ہے جو ان چیزوں کے ارتکاب سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

"فلیس للّٰہ حاجۃ": اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جو روزہ کی حالت میں حرام کام نہ چھوڑے[2] اور جو اجر و ثواب ملنا چاہئے تھا وہ ایسے شخص کو نہیں ملے گا گو اس کے اوپر سے روزہ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تنزیہ الصوم" ص ۱۷۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ

عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من لم یدع قول الزّور والعمل به فلیس للہ حاجة فی أن یدع طعامه وشرابه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصوم واخرجه فی کتاب الادب (مع اختلاف یسیر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ یدع: فعل فاعل۔ قول الزور: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ العمل: ذوالحال۔ به: محذوف کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول یدع کے لئے فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص۔ للہ: کائنۃ کے متعلق ہو کر لیس کی خبر مقدم۔ حاجة: موصوف۔ فی: حرف جار۔ ان: مصدریہ۔ یدع: فعل، ضمیر فاعل۔ طعامه: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ شرابه: معطوف۔ معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول، یدع فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر فی کے لئے مجرور، جار مجرور کائنۃ کے متعلق ہو کر حاجۃ کے لئے صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر لیس کا اسم، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۲/۳۳۰ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۳۸۶

(۲۳۴) مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِی الدُّنْیَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جو شخص دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا کپڑا پہنائے گا

لغات: شُهْرَة: بمعنی شہرت، ناموری، شَهَرَ (ف) شَهْرًا، مشہور کرنا۔ مَذَلَّة: ذَلَّ (ض) ذُلًّا، مَذَلَّةً بمعنی ذلیل ہونا، صفت کے لئے ذَلِیل آتا ہے۔

تشریح: "دنیا میں شہرت کے کپڑے پہنے" اس سے کیا مراد ہے؟ محدثین کے اس میں کئی اقوال ہیں اور وہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں، مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کپڑا پہنا جائے جس سے وہ اپنے آپ کو زاہد اور بڑا عالم ظاہر کرے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں۔ (۱)

بعض علماء نے اسی کے قریب قریب معنی بیان فرمائے ہیں کہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو شخص اپنی عزت اور بڑائی ظاہر کرنے کے لئے نفیس اور اعلیٰ کپڑے کو پہنے تاکہ لوگ میری عزت کریں تو اللہ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حرام مال کا لباس پہننا ہے اور بعض کے نزدیک ایسا لباس پہننا حرام ہے جس کے پہننے سے آدمی کا مقصد یہ ہے کہ لوگ میری طرف متوجہ ہوں۔

بعض علماء نے یہاں عجیب معنی سمجھا ہے وہ فرماتے ہیں یہاں لباس سے مراد اعمال ہیں کہ جو شخص محض لوگوں کو دکھانے کے لئے اچھے اعمال کرے تاکہ دنیا والے اس کو نیک سمجھیں اور اس کی عزت کریں تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلیل کرنے والا لباس پہنائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب اللّباس" ص ۳۷۵ پر ہے: پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ

عنهماقال:قال رسول الله ﷺ: من لبس ثوب شهرة في الدنيا البسه الله ثوب مذلّة يوم القيامة.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجه في كتاب اللّباس (باب من لبس ثوب شهرة من ثياب).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔لبس: فعل،ضمیر فاعل۔ثوب شهرة: مفعول۔في الدنيا: متعلق ہوکر شرط۔البسه: فعل مفعول۔لفظ الله: فاعل۔ثوب مذلة: مفعول ثانی۔یوم القیامة: مفعول فیہ،فعل اپنے فاعل اور تینوں مفعولوں سے مل کر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاة ۲۵۴/۸،مظاہر حق ۱۷۶/۴

(۲۳۵) مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يُصَرِّفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

جس شخص نے علم اس لئے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا۔

لغات: لِيُجَارِيَ: جَارَاهُ، مَجَارَاةً، کسی کے ساتھ چلنے میں مقابلہ کرنا، یہاں مراد مطلقا مقابلہ ہے، جَرَىٰ (ض) جَرْيًا بمعنی جاری ہونا۔لِيُمَارِيَ: مِرْآة بمعنی جھگڑا کرنا، قال تعالى: ﴿فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ﴾، مَرَىٰ: (ض) مَرْيًا حَقَّهُ، حق کا انکار کرنا۔ اَلسُّفَهَآءَ: سَفِهَ (س) سَفَهًا، جاہل ہونا، بے وقوف ہونا،قال تعالى: ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ﴾. يُصَرِّفَ: صَرَفَ (ف) صَرْفًا بمعنی پھرنا، قال تعالى: ﴿ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ﴾۔

تشریح: علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں، مثلاً حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جو کوئی حدیث اس لئے حاصل کرے کہ جہلاء سے بحث کرے اور علماء پر فخر کرے اور مخلوق کو اپنی طرف کھینچے ایسا شخص جہنم میں گرے گا۔ (۱)

اسی طرح سے حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے ایوب سختیانی نے نصیحت کی کہ خدا جتنا تم کو علم دے اس کی بندگی کرنا، خبردار! فخر کی راہ سے اظہار علم نہ کرنا۔ (۲)

مقصود حدیث کا یہ ہے کہ وہ علم جو انسان کے دل و دماغ سے ظلم و جہل کی تاریکی کو دور کرتا ہے تو شریعت مطہرہ یہ کیسے برداشت کرسکتی ہے کہ ایک علم والا تکبر اور جھگڑا کرے، اس کے اندر تو انکساری اور تواضع ہونی چاہئے (۳) حصول علم صرف مقابلہ اور جھگڑے کے لئے نہ ہو ہاں اگر تحقیق وغیرہ کے لئے وہ بحث کرتا ہے تو اس وعید میں وہ داخل نہیں ہوگا اسی طرح سے وہ علماء سوء کے مقابلہ کے لئے مجادلہ مصارفہ و مقابلہ اظہار حق کے لئے کرے یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ بسا اوقات ضروری ہوتا ہے۔

حافظ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: بعض نادان لوگ اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ ایسا شخص کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا حالانکہ یہ بات نصوص کے خلاف ہے جس میں تمام اہل ایمان کا ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے البتہ ایسے وصف قبیحہ والے لوگ اپنی سزا بھگتنے کے بعد پھر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن کعب بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من طلب العلم لیجاری به العلمآء او لیماری به السّفهاء أو یصرف به وجوه النّاس الیه أدخله اللّٰه النّار.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی من یطلب بعلمه الدنیا).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ طلب: فعل فاعل۔ العلم: مفعول بہ۔ لیجاری: لام حرف جار۔ یجاری: فعل فاعل به: متعلق فعل کے۔ العلماء: مفعول، فعل فاعل مفعول اپنے متعلق سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ او جرف عطف لام: زائدہ۔ یجاری: فعل فاعل۔ به: متعلق۔ السفهاء: مفعول، فعل فاعل مفعول اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف۔ یصرف به وجوه الناس: ترکیب سابق جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، تمام معطوفات ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق ہو کر شرط، ادخله: فعل۔ ہ: ضمیر مفعول۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ النار: مفعول، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) العلم والعلماء ص ۱۳۰ (۲) العلم والعلماء ص ۱۳۰ (۳) مظاہر حق ۱/۲۸۷/۲۸۸ (۴) مرقاۃ

(۲۳۶) مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا یُبْتَغیٰ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جس شخص نے اس کو جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعہ دنیا کا سامان حاصل کرے تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو میسر نہیں آئے گی۔

لغات: یُبْتَغیٰ: اِبْتَغیٰ، تَبْغِی الشَّیٔ بمعنی طلب کرنا۔ یُصِیْبُ: أَصَابَ مِنَ الشَّیٔ بمعنی لینا۔ اَلْعَرْض: متاع، سامان، جمع أَعْرَاض، عَرف (س) بمعنی بو مگر اس کا استعمال اکثر خوشبو میں ہوتا ہے۔

تشریح: جو علم دین کو محض اس لئے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کی دولت کو جمع کرے تو ایسے شخص کے بارے میں اس حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھنے پائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ ایسا علم جو دینی نہ ہو دنیاوی ہو اس کو دنیا کے جمع کرنے کے لئے ذریعہ بنائے تو یہ منع نہیں ہوگا، مثلاً انجینئری و ڈاکٹری وغیرہ مگر وہ دنیاوی علم ایسا نہ ہو جس کو شریعت نے

حاصل کرنے کومنع فرمایا ہے مثلاً علم نجوم علم سحر وغیرہ۔(۱)

"لم یجد عرف الجنة": جنت کی خوشبو بھی میسر نہیں ہوگی، یہ کنایہ ہے عدم دخول جنت سے، اس حدیث سے بھی ایسے شخص کی عدم نجات پر استدلال کرنا ہے جس کا علم دین سے مقصود حصول دنیا ہو یہ صحیح نہیں جیسے کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہوا بلکہ مطلب یہ ہے کہ شروع میں اولین سابقین کے ساتھ یہ داخل نہیں ہوگا، سزا پانے کے بعد جنت میں ضرور داخل ہوگا، بہر حال ایمان والا ہے۔(۲)

"جنت کی خوشبو نہیں ملے گی" ۔مطلب یہ ہے شروع میں نہیں ملے گی بعد میں مل جائے گی اور بعض علماء ظاہری الفاظ کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہوجائے گا مگر وہاں کو خوشبو نہیں ملے گی۔ محدثین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللهﷺ: من تعلّم علما ممّا یبتغی به وجه الله لا یتعلّمه الاّ لیصیب به عرضا من الدّنیا لم یجد عرف الجنّة یوم القیامة (یعنی ریحها).

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب العلم (باب فی طلب العلم لغیر الله) واخرجه ابن ماجة ایضا (فی باب الانتفاع بالعلم والعمل به).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ تعلم: فعل ضمیر ذوالحال۔ علما: موصوف۔ من: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ یبتغی: فعل۔ به: متعلق۔ وجه الله: نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہو کر کائنا کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول تعلم کا۔ لا یتعلم: فعل ضمیر فاعل۔ ہ: ضمیر مفعول۔ الا: استثناء لغو۔ لیصیب: لام حرف جار۔ یصیب: فعل ضمیر فاعل۔ به: متعلق۔ عرضا: موصوف۔ من الدنیا: جار مجرور کائنا کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر لا یتعلم کے متعلق اور پھر یہ جملہ حال ہوا، حال ذوالحال سے مل کر فاعل ہوا تعلم کا، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ لم یجد: فعل ضمیر فاعل۔ عرف الجنة: مفعول۔ یوم القیامة: مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق (۲) مرقاۃ ۲۸۷ التعلیق الصبیح (۳) مرقاۃ

(۲۳۷) مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَیْئٍ لَمْ یُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً

جو شخص نجومی کے پاس جائے اور اس سے پوچھے تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

لغات: عَرَّافًا: بمعنی نجومی، غیب کی خبریں بتانے والا۔ عَرَفَ (ض) عَرْفَةً، عِرْفَانًا: بمعنی پہچانا۔

تشریح: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عراف کاہن کو کہتے ہیں جو آئندہ آنے والے واقعات وحوادثات کی خبر دے اور علم غیب کے اسرار کا دعویٰ کرے حالانکہ علم غیب تو خداوند قدوس کا خاصہ ہے، زمانہ جاہلیت میں اس کا بہت رواج تھا اور کاہنوں کی باتوں پر

بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ خواہ کہانت ہو یا رمل ونجوم وغیرہ اس کا علم حاصل کرنا اور اس کو عمل میں لانا سب حرام ہے اور اس کے ذریعہ سے جو مال کمایا جائے گا وہ بھی حرام ہوگا۔

"لم یقبل له صلوة": چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ سب سے اہم عبادت کو ذکر کر دیا باقی عبادات خود اس میں آ گئیں، قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جو اجر وثواب ملنا چاہئے وہ نہ ملے گا جہاں تک فرض ذمہ سے ساقط ہونے کا مسئلہ ہے وہ ساقط ہو جائے گا اور اس کی قضاء کرنا لازم نہیں ہوگا۔ (۱)

"اربعین لیلة": چالیس رات کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

سوال: رات کو تو کوئی نماز ہی فرض نہیں ہے؟

جواب: رات بول کر دن مراد لیا ہے، رات بول کر دن مراد لینا یا دن بول کر رات مراد لینا یہ عرف اور شرع دونوں میں با محاورہ صحیح ہے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکھانة" ص ۳۹۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن حفصة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من أتی عرّافا فسأله عن شئ لم یقبل له صلوة أربعین لیلة.**

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی (باب الکھانة واتیان الکھانة).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اتی عرافا: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ فاء: حرف عطف۔ سالہ: فعل فاعل اور مفعول۔ عن شئ: جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ لم یقبل: فعل مجہول۔ له: متعلق۔ صلوة: مضاف۔ اربعین: ممیز۔ لیلة: تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل ہو کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/ ۱۵ (۲) مظاہر حق ۴/ ۳۱۴

(۲۳۸) **مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَاتُكَافِئُوهُ فَادْعُوا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا اَنْ قَدْ كَا فَأْتُمُوهُ**

جو شخص اللہ کا نام لے کر تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو اور جو شخص اللہ کے نام سے کچھ مانگے تو اس کو دے دو اور جو شخص تم کو بلائے تو اس کے پاس چلے جاؤ اور جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تو تم بھی اس کے ساتھ احسان کرو، اگر تم اس کے بدلہ کے لئے مال نہ پاؤ تو پھر اس کے لئے دعا کرو

جب تم جان لو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔

لغات: اِسْتَعَاذَ: تَعَوَّذ بمعنی پناہ لینا، قال تعالیٰ: ﴿وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾۔ فَأَعِيْذُوْهُ: أَعَاذَ يُعِيْذُ، بمعنی پناہ دینا۔ فَاَجِيْبُوْهُ: أَجَابَهُ: جواب دینا۔ فَكَافِئُوْهُ: بدلہ دینا، مقابلہ کرنا۔

تشریح: جو شخص تم سے خدا کے نام سے پناہ مانگے تو تم اس کو پناہ دے دو، مطلب یہ ہے کہ تمہاری ذات یا کسی اور کی طرف سے کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو اب وہ تم سے خدا کے نام سے درخواست کر رہا ہے تو اب اس کی درخواست قبول کر لو(۱) کیونکہ اس نے تم کو خدا کا واسطہ دیا ہے خدا نام کی عظمت کرتے ہوئے اس کی مدد کرو۔

"ومن صنع اليكم معروفا": کوئی تمہارے ساتھ احسان کرے تو اس کو بدلہ دو اگر مالی بدلہ موجود نہیں تو اس احسان کے بدلے میں جزاک اللہ خیرا ہی کہہ دو اس جملہ کے کہنے سے بھی بدلہ ہو جائے گا اور اس کے لئے دعا بھی کی جائے گی

آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہی تھی کہ آپ ہدیہ کا بدلہ اس ہدیہ سے زیادہ دیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معمول یہ تھا کہ فقیر کو دینے کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتی تھیں، کسی نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ: جب میں کسی کو دیتی ہوں تو وہ دعا کرتا ہے تو میرا صدقہ اس کے دعا کے بدلہ میں ہوگا تو اب میں ساتھ میں دعا اس لئے دیتی ہوں کہ اس کی دعا میری دعا کے بدلہ میں ہو جائے اور میرا صدقہ خالص ہو جائے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب افضل الصدقة" ص ۱۷۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من استعاذ منكم باللّٰه فاعيذوه ومن سال باللّٰه فاعطوه ومن دعاكم فاجيبوه ومن صنع اليكم معروفا فكافئوا فان لم تجدوا ما تكافئوه فادعوا له حتى تروا ان قد كافأتموه.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة الى الامام احمد واخرجه ابوداود ايضا فى كتاب الادب (باب فى الرجل يستعيذ من الرجل ببعض نقص وزيادة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ استعاذ: فعل، ضمیر فاعل۔ منکم: استعاذ کے متعلق اول۔ باللّٰہ: استعاذ کے متعلق ثانی: فعل فاعل اپنے دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اعیذوہ: فعل، ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من: حرف شرط۔ سال: فعل، ضمیر فاعل۔ باللّٰہ: متعلق سأل۔ فعل، فاعل اپنے متعلق سے مل کر شرط۔ فاعطوہ: جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من دعاکم: جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاجیبوہ: جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ من: حرف شرط۔ صنع: فعل، ضمیر فاعل۔ الیکم: منع کے متعلق۔ معروفا: مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فکافئوہ: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلہ ہو کر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ لم تجدوا: فعل ضمیر فاعل۔ ما: موصولہ۔ تکافئو: فعل فاعل۔ ہ: ضمیر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول تجدوا کا، پھر تجدوا فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر

شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ادعو ا: فعل، ضمیر فاعل۔ له: متعلق۔ حتی: حرف جار۔ تروا: فعل، ضمیر فاعل۔ ان: مخففہ من المثقلہ ضمیر محذوف اس کا اسم۔ کا فتتمو: فعل ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ان کی اور پھر یہ "تروا" کے لئے قائم مقام دومفعولوں کے پھر یہ تروا جملہ فعلیہ ہو کر بتاویل مفرد ہو کر مجرور ہو کر متعلق ہوا ادعوا کے ساتھ، ادعوا فعل اپنے فاعل اور متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا۔ شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۱) التعلیق الصبیح ۲/۳۶۳ (۲) التعلیق الصبیح ۲/۳۶۳، مظاہر حق ۲/۲۸۴

(۲۳۹) مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان

جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اس کو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کر دے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل میں اس کو برا جانے یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

لغات: فَلْیُغَیِّرْهُ: غَیَّرَهٗ، غَایَرَهٗ، بدل دینا، تغیر کر دینا۔ اَضْعَفُ: اسم تفضیل بمعنی کمزور جمع ضِعَاف و الضُّعَفَاء۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے تین درجات کو بیان فرمایا گیا ہے:

اول: یہ کہ آدمی غلط کام کو دیکھ کر اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے بشرطیکہ وہ اس پر قادر بھی ہو مثلاً گھر کا سربراہ یا استاذ وغیرہ۔

دوم: یہ کہ جب کوئی برائی دیکھے تو اس کی برائی اپنی زبان سے بیان کرے۔

سوم: یہ کہ برائی کو دیکھ کر اعراض کرے اور دل میں یہ خیال رکھے کہ یہ غلط کام ہو رہا ہے اگر دل میں بھی برائی کی برائی نہیں تو اب اس شخص کے ایماندار ہونے میں شک ہے۔

علماء کرام نے فرمایا ہے جس چیز کا حکم شرع نے وجوب کے درجہ میں دیا ہے تو اس کا حکم بھی واجب ہوگا اور جس کا امر مستحب ہے تو اس کا حکم بھی مستحب ہوگا اگر حرام تو روکنا بھی واجب اور مکروہ تو روکنا مستحب ہوگا۔ (۱) یہاں ایک قابل امر بات یہ ہے کہ روکنا اور نہی عن المنکر اس وقت ہے جب کہ فتنہ و فساد کا خوف نہ ہو اگر یہ خوف ہو تو اب اس صورت میں روکنا واجب نہیں بلکہ مستحسن ہوگا۔ (۲)

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ صرف حاکم اور طاقت ور مسلمانوں پر ہی عائد نہیں ہوتا بلکہ سب ہی لوگوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اچھی باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں اس میں مرد بھی داخل ہیں اور عورتیں بھی، آزاد بھی غلام بھی۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الامر بالمعروف" ص ۴۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی سعید الخدری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: من رأی منکم منکرا فلیغیّرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الایمان۔

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الایمان (باب کون النھی عن المنکر من الایمان) اخرجہ الترمذی فی ابواب الفتن (باب ما جاء فی تغییر المنکر)۔

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ رای: فعل، ضمیر فاعل۔ منکم: رای کے متعلق۔ منکرا: رای کا مفعول ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیغیر: فعل فاعل۔ ہ: مفعول۔ باء: حرف جار۔ یدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہوکر لیغیر کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ فان لم یستطع: جملہ فعلیہ ہوکر شرط بلسانہ: لیغیر محذوف کے متعلق ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ فان لم یستطع: جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فبقلبہ: جزا شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا (یا ان سب کو ایک دوسرے پر عطف بھی کر سکتے ہیں) ذلک: مبتداء۔ اضعف الایمان: مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۴/ ۶۴۶ (۲) مظاہر حق ۴/ ۶۴۶ (۳) مظاہر حق ۴/ ۶۴۷

(۲۴۰) مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَ هَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ اِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

جو شخص لوگوں سے مال لے اس کے ادا کرنے کے ارادہ سے تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ مال ادا کروا دیتے ہیں اور جو شخص مال لے ضائع کرنے کی نیت سے تو اللہ اس مال کو ضائع کروا دیتے ہیں۔

لغات: أدّی: (ض) تأدِيَةَ الشَّيْ ٔ بمعنی ادا کرنا، پہنچانا۔ أَتْلَفَهُ: تَلِفَ (س) تَلَفًا بمعنی ہلاک ہونا، برباد ہونا۔

تشریح: "یرید اداء ھا": جو قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت پر فیصلہ کرتے ہوئے اس کے ادا کرنے کی اشکال کو پیدا فرما دیتے ہیں، اس حدیث کے ذیل میں بعض محدثین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر اس کی نیت تھی اور دنیا میں ادا نہ بھی کر سکتا تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے قرض دار کو راضی کر دیں گے۔

"یرید اتلافھا": اگر قرض لینے والے کی نیت شروع سے ہی قرض ادا کرنے کی نہ ہو بلکہ صرف مال قرض لینے سے دوسرے کے مال کو ضائع کرنا مقصد ہو تو اللہ یہاں پر بھی اس کی نیت کے اعتبار سے فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس کے مال کو ضائع ہی فرما دیتے ہیں، عربی کا محاورہ ہے "کَمَا تَدِينُ تُدَانُ" کہ آدمی دوسرے کے ساتھ جیسا معاملہ کرتا ہے وہی معاملہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ: ایسی نیت رکھنے والے کی روزی میں اللہ تعالیٰ تنگی پیدا فرما دیتے ہیں کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ کیا تھا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص۲۵۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: من أخذ أموال الناس يريد أداء ها أدى الله عنه ومن أخذ يريد اتلافها أتلفه الله عليه

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الاستقراض واداء الديون والحجر والتفليس (باب من اخذا اموال الناس يريد اداء ها او اتلافها).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اخذ: فعل ضمیر ذوالحال۔ اموال الناس: اخذ کا مفعول۔ یرید: فعل فاعل۔ اداء ها: مفعول۔ یرید فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر حال۔ حال ذوالحال سے مل کر فاعل اخذا کا، اخذ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ ادی: فعل۔ لفظ اللّٰہ: فاعل۔ عنہ ادی کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ ومن اخذا يريد اتلافها اتلفه الله عليه: اس کی ترکیب بھی سابق ترکیب کی طرح ہے۔

(۲٤۱) مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ

جو شخص بلا رخصت یا بغیر (کسی شرعی) بیماری کے روزہ نہ رکھے تو تمام عمر روزہ رکھنا بھی اس کا بدل نہیں ہوسکتا اگرچہ تمام عمر ہی روزہ رکھتا رہے۔

لغات: أَفْطَرَ: اَلصَّائِم، کھانا اور پینا، فَطَرَ (ن، ض) فَطْراً الشَّئُ، پھاڑنا، فَطَرَ تَفَطَّرَ وَانْفَطَرَ بمعنی پھاڑنا۔

تشریح: "غير رخصة": شریعت نے جن لوگوں کو رخصت دی ہے (مثلا مسافر، عورت کا حاملہ ہونا، عورت کے ایام حیض ونفاس، بعض شرطوں کے ساتھ بوڑھا آدمی) اس کے علاوہ کوئی ویسے ہی روزہ چھوڑتا ہے تو اب یہ سخت ترین گناہ کا مرتکب ہوگا، درمختار میں ہے "وَلَوْ اَكَلَ عَمَدًا شُهْرَةً بِلَا عُذْرٍ يُقْتَلُ" جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاعلان کھاتا پیتا ہو اس کو قتل کردیا جائے گا۔

"لم يقض عنه صوم الدهر": بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو اب تمام زندگی روزہ رکھنے کے ساتھ بھی وہ بری الذمہ نہیں ہوسکتا مگر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمہور امت اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر رمضان میں قضاء کرنے سے فرضیت اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔[1]

اگر اس نے رمضان کا روزہ رکھنے کے بعد توڑا ہے تو پھر اس کو کفارہ کے طور پر دو مہینے کے روزے رکھنے ہوں گے۔[2] جمہور علماء کرام اس روزہ کو قیاس کرتے ہیں نماز پر کہ اگر کوئی نماز چھوڑ دے تو اب قضاء کرلے تو فرضیت ساقط ہو جاتی ہے تو اسی طرح یہاں پر بھی ساقط ہوگا یہ الگ بات ہے کہ رمضان کی برکات سے یہ محروم رہے گا۔ اس حدیث بالا کا جواب جمہور علماء کرام یہ دیتے ہیں کہ یہاں نبی کریم ﷺ نے دھمکی کے طور پر یہ فرمایا۔[3]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تنزیه الصوم" ص ۱۷۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنه صوم الدّهر کلّه وان صامه.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الصیام (باب ماجاء فی الافطار متعمدا) واخرجه ابو داود فی کتاب الصیام (باب التغلیظ فیمن افطر عمدا مع اختلاف یسیر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ افطر: فعل فاعل۔ یوما: موصوف۔ من رمضان: جار مجرور ثابتا کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر افطر کا مفعول۔ من: حرف جار۔ غیر رخصة: مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لا: زائد۔ مرض: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ لم یقض: فعل مجہول۔ عنه: یقض کے متعلق۔ صوم الدهر: مؤکد۔ کله: تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر نائب فاعل ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ ان صامه: جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ لم یقض: محذوف اس کی جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) التعلیق الصبیح ۲/۳۹۰ (۲) مظاہر حق ۲/۳۲۷ (۳) التعلیق الصبیح ۲/۳۹۰

(۲۴۲) مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ

جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کو بھی اسی کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے۔

لغات: جَهَّزَ: جَهَّزَهٗ، بمعنی تیار کرنا، مہیا کرنا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ شانہ کی رحیم وکریم ذات کا بڑا احسان ہے انسان پر کہ اگر ایک آدمی خود عمل نہیں کر سکتا تو اس کے لئے اس عمل کا راستہ اس طرح کھول دیا کہ اگر وہ کسی کے اس عمل پر آنے کا ذریعہ بن جائے اس صورت میں بھی اس کو اس عمل کا ثواب مل جاتا ہے جیسے اس حدیث میں بیان ہوا کہ ایک آدمی نے کسی کو افطار کرا دیا یا کسی مجاہد کا سامان تیار کر دیا تو اس کو بھی اس جیسا ثواب ملے گا کیونکہ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ سے ایک نیک کام میں مددگار ہوتا ہے۔ (۱)

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے گا تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ اور دوزخ کی آگ سے اس کی حفاظت کا سبب ہوگا اور اس کو روزے دار کے ثواب کی مانند ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ (۲)

یہ بھی ضروری نہیں افطار آدمی پر تکلف کرائے اور اکرام ضیف میں دسترخوان بھر دے بلکہ ہر شخص اس ثواب کو حاصل کر سکتا ہے، اسی روایت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ حضرت: ہم میں سے ہر شخص اس افطاری کے انتظام کی قدرت نہیں رکھتا، تو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ثواب اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عنایت فرما دیتے ہیں جو کسی روزے دار کو ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب رؤیت الھلال" کے بعد والے باب ص ۱۷۵ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن زيد بن خالدرضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللهﷺ: من فطّر صائما أو جهّز غازيا فله مثل أجره.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فی كتاب الصوم الى البيهقی فی شعب الايمان وايضا اخرجه البغوی فی شرح السنة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ فطر: فعل فاعل۔ صائما: مفعول، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ او: حرف عطف۔ جهز غازيا: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ له: ثبت فعل محذوف کے متعلق۔ مثل اجره: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر ثبت کے لئے فاعل ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق (۲) مشکوۃ ص ۱۷۴

(۲۴۳) مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ

جس نے میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

لغات: عَصَانِيْ: بمعنی نافرمانی کرنا۔

تشریح: آپ ﷺ کا حکم بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے کیونکہ جو کچھ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا ہے وہ عین منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ کو فرمان میں اپنی اشتہاء سے بھی محفوظ فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾۔

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ میں بھی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے کسی کو پس و پیش اور ماننے نہ ماننے کا اختیار نہیں اسی طرح اس کے لئے رسول کا بھی یہی حکم ہے یہ امر تو واضح ہے۔

دوسرے جزء میں امیر کی اطاعت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی، یہ

بھی ضروری نہیں کہ امیر باصلاحیت ہوتب ہی اس کی اطاعت کی جائے بلکہ ایک روایت میں آیا کہ اگر کسی نکٹے اورکان کٹے غلام کوتمہارا امیر بنایا جائے اور وہ اللہ کے قانون کے مطابق تم پر حکمرانی کرے تو تم اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو(۱) اس میں بھی اولوالامر کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت بیان کی گئی ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ طاعت امیر امر معصیت میں نہیں ہوگی جیسا کہ صحیحین کی روایت میں آیا ہے کہ "لاَ طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ" (۲) کہ طاعت گناہ کے کاموں میں نہیں بلکہ طاعت تو نیک کاموں میں ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الامارة و القضاء" ص ۳۱۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من أطاعنی فقد أطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله ومن يطع الامير فقد أطاعنی ومن يعص الامير فقد عصانی وانّما الامام جنّة يقاتل من ورائه ويتّقی به فان أمر بتقوی الله وعدل فانّ له بذلک أجرا وان قال بغيره فانّ عليه منه متّفق عليه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب يقاتل من وراء الامام ويتقی به) اخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب وجوب اطاعة الامراء فی غير معصية وتحريما فی المعصية) عن ابی هريرة.

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اطاعنی: فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ اطاع: فعل فاعل۔ لفظ اللّٰه: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ من عصانی: جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فقد عصی الله: جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ من يطع الامير: شرط۔ فقد اطاعنی: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ واؤ: حرف عطف۔ من يعص الامير: شرط۔ فقد عصانی: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوفوں سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

---

(۱) مشکوۃ عن مسلم (۲) مظاہر حق (۳) مشکوۃ

(۲۴۴) مَنْ أَخَذَ الْأَرْضَ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ أَرَضِيْنَ

جس شخص نے کسی کی زمین کا کوئی حصہ بھی ناحق لیا تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کی تہہ تک دھنسایا جائے گا۔

لغات: خُسِفَ: (ض) خُسِفَ فِي الْأَرْض بمعنی زمین میں دھنسانا۔ أَرَضِيْن: أَرْضُوْن، أُرُوْض، أَرَاض، جَمْعُ الْأَرْض، بمعنی زمین۔

تشریح: اسلام نے انسانی حقوق کے تحفظ کا جو اعلیٰ تصور پیش کیا ہے اور اسلامی شریعت نے حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو جن سزاؤں اور عقوبتوں کا مستوجب قرار دیا ہے یہ حدیث گرامی اس کا ایک نمونہ ہے۔ (۱)

چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص زمین کا کوئی بھی حصہ ناحق لے گا اسے حشر کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس زمین کی مٹی اپنے سر پر اٹھائے۔ (۲)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بالشت بھر بھی زمین از راہ ظلم لے گا اسے اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ اس زمین کو ساتویں طبقہ زمین تک کھودتا رہے پھر وہ زمین اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی اور وہ قیامت تک اسی حال میں رہے گا تا آنکہ لوگوں کا حساب کتاب ہو جائے۔ (۳)

مقصود یہ کہ مختلف احادیث میں حضور ﷺ نے شفقت فرماتے ہوئے اس امر پر خصوصی تنبیہ فرمادی کہ مسلمانوں کے لئے کسی کا مال بلا اجازت لے لینا یہ کس قدر مذموم حرکت ہے اور دنیا کے اعتبار سے اخلاق وتہذیب کے خلاف بات ہے اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی سخت ترین سزاؤں کا موجب ہے، اسی لئے اس پر توجہ دی جائے اور کسی کے مال کو بدون اس کی اجازت کے نہ لیا جائے۔ ایک حدیث میں آتا ہے وہ جسم جو حرام مال سے پرورش پائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الغصب والعارية" ص ۲۵۶ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سالم عن ابيه قال: قال رسول الله ﷺ: من اخذ من الارض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی ابواب المظالم والقصاص (باب اثم من ظلم شيئامن الارض).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اخذ: فعل فاعل۔ من الارض: اخذ کے متعلق۔ شيئا: موصوف۔ باء حرف جار۔ غير حقه: تمام مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور ہو کر ثابتا کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر اخذ کا مفعول، اخذ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ خسف: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل۔ يوم القيامة: مفعول فیہ۔ الى: حرف جار۔ سبع ارضين: مضاف ایک دوسرے سے مل کر مجرور، پھر خسف کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۳/۱۵۳ (۲) مشکوۃ ۲۵۶ (۳) مشکوۃ ۲۵۶ (۴) مشکوۃ ۲۴۳

(۲۴۵) مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لاَ یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ

جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے درحقیقت مجھ کو ہی دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ہے۔

لغات: یَتَمَثَّلُ: مَثَّلَ، تَمْثِیْلاً الشَّیَٔ لِفُلَانٍ، ہو بہو تصویر بنانا۔

تشریح: محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر طویل بحث فرمائی ہے مختصر یہ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس کو خبر دے دو کہ اس کا خواب سچا ہے اضغاث الاحلام میں سے نہیں ہے کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو کسی بھی حالت میں دیکھے ہر حالت میں میں ہی ہوں گا شیطان میری کسی صورت سے بھی نقل نہیں کر سکتا۔ (۲)

تیسرا مطلب یہ ہے کہ جس نے خواب میں میرا دیدار کیا وہ قیامت میں بھی میرا دیدار کرے گا بعض علماء کرام نے فرمایا کہ: یہ ارشاد آپ کے زمانے کے ساتھ خاص تھا کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اللہ اس کو میری زیارت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا اوہ وہ حالت بیداری میں بھی میرا دیدار کرلے گا۔

سوال: شیطان اللہ جل جلالہ کی شکل میں تو آ سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شکل نہیں بنا سکتا؟

جواب: اس سوال کے محدثین نے بہت سے جوابات دیئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو ہادی اور راشد بنا کر بھیجا اس کے مدمقابل شیطان کہ وہ ضلالت اور گمراہی پیدا کرنے کے لئے ہے تو اس میں یہ ضد ہوئے جیسے آگ اور پانی ضد آپس میں جمع نہیں ہو سکتے بخلاف خدا کے کہ اللہ میں صفات ضلالت بھی ہے اور صفات ہدایت بھی متضاد صفات کو جامع ہے اس لئے شیطان خدا کی شکل میں آ سکتا ہے اور نبی کی شکل میں نہیں آ سکتا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرؤیا" ص۳۹۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری (فی کتاب التعبیر) واخرجه مسلم (فی کتاب الرؤیا).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ رانی: فعل ضمیر فاعل۔ ی: مفعول۔ فی المنام: رای کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ رانی: فعل فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الشیطن: ان کا اسم۔ لا یتمثل: فعل ضمیر فاعل۔ فی صورتی: متعلق یتمثل کے ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل۔ معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاہ ۹/۲۴ (۲) حاشیہ مشکوۃ (۳) اشعۃ اللمعات ۳/۶۸۱ ومظاہر حق ۴/۳۲۳

(۲۴۶) مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

جو شخص کسی ایسی چیز کا دعوی کرے جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اس کو

چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔

لغات: وَلْیَتَبَوَّأْ:۔ تَبَوَّأَ الْمَکَان وَبِهِ، اقامت کرنا۔

تشریح: مسلمان کی طرح اس کا مال بھی محترم ہے بغیر اس کی اجازت کے مال لینا حرام ہے، چنانچہ صریح ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جان لو کسی بھی دوسرے شخص کا مال اس کی رضا وخوشی کے بغیر حلال نہیں ہے،(۱) اسی لئے فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ "لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَخْذُ مَالِ اَحَدٍ بِغَیْرِ سَبَبٍ شَرْعِیٍّ" (۲) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کا مال بغیر سبب شرعی کے لے لے۔

روایت بالا میں بھی اس امر پر تنبیہ ہے کہ کسی کے مال پر بلا وجہ دعوی کرنا اپنی ملک ثابت کرنے کے لئے کس قدر عظیم گناہ ہے کہ اسے اپنی ملکیت میں شمار نہیں فرمایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو لوٹ مار کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔(۳)

غرض کسی بھی طرح دوسرے کے مال پر قبضہ بدون اس کی اجازت کے جائز نہیں ہے۔ ایک جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: کسی سے لی ہوئی چیز ہاتھ پر ہے جب تک واپس نہ کردی جائے(۴)۔ مطلب یہ ہے کہ جس کسی سے کوئی چیز لی ہے جب تک اس کو واپس نہ کرلے اس لینے والے کے ذمہ واجب الادا ہے(۵) بسا اوقات آدمی ہنسی مذاق میں دوسرے کا مال لے لیتا ہے اور نیت واپس کرنے کی نہیں ہوتی آج کل جیسے لوگ کرتے ہیں اس کی بھی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے چنانچہ فرمایا کہ: تم میں سے کوئی بھی اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی ہنسی مذاق میں اس مقصد سے نہ لے کہ وہ اس کو رکھ لے گا۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے عصا لے وہ اس کو واپس کردے۔(۶)

"ولیتبوأ مقعده من النار": ظاہر ہے کہ جب وہ ملکیت قہری ہوگا تو اس کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کیا ہوگا۔ ایک جگہ صاف ارشاد عالی ہے کہ: اگر موسی علیہ السلام بھی ہوتے تو ان کو بھی میرے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔(۷) بہر حال یہاں پر خروج حقیقی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ عمل مسلمان کی شان کے مناسب نہیں ہے، حاصل یہ کہ وہ ایسا شخص نہیں جس کو مسلمان برادری کا فرد سمجھا جائے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاقضية والشهادات" ص ۳۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه انّه سمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من ادّعی مالیس له فلیس منّا ولیتبوّأ مقعده فی النّار.

تخریج حدیث: **اخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر) عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما.**

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ ادعی: فعل ضمیر فاعل۔ ما: موصول۔ لیس: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ لہ: کائنا کے متعلق ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر ادعی کے لئے مفعول ہوا، پھر یہ شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیس: فعل ناقص ضمیر اس کا اسم۔ منا: محذوف کے متعلق ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ لیتبوا: فعل، ضمیر فاعل، مقعدہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول۔ من النار: متعلق۔ لیتبو فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل

کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مشکوۃ ۲۵۵ (۲) ھندیہ ۲/۷۷۸ (۳) مشکوۃ ۲۵۵ (۴) مشکوۃ ۲۵۵
(۵) مظاہر حق ۱۵۶ (۶) مشکوۃ ۲۵۵ (۷) مظاہر حق ۳/۱۵۷

(۲٤٧) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے تمام وہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو اس نے اس سے پہلے کئے تھے اور جو شخص رمضان میں کھڑا ہوا ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر تو اس کے وہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہین جو اس نے اس سے پہلے کئے تھے۔

لغات: قَامَ: (ن) قَوْمًا وَقِیَامًا بمعنی کھڑا ہونا، مراد یہاں پر تراویح پڑھنا ہے۔

تشریح: "**ایمانا**": اس لفظ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عمل کرنے والے کا شریعت پر پورا یقین ہو اور وہ اس جذبہ کے ساتھ اس عبادت کو پورا کرے کہ شریعت نے یہ عبادت میرے اوپر ضروری قرار دی ہے اس کو کروں گا تو باعث اجر وثواب اور تقرب الٰہی کا باعث ہوگی اور اگر میں نہیں کروں گا تو شریعت کی نگاہ میں گناہ گار رہوں گا۔

"**واحتسابا**": اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضامندی ہی اس عبادت کا مقصود ہے اور جس اجر کا شریعت نے وعدہ کیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اس عبادت کو پورا کرے۔

"**غفر له ماتقدم من ذنبه**": اس کے پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اور محققین علماء کرام فرماتے ہیں کہ: ان جیسی روایات سے صغیرہ گناہ کی معافی مراد ہوتی ہے کبیرہ گناہ نہیں اس کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے اور کوئی ایسا خوش نصیب شخص ہو کہ اس کے گناہ ہی نہ ہوں تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہ عبادت اس کے درجات بلند ہونے کے لئے سبب بن جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الصوم" ص ۱۷۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرۃ رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدّم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غُفر له ما تقدّم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غُفر له ما تقدّم من ذنبه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی باب الترغیب فی قیام رمضان واخرجه البخاری فی کتاب الصوم

(باب فضل لیلة القدر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ صام: فعل، ضمیر ذوالحال۔ ایمانا: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ احتسابا: معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر صام کا فاعل۔ رمضان: مفعول۔ صام فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ غفر: فعل مجہول۔ لہ: غفر کے متعلق۔ ما: موصولہ۔ تقدم: فعل، ضمیر فاعل۔ من ذنبہ: تقدم کے متعلق ہوکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر غفر کے لئے نائب فاعل ہوکر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ (آگے جملہ کی ترکیب بھی بعینہ سابق کی طرح ہے)

من قام رمضان ایمانا واحتسابا: شرط۔ **غفر لہ ما تقدم من ذنبہ:** جزا، جملہ شرطیہ۔ **من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا:** شرط۔ **غفر لہ ما تقدم من ذنبہ:** جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۲۴۸) مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلاَ يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَ نَا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ الاِنْسُ

جو شخص اس بدبودار درخت سے کچھ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتہ بھی ان چیزوں سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جن سے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔

لغات: اَلْمُنْتِنَة: اسم فاعل عَنْ اِفْعَال نَتِنَ (ض، س) نَتْنًا وَنَتُنَ (ک) نَتَانَةً بمعنی بدبودار ہونا۔ تَتَاَذّٰى: تکلیف پہنچنا اذِیَ (س) اَذًی تکلیف پانا، قال تعالی: ﴿قُلْ هُوَ اَذًى﴾. الاِنْسُ: بمعنی آدمی، اَنِسَ: (س، ک) (ض) اُنْساً، بِهٖ، اِلَيْهِ بمعنی مانوس ہونا۔ محبت کرنا۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ بدبودار چیز کھا کر کوئی شخص مسجد میں نہ آئے کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اللہ خود پاک ہیں تو وہ گندگی کو پسند نہیں کرتے، اسی طرح فرشتے بھی پاک ہیں وہ بھی گندگی کو پسند نہیں کرتے۔

"هذه الشجرة المنتنة": اس سے کون سا درخت مراد ہے؟

تو بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ پیاز کا اور بعض نے لہسن کا اور بعض نے اور بھی دوسرے درختوں کے بارے میں فرمایا ہے، مگر اس میں قانون یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں بدبو ہو خواہ اس کا تعلق کھانے پینے کے ساتھ ہو یا کسی اور چیز کے ساتھ ہو مثلاً منہ کی غلاظت بغل کی بدبو کپڑے کا گندا ہونا وغیرہ سب اس میں داخل ہوں گی۔

"فلا یقربنّ": اور دوسری روایت میں ایسے شخص کے لئے فرمایا کہ قبرستان میں جائے مسجد میں نہ آئے تاکہ پہلے بدبو کو ختم کرکے اپنے کو پاک وصاف کرلے جیسے کہ خداوند قدوس کا حکم ہے ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ زینت پکڑو مسجد کے لئے۔

"مسجدنا": علماء کرام فرماتے ہیں: اس میں مدرسہ جہاں پر قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی ہو یا ذکر وتسبیح کے حلقے لگتے ہوں یا وعظ ونصیحت کی جگہ ہو سب شامل ہیں کیونکہ ان سب جگہوں پر فرشتوں کا کثرت سے نزول ہوتا رہتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد ومواضع الصلوۃ" ص ۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من أکل من ھذہ الشّجرۃ المنتنۃ فلا یقربنّ مسجدنا فان الملائکۃ تتاذّی مما یتاذی منہ الانس.

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب المساجد (باب نھی من اکل ثوما او بصلا او کراثا)، واخرجہ البخاری فی کتاب الاذان (باب ماجاء فی الثوم والنی والبصل والکراث).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ اکل: فعل، ضمیر فاعل۔ من: حرف جار۔ ھذہ: اسم اشارہ۔ الشجرۃ المنتنۃ: موصوف صفت سے مل کر مشار الیہ ہو کر مجرور ہوا، پھر جار مجرور متعلق اکل فعل کے ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لا یقربن: فعل، ضمیر فاعل۔ مسجدنا: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ الملئکۃ: اسم۔ تتاذی: فعل فاعل۔ من: حرف جار۔ ما: موصولہ۔ یتاذی: فعل۔ منہ: یتاذی کے متعلق۔ الانس: فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور ہو کر تتاذی کے متعلق ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

(۲۴۹) مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ السِّكِّيْنِ

جس شخص کو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ہی ذبح کر دیا گیا

لغات: قَاضِيًا: قَضِیَ (س) قَضَاءً، فیصلہ کرنا، حاجت پوری کرنا جمع قُضَاۃ قَاضِیُ الْقُضَاء: قاضیوں کا رئیس، چیف جسٹس۔ سِكِّيْن: بروزن حِرِّيْف، بمعنی چھری جمع سَكَاكِيْن.

تشریح: یہاں پر ذبح کے معروف معنی یعنی ہلاکت بدن مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں پر معنی ہلاکت روحانی یعنی چین وسکون کی ہلاکت مراد ہے (۱) مطلب یہ ہے کہ عہدۂ قضا ایک ابتلاء ہے، قاضی انتہائی سخت ترین جگہ پر ہوتا ہے کہ امور مسلمین کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے ذرا سی لغزش سے دین کا زبردست نقصان ہوتا ہے اسی لئے حدیث میں قاضی بننے کی خواہش کرنے سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ حکومت وسیاست کی طلب نہ کرو کیونکہ تمہاری طلب وخواہش پر دے دی گئی تو تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور بغیر طلب وخواہش کے تم کو دے دی گئی تو پھر تمہاری مدد کی جائے گی۔ (۲)

بغیر اعانت الٰہی کے امارت انتہائی مشکل کام ہے جو ناممکن ہے کہ صحیح طور پر ادا ہو سکے، ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بغیر طلب کے امیر و قاضی بنا دیا جائے تو ایک فرشتہ اس پر مسلط کیا جاتا ہے جو اس کو امور صحیح کی طرف رہنمائی کرتا ہے (۳) ایک جگہ یوں ارشاد عالی ہے کہ تم سب سے بہترین شخص اس کو پاؤ گے جو اس چیز یعنی امارت وقضا بہت زیادہ ناپسند کرتا ہو۔ (۴)

ان سب کے باوجود اگر ایسا ہے کہ مسلمانوں کے امور امارت وقضا کو سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر صلاحیت رکھتا ہو تو

اپنے آپ کو امارت وقضا کے لئے پیش کرنا یہ واجب ہے۔(۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب العمل فی القضاء والخوف منه" ص ۳۲۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر السکین.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی أوائل کتاب القضاء (باب فی طلب القضاء) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الأحکام (باب ذکر القضاء) وأخرجه التّرمذی فی ابواب الاحکام (باب ماجاء عن رسول اللّٰه ﷺ فی القاضی).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ جعل: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل۔ قاضیا: مفعول۔ بین الناس: مفعول فیہ، جعل فعل اپنے نائب فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ شرط۔ فاء: جزائیہ۔ قد: حرف تحقیق۔ ذبح: فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل۔ باء: حرف جار۔ غیر سکین: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ذبح کے متعلق ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۳/۶۹۳ (۲) مشکوۃ ۳۲۰ (۳) مشکوۃ ۳۲۴ (۴) مشکوۃ ۳۲۰ (۵) فتاوی ہندیہ ۳/۳۰۶

(۲۵۰) مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ

جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم کھائی تو اس نے شرک کا کام کیا

لغات: حَلَفَ (ض) حَلْفًا وَحِلْفًا بمعنی قسم کھانا، جمع "احلاف"۔

تشریح: اللہ ہی ایسے کمال عظمت وجلالت کا مالک ہے اس کے ہی نام سے قسم کھائی جائے، جو غیر اللہ کی قسم کھاتے ہیں مثلا تمہارے باپ کی قسم! تمہاری اولاد کی قسم! یا تمہارے سر کی قسم! وغیرہ اس شخص نے غیر اللہ کو خدا کے مشابہ قرار دے دیا اس لئے اگر اعتقاد ان کی تعظیم اور عظمت کے ساتھ قسم کھائی ہے تو وہ شرک ہو گیا، اگر اعتقاد نہیں تھا جب بھی صحیح نہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑوں یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں ایک قسم بھی غیر اللہ کی کھاؤں۔(۱)

ہاں یہ بات الگ ہے کہ کسی قسم کی پہلے سے عادت ہے بغیر ارادہ کے اس کے منہ سے یوں ہی نکل جاتا ہے کہ تمہارے باپ کی قسم! تمہارے بیٹے کی قسم! وغیرہ تو ایسے شخص پر شرک کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ یہ قصدا ایسا نہیں کر رہا ہے مگر تب بھی اس کو احتیاط کرنے کا حکم دیا جائے گا۔(۲)

سوال: خدا تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قرآن میں متعدد جگہوں پر قسم کھائی ہے یہ کیونکر جائز ہوا؟

جواب: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ يُقْسِمُ بِمَا شَاءَ مِنْ خَلْقِهِ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُقْسِمَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے مگر کسی دوسرے کے لئے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الایمان والنذر"ص ۲۹۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من حلف بغیر اللہ فقد اشرک.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب النّذور والایمان (فی الباب الذی بعد باب فی کراهية الحلف باللہ).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ حلف: فعل، ضمیر فاعل۔ بغیر اللہ: حلف کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فقد اشرک: جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق ۳/ ۴۸۸ (۲) مظاہر حق ۳/ ۴۹۵ (۳) الاتقان فی علوم القرآن

(۲۵۱) مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلی بات کرے یا چپ رہے۔

لغات: فَلْيُكْرِم: إِكْرَامًا، أَكْرَمَهُ، بمعنی عزت کرنا، تعظیم کرنا، تَكَرَّمَ، بتکلف اکرام کرنا۔ لِيَصْمُتْ: صَمَتَ (ن) صَمْتًا وَصُمُوْتًا بمعنی خاموش رہنا، صَمَّتَ، أَصْمَتَ: خاموش رہنا، خاموش کرنا۔

تشریح: "فلیکرم ضیفه": ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مہمان کا اکرام یہ ہے کہ جب وہ آجائے تو اس پر خوشی کا اظہار کرے اور پھر اس کا تین دن تک اکرام کرے پہلے دن اپنی حیثیت کے مطابق اور کچھ تکلف کرے تو اچھا ہے اور پھر دوسرے اور تیسرے دن جو کچھ حاضر ہوا سے حاضر کر دے، تین دن کے بعد جب تک بھی اکرام کرتا ہے تو پھر اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(۱)

"لا یؤذ جاره": اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے، اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پڑوسی کا سب سے کم درجہ کو اس جزء میں یہاں فرمایا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ احسان نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کو تکلیف تو نہ دو، ایک دوسری روایت میں "فَلْيُحْسِنْ

اِلٰی جَارِہٖ" ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی ہر ممکن مدد کرے اگر وہ حاجت مند ہو تو اس کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کی جائے اگر وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا تو اس کی مدد کی جائے۔(۲)

"فلیقل خیراً أو لیصمت": اس جیسے مضمون کی ایک روایت پہلے گذر چکی ہے "مَنْ صَمَتَ نَجَا" خاموش رہنے والا نجات پاتا ہے، بولنے سے پہلے سوچ لے کہ اگر اس بات میں خیر اور ثواب ہے تو اس کو بولے ورنہ اپنی زبان بند رکھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اَلنَّاسُ بِعُقُوْلِهِمْ وَعُقُوْلُهُمْ بِكَلَامِهِمْ" کہ لوگ اپنی اپنی عقول سے ممتاز ہوتے ہیں، ان کی عقول ان کے کلام سے ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الضیافۃ" ص ۳۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفه ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیصمت وفی روایة بدل الجار ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیَصل رحِمه.

اخرجه البخاری فی کتاب الادب (باب من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ) واخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب الحثّ علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت)

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ کان: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ یؤمن: فعل، ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ لفظ اللہ: معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ الیوم الاخر: موصوف صفت سے مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہو کر یؤمن کے متعلق، پھر یؤمن کان کی خبر، کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیکرم: فعل فاعل۔ ضیفه: مفعول، لیکرم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ (آگے کے جملوں کی ترکیب ماقبل کی ترکیب کی طرح ہے)"من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر": شرط۔ فلا یؤذ جارہ: جزاء۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر: شرط۔ فلیقل خیرا او لیصمت: جزاء

---

(۱) مرقاۃ ۲۰۱/۸ (۲) مرقاۃ ۲۰۱/۸

(۲۵۲) مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ

جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے نصف رات کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور جس شخص نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اس نے تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

لغات: اَلْعِشَاء: بکسر العین، عشاء کی نماز، بفتح العین رات کا کھانا۔

تشریح: اس حدیث کے عموماً دو مطلب بیان کئے جاتے ہیں:

اول: یہ کہ جو ظاہری الفاظ حدیث سے مفہوم ہو رہا ہے کہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کا ثواب آدھی رات تک نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے (۱) اور فجر کی نماز پڑھنے کا ثواب پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

دوم: مطلب بعض علماء نے یہ بیان فرمایا کہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا ثواب آدھی رات نماز پڑھنے کے برابر ہے اور پھر جب اس نے فجر کی نماز پڑھ لی تو اب بقیہ آدھی رات نماز کا ثواب بھی اس کو ملا، اب دونوں نمازوں (عشاء فجر) کے پڑھنے سے اس کو پوری رات نماز کا ثواب ملا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضائل الصلوۃ" ص ۶۲ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عثمان رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من صلّی العشاء فی جماعة فکانّما قام نصف اللّیل ومن صلّی الصبح فی جماعة فکانّما صلّی اللّیل کلّہ.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب المساجد (باب فضل الجماعة).

ترکیب حدیث: من: شرط۔ صلی: فعل فاعل۔ العشاء: مفعول۔ فی جماعة: صلی کے متعلق، صلی فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ کان: حرف شبہ بالفعل۔ ما: کافہ عن العمل۔ قام: فعل فاعل۔ نصف اللیل: قام کے لئے مفعول، قام فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

من صلّی الصّبح فی جماعة فکانّما صلّی اللّیل کلہ: بعینہ ماقبل کی ترکیب کی طرح ہے۔

---

(۱) بعض علماء کے نزدیک نماز سے مراد مطلقاً عبادت ہے۔

(۲۵۳) مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ

جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا اس کا نسب (قیامت میں) اس کو آگے نہیں لے جائے گا۔

لغات: بَطَّأَ: بمعنی دیر کرنا، مؤخر کرنا، بَطَاءَ (ک) بُطَاءً بِطَاءً، دیر کرنا۔ یَسْرَعُ: بمعنی جلدی کرنا، فِي الْمَشْيِ، جلدی چلنا۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ انسان کو آخرت کی کامیابی کے لئے اپنے حسب ونسب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے تو اب اگر ایک آدمی بلند حسب ونسب والا ہے مگر اعمال صالحہ میں کوتاہی کرتا ہے تو آخرت کے اعتبار سے یہ ناکام ہوگا، بخلاف اس کے کہ آدمی زیادہ حسب ونسب والا تو نہیں مگر اعمال صالحہ کرنے والا ہے تو انشاء اللہ آخرت کے اعتبار سے یہ کامیاب ہوگا کیونکہ انسان کا اللہ کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہیں اگر انسان خدا کے ساتھ تعلق کرنا چاہتا ہے تو تعلق اعمال اور تقوی سے ہوسکتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ کا خود ارشاد ہے ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ﴾ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اسی مفہوم کو حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کسی کالے کو گورے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے ساتھ، ملا جامی نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ترجمہ: اے جامی! جب تم اس پر عاشق ہو تو اب حسب ونسب کے چکر میں نہ پڑو کیونکہ اس راستے میں فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص۳۲ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدّنيا نفس اللّٰہ عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن ستر مسلما ستره اللّٰہ في الدنيا والاخرة، واللّٰہ في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه، ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل اللّٰہ به طريقا الى الجنّة، وما اجتمع قوم في بيت من بيوت اللّٰہ يتلون كتاب اللّٰہ ويتدارسونه بينهم الاّ نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرّحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم اللّٰہ فيمن عنده ومن بطّأ به عمله لم يسرع به نسبه.

تخریج الحدیث: اخرجه ابو داود في كتاب العلم (باب فضل العلم) واخرجه مسلم في كتاب الذّكر والدّعاء (باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ بطاء: فعل۔ به: جار مجرور بطاء کے متعلق۔ عمله: بطاء کا فاعل۔ بطاء فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر شرط۔ لم یسرع: فعل۔ به: یسرع کے متعلق۔ نسبه: فاعل، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۲۵۴) مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

جو شخص اللہ کی رضامندی کے لئے حج کرے نہ اس میں ہم بستری کرے اور نہ ہی برے کام کرے تو وہ ایسا واپس آتا ہے جیسے کہ جس دن اس کی ماں نے جنا تھا۔

لغات: رَفِثَ: (ن) رَفْثًا (س) رَفَثاً فِي الْكَلَامِ، گندی بات کرنا۔ اسی سے رَفَث آتا ہے، بمعنی جماع کرنا، قال تعالیٰ ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ﴾۔ فَسَقَ: (ن. ض. ک) فِسْقًا، وَفُسُوقًا، بمعنی بدکاری کرنا اسی سے فَاسِق آتا ہے۔ اس کی جمع فَسَقَه، فُسَّاق آتی ہے۔ وَلَدَ: (ض) وِلَادَةً بمعنی پیدا کرنا، جننا۔

تشریح: جو شخص اللہ کے لئے حج کرے حج کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ مثلاً تجارت شہرت وغیرہ تو اس کے لئے اس حدیث میں یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ایسے حج کرنے والے کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور گویا کہ وہ آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے بشرطیکہ اپنے آپ کو حج کے ایام میں رفث اور فسق سے بچا کر رکھے۔ علامہ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول "رفث" ہر اس چیز کو کہتے

ہیں جس کو مرد عورت سے چاہتا ہے بعض کہتے ہیں رفث فحش اور بری بات کو کہتے ہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: فسوق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے محرم کو منع کیا گیا ہے وہ چھ چیزیں ہیں:
اوّل: وطی اور جو وطی کی طرف مائل کریں مثلاً بوسہ وغیرہ۔
دوم: خشکی کا شکار۔
سوم: بالوں کا اور ناخن وغیرہ کو کاٹنا۔
چہارم: بدن یا کپڑے وغیرہ میں عطر کا استعمال، یہ چار چیزیں مرد اور عورت دونوں کے لئے منع ہیں اور دو چیزیں صرف مردوں کے لئے منع ہیں۔
پنجم: سلا ہوا کپڑا اور موزہ پہننا۔
ششم: سر کا ڈھانکنا۔
ان چیزوں سے بچتے ہوئے حاجی حج کرے گا تو پھر اس کے لئے حدیث بالا والی فضیلت ہوگی کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو کر گھر لوٹے گا جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔
یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب المناسک" ص ۲۲۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:
وعنه رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناسک (باب فضل الحج المبرور) واخرجه مسلم فی کتاب الحج (باب فضل الحج والعمرة).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ حج: فعل فاعل۔ للہ: حج کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ فلم یرفث ولم یفسق: ایک دوسرے پر عطف ہو کر شرط۔ رجع: فعل، ضمیر ذو الحال۔ ک: حرف جار۔ یوم: موصوف۔ ولدته: فعل۔ ہ: ضمیر مفعول۔ امہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور ہو کر محذوف کے متعلق ہو کر حال، حال ذو الحال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۲۵۵) مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ

جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے درجہ پر پہنچا دے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر ہی مرا ہو

لغات: فِرَاشِهٖ: بمعنی بچھونا، بستر، اس کی جمع "أَفْرِشَة" وغیرہ آتی ہے، (ن، ض) فَرْشًا، بچھانا۔

تشریح: "بصدق بلغه الله منازل الشهداء": طلب صادق کی وجہ سے شہداء جیسا اس کو ثواب ملتا ہے۔(۱)

علماء کرام فرماتے ہیں: اس کو شہداء کا ثواب اس کی نیت کی بناء پر مل رہا ہے، حدیث میں بھی آتا ہے "نِیَّةُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ" آدمی کی نیت اس کے عمل سے بڑھی ہوئی ہے، شہادت کی نیت کے ساتھ مرنے والا اگرچہ بستر پر مر رہا ہے اس کو حکمی شہید کہا جائے گا حقیقی شہید وہ ہوتا ہے جو میدان جنگ میں پایا جائے اس حال میں اس کے جسم پر زخم کے نشانات موجود ہوں مگر یہ بستر پر مرنے والا جو زندگی بھر جہاد میں شرکت کی نیت کرتا رہا مگر اس کو عملی طور پر شرکت کرنے کا موقعہ نہیں ملا تو "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کی وجہ سے اس کو شہید والا درجہ مل گیا۔

علماء فرماتے ہیں: اس حکمی شہید پر حقیقی شہید والا معاملہ دنیا میں نہیں کیا جائے گا کیونکہ حقیقی شہید کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ اس کے جسم سے خون وغیرہ کو صاف کیا جاتا ہے مگر اس حکمی شہید کو غسل بھی دیا جائے گا جبکہ اس کے ساتھ وہ تمام کام کئے جائیں گے جو ایک عام آدمی کے مرنے پر کیا جاتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الجهاد" ص ۳۲۰ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سهل بن حنیف رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وان مات علی فراشه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله تعالیٰ).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ سال: فعل فاعل۔ لفظ الله: مفعول اول۔ الشهادة: مفعول ثانی۔ بصدق: سال کے متعلق، پھر سأل فعل اپنے فاعل متعلق اور دونوں مفعولوں سے مل کر شرط۔ بلغ: فعل ضمیر فاعل۔ ہ: مفعول۔ لفظ اللّٰه: فاعل۔ منازل الشهداء: مضاف مضاف الیہ مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ ان: حرف شرط۔ مات: فعل فاعل۔ علی فراشه: مات کے متعلق ہو کر شرط۔ بلغه الله منازل الشهداء: جزاء، اس کی جزاء محذوف ہے کیونکہ ماقبل کا یہ جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

(۱) مرقاۃ ۷/۲۷۹

(۲۵۶) مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِیَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جس شخص نے اللہ کے راستے کی نیت سے گھوڑا پالا اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کو سچ جانتے ہوئے تو اس گھوڑے کا کھانا پینا اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے اعمال کے ساتھ تولا جائے گا۔

لغات: اِحْتَبَسَ: بمعنی قید کرنا، روکنا، لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ حَبَسَ (ض) حَبْسًا بمعنی قید کرنا، روکنا۔ شِبْعَة:

اتنا کھانا جس سے پیٹ بھر جائے، شَبِعَ (س) شَبْعًا بمعنی آسودہ ہونا۔ رِیَّۃ: رِیًّا، سیراب ہونا، رَوْثَۃٌ: بمعنی لید جمع أَرْوَاث، رَاثَ (ن) رَوْثًا الفرس، گھوڑے کا لید کرنا۔

تشریح: "ایمانا باللّٰہ و تصد یقابو عدہ": مطلب یہ ہے کہ اس نے جہاد اور دشمنوں سے لڑائی کے لئے جو گھوڑا پالا اس میں اس کی نیت محض اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کی ہو اور جو اللہ نے اس پر وعدہ فرمایا ہے اس پر استحضار ہو۔(۱)

"شبعہ وریہ": اس سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جس سے جانور اپنا پیٹ بھرتا ہے اور سیراب ہوتا ہے مثلاً گھاس دانہ، بھوسا وغیرہ، حدیث بالا سے معلوم ہوا ان تمام چیزوں کا ثواب قیامت کے دن اس کے اعمال میں لکھا ہوا ہوگا اور پھر اعمال کے ترازو میں اس کو تولا بھی جائے گا۔(۲) آج تو یہ پیشاب پاخانہ کی شکل میں ہے مگر یہی کل قیامت کے دن ثواب کی شکل میں ملے گا۔(۳) یہ حدیث مشکوۃ میں "باب اعداء آلۃ الجہاد" ص ۳۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من احتبس فرسا فی سبیل اللّٰہ ایمانا باللّٰہ وتصدیقا بوعدہ فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیامۃ.

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الجہاد (باب من احتبس فرسا فی سبیل اللّٰہ).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ احتبس: فعل ضمیر ذوالحال۔ فرسا: مفعول۔ فی سبیل اللّٰہ: متعلق احتبس کے۔ ایمانا: مصدر اسم فاعل ضمیر فاعل۔ باللّٰہ: متعلق ہوا اور پھر یہ معطوف علیہ۔ تصدیقا بوعدہ: (ماقبل کی ترکیب کی طرح) معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، احتبس فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ انّ: حرف مشبہ بالفعل۔ شبعہ وریہ وروثہ وبولہ: ایک دوسرے پر عطف ہو کر انّ کا اسم۔ فی: حرف جار۔ میزانہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ثابت کے متعلق ہوا۔ یوم القیامۃ: مفعول ثابت کے لئے، ثابت اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۷/۳۱۶ (۲) مظاہر حق ۳/۶۲۷ (۳) التعلیق الصبیح ۴/۲۵۰

(۲۵۷) مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ

جس شخص کے بال ہوں وہ ان بالوں کو اچھی طرح رکھے

لغات: شَعْرٌ: بال جمع اَشْعَار.

تشریح: جب آدمی بال رکھے گا اور پھر اس کا خیال نہ رکھے تو اسمیں گندگی پیدا ہو جائے گی اور پھر اس میں جوں وغیرہ پیدا ہوگی اسی طرح اور بھی اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے اسی وجہ سے فرمایا گیا جو بالوں کا خیال رکھ سکتا ہے وہ بال رکھے ورنہ نہ رکھے۔

"فلیکرمہ": جب بال رکھے تو اس کو دھویا بھی کرے اور تیل بھی لگایا جائے اور کنگھا بھی کرے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ

اسمیں لگا رہے، اس میں بھی شریعت مطہرہ نے اعتدال کرنے کا حکم دیا ہے کہ اک دن چھوڑ کر دوسرے دن تیل لگایا جائے اور اسمیں کنگھی کی جائے، افراط وتفریط سے بچے، یہ بھی نہیں کہ آدمی اس کا بالکل خیال ہی چھوڑ دے اور یہ بھی نہیں کہ اس کا خیال چوبیس گھنٹے رکھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جتنا اسلام نے مہذب وشائستہ بنایا ہے اتنا کسی اور مذہب نے نہیں بنایا یہاں تک کہ صفائی کو شریعت نے دین کا جزء بنادیا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الترجل" ص۳۸۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: من كان له شعر فليكرمه.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داؤد فی کتاب الترجل (باب فی اصلاح الشعر).

ترکیب حدیث: من: حرف شرط۔ کان: فعل۔ له: کان کے متعلق۔ شعر: کان کا فاعل، کان اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ فليكرمه: فعل فاعل مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(نوع آخر منه)

اسی جملہ شرطیہ کی دوسری قسم کا بیان ہوگا

(۲۵۸) اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَائَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ

جب تمہاری نیکی تمہیں بھلی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو سمجھو کہ تم مؤمن ہو۔

لغات: سَرَّتْكَ: سَرَّ (ن) سُرُوْرًا وَسُرًّا بمعنی خوش کرنا۔ حَسَنَتُكَ: بمعنی نیکی جمع حسنات. سَائَتْكَ: سَاءَ (ن) سَوَاءً، برا ہونا، سَيِّئَتُكَ: بمعنی برائی، گناہ، جمع سَيِّئَات.

تشریح: یہ حدیث ایک صحابی کے اس سوال پر کہ ایمان کیا ہے، اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمائی گئی، سائل کا مقصود حقیقت ایمان کے بارے میں سوال کرنا نہیں تھا بلکہ ایمان کی علامات واشارات کے بارے میں سوال تھا کہ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہمارے اندر ایمان ہے یا نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اذا سرتک حسنتک.........الخ کہ جب کوئی نیکی کا کام اللہ کروائے تو دل میں خوشی ہو اور اگر بشریت کے تقاضے پر کوئی کام ایسا سرزد ہو جائے جو شریعت نے منع فرمایا ہے اس کے کرنے کے بعد دل میں اللہ کا خوف آجائے اگر یہ کیفیت وہ اپنے اندر محسوس کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ ابھی ایمان موجود ہے کیونکہ ایمان کا ادنی تقاضہ یہی ہے کہ آدمی خیر وشر میں تمیز کرے ورنہ کسی غیر مسلم کے دل میں نہیں آسکتی۔ (۱)

بالفاظ دیگر اس حدیث میں آپ ﷺ نے حالت ایمانی اور حالت کفر کی مثال تندرست اور بیمار آدمی کے ساتھ دی ہے کہ تندرست آدمی کے حواس درست اور صحیح ہوتے ہیں میٹھی چیز کے کھانے کے بعد وہ اس کو میٹھی ہی لگے گی اور اگر بیمار ہے تو میٹھی چیز کھانے کے بعد وہ اس کو کڑوی لگتی ہے اسی طرح سے ایمان والا نیکی اور بدی کا شعور رکھتا ہے کہ یہ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے بخلاف غیر مسلم کے کہ اس کو یہ احساس اور شعور نہیں ہوتا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی امامة رضی اللّٰه عنه انّ رجلا سأل رسول اللّٰه ﷺ ما الایمان؟ قال: اذا سرّتک حسنتک وساء تک سیّئتک فأنت مؤمن، قال یارسول اللّٰه فما الاثم؟ قال اذا حاک فی نفسک شیٔ فدعه.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده عن ابی امامة ۲۵۲/۵.

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ سرت: فعل۔ ک: مفعول۔ حسنتک: فاعل، سرت فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ سائتک سیئتک: ماقبل کی طرح ترکیب ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ انت: مبتداء۔ مؤمن: خبر، مبتداء خبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۱۳۱/۱

(۲۵۹) اِذَا وُسِّدَ الامَرُ اِلٰی غیرِ اَهلِهٖ فَانتَظِرِ السَّاعَةَ

جب (حکومت وغیرہ) کا کام نااہل کے سپرد ہو جائے تو اس وقت تم قیامت کا انتظار کرو۔

لغات: تَوَسَّدَ: اَلامْرُ، کسی کے ذمہ کوئی کام لگانا۔ اَلسَّاعَة: مراد یہاں قیامت ہے۔

تشریح: "وسّد": عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ لفظ سین کے شدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے بمعنی تکیہ اور اعتماد کرنا، چنانچہ جس شخص کے ذمہ کوئی کام لگایا جاتا ہے تو گویا اس شخص پر اعتماد اور تکیہ کیا جاتا ہے۔(۱)

"الأمر": حکومت، امارت، قضاء وغیرہ۔

"الی غیر أهله": جس شخص کے اندر اس کام کی صلاحت نہیں جو اس کے سپرد کیا ہے خواہ وہ حکومت کا انتظام ہو یا کوئی اور کام اگر الامر سے مراد حکومت لیا جائے جیسے کہ بعض کی رائے ہے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اہلیت نہ ہو تو اس کے دو مطلب ہوں گے:

اول: یہ کہ ان میں اس کی شرائط ہی نہیں ہوں، مثلاً عورتیں، بچے فاسق جہلاء وغیرہ۔

دوم: یہ کہ ان میں صلاحیت اور اہلیت تو ہو مگر وہ اس میں سستی کریں اور پوری ذمہ داری سے کام نہ کریں وہ بھی اس میں داخل ہوں گے، پھر اس کام میں طرح طرح سے خرابیاں پیدا ہو جائیں گی اور پھر لوگوں کے حقوق ضائع ہونے لگیں گے اور پھر ہر طرف پریشانی ہی پریشانی نظر آنے لگے گی۔(۲)

اس کے بعد ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسی پر قیاس کر لو تمام عالی شان کاموں کو مثلاً تدریس، فتویٰ نویسی، امامت، خطابت وغیرہ، جب یہ امور غیر اہل کے سپرد ہو جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کیا جائے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب اشراط الساعة" ص۴۶۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: بينما النبی ﷺ يحدّث اذا جاء اعرابی فقال: متی الساعة؟ قال: اذا ضيعت الامانة فانتظر الساعة، قال: كيف اضاعتها؟ قال: اذا وسّد الأمر الی غير أهله فانتظر الساعة.

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی كتاب الصوم (باب من سئل علما وهو مشتغل فی حديثه فأتم الحديث ثم اجاب السائل)**

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ وسد: فعل مجہول۔ الامر: نائب فاعل۔ الی: حرف جار۔ غیر اهله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر "الی" کے مجرور ہو کر وسد کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ انتظر: فعل، ضمیر فاعل۔ الساعة: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) اشعۃ اللمعات ومرقاۃ ۱۰/۱۶۴ (۲) مظاہر حق ۵/۲۷ (۳) مرقاۃ ۱۰/۱۶۴

(۲۶۰) اِذَا کُنْتُمْ ثَلٰثَۃً فَلَا یَتَنَاجیٰ اِثْنَانِ دُوْنَ الآخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ مِنْ أَجْلِ اَنْ یُّحْزِنَہٗ

جب تم تین ہوتو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ لوگوں میں مل جاؤ، ان دونوں کا یہ فعل اس تیسرے آدمی کو رنج نہ پہنچائے۔

لغات: یَتَنَاجیٰ: اَلْقَوْم. سرگوشی کرنا، قال تعالیٰ ﴿فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾. تَخْتَلِطُوْا: ملنا، خَلَطَ (ض) خَلْطًا، خَلَّطَ ملانا۔ یَحْزُنُہٗ: حَزِنَ (س) حَزَنًا عَلَیْہِ، غمگین ہونا، جمع حُزَنَاء وَحِزَانٌ آئی ہے۔

تشریح: اس پاک ارشاد کا مطلب علماء یہ فرماتے ہیں کہ: جب کسی مجلس میں تین آدمی ہوں اور پھر ان میں سے دو آپس میں کانا پھوسی شروع کردیں تو تیسرا آدمی ان کا منہ دیکھتا رہے گا اور اس کے دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہوں گے معلوم نہیں یہ میرے خلاف کیا کیا منصوبے بنارہے ہیں (۱) اور اس کے دل میں یہ خیال بھی شیطان ڈالے گا کہ میرے خلاف ہی بات کررہے ہیں اسی وجہ سے آہستہ آہستہ کررہے ہیں اگر میرے خلاف نہ ہوتی تو پھر یہ زور سے کرتے (۲)۔ اور اگر مجلس میں کئی آدمی ہوں اور پھر ان میں بعض آپس میں باتیں کریں تو اب اس وعید میں وہ لوگ داخل نہیں ہوں گے (۳) کیونکہ اس صورت میں کسی کی دل شکنی نہیں ہوگی۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جب مجلس میں تین آدمی موجود ہوں اور دو آپس میں باتیں کریں تیسرے کو چھوڑ کر اسی طرح جب چار آدمیوں میں سے تین آپس میں سرگوشی کریں چوتھے کو چھوڑ کر یہ بھی نہی تحریمی ہوگی، قاعدہ یہ ہوا جتنے بھی آدمی مجلس میں ہوں تو ان میں ایک دو کو چھوڑ کر باقی آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں یہ منع ہے ہاں اگر ان باقی لوگوں نے اجازت دے دی ہو تو پھر جائز ہے (۴)۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الشّفقة والرحمة على الخلق" ص۴۲۲ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبد الله ابن مسعود رضى الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: اذا كنتم ثلاثة فلا يتناجى اثنان دون الآخر حتى تختلطوا بالناس من أجل أن يحزنه.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فى كتاب السّلام (باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه) رواه البخارى فى كتاب الاستيذان (باب اذا كانوا اكثر من ثلاثة فلا بأس بالمسارة والمناجاة).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ کنتم: فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم۔ ثلثة: اس کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ یتناجی: فعل۔ اثنان: فاعل۔ دون الاخر: مفعول۔ حتی: حرف جارہ۔ تختلطوا: فعل، ضمیر فاعل۔ بالناس: فعل کے متعلق۔ من: حرف جار۔ اجل: مضاف۔ ان یحزنہ: فعل فاعل مفعول سے مل کر بتاویل مضاف الیہ ہوا، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقین سے مل کر مجرور ہو کر لا یتناجی کے متعلق پھر لا یتناجی فعل

اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مرقاۃ ۹/۲۲۳ (۲) مظاہر حق ۴/۵۴۱ (۳) مرقاۃ ۹/۲۲۳ (۴) مظاہر حق ۴/۵۴۱ و مرقاۃ ۹/۲۲۳

(۲٦۱) اِذَا قَضَى اللّٰهُ بِعَبدٍ أَن يَّمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهٗ اِلَيهَا حَاجَةً

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کی موت کو کسی زمین میں مقدر کرتا ہے تو اس زمین کی طرف اس کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔

لغات: بِأَرض: بمعنی زمین جمع اَرَاض آئی ہے۔

تشریح: انسان کی موت بھی مقدرات میں سے ہے آدمی کو یہ بات معلوم نہیں کہ جہاں یہ اپنی زندگی گذار رہا ہے اسی جگہ اس کو موت آئے گی یا کسی اور جگہ اس کی قبر بنے گی، سورۃ لقمان کی آخری آیت میں اس کو فرمایا ہے:

﴿وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِّاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾

ترجمہ: ''اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا''، جہاں موت مقدر ہوتی ہے آدمی کسی بہانے سے وہاں پہنچ جاتا ہے۔(۱)

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک آدمی بیٹھا تھا اتنے میں حضرت عزرائیل بھی وہاں آگئے اس شخص کو حضرت عزرائیل بہت غور سے دیکھنے کے بعد چلے گئے، ان کے چلے جانے کے بعد اس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے معلوم کیا کہ یہ کون تھے، انہوں نے جواب دیا کہ یہ عزرائیل تھے، اس پر اس شخص نے کہا کہ انہوں نے مجھے بہت غور سے دیکھا ہے مجھ کو ڈر لگ رہا ہے مجھے فلاں جگہ پہنچوا دو، وہاں اس شخص کو پہنچا دیا گیا، جب حضرت عزرائیل حاضر ہوئے تو پوچھا کہ وہ آدمی کہاں گیا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پورا قصہ سنایا، اس پر حضرت عزرائیل نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ تو یہاں ہے مگر جب میں اس جگہ پر پہنچا جہاں اس کی روح قبض کرنے کا حکم تھا تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود ہے، چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ آدمی کسی نہ کسی بہانے سے اپنی موت کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الایمان بالقدر'' ص۲۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن مطر ابن عکاس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا قضی اللہ بعبد ان یموت بارض جعل لہ الیھا حاجۃ.**

تخریج حدیث: **اخرجہ الترمذی فی ابواب القدر (باب ماجاء ان النفس تموت حیث ما کتب لہ وقال الترمذی: ھذا حدیث غریب).**

ترکیب حدیث: اذا: شرط۔ قضی: فعل۔ لفظ اللہ: فاعل۔ بعبد: قضی کے متعلق۔ ان: مصدریہ۔ یموت: فعل، ضمیر فاعل۔ بارض: یموت کے متعلق، یموت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط۔ جعل: فعل ضمیر فاعل۔ لہ: متعلق اول۔ الیھا: متعلق ثانی۔ حاجۃ: مفعول، فعل اپنے فاعل مفعول

اور متعلقوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) ترجمہ شیخ الہند (۲) مرقاۃ ۱۱/۸۱

(۲۶۲) اِذَا طَبَخْتَ مَرِقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ

جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو اور اپنے ہمسایہ کا خیال رکھو۔

لغات: طَبَخَ (ف،ن) طَبْخًا، پکانا، اسی سے مطبخ آتا ہے، باورچی خانہ۔ مَرِقَةٌ: شوربا، مَرَقَ (ن، ض) مَرِقَ القِدْرُ، شوربا زیادہ کرنا۔ تَعَاهَدَ: ایک دوسرے سے معاہدہ کرنا، عہد کی تجدید کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں پڑوسی کی اہمیت کو عجیب انداز سے بیان کیا جارہا ہے کہ جو چیز تمہارے پاس ہو اس میں اپنے پڑوسی کا بھی حصہ رکھنا چاہئے یہاں تک کہ جب تم کھانا پکاؤ اور خاص کر کے جب تم کو یہ بات معلوم بھی ہو کہ آج پڑوسی کے یہاں کھانا کھانے کو نہیں تو اس وقت اپنی خواہش اور لذت کو چھوڑ کر اپنے پڑوسی کی ضرورت کا خیال رکھو، اس کی صورت حدیث بالا میں اس طرح بیان فرمائی گئی کہ سالن میں پانی بڑھا دو تا کہ شوربہ زیادہ ہو جائے اور پھر اس کو اپنے پڑوسی کو دے دو،[۱] یہ کام عموماً عورتوں کا ہوتا ہے وہ معمولی چیزوں کو دوسرے کے یہاں بھیجنے کو حقیر سمجھتی ہیں اس لئے بخاری میں ان عورتوں کو مخاطب فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عورتو! تم میں سے کوئی عورت دوسری عوت (کے ہدیہ کو) کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو[۲]۔ اور صلہ رحمی میں مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں پڑوسی ہونے میں سب برابر ہیں جیسے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بکری ذبح کرائی اور اپنے غلام کو فرمایا کہ سب سے پہلے اس کا گوشت پڑوسی کو دیں جب کہا گیا کہ وہ تو یہودی ہے تو فرمایا کہ یہودی ہے تو کیا ہوا۔[۳]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب افضل الصدقة" ص ۱۷۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أبی ذر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: اذا طبخت مرقة فاكثر ماء ها وتعاهد جيرانك.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب البر والصلة (باب الوصية بالجار والاحسان اليه).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ طبخت: فعل، ضمیر فاعل۔ مرقة: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اکثر: فعل، ضمیر فاعل۔ ماء ها: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ تعاهد جيرانك: ترکیب سابق ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ بن کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۱) مظاہر حق ۲/۲۸۲

(۲) بخاری: کتاب الادب (باب لاتحقرن جارة بجارتها).

(۳) ادب المفرد (باب جار اليهودی)۔

(۲۶۳) اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُا بِمَيَامِنِكُمْ

جب تم کچھ پہنو یا وضو کرو تو اپنے دائیں طرف سے شروع کرو۔

لغات: تَوَضَّأْتُمْ: بِالْمَاءِ: وضو کرنا، وَضُوَ (ک) وُضُوْءًا، پاکیزہ ہونا۔ مَيَامِنُ: جمع مَيْمَنَة کی بمعنی داہنی جانب۔

تشریح: علماء نے ان جیسی روایات سے ایک قانون بنایا ہے وہ یہ کہ ہر وہ چیز جو از قبیل شرف و بزرگی ہو اس کو دائیں طرف سے اور جو چیز بزرگی کے قبیل سے نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے، یہی بات آپ کے عمل میں بھی ملتی ہے:

"كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهِ كُلِّهِ فِيْ طُهُوْرِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ"

ترجمہ: نبی کریم ﷺ دائیں طرف سے شروع کرنے کو حد ممکن پسند فرماتے ہیں شان والی چیزوں میں طہارت میں کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔

جو شرافت کے قبیل میں سے نہیں اس کو بائیں طرف سے شروع کیا جائے گا مثلا بیت الخلاء میں جانا، بازار جانا، مسجد سے باہر نکلنا، کپڑا اتارنا، جوتے اتارنا وغیرہ، ان چیزوں کو بائیں طرف سے اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ دائیں طرف کی تکریم واحترام ہو جائے مثال کے طور سے مسجد سے نکلتے وقت جب اس نے بایاں پاؤں کو پہلے نکالا تو اب کو دائیں پاؤں کی تعظیم وتکریم ہوئی کہ وہ کچھ دیر شرف والی جگہ پر رہا(۱) اسی طرح علماء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ہر دائیں طرف والی چیز میں فضلیت ہوگی وہ ہمسایہ جو دائیں طرف والا ہے وہ بائیں طرف والے سے مقدم ہوگا اسی طرح وہ فرشتہ جو دائیں کندھے والا ہے وہ بائیں کندھے والے فرشتے پر فوقیت رکھے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب سنن الوضوء" ص ۴۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اذا لبستم واذا توضأتم فابدؤ بميامنكم.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی كتاب اللباس (باب فی النعال).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ لبستم: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ توضاتم: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ ابدؤ: فعل، ضمیر فاعل۔ بميامنكم: باء: حرف جار۔ ميامن: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر ابدؤ کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) التعليق الصبيح ۱/۲۱۰

(۲۶۴) اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ

جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔

لغات: فَخَلِّلْ: امر کا صیغہ ہے، خَلَّلَ الاَسْنَانَ، خلال کرنا، خَلَّ (ن) خَلًّا بمعنی سوراخ کرنا۔ أَصَابِعُ: جمع ہے اصبع کی

بمعنی انگلی۔

تشریح: وضو میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بھی کرنا چاہئے، اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جن لوگوں کی انگلیاں آپس میں جدا جدا اور کشادہ ہوں اور پانی بغیر تکلف کے اس میں پہنچ جاتا ہو تو اس وقت یہ خلال کرنا سنت ہوگا اور اگر انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور پانی بغیر تکلف کے ان میں نہیں پہنچتا تو اس صورت میں خلال واجب اور فرض ہوگا اور یہی تفصیل کتب شوافع میں بھی ہے۔

ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرنے کا طریقہ: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر اوپر کی طرف کھینچے۔

پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنے کا طریقہ: بائیں ہاتھ کی چھنگلی کو دائیں پاؤں کی چھنگلی کے نیچے کی طرف سے داخل کر کے اوپر کی طرف خلال کرے اور ختم بائیں پاؤں کی چھنگلی پر کرے۔

ہاتھ کی انگلیوں کا خلال تو ہاتھوں کو دھونے کے بعد کرنا چاہئے اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کا خلال پاؤں کے دھونے کے بعد کرنا چاہئے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب سنن الوضوء" ص ۴۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا توضأت فخلل اصابع یدیک ورِجلیک.

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الطهارة (باب فی تخلیل الاصابع) وقال هذا الحدیث حسن غریب).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ توضاءت: فعل اپنے ضمیر فاعل سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ فخلل: فعل امر، ضمیر فاعل۔ اصابع یدیک: تمام مضاف مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ رجلیک: معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول فخلل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

(۲۶۵) اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَکُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِکُمْ

جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو ایسا کرنا تمہارے پیروں کے لئے راحت کا باعث ہوگا۔

لغات: فَاخْلَعُوْا: خَلَعَ (ف) خَلْعًا الشّیء، اتارنا، قال تعالیٰ: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ﴾ نِعَال: جمع نعل کی بمعنی جوتا، چپل۔ أَرْوَحُ: رَاحَ (ف) رَاحَةً بمعنی آرام پہنچانا، راحت بخشنا۔

تشریح: حضور اقدس ﷺ کو حق تعالیٰ شانہ نے نہ صرف تمام انسانیت کے دینی امور کے لئے رہبر و معلم بنایا بلکہ آپ علیہ

الصلوۃ والسلام کوتمام انسانیت کی زندگی کے تمام امور جو واقع ہونے والے ہیں ان کا بھی رہبر و معلم بنایا ہے، چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ تمہارے نبی تم کو تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں حتی کہ فراغت کا طریقہ بھی؟ تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یعنی کہ آپ تو ہم کو تمام امور تعلیم فرماتے ہیں ان میں یہ بھی۔(۱)

مذکورہ بالا حدیث میں حضور ﷺ نے کھانے کا ایک ادب تعلیم فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ اس طرح تمہیں راحت پہنچے گی، مشکوۃ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے (۲) ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ یہ کھانا کھانے میں سب سے زیادہ نافع طریقہ ہے اس لئے کہ ایک یا دو انگلیوں سے کھانا کھانے میں کھانے والے کو نہ لذت ملتی ہے نہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے نہ ہی آسودگی پیدا ہوتی ہے۔(۳)

آپ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ کھانا کھانے کے بعد پانی پینے کو منع فرمایا کرتے تھے کہ یہ مضر ہضم ہے (۴)۔

آپ ﷺ رات کو کھانے کا حکم فرماتے تھے خواہ ایک مشت چھوہارے ہی کیوں نہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ شام کے وقت کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپے کو دعوت دیتا ہے (۵) نیز آپ کھانا کھاتے ہی سونے کو منع فرماتے تھے کہ اس سے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ اطباء نے کہا کہ جو شخص صحت کا خواہاں ہو وہ کھانے کے بعد چند قدم چلا کرے خواہ سو ہی قدم ہوں اور مسلمان اطباء کا کہنا ہے کہ کھانے کے بعد چند رکعات پڑھ لے کہ غذا معدہ تک پہنچ جائے اور بہ آسانی ہضم ہو جائے۔(۶)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاطعمة" ص ۳۶۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللہ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالكم فانه اروح لاقدامكم.

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی ۲/ف ۳٤ فی كتاب الاطعمة (باب فی خلع النعال عند الاكل).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ وضع: فعل مجہول۔ الطعام: نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاخلعوا: فاء: جزائیہ۔ اخلعوا: فعل، ضمیر فاعل۔ نعالكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معلل۔ فـــاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ہ: اس کا اسم۔ اروح: اسم تفضیل، ضمیر فاعل۔ لام: حرف جار۔ اقدامكم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر اروح کے متعلق، اروح اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ بن کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) ترمذی ۱/۴ (۲) مشکوۃ ۳۶۳ (۳) طب نبوی ۴۲۲ (۴) معراج النبوۃ بحوالہ اسوۂ رسول اکرم ۱۳۵ و طب نبوی ۴۲۲
(۵) طب نبوی ۴۲۴ (۶) طب نبوی ۴۲۴

(٢٦٦) اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

جب تم بے شرم ہو جاؤ تو جو جی چاہے کرو۔

لغات: اِسْتَحْيَا: اِسْتِحْيَاءً مِنْهُ، شرم کرنا، باز ہونا، "حَيَّاكَ اللهُ" بمعنی سلام کرنا۔ فَاصْنَعْ: صَنَعَ (ف) صَنْعًا الشَّيْئَ، بنانا۔

تشریح: یہ حدیث بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اس وجہ سے محدثین نے اس پر طویل بحث فرمائی ہے۔ مختصر یہ کہ لفظ فاصنع یہ امر کا صیغہ ہے یہاں امر طلب کے معنی کے بجائے خبر کے معنی میں ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ برے کاموں سے روکنے والی چیز حیاء ہے جب انسان میں حیاء وشرم نہیں تو اب جو چاہے کرے، بعض علماء فرماتے ہیں: امر کا صیغہ تہدید اور دھمکی کے لئے ہے مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ جب حیاء نہیں تو اب جو چاہو کرو آخر سزا بھگتنی پڑے گی(۱)۔

ابواسحاق المروزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث بطور اصول کلی کے ہے وہ اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام جس میں آدمی کو شبہ ہو کہ اس میں کوئی نص وارد ہوئی ہے یا نہیں تو اب اگر اس کام کو کرتے وقت اس کو شرم وحیاء ہوتی ہے تو اس کام کو نہ کرے اور اگر شرم وحیاء نہ ہوتی ہو تو کرلے(۲)۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ: اگر تم کو کسی کام کے کرنے کے وقت اللہ اور لوگوں سے شرم وحیاء آرہی ہو تو اس کو مت کرو ورنہ اس کام کو کرلو(۳)۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرفق والحیاء وحسن الخلق" ص۴۳۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال: رسول اللہ ﷺ: انّ ممّا أدرک النّاس من کلام النّبوۃ الأولی اذا لم تستحی فاصنع ما شئت.

تخریج حدیث: **اخرجه ابو داود فی کتاب الأدب (باب فی الحیاء) واخرجه البخاری فی کتاب الأدب (باب اذا لم تستحی فاصنع ما شئت).**

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ لم تستحی: فعل اپنے ضمیر فاعل سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ اصنع: فعل، ضمیر فاعل۔ ما: موصولہ۔ شئت: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۸۹، مظاہر حق ۴/۶۰۸ (۲) شرح مسلم نوویؒ (۳) مرقاۃ ۹/۲۸۹

(۲۶۷) اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَأْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنے داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی پیئے تو اپنے داہنے سے پیئے۔

لغات: بِیَمِیْنِہٖ: اَلْیَمِیْن، داہنا ہاتھ، جمع أَیْمَن، أَیْمَان، أَیَامِن، أَیَامِیْن.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھانا اور پینا واجب ہے، بعض علماء کا یہی مسلک ہے، اس مسلک کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ایک آدمی کو

دیکھا جو بائیں ہاتھ سے کھارہا تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس پر اس شخص نے کہا کہ میں اس پر قدرت نہیں رکھتا (یہ بات اس نے از روئے تکبر کہی تھی اس کا ہاتھ بالکل صحیح تھا) اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کرے تجھے داہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہ رہے۔ اس کے بعد سے وہ کبھی بھی اپنے داہنے ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا[۱] اس وجوب کی تائید طبرانی کی اس روایت سے بھی ہوئی جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو اس کو بد دعا فرمائی اس کے بعد وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مرا[۲]۔

اگر چہ جمہور علماء وجوب کے قائل نہیں اور ان روایات کو وہ زجر اور مصالح شریعت پر محمول کرتے ہیں مگر خلاصہ یہ کہ بائیں ہاتھ سے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ اس بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات سخت سے سخت ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاطعمة" ص۳۶۳ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: **عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اذا أكل احدكم فليأكل بيمينه واذا شرب فليشرب بيمينه.**

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشراب واحكامها).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ اکل: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیاکل: فعل ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ یمینہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر لیاکل کے متعلق، لیاکل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ اذا شرب فلیشرب بیمینہ: اس کی ترکیب بھی سابق جملہ کی طرح ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۱۶۲ و مظاہر حق ۴/۸۱ (۲) طبرانی بحوالہ مرقاۃ ۸/۱۶۲

(۲۶۸) اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔

لغات: فَلْيَرْكَعْ: (امر غائب) رَكَعَ (ف) رَكْعًا وَرُكُوْعًا بمعنی سر جھکانا، رکوع کرنا۔

تشریح: جب بھی آدمی اللہ کے گھر (یعنی مسجد) میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ سب سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اللہ کے گھر کی عظمت کی وجہ سے[۱]۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ یہ تحیۃ المسجد واجب ہے یا مستحب، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث بالا جیسی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ واجب ہے کیونکہ اس لفظ فلیرکع امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب کے لئے آتا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ نماز مستحب ہے، حدیث بالا کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر چہ یہاں پر امر کا صیغہ ہے اکثر جگہ پر امر کا صیغہ استحباب کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ وجوب کے لئے[۲]۔ خلاصہ یہ کہ آدمی جب بھی مسجد میں داخل ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لے پھر دوسرے کاموں میں مشغول ہو بشرطیکہ وہ اوقات مکروہ میں سے نہ

ہوں۔ (۳)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: بعض لوگ پہلے مسجد میں آنے کے بعد بیٹھ جاتے ہیں پھر تحیۃ المسجد پڑھتے ہیں اس کو وہ سنت سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی اصل نہیں (۴) اور حدیث بالا سے بھی اس کی تردید ہورہی ہے، اگر مکروہ وقت ہوتو پھر چار مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَر" اور بعضوں کے نزدیک "لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" بھی ہے۔ یہ پڑھنا دو رکعت کے برابر ہوجائے گا۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد و مواضع الصلوة" ص ۶۸ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: عن أبی قتادة رضی اللّٰہ عنه أنّ رسول اللّٰهﷺ قال: اذا دخل احدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الصلوة (باب اذا دخل احدكم المسجد فليركع ركعتين قبل ان يجلس) واخرجه مسلم فی كتاب صلوة المسافر وقصرها (باب استحباب تحية بر كعتين).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ دخل: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل۔ المسجد: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لیرکع: فعل امر، ضمیر فاعل۔ رکعتین: مفعول۔ قبل: مضاف۔ ان: مصدریہ۔ یجلس: فعل، ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر ہوکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۲/۱۹۸ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) مرقاۃ ۲/۱۹۹

(۲۶۹) اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ

جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو اس کو چاہئے کہ دائیں طرف سے ابتداء کرے اور جب اتارے تو چاہئے کہ بائیں طرف سے ابتداء کرے تاکہ ہوجائے دایاں پہننے کے اعتبار سے پہلے اور بایاں اتارنے کے اعتبار سے پہلے۔

لغات: اِنْتَعَلَ: نَعِلَ (س) نَعْلاً، جوتا پہننا۔ نَزَعَ: نَزَعَ (ف) نَزْعًا بمعنی نکالنا۔ بِالشِّمَالِ: بایاں ہاتھ جمع أَشْمُل، شُمُلٌ۔

تشریح: اس حدیث میں ایک ضابطہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ عمل جو شان والا ہو اس کو دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے اور جو کام شرف و عظمت والا نہ ہو اس کو بائیں طرف سے شروع کیا جائے، اس حدیث بالا میں ایک مثال دی گئی ہے کہ جب آدمی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں میں پہلے پہنے کیونکہ جوتا بھی انسان کو ایذا وغیرہ سے بچاتا ہے، اتارتے وقت بائیں پاؤں سے پہلے اتارے تاکہ

دائیں پاؤں میں جوتا بائیں پاؤں سے زیادہ دیر رہے اس میں دائیں پاؤں کی تعظیم ہو جائے گی۔ (۱)

اس کے عکس کی مثال جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور پھر جب نکلے تو پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے، تو بائیں پاؤں کے بہ نسبت دائیں پاؤں کو فضیلت حاصل ہے لہٰذا اس کی تکریم و تعظیم کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب النعال" ص۳۷۹-۳۸۰ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اذا انتعل احدكم فليبدأ باليمنى واذا نزع فليبدأ بالشمال لتكن اليمنى أولهما تنعل واخرهما تنزع.

تخریج حدیث: اخرجه البخارى فى كتاب اللباس (باب ينزع النعل اليسرى) أخرجه مسلم فى كتاب اللباس والزينة (باب استحباب لبس النعال فى اليمنى أولا).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ انتعل: فعل۔ احدکم: مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزاء۔ یبداء: فعل امر، ضمیر فاعل۔ بالیمنی: متعلق لیبدأ کے، پھر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اذا نزع فلیبدا بالشمال: بعینہ اوپر والی ترکیب ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر معلل۔ لتکن: فعل امر ناقص۔ الیمنی: اس کا اسم۔ اولھا: مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال۔ تنعل: فعل مجہول اپنے ضمیر نائب فاعل سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر معطوف علیہ۔ واؤ: حرف عطف۔ آخرھما: (بترکیب سابق) معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر تعلیل، معلل اپنے تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۸/۲۸۴ و مظاہر حق ۴/۲۰۷ (۲) مظاہر حق ۴/۲۰۷

(۲۷۰) اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ اَهْلَهُ لَيْلاً

جب تم میں سے کوئی اپنے گھر سے زیادہ دن غائب رہے تو رات کے وقت اپنے گھر نہ آئے۔

لغات: اَلْغَيْبَةَ: غابَ (ض) غَيْبًا غَيْبَةً، غائب ہونا، جدا ہونا، دور ہونا۔ يَطْرُق: طَرَق (ن) طَرْقًا وَطُرُوْقًا الْقَوْم، رات میں آنا، طَارِق، رات میں آنے والا، جمع طُرَّاق آتی ہے۔ أَهْلِهِ: بمعنی کنبہ، خاندان، بیوی۔

تشریح: سفر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سفر سے واپسی پر سیدھا گھر نہ جائے خواہ رات ہو یا دن جب تک گھر والوں کو اطلاع نہ ہو جائے۔

سوال: حدیث میں "لیلا" کا لفظ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے دن میں داخل ہو سکتا ہے رات میں نہیں۔ (۱)

جواب: یہاں پر "لیلا" کی قید اتفاقی ہے وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ اپنے گھر والوں کے پاس دن کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں (شام) کو آتے تھے، رات کی قید اس وجہ سے لگائی کہ خصوصی طور سے رات کو اپنے گھر میں نہ جائے

تاکہ گھر والے ڈر نہ جائیں یا کم از کم ان کی نیند خراب نہ ہو جائے۔(۲)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ مکروہ اس شخص کے لئے ہے جو کافی عرصہ کے بعد آرہا ہو اور اگر مختصر سفر تھا یا گھر والوں کو پہلے سے اطلاع تھی تو اب رات میں بھی گھر میں آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب آداب السفر" ۳۳۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا اطال احدکم الغیبة فلا یطرق اهله لیلا.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب النکاح (باب لایطرق اهله لیلا اذا اطال الغیبة)، اخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب کراهیة الطروق وهو الدخول).

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ اطال: فعل۔ احدکم: فاعل۔ الغیبة: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ لایطرق: فعل ضمیر فاعل۔ اهله: مفعول۔ لیلا: ظرف۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۳۳۱/۷ (۲) مرقاۃ ۳۳۱/۷

(۲۷۱) اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ

تم جب مریض کے پاس جاؤ تو اس کی زندگی کے بارے میں اس کا غم دور کر و اس کو تسلی دو اگرچہ کسی چیز کو ٹال تو نہیں سکتے مگر مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔

لغات: فَنَفِّسُوْا: نَفَّسَ، تَنَفُّسًا عَنْهُ الْكُرْبَةَ، غم دور کرنا غم سے رہائی دینا، نَفَّسَهٗ فِي الْاَمْرِ، ترغیب دینا۔ أَجَل: مدت، وقت، موت جمع آجال آتی ہے۔ يُطَيِّبُ: طَابَ (ض) طَيِّبًا بمعنی اچھا ہونا، طَابَتِ النَّفْس، دل خوش ہونا۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں کہ: جب آدمی کسی کی عیادت کے لئے جائے اگرچہ بیمار کی حالت مایوس کن ہو اور یہ بات معلوم بھی ہو کہ اب اس کا زندہ رہنا بہت مشکل ہے اس کے باوجود اس کو امید اور اس کو خوش کرنے والا جواب دیں کہ انشاء اللہ آپ عنقریب صحیح ہو جائیں گے جیسے کہ حدیث بالا میں بھی فرمایا گیا ہے۔

آپ ﷺ کے شمائل میں بھی یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کا حال معلوم فرماتے اور پھر اس کے لئے صحت کی دعاء فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا"(۱)

ترجمہ: اے اللہ! اس کی تکلیف کو دور فرما اے انسانوں کے رب! اس کو شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کسی سے شفا کی توقع نہیں ایسی شفا عطاء فرما کہ بیماری کا نام ونشان نہ رہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب عیادۃ المریض" ص ۱۳۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا دخلتم علی المریض فنفسوا له فی أجله فان ذلک لا یرد شیئا ویطیب بنفسه.

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الجنائز (باب ماجاء فی عیادة المریض) رواه صاحب الترمذی ایضا.

ترکیب حدیث: اذا: کلمہ شرط۔ دخلتم: فعل، ضمیر فاعل۔ علی المریض: دخلتم کے متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط۔ فاء: جزائیہ۔ نفسوا: فعل امر، ضمیر فاعل۔ له: فعل کے متعلق۔ فی: حرف جار۔ اجله: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر فعل کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر معلل۔ فاء: تعلیلیہ۔ ان: حرف مشبہ بالفعل۔ ذلک: اسم ان۔ لا یرد: فعل ضمیر فاعل۔ شیئا: مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ: حرف عطف۔ یطیب: فعل، ضمیر فاعل۔ باء: حرف جار۔ نفسه: مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہو کر یطیب کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر ان، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

(۱) بخاری ومسلم

ذكر بعض المغيبات التي أخبر بها النّبي بها وظهرت بعد وفاته صلوات اللّٰه تعالىٰ و سلامه عليه

کچھ پیشنگوئیوں کا بیان جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں دی اور آپ کی وفات کے بعد وہ پائی گئیں۔

(۲۷۲) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ سَيِّدُ الصَّادِقِينَ: لاَ يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کہ سچوں کے سردار ہیں کہ میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت اللہ کے دین اور اس کے حکم کو دوسروں تک پہنچانے والی موجود رہے گی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا جو ان کو شرمندہ کرنا چاہیں گے یا ان کی مخالفت کرنا چاہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے وہ اسی حالت میں ہوں گے۔

لغات: سَيِّد: بمعنی سردار جمع أَسْيَاد، سَادَة، سَيَايِد، آتی ہے، سَادَ (ن) سِيَادَةً قومه، سردار ہونا۔
أمْر: مراد دین کا معاملہ، جمع أُمُوْر ہے۔ يَضُرُّهُمْ: ضَرَّ (ن) ضَرًّا، نقصان پہنچانا۔ خَذَلَهُمْ: خَذَلَ (ن) خَذْلاً وَخِذْلاَنًا، مدد چھوڑنا، مدد نہ کرنا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین ایسے صلحاء سے کبھی خالی نہیں ہوگی جو احکامات شریعہ پر چلنے والے اور اس پر لوگوں کو کھینچ کر لانے والے ہوں، قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے، یہ اسلام کی بقاء اور سر بلندی کے لئے سرگرم رہیں گے خواہ مدد و اعانت کرنے والے ان کی مدد و اعانت کریں یا مخالفت پر کمر بستہ لوگ ان کی مخالفت کریں۔ (۱)

"حتى يأتي أمر الله": یہاں تک کہ موت آجائے، یہ جماعت کون سی ہوگی؟ اس میں محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے چند اقوال ہیں۔

پہلا قول: مثلاً اہل علم کی جماعت جو حدیث کی تعلیم اور دینی علوم کی تدریس اور سنت کو رواج دینے اور دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام

دینے والی ہوگی۔ (۲)

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس سے مراد روئے زمین سے اہل اسلام کی شوکت وعظمت کبھی فنا نہیں ہوگی کسی نہ کسی جگہ اسلام کا بول بالا ضرور ہوگا۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ غازیان اسلام کی جماعت ہے جو کہ جہاد کر کے دین کو سربلند کرے گی اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرے گی، ان سب اقوال میں کوئی اختلاف نہیں حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے ہر وہ جماعت اس سے مراد لی جاسکتی ہے جس کی مراد اللہ کے دین کی خدمت واشاعت کر کے اسلام کو سربلند کیا جائے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ثواب هذه الامّة" ص ۵۸۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن معاوية رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ وهو سيّد الصادقين: لا يزال من أمّتی أمّة قائمة بامر الله لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی يأتی امر الله وهم علی ذلک.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب واخرجه ایضا فی کتاب الاعتصام (باب قول النبی ﷺ: لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علی الحق) واخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب قوله ﷺ لا تزال طائفة من امتی).

---

(۱) مرقاۃ ۱۱/ ۴۶۵ ومظاہر حق ۵/ ۹۱۲ (۲) مرقاۃ ۱۱/ ۴۶۵ ومظاہر حق ۵/ ۹۱۲ (۳) مرقاۃ ۱۱/ ۴۶۵ ومظاہر حق ۵/ ۹۱۲

(۲۷۳) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: يَكُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْكُمْ مِنَ الاَحَادِيْثِ لِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّوْنَكُمْ وَلاَ يُفْتِنُوْنَكُمْ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: آخری زمانے میں مکار اور جھوٹے لوگ تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جنہیں تم نے سنا نہ ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپ دادے نے سنی ہوں گی تم ایسے لوگوں سے بچو اور ان کو اپنے سے بچاؤ تا کہ وہ تمہیں نہ گمراہ کریں اور نہ تمہیں فتنہ میں ڈالیں

لغات: دَجَّالُوْن: جمع ہے دَجَّال کی، بہت زیادہ جھوٹا، دَجَاجِلَة بھی جمع آتی ہے، دَجَلَ (ن) دَجْلاً، جھوٹ بولنا۔ يَضِلُّوْنَكُم: گمراہ کرنا۔ يُفْتِنُوْنَكُم: فَتَنَ (ض) فِتْنَةً گمراہ کرنا، آزمائش کرنا، فتنہ میں ڈالنا۔

تشریح: "دجّالون دجّال من الدجل": بمعنی التلبس، مراد ایسے لوگ ہیں جو دین کے بارے میں محض اپنی رائے سے

اختراع کرتے ہیں تاکہ حق اور باطل کو وہ خلط ملط کردیں، آخری زمانے میں ایسے لوگوں کی کثرت ہوگی چونکہ وہ ظہور فتن کا زمانہ ہوگا ورنہ ایسے لوگ ہر زمانے میں رہے ہیں، اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو محض خواہشات نفس کی بناء پر لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کو بیان کرتے ہیں جو دین کے نام سے ہو مگر اس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو، یہ چند دنوں کی بات ہوتی ہے پھر علماء حق ان کی اس تحریف سے لوگوں کو متنبہ فرمادیتے ہیں اور پھر ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں۔

"فایّاکم وایّاھم": اس جزء سے نبی کریم ﷺ کی شفقت ورحمت جوامت کے ساتھ ہمیشہ تھی وہ ظاہر ہوتی ہے آپ نے ایسے زمانے کے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب تم ایسے زمانے کو پاؤ جس میں ایسے مکار اور جھوٹے لوگ ہوں تو ان سے اپنے آپ کو بچانا کہیں تم جیسے سادہ لوح کو احادیث کا نام سنا کر گمراہ نہ کردیں، اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے قریب بھی نہ جانا اگر تم ان سے میل جول رکھوگے، تو خطرہ ہے کہ کہیں ان کی صحبت سے تم ان جیسے نہ ہو جاؤ کیونکہ صحبت کا زبردست اثر ہوتا ہے۔

چوں بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دین کے حاصل کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے محتاط لوگوں سے علم حاصل کرنا چاہئے کہیں اس وعید میں داخل نہ ہوجائے۔(۱)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسّنّة" ص ۲۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: .... الخ باقی بعینہ حدیث بالا کی طرح ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی مقدمة عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه بھذا السیاق والبیہقی فی دلائل النبوۃ.

---

(۱) مظاہر حق ۱/۲۰۶

(۲۷۴) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُم ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَجِیُٔ قَوْمٌ تَسْبُقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ یَمِیْنَهٗ وَیَمِیْنُهٗ شَهَادَتَهٗ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پھر وہ جو ان کے متصل ہیں (تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ) پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں (تبع تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ) پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے ایک کی گواہی اس کی قسم سے پہلے اور اس کی قسم گواہی سے پہلے ہوگی (یعنی جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹی قسم کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں گے)

لغات: قَرْنِیْ: بمعنی صدی، سوسال، زمانہ کا ایک وقت، چھوٹی پہاڑی، پہاڑ کی چوٹی، جمع قُرُوْن ہے، قَرَنَ (ن) قَرْنًا، بمعنی

ملانا۔ یَلُوْنَهُمْ: وَلِيَ (ض، حسب) وَلْيًا فُلَانًا، قریب ہونا، متصل ہونا۔ تَسْبِقُ: سَبَقَ (ن، ض) سَبْقًا اِلَيْهِ، آگے بڑھنا، علیه غالب ہونا۔ يَمِيْن: قسم، جمع أَيْمُن، أَيْمَان آئی ہے۔

تشریح: "تسبق شهادة أحدهم يمينه ويمينه شهادته": حدیث کے اس جزء کے مطلب بیان کرنے میں محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے چند اقوال ہیں:۔

پہلا قول: یہ ہے کہ گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی، یہ کنایہ ہے جلد بازی سے کہ ان کو دین کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی یہاں تک کہ ان کو یہ معلوم نہیں ہوگا پہلے قسم کھاتے ہیں یا پہلے گواہی دینی ہے۔ (۱)

دوسرا قول: یہ ہے کہ گواہی دینے اور قسم کھانے میں اس قدر لاپرواہی ہوگی کہ کبھی گواہی سے پہلے قسم کھاتے اور کبھی پہلے گواہی دیتے اور پھر قسم کھاتے ہوں گے۔ (۲)

تیسرا قول: یہ ہے کہ آدمی یوں کہتا پھرے گا کہ خدا کی قسم میں سچا گواہ ہوں اس قسم کے ذریعہ اپنی گواہی دیں گے یا یہ کہیں گے لوگ میری قسم کے سچے ہونے پر گواہ ہیں۔ اس گواہی کے ذریعہ اپنی قسم کو ترویج دیں گے۔ (۳)

چوتھا قول: یہ بیان کیا ہے کہ مقصود اس ارشاد پاک کا یہ ہے کہ جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی عام ہو جائے گی، چند روپوں کی خاطر عدالت میں جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی دیں گے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاقضية والشهادات" ص ۳۲۷ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: خير الناس قرني ثم الّذين يلونهم ثم الّذين يلونهم ثم يجئ قوم تسبق شهادة أحدهم يمينه ويمينه شهادته.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الشهادات (باب لا يشهد على شهادة جور اذا شهد) عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه.

---

(۱) مظاہر حق ۳/۱۰۷ (۲) مرقاۃ ۷/۲۵۶ و مظاہر حق ۳/۱۰۷ (۳) مرقاۃ ۷/۲۵۶ (۴) مظاہر حق ۳/۱۰۷

(۲۷۵) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ اِلَّا اٰكِلَ الرِّبٰوا فَاِنْ لَّمْ يَاْكُلْهُ أَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب سود کھانے سے کوئی نہ بچ سکے گا جو سود نہ بھی کھائے مگر اس کا دھواں تو اسے ضرور پہنچے گا۔

لغات: اَلرِّبٰوا: بمعنی سود، رَبَا (ن) رِبَاءُ الْمَالِ، زیادہ ہونا، بڑھنا قال الله تعالیٰ ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾، قال الله

تعالیٰ ﴿لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا﴾. بُخَارِہٖ: بھاپ مگر یہاں مراد اثر ہے جمع اَبْخِرَۃ ہے، بَخَرَ (ف) بَخْرًا، بھاپ نکلنا (س) سے بَخَرًا الْفَم، گندہ دہن ہونا۔

تشریح: "لیأتینّ علی النّاس": قیامت سے پہلے ایسا وقت ضرور آئے گا کہ ہر آدمی کو سود کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پہنچے گا براہ راست وہ سود سے بچ جائے گا مگر واسطہ کے ساتھ اس کا اثر پہنچ جائے گا۔

"أصابه من بخاره": مطلب یہ ہے کہ جب سود کا دائرہ وسیع ہو کر تجارت و معیشت کے ہر حصے پر حاوی ہو جائے گا کوئی تجارت و شغل اس سے بچ نہ سکے گا اور وہ آدمی سود کے عام ہونے کی وجہ سے سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس میں بھی سود ہوگا۔ ایک آدمی پھل وغیرہ خریدتا ہے اسی پھل میں وہ سوچے کہ کتنے سودی لین دین کے مراحل سے گذر کر یہ میرے ہاتھ میں پہنچ رہا ہے اگرچہ خریدنے والا شخص متقی اور نیک ہی ہے مگر وہ اس سے بچ نہیں سکے گا۔ حاصل حدیث مبارک کا یہ ہوا کہ آنے والے زمانے میں سود کی لعنت اتنی وسیع ہو جائے گی کہ ہر شخص شعوری یا غیر شعوری طور سے اس میں مبتلا ہو جائے گا، اعاذنا اللہ منہ۔ یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرّبوا" ص ۲۴۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن رسول اللہ ﷺ قال: لیأتینّ علی النّاس زمان لا یبقی أحد الاّ آکل الرّبوا فان لم یأکله أصابه من بخاره ویروی من غباره.

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب البیوع واخرجه ابن ماجه فی کتاب التجارات (باب التغلیظ فی الربا).

(۲۷۶) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: إِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دین کی ابتداء اجنبی حالت میں ہوئی تھی اور آخر زمانہ میں بھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ ابتداء میں تھا چنانچہ خوش خبری ہے ان غرباء کے لئے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اصلاح کریں گے میری سنت کی جن کو میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہوگا۔

لغات: غَرِیْبًا: مسافر، وطن سے دور مراد یہاں غیر مانوس ہونا ہے جمع غُرَبَاء ہے۔ بَدَأَ: (ف) بَدْأً بمعنی شروع کرنا۔ طُوْبٰی: رشک، سعادت، یہ مؤنث ہے مذکر أَطْیَب ہے۔

تشریح: "بدأ غریبا": علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اسلام اپنے شروع زمانے میں اپنی اقامت و حمایت کے اعتبار سے کمزور تھا کہ حضور علیہ السلام کے پیروکار بہت تھوڑے تھے اور آپس میں قبائل میں بھی نزاع تھا (یہ کسمپرسی کی طرف اشارہ ہے کہ خود بھی تھوڑے اور قبائل کے انتشار میں گھرے ہوئے) اس لئے مسلمانوں کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ہر ایک مجبور علیحدہ عزلت نشین ہو کر رہ گیا غرباء کی طرح، اسی طرح آخر میں بھی ہوگا کہ دین پر قائم چند افراد ہی رہ جائیں گے۔

یہ بھی محتمل ہے کہ مناسبت قلت دینداروں کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح شروع میں دیندار کم تھے ایسے ہی آخر میں دیندار کم رہ جائیں گے۔(۱) صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اسی طرح آخر میں بھی غریبوں ہی میں رہ جائے گا۔(۲)

"فطوبیٰ للغرباء": ایک روایت میں صرف غرباء تک ہے(۳) یہ روایت اس کی مزید تشریح بیان کررہی ہے کہ غرباء کون ہیں ایک تو عام مفہوم کہ نادار یہاں پرنادار مراد نہیں بلکہ فرمایا وہ لوگ جو سنتوں کی اصلاح کریں گے کہ وہ دور فساد ہوگا اس لئے اس زمانے میں دین کے کام کرنے والوں کی یہ فضیلت ہے اوران کو خوشخبری سنائی گئی ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت جس شخص نے میری سنت کو تھامے رکھا تو اس کو ۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ملے گا۔(۴)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے کوئی اگر دسواں حصہ بھی مامور بہ کا چھوڑ دے گا تو ہلاک ہوگا اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان میں سے کوئی دسواں حصہ بھی مامور بہ کا کرے گا تو وہ نجات پائے گا۔(۶) گویا کہ یہ فضائل فساد کے زمانہ میں دین کی اصلاح وجہد میں لگنے والوں کے لئے ہیں پس خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دور میں سنتوں کو تھامے رکھیں گے اور اصلاح دین کا کام کریں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنة" ص۳۰ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عمر بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: إنّ الدین بدأ غریبا وسیعود کما بدا فطوبیٰ للغرباء وهم الّذین یصلحون ما أفسد النّاس من بعدی من سنّتی.

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان واخرجه الترمذی ایضا.

---

(۱) قوت المغتذی حاشیہ۲/۹۱ (۲) مظاہر حق ۲/۲۰۸ (۳) مشکوۃ ۲۹ (۴) مشکوۃ ۳۰ (۵) مشکوۃ ۳۱
اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن تیمیہ کا رسالہ بنام "بدأ الاسلام غریبا" بھی اس حدیث کے سمجھنے کے لئے مفید ہوگا۔

(۲۷۷) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یَحْمِلُ هٰذَا العِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلْفٍ عُدُوْلُهُ یَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِیْفَ الغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ المُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الجَاهِلِیْنَ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر آنے والی نسل میں سے اس کے نیک لوگ اس علم کو حاصل کریں گے اور وہی لوگ (اس علم کے ذریعہ آیات واحادیث میں) حد سے گذرنے والوں کی تحریف اور باطلوں کی اختراء پردازی اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے۔

لغات: خَلْفٍ: جانشین، بعد کے زمانہ کی چیز، خَلَفَ (ف) خِلاَفَةً، خلیفہ ہونا، قال اللہ تعالیٰ ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾. عُدُوْل: جمع عَادِل کی، عدل کرنے والا، معتبر، ثقہ عَدَلَ (ض) عَدْلاً وَعَدَالَةً انصاف کرنا۔

يَنْفُوْنَ: نَفى (ض) نفيًا عَنهُ، ہٹانا، علیحدہ کرنا۔ اَلْغَالِیْن: غَلاً (ف) غُلُوًّا، حد سے تجاوز کرنا، غلو کرنا مراد وہ مبطلین ہیں جو قرآن وحدیث کے غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ اِنْتِحَال: اَلْقَوْل، دوسرے کی بات کو اپنی طرف منسوب کرنا۔ اَلْمُبْطِلِیْن: (اسم فاعل) ضائع کرنا، باطل کرنا، أَبْطَلَ، اِبْطَالاً، لغو کام کرنا، قال اللہ تعالیٰ ﴿اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾۔

تشریح: ”تحريف الغالين“: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد مبتدعین ہیں جو دین میں غلو کر کے اس کی شکل بگاڑ دیتے ہیں اسی کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہ ﴿لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ اپنے دین میں غلو کرو۔

”انتحال“ کہتے ہیں دوسرے کے کلام کو اپنی جانب نسبت کرنا یہ کنا یہ ہوتا ہے جھوٹ سے۔

”تأويل الجاهلين“: جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے یعنی مبتدعین وغیرہ جو قرآن وحدیث کو موڑ کر اور غلط تاویل کر کے اپنے عقائد ثابت کریں گے ان کی اس تاویلات کو اہل علم لوگوں کے سامنے افشاء کریں گے، جاہلین جو تاویل کریں گے اس کی دو قسمیں ہیں۔

اول: وہ تاویلات جو نصوص قطعیہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو وہ تو بلاشبہ کفر کو پہنچا دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ وہ ایسی نصوص کے خلاف ہو جو اگر چہ ظنی ہیں مگر قریب بہ یقین ہیں یا اجماع عرفی کے خلاف ہو ایسی تاویلات گمراہی اور منطق ہوتی ہیں اس سے آدمی کافر نہیں ہوگا۔ (۲)

پوری حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میرے بعد کے زمانے میں حاملین علم کی ایک جماعت قیامت تک باقی رہے گی جو غالی اور مبتدعین کی تحریف وخرافات اور باطل پرستوں کے نظریات جو قرآن وحدیث سے استدلال کرنے کی کوشش کریں گے یہ ان کا ابطال کریں گے اور پھر علم اصلی شکل میں آجائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ”كتاب العلم“ ص ۳۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن ابراهيم بن عبدالرحمن العذرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يحمل هذا العلم .... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البيهقى فى دلائل النبوة.

---

(۱) مرقاۃ (۲) معارف القرآن ۷/۶۶۱

(۲۷۸) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ، فَقِيْلَ: كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ: اَلْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ.

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے

دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ ہی مقتول کو یہ بات معلوم ہوگی کہ مجھے کیوں قتل کیا گیا، پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا: قتل عام کی وجہ سے قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔

لغات: يَدْرِىْ: دَرٰى (ض) دِرَايَةً، جاننا۔ اَلْهَرَجُ: فتنہ، فساد، قتل، آشوب۔

تشریح: "حتى يأتي على الناس": ایسا وقت قیامت سے پہلے ضرور آئے گا کہ ایسی دین سے دوری اور گمراہی ہوگی کہ معمولی معمولی شکوک وشبہات کی وجہ سے انسان کا قیمتی خون بہایا جائے گا۔

"هرج": اس قتل عام کا سبب جہالت اور فساد عام کی تاریکی ہوگی جس سے پورا ماحول متاثر ہوگا اور اچھے برے کی تمیز ختم ہوجائے گی۔ (۱)

"القاتل والمقتول في النار": قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے بظاہر مقتول تو مظلوم ہے اور قاتل ظالم مگر محدثین کرام فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دونوں ہی ایک دوسرے کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر مقتول کا بس نہ چلا اور خود وار کرنے سے پہلے خود قاتل کے وار کا شکار ہوگیا۔ دونوں ہی کی نیت قتل کی تھی اس لئے اپنی نیتوں کی وجہ سے دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ آدمی جب دل سے گناہ کرنے کا عزم کرلے تو اس کو گناہ ہوگا اگرچہ وہ گناہ نہ کرسکے۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "كتاب الفتن" ص۴۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عنه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: والذي نفسي بيده لاتذهب .... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم في كتاب الفتن.

(۱) مظاہر حق ۹۱۲/۴ (۲) مرقاۃ ۱۲۰/۱۰

(۲۷۹) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرَجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرَجُ؟ قَالَ الْقَتْلُ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوجائے گا اور علم اٹھالیا جائے گا فتنے بکثرت ظاہر ہوں گے بخل ڈال دیا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قتل۔

لغات: یتقارب: قریب ہونا، قَرِبَ (س، ک) قُرْبًا، قریب ہونا۔ یَقْبِضُ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا بمعنی اٹھالینا، پکڑنا۔ یُلْقَ: اَلْقَی الشَّیْءَ، ڈال دینا، فِیهِ الشَّیْءَ، رکھنا، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ﴾۔ لَقِیَ (س) لِقَاءً، ملاقات کرنا۔ الشُّحُّ: (ن، ض) شَحَّابِهِ عَلَيْهِ، بخل کرنا۔ شَحِيْحٌ: بخیل۔

تشریح: "**یتقارب الزمان**": محدثین کرام نے اس کی شرح میں کئی مطالب تحریر فرمائے ہیں:۔

اول: دنیا اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب آجائے گا (مراد قیامت کا قریب آنا ہوگا)۔(۱)

دوم: برائی اور بدکار لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے۔(۲)

سوم: "یتقارب الزمان" کا مطلب یہ بھی ہے زمانہ ایسا ہو جائے گا کہ حکومتیں دیرپا نہیں ہوں گی بہت مختصر مختصر عرصہ میں حکومتیں تبدیل ہوں گی۔(۳)

چہارم: لوگوں کی عمریں چھوٹی ہوں گی۔(۴)

پنجم: گناہوں کے سبب زمانہ سے برکت ختم ہو جائے گی لوگ سمجھنے لگیں کے زمانہ بہت تیزی سے گذر رہا ہے۔(۵)

"**ویقبض العلم**": جب ایسا وقت آجائے گا تو علماء حق کو اٹھا لیا جائے گا ان کے اٹھنے کے ساتھ علم بھی اٹھ ہو جائے گا۔(۶)

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے فتنوں کا زمانہ ہوگا کہ علماء سوء اور علماء حق میں تمیز ختم ہو جائے گی لوگ یہی سمجھیں گے کہ علم ختم ہو گیا حالانکہ کچھ لوگ موجود ہوں گے۔

"**یلقی الشح**": آخری زمانہ میں ہر صنعت وحرفت والا اپنی صنعتی اشیاء کے بنانے میں بخل کرنے لگیں گے یہاں تک کہ لوگوں کو اشیاء ضروریہ بھی ملنا مشکل ہو جائے گی۔(۷)

"**هرج**": بمعنی خرابی فتنہ کہ مسلمانوں میں انتشار و اختراق ہوگا اور باہم قتل عام شروع ہو جائے گا۔(۸)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الفتن" ص ۴۶۲ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنه رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: یتقارب الزمان ....الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: **اخرجه مسلم واخرجه البخاری فی مکان مختلف مع اختلاف یسیر.**

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ (۲) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ (۳) مظاہر حق ۴/۹۱۲ (۴) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰
(۵) مظاہر حق ۴/۹۱۲ (۶) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ و مظاہر حق ۴/۹۱۲ (۷) مرقاۃ ۱۰/۱۲۰ و مظاہر حق ۴/۹۱۲
(۸) مظاہر حق ۴/۹۱۲

(۲۸۰) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُ: یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنَ اِلَّا الْبَلَآءُ.

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہیں ہوگی یہاں تک کہ آدمی قبر کے پاس سے گذرے گا اور پھر الٹ پلٹ کرے گا اور کہے گا کہ کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا یہ دین کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ دنیاوی مصیبت کی وجہ سے ہوگی۔

لغات: فَیَتَمَرَّغُ: یَتَمَرَّغُ فِی التُّرَابِ: مٹی میں لوٹنا۔ مَرِغَ: (س) مَرْغًا عِرْضَہٗ، عزت پر دھبہ لگنا۔ اَلْبَلَاءُ: غم جو جسم کو گھلا دے، آزمائش خواہ خیر سے ہو یا شر سے ہو۔ بَلَاَ: (ن) بُلُوًّا وَبَلَاءَ الرَّجُلَ. آزمانا، تجربہ کرنا، امتحان لینا۔

تشریح: "ولیس بہ الدین الّا البلاء": اس عبارت کے مفہوم میں متعدد معنی بیان کئے گئے ہیں اور وہ سب ہی مراد ہوسکتے ہیں۔

پہلا مطلب یہ ہے کہ دین سے مراد دین اسلام ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کا قبر پر الٹ پلٹ کرنا اور وہاں کھڑے ہوکر اس خواہش کا اظہار کرنا کہ کاش میں اس میں ہوتا اس کی وجہ آخرت اور دین کا نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس کو کوئی دنیاوی نقصان پہنچا ہوگا اس کی وجہ سے وہ تمنا کر رہا ہے۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ قبر پر آنا اور اظہار تمنا موت کرنا یہ ایسے وقت میں ہوگا جب کہ اس کے پاس اس فتنہ کے سوا کوئی بھی چیز نہیں ہوگی چاروں طرف سے فتنہ ہی فتنہ ہوگا۔ (۲)

تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہاں دین سے مراد عادت ہے کہ اس کا قبر پر کھڑے ہوکر موت کی آرزو کرنا یہ کسی عادت کی بناء پر نہیں ہوگا بلکہ اس فتنہ کی وجہ سے ہوگا جس میں وہ مبتلا ہوگا۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب اشراط السّاعۃ" ص ۴۶۹ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: والذی نفسی بیدہ لا تذھب الدنیا .... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب الفتن واخرجہ البخاری فی کتاب الفتن (باب لا تقوم الساعۃ حتی یغبط اھل القبور) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ.

---

(۱) مظاہر حق ۵/۳۰ (۲) مظاہر حق ۵/۳۰ (۳) مرقاۃ ۱۰/۱۶۷

(۲۸۱) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یُوْشِکُ أَنْ یَأْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لاَ یَبْقٰی مِنَ الاِسْلاَمِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلاَ یَبْقٰی مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُم عَامِرَةٌ وَهِیَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰی عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مِن تَحْتِ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ.

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ اسلام میں سے صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے ان کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے انہیں سے فتنے پیدا ہوں گے اور ان میں لوٹ کر آئیں گے۔

لغات: یُوْشِکُ: جلدی چلنا، قریب ہونا، اس کی خبر میں اکثر ''ان'' آتا ہے۔ رَسْمُهٗ: گھر کے مٹے ہوئے نشانات، جمع رسوم۔ عَامِرَةٌ: بمعنی آباد، مراد یہاں پر بلند عالیشان اور مزین ہونا ہے، عَمَرَ (ن) عَمْرًا، آباد ہونا جمع عَوَامِر ہے۔ قال تعالیٰ ﴿مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ أَنْ یَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ﴾. خَرَابٌ: خَرِبَ (س) خَرْبًا وَخَرَابًا الْبَیْتَ، ویران ہونا اجاڑ ہونا قال تعالیٰ ﴿وَسَعٰی فِی خَرَابِهَا﴾. اَدِیْمٌ: پکا ہوا چمڑا۔ اَدِیْمُ مِنَ السَّمَآءِ وَالاَرْض، زمین آسمان کا ظاہری حصہ، جمع ''اَدَمٌ، اُدُمٌ آدَامٌ'' ہے۔

تشریح: ''لا یبقی من الاسلام الاّ اِسمه'': اس حدیث میں قیامت کی چند علامات کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلی یہ کہ اسلام تو کتب میں موجود ہوگا مگر قلوب میں نہ ہوگا بہ الفاظ دیگر یہ کہ مسلمان تو ہوں گے مگر وہ اسلام اور اسلام ان سے دور ہوگا (۱)

''ولا یبقی من القرآن الاّ رسمه'': دوسری علامت قیامت کی یہ ہوگی کہ لوگ قرآن کو عمل کی نیت سے نہیں سیکھیں گے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے سیکھیں گے لہٰذا وہ صرف حروف، مخارج وغیرہ کو سیکھنے کی پوری کوشش کریں گے اور جو قرآن کا مقصد ہے کہ اس کے اوامر ونواہی کو سیکھ کر عمل کیا جائے اس سے یہ لوگ کوسوں دور ہوں گے۔ (۲)

''مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی'': اس حدیث میں علامت قیامت بیان کی گئی ہے کہ مساجد بظاہر لوگوں سے بھری ہوں گی مگر مساجد میں آنے والوں کا مقصد عبادت کرنا نہ ہوگا بلکہ یہ مساجد میں بیٹھ کر دنیوی اور لغو باتیں کریں گے، یا مطلب یہ ہے کہ مساجد بظاہر بڑی خوب صورت اور اس میں قالین، فانوس وغیرہ ہوں گے مگر نمازی برائے نام ہوں گے۔ (۳)

''علماؤهم شرّمن تحت أدیم السمآء'': یہاں علماء سے مراد مطلقاً علماء نہیں ہیں بلکہ یہاں علماء سوء ہیں تو یہ اس زمانے کے ظلم کرنے والوں کو نہیں سکھائیں گے تو وہ ظالم ان کو بھی برا بھلا اور گالیاں دیں گے تو یہ علماء بدترین مخلوق ہوئے کیونکہ ان کا کام تو یہ تھا کہ یہ ظالموں کو سمجھائیں اور ان کو دین کی طرف کھینچیں تو ظلم ان کی طرف لوٹے گا کہ وہ ظالم لوگ ان پر بھی مسلط ہو جائیں گے اگر یہ ان ظالموں کو سکھائیں تو اس وعید میں داخل نہ ہوں گے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۸ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: عن علی رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہﷺ: یوشک أن یاتی علی النّاس زمان ......الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة فی کتاب العلم (قبل کتاب الطهارة) الی البیهقی فی شعب الایمان عن علی رضی اللّٰہ عنه.

(۱) مظاہر حق ۱/۲۷۱ (۲) مرقاة ۱/۳۱۶ (۳) مرقاة ۱/۳۱۶ (۴) مظاہر حق ۱/۲۷۱

(۲۸۲) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِیَةِ اَعْدَآءُ السَّرِیْرَةِ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَکَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ؟ قَالَ ذٰلِکَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰی بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ.

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسی قومیں پیدا ہوں گی کہ جو ظاہر میں تو دوست بنیں گی مگر باطن میں دشمنی کریں گی، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے بعض بعض سے حرص و لالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوف زدہ ہوں گے۔

لغات: اِخْوَانٌ: جمع اَخٌ کی بمعنی بھائی، اَخَا(ن) اُخُوَّةً، دوست بننا، بھائی ہونا۔ اَلْعَلَانِیَةُ: کھلم کھلا، ظاہر، عَلَنَ(ن-ض-ک-س) عَلَنًا وَعَلَانِیَةً ظاہر ہونا۔ اَعْدَآءٌ: جمع عَدُوٌّ کی بمعنی دشمن، عَدَا(ن) عَدْوًا عَلَیْهِ ظلم کرنا، دشمنی کرنا۔ اَلسَّرِیْرَةُ: بھید، راز هُوَ طَیِّبُ السَّرِیْرَةِ، وہ باطن کا بہت اچھا ہے، جمع سَرَائِرُ. رَهْبَةٌ: رَهِبَ(س) رَهْبَةً وَرَهْبًا بمعنی خوف کرنا۔ قال تعالیٰ ﴿لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ﴾

تشریح: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہوگی کہ لوگوں میں سے اخلاص کا فقدان ہوگا اور نفاق عام ہوگا۔ خواہشات کو پورا کرنے کو آدمی اپنی زندگی کا مقصد سمجھے گا اسی بناء پر لوگ آپس میں دوستی اس وقت تک رکھیں گے جب تک اس دوست سے اپنی غرض پوری ہو رہی ہوگی، جب غرض پوری ہونا بند ہو جائے گی تو صرف یہ نہیں کہ تعلقات منقطع ہو جائیں بلکہ دشمنی تک بات پہنچ جائے گی، اس کے مد مقابل شریعت نے حکم یہ دیا ہے کہ دوستی اور دشمنی کی بنیاد اخلاص پر ہو دنیاوی اغراض پر نہ ہو۔ ارشاد نبوی ہے: "مَنْ أَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ". (۱)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ ہی کے لئے کسی سے دوستی کی اور اللہ ہی کے لئے ناراضگی رکھی کسی کو کچھ دیا تو اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے دینے سے انکار کیا تو یقیناً اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ قیامت کے قریب ہر چیز میں تبدیلی واقع ہو جائے گی تو وہ دوستی کی بنیاد جو صرف اخلاص پر ہوتی ہے اس میں تبدیلی آ جائے گی اور پھر اس دوستی کی بنیاد ذاتی اغراض و خواہشات پر رکھی (۲) جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الرياء والسمعة" ص ۴۵۵ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: عن معاذ بن جبل ان النبی ﷺ قال: یکون فی آخر الزمان ...... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه احمد فی مسنده ۵/۲۳۵.

---

(۱) مظاہر حق ۴/۱۴۸ (۲) مرقاۃ ۱۰/۷۲

(۲۸۳) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ أَوِ التَّمَرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے گذرتے جائیں گے بدکار لوگ جو یا کھجور کی بھوسی کی طرح باقی رہیں گے جن کی اللہ تعالیٰ مطلقا پروانہیں کریں گے۔

لغات: حُفَالَة: گھٹیا چیز، بھوسی، حُفَالَةُ الطَّعامِ. الشَّعِيْر: جو، واحد شَعِيْرَة. يُبَالِيْهِمْ: بَالٰى، مُبَالَاةً وبِلَاءً وبَالَةً وَبَالا الامْرَ وَبِالامر، پروا کرنا۔

تشریح: مولانا بدرعالم رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اسلام کے تنزل کی اس تیز رفتاری کو کسی گوشہ میں بیٹھ کر اندازہ لگایا جائے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچتے ہیں اور ہمارا اسلام پہلے کیا تھا اور آج ہمارے پاس اسلام کا کتنا حصہ باقی ہے۔

بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں بھرے اپنے گھر تشریف لائے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا آج آپ کے غصے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا خدا کی قسم میں عہد نبوت کی کوئی بات اب نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں، بقیہ امور میں بہت تغیر و تبدیلی محسوس کرتا ہوں۔

آج اگر ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں موجود ہوتے تو کیا تبصرہ فرماتے؟ اسی کو سورۃ التین میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تھا لیکن وہ اپنے اعمال کی بدولت جب گرا تو اسفل السافلین میں جا پہنچا مگر ایمان اور اعمال صالح والے بچے ہوئے ہیں۔(۱)

"لا يباليهم الله بالة": کہ اللہ ان کی پروانہیں کرے گا، آج فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے اور کاہلی کو چھوڑ کر اپنے دین متین کے لئے کل کی بجائے آج ہی کر ڈالئے۔

من نمی گویم زیاں کش یا بہ بند ہوش باش — اے کہ فرصت بے خبر تو آنچہ باشی زود باش

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تغير النّاس" ص ۴۵۸ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن مرداس الأسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يذهب الصّالحون الأول فالأول

ويبقى حفالة كحفالة الشّعير والتمر لا يباليهم الله بالة.

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق(باب ذهاب الصالحین)

(۱) جواہر الحکم ۲/ ۶۵......۶۶۔

(۲۸۴) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لاَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ أَسْعَدُ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعَ ابْنَ لُكَعٍ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں اس وقت اچھے لوگ خود کمینے (بے وقوف) بیٹے کمینوں کے ہوں گے۔

لغات: لُكَعٌ: بمعنی حرامی، کمینہ، معرفہ کی صورت میں غیر منصرف ہوتا ہے، لَكِعَ(س) لُكْعًا وَلَكَاعَةً، کمینہ ہونا۔

تشریح: یہاں پرانے زمانے کی تبدیلی بیان کرنا مقصود ہے کہ زمانہ کس قدر بدل جائے گا اور شرافت کس قدر ختم ہو جائے گی کہ آج تو آدمیوں کا سرداران کا بہترین آدمی ہوتا ہے لیکن ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جب لوگوں کا سردار کمینہ اور بدترین آدمی ہوگا۔ ایک اور جگہ ارشاد مبارک ہے کہ تو دیکھے گا کہ برہنہ پا برہنہ جسم مفلس وفقیر اور بکریاں چرانے والوں کو عالیشان مکانات وعمارات میں فخر وغرور کی زندگی بسر کریں گے۔ (۱)

اسی تبدیلی زمانہ کے متعلق ایک اور روایت ہے کہ فرمایا کہ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (۲) اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ جب معاملات نا اہل کے سپرد کر دئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (۳) مقصود یہی ہے کہ وہ زمانہ انتہائی پرفتن دور ہوگا کہ جس میں ساری شرافت وغیرہ ختم ہو جائے گی اور ہر طرف بددینی بدچلنی عام ہوگی اسی زمانے کے بارے میں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جب اتنا انقلاب ہو جائے کہ شرفاء کی جگہ کمتر وذلیل لے لیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب تمام عالم پر عظیم انقلاب کا وقت آگیا ہے جسے قیامت کہا جاتا ہے (۴)۔ اس تغیر کی جگہ وجہ اور ترتیب کو بھی بیان کیا چنانچہ فرمایا کہ نیک بخت لوگ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے گذرتے رہیں گے اور بدکار اور ناکارہ لوگ جو یا کھجور کی بھوسی کی طرح باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تغير الناس" ص ۴۵۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: وعنه رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا تقوم الساعة حتى يكون اسعد الناس بالدنيا لكع ابن لكع

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الفتن(باب ماجاء فی اشراط الساعة)عن حذیفة بن الیمان.

(۱) مشکوۃ ص ۱۱ (۲) مشکوۃ ص ۳۳ (۳) مشکوۃ (۴) مظاہر حق ۵/ ۹۴ (۵) مشکوۃ ۴۵۸

(۲۸۵) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِهٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا اس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا ایسا ہوگا جیسا کہ آگ کی چنگاری کو ہاتھ میں لینے والا۔

لغات: اَلْقَابِضُ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا بِیَدِهِ الشَّیْئَ وَعَلَی الشَّیْئِ کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ الجَمْرُ: جمع جَمْرَۃٌ کی بمعنی چنگاری۔

تشریح: "کالقابض علی الجمر" : یہ جزء محل تشریح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر زمانے میں (یعنی قیامت کے قریب) برائی اس قدر عام ہو جائی گی کہ لوگ دین کو قابل نفرت سمجھنے لگیں گے، لوگوں کے اعمال ہی نہیں عقائد میں بھی خرابی آجائے گی۔ دین کی بات کرنے والا اور اس کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں ملے گا، ایسے وقت میں اگر کوئی دین اسلام کو اپنائے گا تو اس کی مثال حدیث بالا میں ہاتھ میں انگارہ رکھنے کے ساتھ دی ہے کہ جس طرح ہاتھ پر انگارہ رکھنا مشکل اور مشقت کا کام ہے اسی طرح ایسے باطل ماحول میں جمنا بھی اور اپنے ایمان اور اعمال کی حفاظت کرنا بھی مشکل ہوگا[1] اور جو ایسے وقت میں دین پر جمے گا اس کے لئے احادیث میں بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں مثلاً ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

"مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ"

ترجمہ: جس نے تھامے رکھا میری سنت کو میری امت کے دور فساد میں اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تغیر الناس" ص ۴۵۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: یأتی علی النّاس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الملاحم واخرجه ابن ماجه فی کتاب الفتن واخرجه الترمذی ایضا فی ابواب الفتن عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ.

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۷/۹۷ و مظاہر حق ۴/۷۷۸ و جواہر الحکم ص ۲۷۹

(۲۸۶) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَةُ اِلٰی قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ، قَالَ: بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَهَابَةَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِیْ

قُلُوبِكُمُ الوَهْنَ، قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا الوَهْنُ؟قَالَ: حُبُّ الدُّنيَا وَكَرَاهِيَةُ المَوْتِ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب دنیا والے ایک دوسرے کو ایسا بلائیں گے تمہارے اوپر جیسا کہ کھانے والے پیالے پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی صحابی نے عرض کیا کہ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں تمہاری مقدار بہت ہوگی اس وقت تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کے برابر ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمہارا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یارسول اللہ "وہن" کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

لغات: تَدَاعیٰ: باب تفاعل سے بمعنی ایک دوسرے کو بلانا، اِدَّعَی الشَّيئَ دعوی کرنا۔ قَصْعَةٌ: بمعنی پیالہ، جمع قِصَعٌ، قِصَاعٌ قَصَعَاتٌ. غُثَاءٌ: جھاگ، کوڑا کرکٹ، غَثَا(ن) غَثْوًا. اَلسَّيْل: بہنے والا، سیلاب۔ لَيَقْذِفَنَّ: قَذَفَ(ض) قَذْفًا بمعنی ڈالنا، پھینکنا قال تعالیٰ ﴿فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾. اَلْوَهْنُ: بمعنی کمزوری، سستی، وھن (ض-س-ک) کمزور ہونا، قال تعالیٰ ﴿فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾.

تشریح: "تداعی علیکم کما تداعی الآکلة": جس طرح جب کچھ لوگ دسترخوان پر جمع ہوتے ہیں تو برتن کو ایک دوسرے کے سامنے رکھتے ہیں کہ اس برتن کے کھانے میں سے تم بھی کچھ کھالو کیونکہ جب برتن قریب ہوتا ہے تو آدمی آسانی سے اس میں سے کچھ کھالیتا ہے تو اسی طرح قیامت کے قریب کافر لوگ ایک دوسرے کو اکسائیں گے کہ مسلمانوں کو ہلاک کردیں وہ کفار جمع ہوں گے اور مسلمانوں کی جائداد اور مال وغیرہ پر لوٹ ڈالیں گے۔(۱)

"حبّ الدنیا و کراهیة الموت": اس تباہی و بربادی کی وجہ یہ ہوگی کہ مسلمانوں کے دلوں میں "وہن" داخل ہوجائے گا۔ "وھن" کے معنی ہیں سستی اور ضعف کہ ایمان میں سستی ہوجائی گی اس کی وجہ سے موت سے ڈر لگنے لگے گا حالانکہ موت تو مومن کے لئے تحفہ ہے، اور دنیا کی محبت آجائے گی جس کی وجہ سے یہ جہاد سے ڈرنے لگے گا کہ اگر مرجاؤں گا تو بال بچوں کا کیا ہوگا، جب یہ حال مسلمانوں کا ہوجائے گا تو کفار اس پر غالب آجائیں گے۔(۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تغیر الناس" ص ۴۵۹ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: یوشک الامم...... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الملاحم واخرجه الامام احمد فی مسنده۵/۳۷۸.

---

(۱) مظاہر حق ۴/۴۳۵ (۲) مرقاۃ ۹/۱۳۰

(۲۸۷) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَأْكُلُوْنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ كَمَا تَأْكُلُ الْبَقَرَةُ بِأَلْسِنَتِهَا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی جماعت پیدا نہ ہو جائے جو اپنی زبانوں کے ذریعہ اس طرح کھائیں گے جس طرح گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔

لغات: اَلْبَقَرَةُ: گائے، جمع اَلْبَقَرُ۔

تشریح: "یأکلون بالسنتهم": اس حدیث پاک میں بھی قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے قریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی زبانوں کو کھانے کا ذریعہ بنائیں گے یعنی ان لوگوں کی عادت یہ ہوگی کہ مال والوں کی جھوٹی جھوٹی تعریفوں اور چاپلوسی کر کے ان سے مال وصول کریں گے۔

بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بیان فرمایا کہ یہ لوگ اپنی تقریر اور تحریر فصاحت اور بلاغت کا جھوٹا مظاہرہ کریں گے پھر اس کی وجہ سے لوگوں سے مال کو لیں گے۔

تیسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگوں کی بعض کے سامنے خدمت کریں گے پھر اس کے ذریعہ سے مال کو حاصل کریں گے۔

"کما تأکل البقرة": جس طرح گائے کے سامنے جو کچھ ہو وہ اس بات کی تمیز نہیں کرتی کہ یہ خشک ہے یا تر حلال ہے یا حرام تو بعینہ اسی طرح قیامت کے قریب لوگ کھاتے وقت اور مال لیتے وقت قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ یہ مال حلال ہے یا حرام جو کچھ ہوگا کھائیں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب البیان والشعر" ص ۴۱۰ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تقوم الساعة حتی یخرج قوم یاکلون بألسنتهم کما تاکل البقرة بألسنتها.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده ۱/۱۸٤

(۲۸۸) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کو جو مال ملے گا اس کے بارے میں وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام۔

لغات: يُبَالِيْ: بَالٰى مُبَالَاةً، پرواہ کرنا، مقابلہ پر فخر کرنا۔

تشریح: قرب قیامت جو کہ حقیقت میں فتنوں کا زمانہ ہوگا، عجیب عجیب فتنے ہوں گے اور اس زمانے میں چاروں طرف برائیاں پھیل جائیں گی ان برائیوں میں سے ایک برائی جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث بالا میں ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جن میں مال کی اتنی حرص اور لالچ ہوگی کہ اس بناء پر وہ حصول مال کے سلسلہ میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کریں گے وہ قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ اگر حرام مال میرے پیٹ میں چلا گیا تو میری عبادات قبول نہ ہوں گی (۱) اور جو میرا جسم اس حرام مال سے پرورش پا رہا ہے یہ جہنم میں جائے گا۔ ان جیسی وعیدوں کی اس کی نگاہ میں کوئی پرواہ نہ ہوگی (۲) دنیا کی محبت ولالچ اس کو وہ سب کچھ کروا دے گی جس کو عام آدمی کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا اسی کی طرف آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ". ترجمہ: دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اسی کو ایک فارسی شاعر نے یوں ادا کیا ہے:

ہر چہ آمد بدہان شاں خورند وآنچہ آمد بزبان شان گفتند

اگر اس حدیث بالا پر غور فرمائیں گے تو ہمارے زمانہ پر پوری طرح منطبق ہے کہ آج کتنے لوگ ہیں جو حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں؟

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الکسب وطلب الحلال" ص ۲۴۱ پر ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

وعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: یأتی علی النّاس زمان لا یبالی المرء ما أخذ منہ أمن الحلال أم من الحرام؟

تخریج حدیث: **اخرجہ البخاری فی کتاب البیوع (باب من لم یبال من حیث کسب المال) اخرجہ البیھقی فی دلائل النبوۃ.**

(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ (۳) مشکوۃ (۴) مظاہر حق ۳/۳۳

(۲۸۹) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَۃِ أَنْ یَتَدَافَعَ أَھْلُ الْمَسْجِدِ لَا یَجِدُوْنَ اِمَامًا یُصَلِّیْ بِھِمْ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد والے امام بنانے کے لئے ایک دوسرے کو بڑھائیں گے مگر کوئی نماز پڑھانے والا ان کو نہ ملے گا۔

لغات: اَشْرَاطٌ: شَرْط کی جمع ہے علامت، ہر چیز کا اول۔ یَتَدَافَعُ: ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا، یَتَدَافَعُ الْقَوْمُ، ایک دوسرے کو ہٹانا۔

تشریح: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ طیبیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں جہل وفسق اتنا پھیل

جائے گا کہ کسی کے اندر بھی امامت کی اہلیت نہ ہوگی اس بناء پر لوگ امامت کروانے سے گریز کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو نماز پڑھانے کے لئے کہیں گے اور کوئی بھی امام بننے کے لئے تیار نہ ہوگا(۱) اس پر ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"أَجَازَ الْمُتَأَخِّرُوْنَ مِنْ أَصْحَابِنَا أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَى الْإِمَامَةِ وَالْاَذَانِ وَنَحْوِهِمَا مِنْ تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ بِخِلَافِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا يُحَرِّمُوْنَ الْأُجْرَةَ عَلَى الْعِبَادَةِ"۔(۲)

ترجمہ: ہمارے علماء احناف میں سے متاخرین نے اجازت دی ہے کہ امامت اور اذان اور اسی طرح قرآن کی تعلیم وغیرہ پر تنخواہ لے سکتے ہیں بخلاف متقدمین کے کہ وہ عبادات پر تنخواہ لینے کو حرام سمجھتے تھے۔

اس حدیث کے شراح فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کو آگے بڑھانے میں یہ علت نہیں ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کو افضل سمجھ کر امامت کے لئے کہہ رہے ہوں گے کیونکہ اس حدیث میں قیامت کی علامت میں سے اس کو بیان کیا گیا ہے اور قیامت کے قریب جہل خوب شباب پر ہوگا اس لئے ہر شخص امام بننے سے انکار کریگا۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الامامۃ" ص۱۰۰ پر ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

عن سلامة بنت الحر رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللہ ﷺ: إنّ من اشراط السّاعة أن يتدافع أهل المسجد لا يجدون اماما يصلّي بهم.

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الصلوة (باب کراهية التدافع عن الامامة) واخرجه احمد فی مسنده ٦٥/ ٣٨١

(۱) مرقاۃ ۳/ ۸۵ ومظاہر حق ۱/ ۴۳۸ (۲) مرقاۃ ۳/ ۸۵ (۳) مظاہر حق ۱/ ۴۳۸ ومرقاۃ ۳/ ۸۵

(۲۹۰) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْرَآنِيْ بِاَهْلِهِ وَمَالِهِ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: بے شک میری امت میں سے مجھ سے محبوب ترین وہ لوگ ہوں ہیں جو میری وفات کے بعد پیدا ہوں گے ان میں سے بعض یہ تمنا کرے گا کہ وہ اپنا سارا مال اور تمام رشتہ دار کو دے کر بھی مجھے دیکھ لے۔

لغات: بِاَهْلِهِ: بچے اور کبھی بیوی اور کبھی دونوں کو بولا جاتا ہے۔

تشریح: "یکون بعدی": میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد دنیا میں آئیں گے۔(۱)

"یود أحدهم": ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش وہ مجھ کو دیکھ لیتے اگر اس کے لئے ان کو اپنے مال وعیال سب کچھ قربان کرنا پڑے تو وہ کر دیں۔

"حبًّاناس": میرے نزدیک لوگوں میں محبوب ہوں گے۔
سوال: کیا یہ لوگ صحابہ سے بھی افضل ہوں گے؟
جواب: بعد میں آنے والے صحابہ سے کسی صورت میں بھی نہیں بڑھ سکتے آدمی جتنا بلند ہو جائے مگر صحابہ سے فائق نہیں ہوسکتا، اللہ نے صحابہ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت اور خدمت کے لئے چنا تھا تو اس تمنا کے ساتھ آدمی ادنی صحابی کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔
سوال: ان جیسی روایات سے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ استدلال کرتے ہیں کہ بعد میں آنے والے بھی بعض صحابہ سے بڑھ سکتے ہیں؟۔
اول: یہ بات جمہور علماء کے اتفاق کے خلاف ہے۔ دوم: یہ کہ اگر کوئی خاص صفت میں بڑھتا ہے تو اس کو یہ جزوی فضیلت حاصل ہوگی مگر صحابہ کو کلی فضیلت حاصل ہوگی۔
یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ثواب هذه الامة" ص ۵۸۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:
عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال: انّ من أشد أمّتی لی حبًّا ناس یکونون بعدی یودّ أحدهم لو رأنی بأهله وماله.
تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی (کتاب الجنّة وصفة نعیمها وأهلها) واخرجه البخاری فی کتاب المناقب (باب علامات النّبوة فی الاسلام).

---

(۱) مرقاۃ ص ۴۶۴

(۲۹۱) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّهُ سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ أَجْرِ أَوَّلِهِمْ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقَاتِلُوْنَ أَهْلَ الْفِتَنِ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جب اس امت کے آخری دور میں ایک جماعت پیدا ہوگی جس کا ثواب اس امت کے ابتدائی دور کے لوگوں کے ثواب کے مثل ہوگا اس جماعت کے لوگ مخلوق خدا کو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے روکیں گے اور فتنہ برپا کرنے والوں سے لڑیں گے

لغات: اَلْفِتَن: جمع اَلْفِتْنَة: بمعنی آزمائش، گمراہی، رسوائی، قال تعالی: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾.

تشریح: اگرچہ یہ ساری امت خیر امت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ میں واضح ہے اور اس طرح اس امت کے پہلے حصہ کی فضیلت و بزرگی شمس نہار کی طرح عیاں ہے۔
یہاں پر حضور اکرم ﷺ نے اس امت کے آخری حصہ کی فضیلت و اہمیت کو بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک روایت میں (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا) تم ایسے زمانے میں ہو کہ جو تم سے کوئی دسواں حصہ مامور بہ کا چھوڑ دے تو ہلاک ہوگا پھر

ایسا زمانہ آئے گا کہ اگر ان میں سے کوئی دسواں حصہ مامور بہ کا پوار کرے گا تو نجات پائے گا۔[۱]
یہاں پر مامور بہ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے،[۲] اس حدیث میں بھی عہد رسالت اور حالیہ کا فرق بیان کیا گیا ہے چونکہ اس زمانے میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کا دور دورہ تھا اس لئے اس دسواں چھوڑنے والا بھی ہلاک تھا لیکن آخری دور میں جب امر بالمعروف نہی عن المنکر کا چرچا نہ ہوگا تو اگر کوئی شخص دسواں حصہ بھی کرے گا تو نجات پائے گا[۳] اسی فرق کو ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ:
جس نے میری امت کے فساد کے زمانے میں میری سنت کو تھامے رکھا ہو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔[۴]

چنانچہ حدیث بالا میں اس امت کے آخری حصہ والوں کے لئے بشارت ہے ایک جگہ بحیثیت مجموعی ارشاد عالی ہے کہ ''میری امت کا حال بارش کی طرح ہے جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر اس کا بہتر ہے''۔[۵]

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب ثواب هذه الامّة'' ص ۵۸۴ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبدالرحمٰن بن العلاء الحضرمی رحمه الله قال: حدّثنی من سمع النبی ﷺ یقول: انّه سیکون فی آخر هذه الأمّة قوم لهم مثل أجر أوّلهم یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویُقاتلون أهل الفتن.

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة الی البیهقی.

---

(۱) مشکوۃ ص ۳۱ (۲) مظاہر حق ۲۱۹ (۳) مظاہر حق ۲۱۹ (۴) مشکوۃ ۳۰ (۵) مشکوۃ ص ۵۸۳

(۲۹۲) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَنْفَعُ فِیْهِ اِلَّا الدِّیْنَارُ وَالدِّرْهَمُ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں درھم اور دینار کے علاوہ کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی۔

لغات: اَلدِّیْنَارُ وَالدِّرْهَمُ: یہ دونوں سکے کا نام ہے۔ دینار سونے کا اور درہم چاندی کا ہوتا تھا۔

تشریح: اس حدیث کے راوی مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ان کی باندی ان کے جانوروں کا دودھ بیچتی تھی اور اس سے ان کا گذارہ ہوتا تھا، لوگوں نے حضرت مقدام کو طعنہ دیا کہ تم دودھ کو فروخت کروا کر اس کی قیمت کو کھاتے ہو حالانکہ بہتر یہ ہے کہ دودھ مفت میں ہی فقراء مساکین کو تقسیم کیا جائے اس پر حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شرعی نقصان تو نہیں نہ تو یہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ ہے اور یہ میری ضرورت کے پیش نظر ہے کسی مال کی لالچ کی بناء پر نہیں پھر اس پر حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ نے حدیث بالا سنائی[۱] ایک زمانہ ایسا آئے گا جس کی پیش گوئی نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے کہ آدمی کی تمام تر کوشش مال کے جمع کرنے میں لگے گی اور وہ سمجھیں گے کہ اس سے پریشانی دور ہوگی مگر وہ پریشانی تو ان کے اعمال بد کی نحوست کی وجہ سے ہوگی، وہ مال کے جمع کرنے

سے کیسے دور ہوگی؟ جب تک کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوں وہ پریشانی ان سے دور نہ ہوسکے گی مگر وہ ایسا کریں گے نہیں۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب الکسب وطلب الحلال" ص۲۴۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی بکر بن ابی مریم رحمهما الله قال: کانت لمقدام بن معدی کرب جاریة تبیع اللبین ویقبض المقدام فقیل له: سبحان الله تبیع اللّبن وتقبض الثّمن، فقال: نعم، وما بأس بذالک؟ سمعت رسول الله ﷺ یقول: لیأتینّ علی النّاس زمان لا ینفع فیه الاّ الدّینار والدّرهم.

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده ٤/١٣٣ عن المقدام بن معدیکرب.

---

(۱) مشکوٰۃ ۲۴۳ (۲) مظاہر حق ۳/۵۰-۵۱

(٢٩٣) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا.

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا، ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ناحق ماریں گے اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہوگا جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر (کے بال) بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے ایسی عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی حالانکہ جنت کی بو اتنی اتنی مسافت (یعنی بہت زیادہ دور) سے بھی آتی ہے۔

لغات: سِيَاطٌ: جمع سَوْطٍ، بمعنی کوڑا، چابک، حقہ، تخی، پانی جمع ہونے کی جگہ، سَاطَ (ن) سَوْطًا کوڑے مارنا كَأَذْنَابِ: جمع الذَّنَبِ مِنَ الْحَيَوَانِ، دم، أَذْنَابُ النَّاسِ، معمولی لوگ۔ كَاسِيَاتٌ: جمع كَاسِيَةٍ، كَسِيَ (س) كَسْأً بمعنی پہننا۔ عَارِيَاتٌ: عَرِيَ (س) عُرْيَةً مِنْ ثِيَابِهِ، ننگا ہونا۔ مُمِيْلَاتٌ: أَمَالَ، إِمَالَةَ الشَّيْءِ، جھکانا، قال تعالی: ﴿اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْمًا﴾ رُؤُسُهُنَّ: جمع رَأْسٌ کی بمعنی سر، اَرْؤُسٌ، رُؤُسٌ اور آرَاسٌ بھی جمع آئی ہے۔ اَسْنِمَةٌ: جمع سِنَامٍ بمعنی کوہان، "فلان سنام قومه"، فلاں اپنی قوم میں بڑا ہے۔ اَلْبُخْتُ: بمعنی گردن والا اونٹ، مضبوط۔ عموماً ایسے اونٹ خراسان میں ہوتے ہیں۔ رِيْحٌ: بو، مہک، اچھی خبر جمع اَرْيَاحٌ، رِيَاحٌ، رِيَحٌ آئی ہے۔ اَلْمَسِيْرَةُ: مسافت کے لئے آتا ہے۔ سَارَ (ض) مَسِيْرًا وَمَسِيْرَةً، سفر کرنا، جانا۔

تشریح: **"کاسیات"**: وہ ننگی ہوں گی اس کے کئی مطالب ہیں:

اول: ایسا کپڑا پہنیں گی کہ اس سے ان کے بدن کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہوگا۔

دوم: دوپٹہ کو اپنے پیٹ اور سینہ پر ڈالنے کے بجائے گردن یا پیٹھ وغیرہ پر ڈالیں گی۔

سوم: بعض علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ وہ عورتیں دنیا کے بہترین سے بہترین کپڑے پہنیں گی مگر تقوی اور اعمال صالحہ سے خالی ہوں گی اس لئے کہ آخرت میں وہ لباس سے ننگی ہوں گی۔[۱]

"ممیلات مائلات": مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی کہ وہ عورتیں اپنا بناؤ سنگار اس لئے کریں گی کہ اس سے مردوں کو اپنی طرف مائل کریں اور بذات خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوں گی، بعض علماء نے فرمایا "ممیلات" کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے دوپٹہ کو سر پر نہیں رکھیں گی تا کہ وہ مردوں کو دیکھیں اور مائلات کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورتیں اس طرح مٹک مٹک کر چلیں گی تا کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں۔[۲]

"لا یدخلن الجنّة": اس جملہ میں تنبیہ مقصود ہے کہ وہ ڈریں کہ جنت سے محروم نہ ہو جائیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نیک عورتیں جنت میں داخل ہوں گی تو یہ ان کے ساتھ نہ داخل ہو سکیں گی اور نہ ہی ان کے ساتھ جنت کی خوشبو سونگھیں گی ان کو اس عمل کی سزا ملنے کے بعد جنت بھی ملے گی اور جنت کی خوشبو بھی۔[۳]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب مالا یضمن من الجنایات" ص ۳۰۶ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عنه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: صنفان من أهل النّار لم أرهما .... الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: **اخرجه مسلم عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فی كتاب اللباس (باب النساء الكاسيات والعاريات) اخرجه البيهقی فی دلائل النبوة.**

---

(۱) مرقاۃ ۷/۹۵ (۲) مظاہر حق ۳/۵۵۳ (۳) مرقاۃ ۷/۹۵ و مظاہر حق ۳/۵۵۳

(۲۹۴) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے نکال لے بلکہ علم کو

اس طرح سے اٹھائے گا کہ علماء کواس دنیا سے اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے مسئلہ پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

لغات: یَقْبِضُ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا بِیَدِهِ الشَّیْئَ مِلْئَ الشَّیْئِ، کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ اِنْتِزَاعًا: الشَّیْئَ، اکھڑنا، نکالنا، کھینچانا، نَزَعَ: (ف) نَزْعًا الشَّیْئَ مِنْ مَکَانِهِ، اکھڑنا، نکالنا۔ اَلْعِبَادَ: جمع عبد کی بمعنی بندہ، عَبَدَ (ن) عِبَادَةً، عبادت کرنا، پرستش کرنا۔ عَبُدَ (ک) عُبُوْدَةً، غلام ہونا۔ فَاَفْتَوْا: اَفْتٰی، اِفْتَاءً، فتوی دینا۔

تشریح: اس قسم کی متعدد احادیث ملتی ہیں مثلا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: فتنے پھوٹیں گے اور ہرج زیادہ ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا چیز ہے؟ فرمایا: قتل! قتل اور علم قبض کرلیا جائے گا۔
اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: علم کو اس کے قبض ہوجانے سے پہلے سیکھ لو علم کا قبض ہونا اہل علم کا اٹھ جانا ہے۔
اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ہے کہ: علم اس طرح قبض نہیں ہوگا کہ سینوں سے نکل جائے بلکہ یہ ہوگا کہ علماء فناء ہوجائیں گے۔ (۱)

اور بھی متعدد احادیث اس مضمون سے ملتی ہیں، ان احادیث میں اس خطرناک دور کی طرف اشارہ ہے جب اللہ اپنی عظیم نعمت کو انسانوں سے چھین لیں گے جو کہ انسانیت کا طرہ امتیاز ہے اور پھر انسانیت کے خاتمہ اور گمراہی کا وقت قریب ہوگا، اس نعمت کے اٹھنے کے اسباب بھی متعدد احادیث میں مذکور ہیں:

اول: علماء کی جانب سے ان کے قلوب میں دنیوی طمع پیدا ہونا۔

دوم: مخلوق کی جانب سے اس کی ناقدری اور ان سے بے نیازی ہوگی۔

سوم: یہاں شرعی بات کا ذکر ہے کہ صحیح اور علماء حق اٹھتے چلے جائیں گے ان کے جانشین نام کے علماء ہوں گے ان سے پھر عام گمراہی پھیل جائے گی۔ (۲)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۳ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: انّ اللّٰہ لا یقبض العلم .... الخ

باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: **اخرجہ البخاری فی کتاب العلم (باب کیف یقبض العلم) واخرجہ مسلم فی کتاب العلم (باب رفع العلم بقبضہ) واخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ.**

---

(۱) العلم والعلماء ص ۱۱۵ (۲) جواہر العلم ص ۲۱۱

(۲۹۵) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ، تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّیْ اِمْرَأٌ مَقْبُوْضٌ وَالْعِلْمُ سَیَنْقَبِضُ وَیَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰی یَخْتَلِفَ اِثْنَانِ فِیْ فَرِیْضَةٍ لَا یَجِدَانِ أَحَدًا یَفْصِلُ بَیْنَهُمَا.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ، علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ بے شک میں بھی ایک آدمی ہوں جو اٹھا لیا جاؤں گا اور علم بھی اٹھایا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص ایک مسئلہ میں اختلاف کریں گے اور کسی کو بھی وہ ایسا نہ پائیں گے جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

لغات: تَعَلَّمُوْا: سیکھنا، الا مر، مضبوط کرنا۔ اَلْفَرَائِضَ: جمع اَلْفَرِیْضَة، فرض، زکوۃ، حصہ، علم میراث۔ اِمْرَأ: بمعنی مرد جمع رِجَال من غیر لفظ۔ مَقْبُوْضٌ: قَبَضَ (ض) قَبْضًا، پکڑنا، قَبَضَهُ اللّٰه، وفات دینا۔ سَیَنْقَبِضُ: اَلْقَبْضُ الشَّیءِ ملنا، سمیٹنا۔ اَلْفِتَنُ: جمع اَلْفِتْنَةِ کی بمعنی اختلاف آراء، جنگ وجدال۔

تشریح: یہ دنیا چونکہ دار الامتحان ہے یہاں انسان اختیار ابتلاء کے لئے آیا ہے اب اس میں نجات اسی وقت ہوگی جبکہ اس کو علم ہوگا کہ کن عوامل میں فلاح مضمر ہے اور کن میں خسران پوشیدہ ہے، اس لئے علم کے سیکھنے سکھانے کے فضائل متعدد احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں، چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ جو شخص کسی راستے کو علم دین حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے راستے پر چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (فرشتے) اور جو زمین پر ہے (جن وانس) اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں، دعائے مغفرت کرتی ہیں، عابد پر عالم کو ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

دوسری بات کہ خود سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا بھی نہایت اہم ہے اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا حضور اکرم ﷺ نے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔

یہ تو امر بدیہی ہے کہ جب علم سیکھا جائے گا نہ سکھایا جائے گا تو نتیجہ جہل کا دور دورہ ہوگا اس لئے حدیث میں فرمایا کہ دو آدمی اختلاف کریں گے لیکن کوئی ثالث نہ پائیں گے۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ لوگوں کو کوئی عالم نہیں ملے گا تو وہ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے اور وہ مسئلہ بتائیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب العلم" ص ۳۸ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: **عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی رسول اللہ ﷺ: تعلّموا العلم** .... **الخ** باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

(۲۹۶) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِقْرَءُ او القُرْآنَ بِلُحُوْنِ العَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا وَإِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ أَهْلِ العِشْقِ وَلُحُوْنَ أَهْلِ الكِتٰبَيْنِ وَسَيَجِيْ بَعدِىْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالقُرْآنِ تَرْجِيْعَ الغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَانُهُمْ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: قرآن اہل عرب کی طرح اوران کی آوازوں میں پڑھو، اہل عشق اور اہل کتاب کے طریقہ کے مطابق پڑھنے سے بچو! میرے بعد ایک جماعت پیدا ہوگی جس کے افراد راگ اور رونے کے طرح آواز بنا کر قرآن پڑھیں گے قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا نیز ان کی قرأت سن کر خوش ہونے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

لغات: لُحُوْنٌ: جمع ہے لَحن کی بمعنی لہجہ، آواز، اَللَّحنُ مِنَ الاَصْوَاتِ، موزوں آواز کو کہتے ہیں جمع اَلْحَانٌ آتی ہے، لَحنَ فِي القُرآن، خوش آوازی سے پڑھنا۔ اَهْلُ الْكِتٰبَيْنَ: توریت وانجیل والے، یہود اور نصاریٰ۔ يُرَجِّعُوْنَ: تَرْجِيْعًا فِي صَوْتِهِ، اپنی آواز کو حلق میں گھمانا، رَجَعَ (ض) رُجُوْعًا، واپس آنا، لوٹنا، رَجَعَ فِي الْمُصِيْبَةِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنا۔ اَلْغِنَاءُ: بمعنی نغمہ گانا۔ اَلنَّوحُ: عورتوں کی جماعت جو اکٹھا ہو کر روئے، نِسَاءُ نَوحٍ، اِسْتَنَاحَتِ الْمَرْأَةُ، عورت نے نوحہ کیا۔ حَنَاجِرُ: جمع حَنْجَرَةٌ کی بمعنی حلق۔

تشریح: "اقرء و القرآن بلحون العرب": قرآن عربوں کی زبان اور لہجہ میں نازل ہوا ہے۔ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ تو جب قرآن پڑھیں گے تو بغیر تکلف پڑھیں گے۔ اس میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو قرآن پڑھنے میں خواہ مخواہ کا تکلف کر کے اپنی آواز اور لہجہ کو بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ (۱)

"ایاکم ولحون أهل العشق": تم بچو اہل عشق کی طرح پڑھنے سے یعنی جس طرح اہل عشق والے اور شعراء اپنے اشعار اور نظموں کو خوب بنا بنا کر ترنم کی آواز میں پڑھتے ہیں مزید یہ کہ ساتھ ساتھ موسیقی اور راگ وغیرہ کو بھی شامل کرتے ہیں تم قرآن کو ان سب چیزوں سے دور رکھو۔ (۲)

"اهل الكتبين": یعنی جس طرح اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنی کتاب کو غلط لکھتے اور غلط پڑھتے اور غلط اس کی تشریح اور مطلب بیان کرتے تھے مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ تم اپنی کتاب (یعنی قرآن) کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرنا۔ (۳)

"مفتونة قلوبهم": ان کے دلوں میں فتنے ہوں گے کیونکہ وہ قرآن کو پیسوں کے لئے یا شہرت حاصل کرنے کیلئے پڑھیں گے اخلاص کا ان میں نام ونشان نہ ہوگا تو جو لگ اس غلط کام یا غلط بات کو اچھا سمجھیں گے وہ بھی گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضائل القرآن" ص ۱۹۱ پر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے: عن حذيفة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اقرأ القرآن بلحون العرب........ الخ باقی بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى كتاب فضائل القرآن الى البيهقى فى شعب الايمان.

(۱) مظاہر حق ۴۴۸ و مرقاۃ ۱۲/۵ (۲) مظاہر حق ۴۴۸ (۳) مظاہر حق ۴۴۸ (۴) مظاہر حق ۴۴۸

الباب الثانی

فی الواقعات والقصص وفیه اربعون قصة

دوسرا باب واقعات اور قصوں کے بیان میں اور اس میں چالیس قصے ہیں

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لاَ یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلاَ یَعْرِفُہُ مِنَّا اَحَدٌحَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! اَخْبِرْنِیْ عَنِ الاسْلاَمِ قَالَ: اَلاِسْلاَمُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّاللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ البَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً قَالَ:صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَہُ یَسْأَلُہُ وَیُصَدِّقُہُ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الاِیْمَانِ قَالَ:اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالیَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ قَالَ:صَدَقْتَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الاِحْسَانِ قَالَ:اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ:مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ:فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اِمَارَاتِھَا قَالَ: اَنْ تَلِدَ الاَمَۃُ رَبَّتَھَا وَاَنْ تَرَی الحُفَاۃَ العُرَاۃَ العَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی البُنْیَانِ قَالَ:ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا عُمَرُ! اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ؟قُلْتُ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّہٗ جِبْرَئِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں ہم بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت صاف ستھرا اور بہت زیادہ سفید کپڑے اور سر کے بال نہایت سیاہ، اس شخص پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا بہر حال وہ شخص نبی کریم ﷺ کے اتنے قریب آ کر بیٹھا کہ اپنے دونوں گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں

سے ملا دیئے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھ لئے اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد! مجھ کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت ہو تو حج کرو (مسافر نے فرمایا) آپ ﷺ نے سچ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ ﷺ سے سوال بھی کرتا ہے اور پھر جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس شخص نے پوچھا اے محمد! ایمان کی حقیقت کے بارے میں بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس بات کا یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب نوشتۂ تقدیر کے مطابق ہے۔ مسافر نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ احسان کی حقیقت کے بارے میں بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہیں تو یہ دھیان رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کے بارے میں بتائیں کہ کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، مسافر نے کہا کہ اس کی نشانیاں ہی بتادیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور ننگے پیر ننگے بدن فقیر بکریاں چرانے والے عالی شان عمارات بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں پھر وہ مسافر چلا گیا میں نے پھر تھوڑی دیر توقف کیا آپ ﷺ نے مجھ سے خود ہی فرمایا اے عمر! جانتے ہو کہ پوچھنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے۔

لغات: طَلَعَ (ن) طُلُوْعًا مَطْلَعًا، مطلَعًا الْكَوْكَب، ستارہ وغیرہ کا نکلنا۔ فَاسْنَدَ: أَسْنَدَ اِلَی الشَّیْ، ٹیک لگانا سَنَدَ (ن) سُنُوْدًا وَاسْتَنَدَ وَتَسَانَدَ اِلَیْهِ، بھروسہ کرنا۔ رُكْبَتَیْهِ: بمعنی گھٹنا، جمع رُكَب، رُكَبَات، رُكُبَات آتی ہے۔ كَفَّیْهِ: بمعنی ہتھیلی جمع أَكُف، كُفُوْف، كُفٌّ آتی ہے۔ فَخِذُ: بمعنی ران جمع اَفْخَاذ آتی ہے۔ سَبِیْل: اصل معنی راستہ مراد توشہ اور سواری کا ہونا۔ أَمَارَات: جمع ہے أُمَارَةٌ کی بمعنی علامت، نشان۔ وَلَدَتْ: (ض) وِلَادَةً بمعنی جننا۔ اَلامَةَ: بمعنی باندی جمع اِمَآء۔ رَبَّتَهَا: رَبٌّ کی مؤنث بمعنی مالکہ۔ اَلْحُفَاة: جمع حَافٍ کی بمعنی ننگے پاؤں چلنے والا، حَفِیَ (س) حفاً ننگے پاؤں چلنا۔ اَلْعُرَاة: جمع عَارٍ کی عَرِیَ (س) عُرْیَةً، ننگا ہونا۔ اَلعَالَة: جمع عَائِلٌ کی بمعنی فقیر محتاج، جمع عُیَّل، عِیَل آتی ہے۔ رِعَاء: جمع ہے رَاعِی کی، رَاعِی الشَّاة، چرواہا۔

اَلشَّـاء :شَـاۃٌ کی جمع بمعنی بکری اس کی جمع شِیَـاۃٌ، أَشْوَاۃٌ بھی آتی ہے۔ یَتَـطَـاوَلُوْن :فخر کرنا، تکبر کرنا، ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا۔
اَلْبُنْیَان: عمارت قال تعالیٰ ﴿کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْص﴾ فَلَبِثُ :(ض) لُبْثًا وَلُبْثًا بِالْمَکَان، ٹھہرنا اقامت کرنا۔ مَلِیًّا: کچھ دیر۔

راوی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی کنیت ابوحفص۔ قریشی خاندان سے تعلق ہے چالیس مرد اور گیارہ عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے مکہ مکرمہ میں۔ رنگ گورا سرخی غالب تھی قد لمبا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولؤ نے بدھ کے دن ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو مدینہ میں خنجر سے زخمی کر دیا تھا پھر چوذہ دن بیمار رہ کر دسویں تاریخ محرم اتوار کے دن انتقال فرما گئے۔ اس وقت عمر تریسٹھ سال تھی۔ خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ تھی۔ جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور قیامت تک کے لئے آپ ﷺ کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں۔ آپ سے ۵۳۹ روایات احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

حافظ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سوال وجواب ۱۰ھ میں ہوا تا کہ حضور ﷺ کی پوری زندگی میں جو احکامات اللہ کی طرف سے آتے رہے اس کا اجمالی نقشہ امت کے سامنے آجائے۔ (۱)

تشریح: "وضع کفیه علی فخذیه". " فخذیه" کی ضمیر میں دو احتمال ہیں:

اول: جبرئیل علیہ السلام کی طرف ہی راجع ہے کہ اپنے کفین کو اپنی ران پر رکھا، ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے کفین کو آپ ﷺ کی ران پر رکھا۔ (۲)

شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تطبیق اس طرح فرمائی کہ جبرئیل علیہ السلام نے شروع میں ہاتھ اپنی ران پر رکھا پھر آپ ﷺ کی رانوں پر ہاتھ رکھا۔ (۳)

"یا محمّد أخبرني": اے محمد ﷺ مجھ کو بتائیں۔

سوال: آپ ﷺ کو یا محمد ﷺ کہہ کر پکارنا تو منع ہے خلاف ادب نبوت ہے؟

جواب: ممکن ہے یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہو یا آیت میں خطاب انسانوں کو ہے ملائکہ اس سے مستغنی ہیں۔

سوال: چاروں سوالات کا آپس میں کیا ربط ہے؟ ایمان، اسلام، احسان، قیامت۔

جواب: محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا آپس میں گہرا ربط اس طرح ہے کہ ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہے سب سے پہلے آدمی میں ایمان داخل ہوتا ہے پھر یہ ترقی کر کے اسلام بنتا ہے اور پھر اسلام ترقی کر کے احسان بن جاتا ہے جب انسان کا ایمان مکمل ہوگیا تو قاعدہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی چیز اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کے زوال کا وقت آجاتا ہے تو جب عبادت اپنے حد کمال کو پہنچے گی تو اب اس کا زوال کا وقت آگیا یعنی قیامت۔ (۴)

"ما المسئول عنها بأعلم من السّائل": اس کا مطلب تمام ہی محدثین یہ فرماتے ہیں کہ: قیامت کی تاریخ کے نہ

جاننے میں ہم دونوں مساوی ہیں کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔(۵)

"أن تلد الامة ربتها": اس کی تشریح شارحین نے مختلف انداز سے بیان فرمائی ہے زیادہ واضح مطلب یہ ہے کہ جننے والی ماں کی حیثیت کام کاج وغیرہ میں باندی کی طرح ہوگی جن بچوں کو انہوں نے جنا ہے ان کی حیثیت گھر میں آقاؤں والی ہوگی۔

"وأن ترى الحفاة العراة": یعنی قیامت کے قریب اراذل والسائل کی عزت وبزرگی ہوگی اور اکابر وعلماء کی اہانت وحقارت ہوگی۔(۶) رعاء الشاء کو اس لئے خاص طور سے ذکر کیا کہ وہ اکثر اضعف ہوتے ہیں بخلاف رعاء الابل کے۔(۷) یا رعاء الشاء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو کہ وہ چرواہا ہے تو وہ بکری یا اونٹ وغیرہ کا مالک نہیں ہوگا۔(۸)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الایمان" ص ۱۱ پر ہے، پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان واخرجه البخاری فی کتاب الایمان واخرجه النسائی فی کتاب الایمان ایضا مع اختلاف یسیر.

---

(۱) التعلیق الصبیح (۲) فتح الباری (۳) فتح الملہم (۴) فتح الملہم ۱/۶۱
(۵) فتح الباری ۱/۱۲۱، عمدۃ القاری ۱/۲۹۳، اشعۃ اللمعات ۱/۴۲ (۶) فتح الملہم، اشعۃ اللمعات
(۷) التعلیق الصبیح (۸) فتح الباری

(۲) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا) قَالَ: رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْ مَکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِیْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّأُوْا وَھُمْ عُجَّالٌ فَانْتَھَیْنَا اِلَیْھِمْ وَأَعْقَابُھُمْ تَلُوْحُ لَمْ یَمَسَّھَا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے ہم لوگ نبی کریم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے یہاں تک کہ جب ہم راستہ میں پانی پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے نماز عصر کے لئے وضو کرنے میں جلدی کی چنانچہ جب ہم ان لوگوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں کیونکہ ان کو پانی نہیں پہنچا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ خرابی ہے ان ایڑیوں کے لئے آگ سے، وضو کو پورا کرو۔

لغات: تَعَجَّل: فِی الامر، جلدی کرنا۔ عُجَّالٌ: عَاجِلٌ کی جمع ہے، جلد باز، عَجِلَ (س) عَجَلا، جلدی کرنا۔ فَانْتَھَیْنَا: اِلٰی مَوْضِعِ کَذَا پہنچنا۔ أَعْقَابُھُمْ: عَقَبٌ کی جمع ہے بمعنی ایڑی، بیٹا، پوتا، مراد اول معنی ہے۔ تَلُوْحُ: لَاحَ (ن) لَوْحًا الشَّیْئُ ظاہر کرنا۔ اَلْبَرْقُ: چمکنا۔ وَیْلٌ: برائی، شر، ہلاکت، جہنم کی ایک وادی، قال تعالی ﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ﴾ أَسْبِغُوْا:

أَسْبَغَ، اِسْبَاغًا، کامل کرنا، پورا کرنا۔

حالات راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما: نام: عبداللہ، کنیت: ابومحمد اور عبدالرحمٰن۔ والد کا نام: عمرو بن العاص، والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا، قد لمبا پیٹ بھاری رنگ سرخ، اخیر عمر سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوگئے تھے۔ اپنے والد سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے (۱) آپ ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ رہتے تھے جو کچھ آپ فرماتے فوراً اس کو لکھ لیتے (۲) دن میں عموماً روزہ رکھتے اور رات عبادت میں گذرتی تھی، یہ ذوق اس قدر بڑھا کہ آہستہ آہستہ اہل وعیال سے کنارہ کشی اختیار کرلی ان کے والد نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا "عبداللہ روزے رکھو اور افطار کرو نمازیں پڑھو اور آرام کرو نیز بال بچوں کا حق بھی ادا کرو یہی میرا طریقہ ہے۔ جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ (۳)

وفات: ۶۵ھ میں حضرت عبداللہ بن عمرو نے فسطاط میں وفات پائی لوگوں نے گھر میں ہی دفن کردیا کیونکہ اس زمانے میں مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں میں جنگ ہو رہی تھی جنازہ کو قبرستان تک لے جانا مشکل تھا۔ ان سے روایات کی مقدار ۷۰۰ ہے۔ بخاری اور مسلم میں ۱۷ مشترک ہیں اور ۸ بخاری میں اور ۲۰ مسلم میں متفرق ہیں (۵)۔

تشریح: **"من مكّة الى المدينة"**: نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک۔ جماعت کسی غزوہ سے واپس ہو رہی تھی تو راستہ میں عصر کی نماز کا وقت ہوگیا، ایک جگہ کچھ صاف وپاک پانی نظر آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت جلدی سے وہاں پہنچ گئی جلدی جلدی میں جو وضو کیا تو ایڑیاں خشک رہ گئیں خشک رہنے کی وجہ سے وہ چمکنے لگیں۔ (۶)

"ويل للاعقاب": ویل سے کیا مراد ہے؟ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف اقوال ہیں مثلاً یہ ایک جہنم کا پہاڑ ہے اس میں جہنمیوں کی پیپ وغیرہ جمع ہوتی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد اس سے کنایہ ہے کہ سخت عذاب ہوگا۔ (۷) اعقاب سے مراد "أَهْلُ الأَعْقَابُ" ہے ایڑیاں والے مطلب یہ ہے کہ ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کی ایڑیاں وضو میں خشک رہ گئی ہوں گی۔

"أسبغوا الوضوء": یہ عجیب جملہ ہے یہی ایک جملہ میں نبی کریم ﷺ نے وضو کے فرائض، سنن، مستحبات، وآداب سب کچھ بیان فرمادیا۔ اس حدیث سے بھی علماء استدلال کرتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یہ امت کا متفقہ فیصلہ ہے اگر فرض نہ ہوتا تو آپ ﷺ اتنی سخت وعید نہ فرماتے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پاؤں دھونے والی روایات تواتر تک پہنچ چکی ہیں جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر موزہ پہنے ہوئے ہوں تو اب پاؤں پر شرائط کے ساتھ مسح کیا جاسکتا ہے۔ (۸)

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب سنن الوضوء" ص ۴۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الطّهارة (باب وجوب غسل الرّجلين بكمالهما) واخرجه البخاری مع اختلاف يسير فی کتاب الوضوء (باب غسل الرّجلين ولا يمسح على القدمين).

---

(۱) اسد الغابہ ۳/۲۳۳ (۲) مسند احمد ۴/۱۹۲ (۳) مسند احمد ۴/۱۵۸ (۴) تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶
(۵) تہذیب ص ۲۰۸ (۶) مظاہر حق ۱/۲۱۵ (۷) مرقاۃ ۲/۱۵ (۸) مظاہر حق ۱/۲۱۵ و مرقاۃ ۲/۱۵

(۳) عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ قَالَ: فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتَ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ جاڑے کے موسم میں جب کہ پتے جھڑنے کا وقت تھا باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے ایک درخت کی شاخیں پکڑیں اور ہلایا تو پتے اور بھی زیادہ گرنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اے ابوذر! میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤمن بندہ خالصاً اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

لغات: اَلشِّتَاء: سردی کا موسم، شَتَا (ن) شَتْوًا، جاڑے میں قیام کرنا، قال تعالیٰ ﴿رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾ يَتَهَافَتُ: عَلَى الشَّیْئِ، لگاتار کرنا، (اکثر اس کا استعمال شر میں ہوتا ہے) غُصْن: شاخ، ڈالی، جمع غُصُوْن، أَغْصَان آتی ہے۔ وَجْه: اصلی معنی تو چہرہ ہے مراد خوشنودی ہے۔

راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام: جندب، ابوذر کنیت، مسیح الاسلام لقب، شروع اسلام میں مکہ میں مسلمان ہوئے، قد دراز، رنگ سیاہی مائل، ڈاڑھی گھنی، آخری عمر میں بال بالکل سفید ہوگئے تھے [۱] غزوہ خندق کے بعد سے سارا وقت آپ ﷺ کی خدمت میں رہے، اس سے پہلے اپنے قبیلہ غفار میں تھے [۲] حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً فقیر زہد پیشہ تارک الدنیا تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر یا انہوں نے خود مقام "ربذہ" میں قیام کی خواہش کی اور وہاں ہی رہے اور وہاں ہی انتقال ہوا۔ وفات کے بعد ایک یمنی قافلہ جو کوفہ سے آرہا تھا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اس جگہ پر پہنچنے پر انہوں نے ہی ان کو غسل دے کر نماز جنازہ پڑھائی اور اسی جگہ پر دفن کردیا گیا [۳] ان کی روایات کی تعداد ۲۸۱ ہے، ان میں سے ۱۲ بخاری اور مسلم دونوں نے مشترک نقل کی ہیں باقی بخاری ۲ میں اور مسلم ۷ میں منفرد ہیں۔ [۴]

تشریح: "تَهَافَتَ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ": (نماز سے) گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے کہ یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں، اسی کے مثل ایک دوسری روایت بھی آتی ہے کہ حضرت ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے ایک درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابوعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں

کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، آپ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ سلمان: پوچھتے نہیں کہ میں نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان اچھی طرح وضوء کرتا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی معاف ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ پتے گرتے ہیں۔

عَنْهُ ذُنُوْبُه: اس سے گناہ گرتے ہیں۔ گناہ سے مراد محدثین کے نزدیک گناہ صغیرہ ہیں۔ کبیرہ گناہ کے لئے استغفار کرنا ضروری ہے استغفار کے بغیر کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الصلوۃ" ص ۵۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الامام احمد فی مسنده عن ابی ذر ۱/۱۶۹.

---

(۱) ابن سعد ۴/۱۶۹ (۲) مسند احمد ۵/۱۷۴ (۳) مستدرک حاکم ۳/۳۴۶

(۴) تہذیب الکمال ۹/۴۴۹ (۵) نسائی

(٤) عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ: سَلْ. فَقُلْتُ أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.

ترجمہ: ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں رات میں آپ ﷺ کے ساتھ رہا کرتا تھا وضو کا پانی اور دوسری ضروریات پیش کیا کرتا تھا ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا مانگو، میں نے عرض کیا کہ میں تو جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور مانگو، میں نے عرض کیا بس یہی، آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم کثرت سجود کے ذریعہ اپنی ذات سے میری مدد کرنا۔

لغات: اَبِيْتُ: بَاتَ (ض س) بَيْتًا وَبَيَاتًا وَبَيْتُوْتَةً فِي الْمَكَانِ، شب باشی کرنا۔ بِوَضُوْئِهِ: بفتح الواو، وضو کا پانی، بضم الواو، طہارت۔ مُرَافَقَة: رفقہ، ساتھی ہونا۔

راوی حدیث حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام ربیعہ، ابوفراس کنیت۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ اس وقت مسلمان ہوئے۔ یہ اگر چہ مدینہ کے رہنے والے نہیں تھے مگر مستقل مدینہ میں گھر بنالیا تھا(۱) انہوں نے اپنے آپ کو بالکل فارغ کر لیا تھا، اصحاب الصفہ میں سے تھے شادی نہیں کی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ پوچھا بھی، فرمایا کہ شادی کا ارادہ نہیں (۲) سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے تھے وضو وغیرہ کا پانی آپ ﷺ کے لئے رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو کچھ

زمین بھی عطاء فرمادی تھی جس سے ان کا گذارہ ہوتا تھا۔ وفات: ۶۳ھ میں اپنے قبیلہ میں انتقال ہوا وہیں مدفون ہوئے۔ (۳)

تشریح: "بوضوئه وحاجته": وضو کے لئے پانی اور اس کی حاجت، ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے مراد مسواک مصلیٰ وغیرہ مراد ہے۔ (۴)

"مرافقتک في الجنّة": علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے زیادہ قیمتی چیز مانگی کیونکہ ایک سچے خادم کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوگی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جناب رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور خدمت کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے تو اسی طرح یہ سعادت رفاقت مرنے کے بعد جنت میں بھی مل جائے جب محبوب مل جائے تو گویا کہ ساری ہی نعمتیں مل گئیں۔ (۵)

"بکثرة السّجود": آپ ﷺ نے فرمایا کثرت سجدہ سے اس دعاء کی مدد کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم میری دعاء پر توکل کر کے بیٹھ جاؤ بلکہ عبادت میں مزید کثرت کرو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ڈاکٹر یہ کہتا ہے کسی مریض کو کہ میں تمہارا علاج تو کرتا ہوں مگر تم پرہیز ضرور کرو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ شفاء عطاء فرمادے گا اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی فرمایا کہ میں دعاء تو ضرور کروں گا مگر تم بھی عبادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرنا صرف تمنا سے بات نہیں بنے گی بلکہ اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔ (۶)

کارکن کار بگذر از گفتار کاندرین راہ کار دارد کار

ترجمہ: عمل کرو اور زبانی خرچ سے بچو کیونکہ اس راستہ میں تو صرف اعمال ہی کام آتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب السّجود وفضله" ص ۸۴ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم في باب فضل السّجود والحثّ عليه.

---

(۱) اسد الغابہ ۲/۱۷۰ (۲) مستدرک حاکم ۳/۵۳۱ (۳) اسد الغابہ ۲/۱۸۱ (۴) مرقاۃ ۲/۳۲۳
(۵) مظاہر حق ۱/۵۹۹ (۶) مظاہر حق ۱/۵۹۹ و مرقاۃ ۲/۳۲۳

(۵) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَأٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ أَنْ يُكَبِّرَ فَرَأٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِ فَقَالَ: عِبَادَاللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہماری صفیں اس طرح سیدھی فرمایا کرتے تھے کہ گویا کہ اس سے تیر کو سیدھا کرتے ہوں، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو یہ اندازہ ہوگیا کہ ہم نے آپ سے یہ

بات سمجھ لی، پھر ایک دن آپ نکلے اور کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر فرماتے، اتنے میں آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صفوں سے باہر نکلا ہوا ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ کے بندوں! اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تمہارے چہروں (دلوں) کے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔

لغات: يُسَوِّى: الشَّيْءِ، درست کرنا، سیدھا کرنا، سَوِيَ(س) سِوَى الرَّجُلُ، درست کام والا ہونا۔ اَلْقِدَاح: جمع ہے قِدْحٌ کی اس تیر کو کہتے ہیں جو بغیر پر اور دھار کے ہو اس کی جمع أَقْدُحٌ، أَقْدَاحٌ اور قِدْحَان بھی آئی ہے۔ بَادِيًا: بَدَا(ن) بُدُوًّا، ظاہر ہونا، صفت کا صیغہ "بَادٍ" ہے۔ لَيُخَالِفَنَّ: بِحَوْلِهَا اِلٰى أَدْبَارِكُم اَلْمُرَادُ بِالْوُجُوْهِ الذَّوَاتِ أَوِ الْقُلُوْب۔

راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات: نعمان نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام بشیر، والدہ کا نام عمرہ بنت رواحہ تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں انصار کے گھرانہ میں سب سے پہلے یہ پیدا ہوئے، بدر کے موقعہ میں ۱۴ ماہ کے تھے [۱] جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر ۸ سال ۷ ماہ کی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دمشق کا [۲] اور پھر بعد میں یمن کا عامل بنایا تھا [۳] آخری زمانہ میں حمص کے امیر مقرر ہوئے، پھر یزید کی وفات تک وہاں پر ہی رہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خوب فیض حاصل کیا، ان سے روایات کی تعداد ۱۲۴ ہے، حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت یہ تھی کہ جب بھی فیصلہ کرتے اس پر حدیث کا حوالہ ضرور دیتے تھے [۴] وفات حمص میں "ھـران" گاؤں میں خالد بن عدی الکلاعی نے ان کو شہید کیا اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔

تشریح: "ليسوّى صفوفنا حتّى كانّماليسوىّ بها القداح": یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا کہ ہماری صف اتنی سیدھی ہوتی تھی گویا کہ تیر کو بھی اس سے سیدھا کیا جاتا تھا۔ تیر کا قانون یہ ہے کہ جب تک بالکل سیدھا نہ ہو وہ آگے نہیں جاسکتا تو فرمایا گیا کہ ہماری صفوں سے تیر کو سیدھا کیا جاتا تھا خلاصہ یہ ہوا کہ ہماری صفیں تیر سے زیادہ سیدھی ہوتی تھیں۔ [۵] دوسرے بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہاں عبارت میں قلب ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ تیروں سے صفوں کو سیدھا کیا جاتا تھا۔ [۶]

"ليخالفنّ الله بين وجوهكم": اللہ تمہارے چہرے میں اختلاف ڈال دیں گے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ جملہ حقیقت پر محمول ہے کہ اللہ حقیقتاً چہرے کو بدل دے گا یعنی چہرہ مسخ ہو جائے گا اور پیٹھ کی طرف کر دیا جائے گا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مراد وجوہ سے قلوب ہیں کہ اللہ دلوں میں اختلاف ڈال دیں گے اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ دل بدل دیے جائیں گے۔ [۷] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اگر ظاہری ہیئت کو صحیح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے باطنی احوال صحیح فرما دیتے ہیں۔ [۸]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تسوية الصف" ص ۹۷ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم في باب تسوية الصفوف و اقامتها.

(۱) اسد الغابہ ۲/۱۸۱ (۲) یعقوبی ۲/۲۲۸ (۳) یعقوبی ۲/۲۷۸ (۴) مسند امام احمد ۴/۲۷۲
(۵) مرقاۃ ۳/۶۷ (۶) مرقاۃ ۳/۷ (۷) مظاہر حق ۱/۷۱۹ (۸) مرقاۃ ۳/۶۸

(٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ لِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ أَوَّلُ مَا قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالسَّلَامِ.

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ جب میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ لوگو! اسلام کو خوب پھیلاؤ (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو اور رات میں اس وقت نماز پڑھو جب کہ دوسرے لوگ سورہے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

لغات: تَبَيَّنْتُ: تَبَيَّنَ الشَّيْئُ، واضح ہونا۔ اَفْشُوا: اَفْشَا، اِفْشَاءَ الشَّيْئِ، پھیلانا۔ فَشَا(ن) فَشْوٌ، فُشُوًّا، سرِ ظاہر کردینا۔ وَصِلُوْا: وَصَلَ (ض) وَصْلاً، جوڑنا، ملانا، جمع کرنا۔ الْاَرْحَام: اَلرَّحِمُ، وَالرِّحَم، بچہ دانی، قرابت رشتہ داری۔ نِيَام: سونے والا، لیٹنے والا، نَامَ يَنَامُ........................سونا، مرنا۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن سلام کے مختصر حالات: نام عبداللہ، ابو یوسف کنیت، حبر لقب، خاندان قینقاع سے تعلق تھا، ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا آپ ﷺ نے بدل کر عبداللہ فرمادیا۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو چند سوالات کرنے کے بعد اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

"فَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ عَالِمُ أَهْلِ الْكِتَابِ وَفَاضِلُهُمْ فِي زَمَانِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ"(۱)

ترجمہ: عبداللہ بن سلام مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے یوسف اور محمد۔ یوسف کو آپ ﷺ نے اپنی گود میں لیا سر پر ہاتھ بھی پھیرا نام بھی خود آپ ﷺ نے ان کا یوسف رکھا۔

تشریح: "أيها النّاس افشوا السّلام": جب عبداللہ بن سلام دربار اقدس میں حاضر ہوئے تو سب سے پہلے ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی ان میں سے پہلی یہ تھی کہ "افشوا السلام" سلام کو خوب پھیلاؤ، کہ اس کے ذریعہ سے باہمی الفت ومحبت کو بڑھانے اور استوار کرنے کا موقعہ ملتا ہے، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ "السلام" خدا کے ناموں میں سے ہے جس کو خدا نے زمین میں رکھ دیا ہے پس "السلام" کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ (۲)

"وأطعموا الطّعام": بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ دوسری احادیث میں بھی اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے مثلاً بخاری میں آتا ہے کہ بیوہ اور مساکین کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے مجاہد فی سبیل اللہ یا آپ نے یہ فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسے ساری رات قیام کرنے والا اور روزہ رکھنے والا[۳] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کسی یتیم کے بچے کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے[۴] حدیث بالا میں عام ہے کہ کھانا کھلاؤ اس میں تمام ضرورت مند داخل ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، مسلمان ہوں یا کافر وغیرہ۔

"وصِلُوا الارحام": رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ایسا عمل بتادیں کہ وہ مجھے جنت میں لے جائے، فرمایا خدا کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ نماز اچھی طرح ادا کرو زکوۃ دو اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو[۵] ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت ہو اور عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے[۶] علماء فرماتے ہیں کہ راشتہ داروں پر صلہ رحمی کرنے میں دگنا ثواب ملتا ہے ایک تو اصل صدقہ کا دوسرا رشتہ داروں پر صلہ رحمی کا۔[۷]

"وصلّوا باللّیل": متعدد روایات میں قیام اللّیل (تہجد) کے فضائل کو بیان فرمایا گیا ہے مثلاً ایک روایت میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جو ان کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور ان کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو اچھی طرح بات کریں، لوگوں کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور ایسے وقت میں تہجد پڑھیں کہ جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔[۸]

اسی طرح ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے جاگنے کو لازم پکڑلو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کا قیام اللہ کی طرف سے تقرب کا ذریعہ ہے اور گناہوں کے لئے کفارہ ہے گناہوں سے روکنے والا اور مصیبت کو دور کرنے والا ہے۔[۹]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضل الصدقة" ص ۱۶۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه التّرمذی فی ابواب صفة القیامة وقال حدیث صحیح، واخرجه الدّارمی فی فضل صلوة اللّیل، وابن ماجه فی باب ما جاء فی قیام اللّیل.

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲
(۲) الادب المفرد
(۳) بخاری کتاب الادب
(۴) موطا مالک، ادب المفرد
(۵) بخاری باب فضل صلة الرحم
(۶) سیرت النبی ۶/۲۷۵
(۷) ابوداود
(۸) مصنف بن ابی شیبہ و ترمذی
(۹) قیام اللیل

(۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَابَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ: بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں نے ایک بکری ذبح کی (صحابہ یا اہل بیت نے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کیا باقی رہ گیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ بجز شانے کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بجز شانے کے سب ہی باقی رہ گیا۔

لغات: كَتِفُهَا: شانہ، کندھا، جمع كِتَفه، اَكْتَاف آتی ہے۔

راوی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: نام عائشہ صدیقہ اور حُـمَيْـرا لقب ہے، ام عبداللہ کنیت، والد کا نام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والدہ کا نام زینب تھا ام رومان کنیت تھی۔ بعثت سے چار برس بعد شوال میں پیدا ہوئیں۔ پہلے جبیر بن مطعم کے صاحب زادے سے منسوب ہوئی تھیں مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آپ ﷺ سے اجازت لے کر ام رمان سے کہا پھر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ کر پانچ سو درہم مہر سے آپ ﷺ سے نکاح کر دیا۔ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر تمام مردوں کا اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔ ان سے (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں (۱۷۴) پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا، بخاری میں (۵۴)، اور مسلم میں (۶۸) احادیث منفرد ہیں،(۱) امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں رمضان ۶۸ھ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۶۸ سال تھی، جنت البقیع میں مدفونہ ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے خرچ کر دیا گیا وہ تو حقیقت میں باقی ہے کہ اب وہ اللہ کے خزانے میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور پھر اس پر قیامت کے دن ثواب ملے گا اور جو باقی رہ گیا وہ نہ معلوم کہاں خرچ ہو جائے۔ اس میں اشارہ ہے قرآن کی اس آیت کی طرف ﴿مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ ''جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ جل شانہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے''(۲) ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے سوا اس کا کچھ نہیں جو کھا کر ختم کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے ذخیرہ کر لیا، اس کے علاوہ جو کچھ رہ گیا وہ سب ختم ہونے والا ہے(۳) حضرت سہل عبداللہ بن تستری رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ کے راستہ میں بہت صدقہ دیا کرتے تھے ان کی والدہ اور بھائیوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کی شکایت کی کہ یہ سب کچھ خرچ کرنا چاہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ چند دنوں میں فقیر ہو جائیں گے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا انہوں نے فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کہ اگر کوئی مدینہ طیبہ کا رہنے والا استاق میں (جو فارس ملک میں ایک شہر کا نام ہے) زمین خرید لے اور پھر وہاں منتقل ہونا چاہے تو کیا وہ مدینہ طیبہ میں کوئی چیز چھوڑے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ کہنے لگے بس یہی بات ہے۔(۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب فضل الصدقۃ" ص ۱۶۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ مذکور ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة یوم القیامة وقال حدیث صحیح.

(۱) تھذیب الکمال (۲) مظاہر حق (۳) مشکوۃ (۴) تنبیہ الغافلین

(۸) عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) أَنَّهُ كَانَ یُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلَیْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ: مُسْتَرِیْحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِمَا الْمُسْتَرِیْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ: اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نُصْبِ الدُّنْیَا وَاَذَاهَا اِلٰی رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ راحت پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو راحت مل گئی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! راحت پانے والا اور جس سے دوسروں کو راحت مل گئی وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مومن بندہ اپنی موت کے ذریعہ دنیا کی رنج وایذاء سے راحت پاتا ہے اور خدا کی رحمت کی طرف چلا جاتا ہے اور نافرمان بندہ کے ذریعہ اس کے شر وفساد سے بندے، شہر، درخت اور جانوروں کو راحت ملتی ہے۔

لغات: اَلْمُسْتَرِیْح: اِسْتَرَاحَ، اِسْتَرَاحَة، آرام پانا، اِلَیْهِ سکون پانا، اسم فاعل مُسْتَرِیح اور اسم مفعول مُسْتَرَاح ہے۔
اذاھا: (س) اَذًی وَاِذَاۃً، تکلیف پانا۔ اَلدَّوَابّ: اَلدَّابَّۃ کی جمع ہے بمعنی ہر رینگنے والا جانور۔

راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام حارث تھا، ابوقتادہ کنیت، فارسُ رسولِ اللہ لقب۔ ہجرت سے تقریباً ۱۰ سال پہلے پیدا ہوئے۔ عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مکہ کا عامل بنایا ہوا تھا۔ خدا اور رسول سے بہت زیادہ خوف کھانے والے تھے خاص کر کے جب انہوں نے "کَذِب عَلَی الرَّسُول" والی روایت سنی تو اور زیادہ محتاط ہو گئے[1] ان کی مرویات کی تعداد ۱۷۰ ہے۔ سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے، بعض نے ۴۰ھ کہی، اور کوفہ میں انتقال فرمایا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان انتقال ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوسط میں یہی لکھا ہے اور اس پر دلائل دیئے ہیں۔

تشریح: جب کوئی نیک آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی موت کے ذریعہ سے اس پر جو دنیا کے رنج وغم تھے وہ اس سے

نجات پا گیا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اعمال وغیرہ کی مشقت ومحنت سے اب وہ بچ گیا بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اہل دنیا کی ایذاء تکالیف سے موت کے ذریعہ بچ گیا۔ تمام معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں ان میں آپس میں کوئی تضاد نہیں (۲) ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی چیز پر کبھی اتنا رشک نہیں آتا جتنا رشک اس مومن پر آتا ہے جو قبر میں سلا دیا جاتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی مشقتوں سے راحت پالیتا ہے۔ (۳)

"یستریح منه": جب کوئی گناہ گار آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی موت کے ذریعہ سے سب چیزوں کو راحت نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ نظام عالم اس انسان کے ساتھ چلتا ہے جب یہ درست ہوگا تو نظام عالم درست اور جب یہ غلط ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے تمام عالم میں خرابی آتی ہے (۴) ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبد فاجر کی موت سے سب کو راحت پہنچتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بارش وغیرہ بند ہوتی ہے جس کی وجہ سے درختوں اور جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے وغیرہ جب یہ مرا تو بار وغیرہ کی وجہ سے درختوں اور جانوروں کو راحت ملی۔ (۵)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب تمنی الموت" ص ۱۳۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم في كتاب الجنائز عنه، واخرجه البخاري في كتاب الرفاق (باب سكرات الموت)

---

(۱) مسند امام احمد ۷۹۲ (۲) مظاہر حق ۲/ ۶۹ (۳) مرقاۃ ۴/ ۵

(۹) عَنْ بُرَيْدَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ: دَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْغَدَاءَ يَابِلَالُ قَالَ: اِنِّيْ صَائِمٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلَ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَابِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهُ.

ترجمہ: حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کھانا کھا رہے تھے آپ نے بلال کو آواز دے کر فرمایا کہ آؤ کھانا کھاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں روزے سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تو اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بہترین رزق بلال کا جنت میں ہے بلال کیا تم یہ جانتے ہو کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کی بخشش کی دعاء کرتے رہتے ہیں جب تک کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے۔

لغات: تَغَدّٰى: غَدِيَ (س) غَدَاء، صبح کا کھانا کھانا، اس کے مقابل میں عشا آتا ہے شام کا کھانا۔ فَضِلَ: (س ک)

فَضلاً، صاحب فضل ہونا، صاحب فضیلت ہونا۔ أَشعَرتَ: شَعَرَ (ن. ک) شِعرًا وَ شُعُورًا لَهُ بِه، جاننا سمجھنا محسوس کرنا۔ عِظَام: جمع عُظْم بمعنی ہڈی۔

راوی حدیث حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام بریدۃ، کنیت ابوعبداللہ۔ عین ہجرت کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے ۶ھ میں یا اس سے کچھ پہلے ہجرت کا شرف حاصل کیا[1] سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا[2] آپ ﷺ کے ساتھ بے تکلفانہ ملتے تھے آپ ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ تعلق تھا ۸ھ میں آپ ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی اس میں بھی یہ ہمرکاب تھے چنانچہ خود بیان کرتے تھے کہ فتح کے دن آپ ﷺ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں[3] آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً ۱۶ غزوات میں شریک ہوئے[4] آخری لشکر جو آپ نے مرض الموت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زیر سرکردگی میں تیار فرمایا اس میں یہ شریک تھے[5] ان سے مرویات کی تعداد (۱۶۴) ہے ان میں سے ایک بخاری و مسلم دونوں میں ہے باقی (۲) بخاری میں اور (۱۱) مسلم میں منفرد ہیں[6] ۶۳ھ میں یزید کے عہد میں وفات پائی۔

تشریح: ارشاد مبارک کا مقصود روزہ کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرنا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک کا نام ریان ہے اس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے[7] ایک جگہ ارشاد عالی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشی کے لئے ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے دوزخ اڑتے ہوئے کوے کی مسافت کے بقدر دور رکھتا ہے جو بچہ ہو اور بوڑھا ہو کر مرے[8] کہا جاتا ہے کہ کوے کی عمر ہزار برس ہوتی ہے یعنی اگر کوا ابتداء عمر سے انتہا تک اڑتا رہے تو اندازہ کرو کہ کتنی مسافت طے کرے گا۔[9]

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کی روزے دار کا سونا عبادت ہے اور اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کا عمل مضاعف ہے اس کی دعاء مقبول ہے اور اس کے گناہ بخشے ہوئے ہیں[10] حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے زکوۃ ہے اور روزہ رکھنا بدن کی زکوۃ ہے[11] زکوۃ کے معنی طہارت و پاکیزگی کے آتے ہیں اور زکوۃ سے مال پاک ہوجاتا ہے اسی طرح روزہ بدن کی زکوہ ہے یعنی جسمانی صحت تندرستی اور بدن کی روحانی پاکیزگی وطہارت کا ذریعہ ہے[12] یعنی روزہ دنیا و آخرت کے اعتبار سے انعامات سے مملوء عبادت ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں باب (بلا ترجمہ) ص ۱۸۱ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشكوة فى كتاب الصّوم الى البيهقى فى شعب الايمان، واخرجه ابن ماجه (باب فى الصّائم اذا أكل عنده).

(۱) طبقات ابن سعد ۴/۱۷۸ (۲) اسد الغابہ ۱/۱۷۵ (۳) بخاری جلد ۲ مسند احمد ۵/۳۵۰
(۴) بخاری (۵) طبقات ابن سعد ۱۳۶ (۶) تہذیب الکمال ص ۴۷
(۷) مشکوۃ ص ۱۷۳ (۸) مشکوۃ ص ۱۸۱ (۹) مظاہر حق ۲/۳۹۵
(۱۰) مظاہر حق ۲/۳۹۵ (۱۱) مشکوۃ ص ۱۸۰ (۱۲) ۲/۳۹۴

(۱۰) عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى أَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا فَقَالَ: أَنَا أَنَا كَأَنَّهٗ كَرِهَهَا.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس قرض کے بارے میں جو میرے والد کے ذمہ تھا، میں نے دروازے پر دستک دی آپ نے فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں، میں، گویا حضور ﷺ نے میرے اس طرح جواب دینے کو ناپسند فرمایا ہے۔

لغات: فَدَقَقْتُ، دَقَّ (ن) دَقًّا، اَلْبَاب، کھٹکھٹانا۔

راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام جابر، ابو عبداللہ کنیت۔ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۸۔۱۹ سال تھی۔ حدیث حاصل کرنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا سفر فرماتے تھے۔

عبداللہ بن انیس شام میں تھے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک حدیث ہے اونٹ خریدا اور وہاں پہنچے (۱) سلمہ بن مخلد سے حدیث سننے مصر کا سفر کیا (۲) متعدد حج کئے دو کا تذکرہ حدیثوں میں آتا ہے۔ پہلا حج حجۃ الوداع دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ پوچھا تھا۔ (۳) ان کی روایات کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔ ۹۴ سال میں حجاج کے ظلم وستم کے سال انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کی حجاج بن یوسف میرا جنازہ نہ پڑھائے اس بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ابان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کو انتقال کی خبر ملی وہ آیا اور نماز جنازہ بھی اسی نے پڑھائی۔ (۴)

تشریح: "في دين كان على أبي": اس قرض کے سلسلہ میں جو والد پر تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے ان پر لوگوں کا قرض تھا جب قرض خواہوں نے تنگ کرنا شروع کیا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس تھوڑی سی کھجوریں تھی اس وقت آپ ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوا کہ تمام قرض خواہوں کو بلا کر وہ کھجوریں تقسیم فرمانا شروع کی اس میں اتنی برکت ہوئی کہ تمام کا قرض بھی ادا ہو گیا اور کھجور بھی باقی رہی۔ (۵)

" **فقال أنا أنا كأنه كرهها** " : میں نے کہا کہ میں، آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے جامع میں علی بن عاصم واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کو حاضر ہوئے دروازہ پر دستک دی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو جواب دیا "أَنـــا" (میں ہوں) تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں تو کوئی بھی ایسا نام کا نہیں جس کا نام "أَنـا" ہو۔

پھر باہر تشریف لائے اور ان کو حدیث بالا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی سنائی۔ حدیث بالا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ سلام کرنے کے بعد اپنا پورا نام بتانے اور پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازے پر یہ کیا "اَلسَّلاَمُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ أَیَدْخُلُ عُمَرُ؟" سلام کرنے کے بعد کہا کہ کیا عمر داخل ہو جائے؟(۶)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاستیذان" ص ۴۰۰ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاستیذان، واخرجه مسلم فی کتاب الادب (باب کراهة قول المستاذن أنا اذا قیل من هذا).

---

(۱) ادب المفرد، بخاری (۲) طبرانی
(۳) مسند احمد ۳/۲۹۶ (۴) تہذیب التہذیب
(۵) مشکوۃ (۶) تفسیر ابن کثیر۔

(۱۱) عَنْ أَنَسٍ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے جن میں ایک تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کمائی کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کمانے والے بھائی نے اپنے اس بھائی کی آپ ﷺ سے شکایت کی اس پر آپ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس کی ہی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔

لغات: یَحْتَرِفُ: اِحْتَرَفَ، پیشہ اختیار کرنا، تلاش کرنا، حیلہ کرنا، کمائی کرنا۔

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام انس، ابوحمزہ کنیت، خادم رسول اللہ ﷺ لقب تھا، والدہ کا نام ام سلیم سہلہ تھا آپ ﷺ کی خالہ ہوتی تھیں، حضرت انس ہجرت نبوی سے دس سال پہلے مدینہ میں ہی پیدا ہوئے، جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے پیش فرمایا آپ نے اس کو قبول فرمالیا، پھر سفر حضر میں ساتھ ساتھ ہی ہوتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکثرین صحابہ سے ہیں جن کی روایات کی تعداد (۱۲۸۶) جن میں سے بخاری میں (۸۰) مسلم میں (۷۱)

روایات منفرد ہیں اور (۱۲۸) روایات میں بخاری اور مسلم متفق ہیں، ۱۰۳ سال کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی، آخری صحابی یہی تھے جن کا انتقال ہوا۔ قسطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح: "والا خو یحترف": اس حدیث میں دو بھائیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے ان میں سے ایک تو کمائی کرنے والا تھا دوسرا بھائی حصول معاش سے بے فکر ہو کر اطاعت و عبادات اور حصول علم میں وقت گذارتا تھا اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کوئی شخص حصول علم یا دینی خدمات کی خاطر اپنی دنیاوی مشغولیات کو ترک کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ (۱)

دوسرا مسئلہ اس حدیث بالا سے یہ بھی مستنبط کیا گیا ہے کہ ضرورت مند اور غریب اعزاء کی خبر گیری اور ان کی مالی امداد کرنے سے آدمی کے اپنے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ (۲)

"لعلک ترزق به": ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس کی ہی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ رازق کی ذات تو اللہ کی ہے کبھی آدمی بہت زیادہ سمجھدار اور پڑھا لکھا ہوتا ہے مگر روزی اس سے بہت دور ہوتی ہے اور کبھی معاملہ اس کے برعکس بھی دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ روزی کا تعلق آدمی کی کمائی پر منحصر نہیں ہے تو یہاں پر بھی آپ ﷺ نے اس کے بھائی کو سمجھایا کہ ممکن ہے کہ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ یہ احسان کہ اس کی معاشی ضروریات کا بوجھ برداشت کر کے اس کو دین کے لئے فارغ کرنا یہی بات اللہ کو پسند آئی ہو جس کی بناء پر اللہ تم کو روزی دے رہے ہوں جب یہ صورت ہے تو اب تم کو احسان جتلانا اور شکایت کرنی صحیح نہیں ہے۔ (۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التوکل والصبر" ص ۴۵۳ پر انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی أبواب الزهد (باب ماجآء فی الزهادة فی الدنیا).

(۱) مرقاۃ ۱۰/۵۹ مظاہر حق ۴/۸۱۹ (۲) مرقاۃ ۱۰/۵۹ (۳) مظاہر حق ۴/۸۱۹

(۱۲) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ الرَّجُلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ فِي الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ يَتَزَحْزَحَ لَهُ.

ترجمہ: حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، رسول اللہ ﷺ اس شخص کے لئے اپنی جگہ سے کچھ کھسک گئے اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بیٹھنے کی جگہ تو کافی کشادہ تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، یہ مسلمان کا حق ہے کہ جب وہ اپنے بھائی کو دیکھے تو اس کے لئے کھسک جائے۔

لغات: فَتَزَحْزَحَ :دور ہونا، ہٹنا قال تعالیٰ ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾. سِعَةٌ: وَسِعَ (ض۔ح) سَعَةً وَسِعَةَ الْمَكَان، کشادہ ہونا، گنجائش ہونا قال تعالیٰ ﴿لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ﴾۔

راوی حدیث حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات: یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب کے بھائی ہیں، قبیلہ قرشی عدوی سے تعلق رکھتے ہیں، ان سے حضرت عمر بہت محبت کرتے تھے، ان کے انتقال پر حضرت عمر کو بہت دنوں تک افسوس رہا، ان سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آداب مجلس میں سے ایک اہم ادب کی طرف اشارہ ہے کہ جب بھی مجلس میں کوئی مسلمان بھائی آکے بیٹھے تو بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ اس کے لئے کھسک جائیں اگر چہ مجلس میں جگہ موجود ہی ہو جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے اس سے آنے والے کے دل میں اہل مجلس کی قدر پیدا ہو جائے گی دوسری شریعت نے آنے والے کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ آئے تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے مجمع کو چیرتے اور کودتے پھلانگتے ہوئے آگے جانے کی کوشش نہ کریں ایسا کرنے سے پہلے آنے والوں اور بیٹھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں میں بڑائی اور غرور کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ بات تو اس سے بھی زیادہ بری ہے کہ بعد میں آنے والے پہلے بیٹھنے والوں کو ان کی جگہ سے اٹھا کر خود ان کی جگہ بیٹھ جائیں اس کی مخالفت تو احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔ "لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهِ فَيَجْلِسَ فِيهِ وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا" (۱) کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ مجلس میں کشادگی پیدا کر کے آگے والے کو جگہ دے دیا کرے اس سے دوسروں کے دل میں نفرت اور کدورت پیدا ہوتی ہے اور اس میں اپنے کو بڑا سمجھنے اور اہمیت جتانے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب القیام" ص ۴۰۴ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہیں راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ صاحب المشکوۃ (فی باب القیام الی البیھقی فی شعب الایمان). بخاری ومسلم مسند احمد عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ رکابی میں گھوم رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اس جانب سے کھاؤ جو تمہارے نزدیک ہے۔

لغات: غُلَامًا: نوجوان، غلام، مزدور جمع غِلْمَانٌ، غِلْمَةٌ. حِجْر: اَلْحِجْرُ، اَلْحَجْرُ، گود، عقل، گھوڑی، اَلْحَجَرُ، پتھر

قال تعالی ﴿حَرْثٌ حِجْرٌ﴾. تَطِیْشُ: طَاشَ (ض) طَیْشاً، گردش کرنا، عقل زائل ہونا۔ صَحْفَة: بڑا پیالہ جمع صِحَاف قال تعالی ﴿یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَکْوَابٍ﴾۔ سَمِّ: سَمّٰی، یُسَمِّیْ، تَسْمِیَةً، بسم اللہ کہنا۔ یَلِیْکَ: وَلِیَ، وَلْیاً، وَلْیاً فُلاَناً، قریب ہونا، متصل ہونا۔

راوی حدیث حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: یہ حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحب زادے ہیں۔ ہجرت سے دو سال پہلے حبشہ میں پیدا ہوئے، اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا اس وقت یہ بچے تھے[1] اس لئے بعد میں آپ ﷺ کی پرورش میں آ گئے۔ بچے تھے اس لئے سیکھنے کا خوب موقعہ ملا۔ یہ آپ ﷺ سے بھی اور اپنی والدہ سے بھی روایات نقل کرتے ہیں۔[2] عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں انتقال ہوا[3] ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔[4]

تشریح: اس حدیث میں کھانے کے آداب میں سے تین بنیادی اور اہم آداب کو بیان کیا گیا ہے:

اول: **"سَمِّ اللّٰہ"**: کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب کھانا کھانے والا بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان بھی کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اور جب وہ پڑھتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے[5] ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب شروع میں آدمی بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں یاد آنے پر یوں پڑھ لے "بِسْمِ اللّٰہِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ"[6] ایک دسترخوان پر جتنے آدمی بیٹھے ہوں سبھی کے لئے بسم اللہ پڑھنا لازمی وضروری ہے۔[7]

دوم: **"کل بیمینک"**: دائیں ہاتھ سے کھائے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول بائیں ہاتھ سے کھانے والا شیطان کے زیر اثر اور تابع دار ہو جاتا ہے وہ اس کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے پر ابھارتا ہے۔

سوم: **"کل ممّا یلیک"**: تیسرا ادب یہ ہے کہ کھانے کے برتن میں آدمی اپنے سامنے سے کھائے جب کہ ایک قسم کا کھانا ہو اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہوں مثلاً میوے وغیرہ تو اب اختیار ہے کہ جو پسند ہو اس کو کھائے۔[8]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الاطعمة" ص ۳۶۳ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة (باب مایقول علی الطّعام والأکل بالیمین) واخرجه مسلم فی کتاب الأشربة (باب آداب الطّعام والشّراب وأحکامهما) ببعض نقص وزیادۃ.

(۱) نسائی (۲) سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۸ (۳) اسد الغابۃ
(۴) سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۸ (۵) مشکوۃ
(۶) مشکوۃ (۷) مظاہر حق ۴/۸۰ (۸) مرقاہ ۸/۱۶۰، اشعۃ اللمعات ۳/۵۱۵

(١٤) عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِی (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰی لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰی فِيْهِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ فَضَحِكَ النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِیْ بَطْنِهٖ.

ترجمہ: امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا جب اسے اٹھا کر اپنے منہ کی طرف لے جانے لگا تب اس نے پڑھا "بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" یہ دیکھ کر آپ ﷺ ہنسنے لگے پھر فرمایا، شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھاتا رہا لیکن جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے قے کردی جو کچھ اس کے پیٹ میں گیا تھا۔

لغات: لُقْمَة: بِالضَّم لَقَمَۃٌ، یعنی جتنی چیز ایک بار میں نگل سکے جمع لُقَم، اَلْقِمَة، اَلطَّعَام لقمہ بنانا۔ فِيْهِ: منہ جمع أَفْوَاه. اِسْتِقَاءَ: بہ تکلف قے کرنا قَاءَ (ض) قَيْئًا مَاأَكَلَهٗ، قے کرنا۔

راوی حدیث حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ ازدی سے تعلق رکھتے ہیں ان کو مخشی کہتے ہیں میم مفتوح اور خا ساکن اور شین مسکور اور یاء مشدّد ہے۔ ان کا شمار اہل بصرہ میں ہوتا ہے ان سے طعام کے بارے میں حدیث آئی ہے اور ان سے روایت کرنے والے عموماً ان کے بھتیجے مثنی بن عبدالرحمٰن ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں بسم اللہ کے پڑھنے کی برکت کا ذکر ہے علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے صرف بسم اللہ بھی پڑھ لی تو بھی کافی ہے اور اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی مگر افضل اور بہتر یہ ہے کہ پوری "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھی جائے۔ ایک دوسری روایت میں "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ" بھی دعاء منقول ہے (۱) بسم اللہ کھانے سے پہلے پڑھنا ہر ایک کے لئے مسنون ہے خواہ مرد ہو یا عورت جنبی ہو یا حائضہ، یا نفاس میں۔

مگر علماء کرام فرماتے ہیں، جنبی، حیض اور نفاس والی عورت اس کو پڑھتے وقت تلاوت کی نیت نہ کرے بلکہ ذکر کی نیت کرے ورنہ پڑھنا حرام اور ناجائز ہوگا۔

"شیطان انسان کے کھانے میں شریک ہو جاتا ہے"۔ اکثر علماء کرام اس کو حقیقت پر محمول فرماتے ہیں کہ حقیقت میں شیطان کھانے لگتا ہے جب اول بسم اللہ نہ پڑھے۔ بعض علماء کرام اس کو مجاز پر محمول کرتے ہیں کہ بسم اللہ نہ پڑھنے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

"**استقاء مافی بطنه**": شیطان نے سب کچھ قے کر دیا جو اس کے پیٹ میں تھا۔ بعض محدثین کرام اس کو بھی حقیقت پر محمول فرماتے ہیں کہ شیطان نے حقیقت میں سے سب کچھ قے کر دیا ہے، بعض علماء کرام اس کو مجاز پر محمول فرماتے ہیں کہ بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے جو برکت ختم ہو رہی تھی وہ سب پھر واپس لوٹ آئی (۲)۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "کتاب الا طعمة" ص ۳۶۵ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی باب التّسمیة علی الطّعام، واخرجه احمد فی مسنده مع اختلاف یسیر.

(۱) مستدرک حاکم (۲) مرقاۃ ۸/۸۲ ومظاہر حق ۴/۱۰۳

(۱۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: کُنَّا یَوْمَ بَدْرٍ کُلُّ ثَلٰثَةٍ عَلٰی بَعِیْرٍ فَکَانَ أَبُوْلُبَابَةَ وَعَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ زَمِیْلَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَکَانَتْ إِذَا جَاءَ تْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَا: نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْکَ قَالَ: مَا أَنْتُمَا بِأَقْوٰی مِنِّیْ وَمَا أَنَا بِأَغْنٰی عَنِ الْأَجْرِ مِنْکُمَا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہماری حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ہر تین آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے چنانچہ حضرت ابولبابہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا کہ آپ کے بدلے میں ہم پیدل چلیں گے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ ہی آخرت کے ثواب حاصل کرنے میں میں مستغنی ہوں۔

لغات: یَوْم: بمعنی دن، وقت، جمع أَیَّام. بَعِیْر: وہ اونٹ جس کی عمر چار سال یا نو سال ہو، جمع بُعْرَان آتی ہے۔ زَمِیْلٌ: سواری پر پیچھے بیٹھنے والا، ساتھی، ہم جماعت، جمع زُمَلاءُ. عُقْبَة: باری، جمع عُقَب، آتی ہے۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عبداللہ، عبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام مسعود، والدہ کا نام اُم عبد تھا، جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ گندم گوں، سر سے کانوں تک خوبصورت لمبی زلف تھی [1] ابتداء میں بکریوں اور بھیڑوں کو چراتے تھے ایک واقعہ کے بعد مسلمان ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے اپنی پوری زندگی آپ ﷺ کی خدمت میں وقف کردی۔ اولاً حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ میں مستقل ہجرت کر کے چلے گئے۔ فقہ حنفی کا دار و مدار زیادہ تر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی روایات پر ہے۔ ان سے مرویات کی تعداد (۸۴۸) ہے ان میں سے (۶۴) بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، باقی (۲۱) بخاری میں اور (۳۵) مسلم میں الگ الگ ہیں [2] عمر مبارک ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی ۳۲ھ میں انتقال ہوا۔ صحیح روایت کے اعتبار سے جنازہ کی نماز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور پھر عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ [3]

تشریح: ''نحن نمشی عنک'': اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اندر کس درجہ انکساری اور تواضع تھی۔ آدمی ان ہی صفات سے بڑا بنتا ہے اگر تواضع وانکساری آدمی میں نہ ہو تو پھر تکبر وغرور جگہ پکڑ لیتی ہے، پھر آدمی اپنے آپ کو خود ہی بڑا سمجھتا ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ'' [4] جو تواضع کرتا

ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ اس کو پست کرتا ہے۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ رکھتے تھے کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی تھی [(۵)] جیسے کہ اس حدیث میں ہے کہ جہاں پر آپ کے پیدل چلنے کی باری آتی ہے تو آپ ﷺ پیدل چلتے اسی طرح مسجد نبوی کے بناتے وقت آپ ﷺ بھی عام صحابہ کی طرح محنت فرما رہے تھے اور پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور اسی طرح جب سفر میں کھانا پکانے کا مسئلہ آیا تو سب نے اپنے اپنے کام کو تقسیم کیا تو آپ ﷺ نے بھی اپنے لئے جنگل سے لکڑی لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ [(۶)]

''قال ما أنتما باقوی منّی'': اس جزء سے بھی آپ ﷺ کا خدا کی طرف اپنا احتیاج اور بے چارگی کا اظہار کرنا ہے۔ اگرچہ آپ معصوم تھے اور خدا کے سب سے زیادہ قریب تھے [(۷)] اس کے باوجود خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب آداب السّفر'' ص ۳۳۹ پر ہے پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: رواه البغوی فی شرح السنّة کما عزاه صاحب المشکوة.

---

(۱) طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳ (۲) تہذیب الکمال (۳) طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳ (۴) مشکوۃ

(۵) مظاہر حق ۳/۷۸۸ (۶) مشکوۃ (۷) مظاہر حق ۳/۷۸۸، مرقاۃ ۷/۳۳۵

(۱۶) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: أَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَ یَسَعْکَ بَیْتُکَ وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ.

ترجمہ: حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ (دنیا اور آخرت میں) نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان اپنے قبضہ میں رکھو اور تمہارا گھر تمہاری کفایت کرے اور اپنے گناہوں پر رو۔

لغات: أَمْلِکْ: (ض) مَلْکاً، مِلْکاً الشَّیْءَ، مالک ہونا۔ اِبْکِ: (ض) بُکَاءً. رونا۔ خَطِیْئَتَکَ: بمعنی گناہ جمع خَطَایَا، خَطِیَ (س) خَطَاءً بمعنی غلطی کرنا۔

راوی حدیث حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عقبہ، ابوعمرو کنیت تھی۔ آپ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ مسلمان ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ، کتاب اللہ کے قاری، فرائض کے ماہر، فصیح اللسان، شاعر سب کچھ کے جامع تھے [(۱)] قرآن کی تلاوت کے ساتھ خاص شغف تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک قرآن بھی لکھا تھا جو نویں صدی تک مصر میں موجود تھا [(۲)] احادیث کے حاصل کرنے کا بھی بے حد شوق تھا اس کے لئے انہوں نے کئی سفر

گئے، ایک حدیث کو سننے کے لئے مدینہ سے مصر تک کا سفر کیا[۳] ان سے مرویات کی تعداد (۵۵) ہے جس میں سے (۷) میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں باقی بخاری میں ایک اور مسلم میں سات الگ الگ ہیں۔[۴] وفات میں اختلاف ہے ۵۸ھ میں اکثر کے نزدیک وفات ہوئی۔

تشریح: "ما النّجاة": دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی کا کیا راستہ ہے۔

"**أملك عليك لسانك**": اپنی زبان کو ایسی چیزوں اور ایسی باتوں سے محفوظ رکھو کہ جن میں خیر و بھلائی نہ ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنی زبان کو بند رکھو اور اپنے اعمال کی نگہداشت رکھو اور اپنی برائیوں اور بھلائیوں پر نظر رکھو اسی میں نجات مضمر ہے[۵] اسی جملہ سے امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن بات کم اور کام زیادہ کرتا ہے اور منافق کام کم اور بات زیادہ کرتا ہے۔[۶]

"**و يسعك بيتك**": تمہارا گھر تمہاری کفایت کرنے والا ہو کہ بغیر ضرورت کے گھر کے سے باہر زیادہ مت رہو کہ اس کی وجہ سے آدمی بہت گناہوں اور فتنوں سے بچ جاتا ہے[۷] علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقصود اس جملہ سے یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں یکسوئی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے دل جمعی کے ساتھ اپنے مولیٰ کی عبادت کرے۔[۸]

"**وابك على خطيئتك**": روئے اپنی خطاؤں پر۔ ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب آنکھیں روئیں گی بجز تین آنکھوں کے: (۱) جو آنکھ خدا کے خوف سے (دنیا میں) روتی ہو۔ (۲) اللہ کی حرام کردہ چیزوں پر بند ہو جاتی ہوں۔ (۳) خدا کی راہ میں جاگی ہو۔[۹]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ جو دنیا میں ہنستے ہوئے گناہ کرتے ہیں وہ جہنم میں روتے ہوئے جائیں گے۔[۱۰]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب حفظ اللّسان و الغيبة و الشتم" ص ۴۱۳ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزّهد (باب ماجآء فی حفظ اللّسان) وقال حديث حسن، واخرجه أحمد فی مسنده ٤ / ١٤٨.

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۶
(۲) تہذیب التہذیب ۷/۲۴۳
(۳) مسند احمد ۴/۱۵۹
(۴) تہذیب الکمال ۲۲۹
(۵) مرقاۃ ۹/۱۴۹، مظاہر حق ۴/۴۷۱
(۶) تنبیہ الغافلین ص ۲۲۶
(۷) مظاہر حق ۴/۴۷۱
(۸) مرقاۃ ۹/۱۴۹
(۹) مکاشفۃ القلوب ص ۵۸۳
(۱۰) مکاشفۃ القلوب ص ۵۸۴۔

(۱۷) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِنَعْلِهِ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلاَغَيْرَهُ أَوْقَالَ: نَبِيًّا وَغَيْرَهُ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجَعَلَهُ فِيْ اِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَيُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رات جب کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے (جب) زمین پر ہاتھ رکھا تو بچھو نے آپ ﷺ کو کاٹ لیا آپ ﷺ نے اپنے جوتے سے مار ڈالا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ بچھو پر لعنت کرے کہ یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نمازی کو، یا یہ فرمایا کہ نہ یہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نبی کو، اس کے بعد آپ ﷺ نے نمک اور پانی منگوایا اور دونوں کو ایک برتن میں گھول کر اس کو انگلی کے اس حصے پر ڈال رہے تھے جہاں بچھو نے کاٹا تھا اور انگلی کو ملتے تھے اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے تھے۔

لغات: فَلَدَغَتْهُ: لَدَغَ (ف) لَدْغًا وتَلْدَاغًا بمعنی ڈسنا۔ عَقْرَب: بچھو، جمع عَقَارِب، گھڑی کی سوئی کو بھی کہتے ہیں۔ فَنَاوَلَهَا: مُنَاوَلَة بمعنی دینا مگر یہاں مراد لینا ہے۔ نَعْل: جوتا، ہر وہ چیز جس سے قدم کی حفاظت کی جائے۔ مِلْحٌ: نمک، جمع مِلاَح، قال تعالی ﴿هٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ﴾. يَصُبُّهُ: صَبَّ (ن) صَبًّا الْمَآء، پانی بہانا، انڈیلنا۔ يَمْسَحُهَا: مَسَحَ (ف) مَسْحًا يَدَهُ، ہاتھ پھیرنا۔ يُعَوِّذُهَا: پناہ میں دینا، تَعَوَّذَ، اس نے پناہ لی۔

راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: علی، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے، اسلام لانے کے وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی یا ۱۶ یا بعض کے نزدیک ۸ سال یا دس سال تھی، آپ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے سوائے غزوہ تبوک کے اس میں آپ ﷺ نے ان کو مدینہ میں روک دیا تھا۔

حلیہ مبارک: رنگ گندم گوں تھا، آنکھیں بڑی بڑی تھیں، قد پست تھا پیٹ بھاری تھا۔ جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۲۵ھ کو خلیفہ بنائے گئے۔ خلافت کی مدت چار سال نو ماہ کچھ دن ہے۔ ان سے روایات کی تعداد (۵۸۶) ہے۔

وفات: عبد الرحمن بن ملجم نے کوفہ میں ۱۸ رمضان کو جمعہ کی صبح کو زخمی کر دیا پھر تین دن کے بعد انتقال ہو گیا۔ جنازے کی نماز آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

تشریح: ''فقتلها'': اس کو قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز میں بچھو، سانپ یعنی ایذاء دینے والے جانور کو دیکھے تو

اس کو مار سکتا ہے، حدیث بالا میں تو آپ ﷺ کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اور ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں قول بھی ہے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بچھو کو دیکھے اس حال میں وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے جوتے سے ماردے۔ مگر علماء کرام اس میں ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں کہ مارنے میں عمل کثیر کا ارتکاب نہ ہو جائے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

"أو قال نبیّا وغیرہ": یہاں پر راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے نمازی، غیر نمازی فرمایا، یا نبی غیر نبی فرمایا، مگر سنن ابن ماجہ کی روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آئی ہے اس میں آتا ہے کہ اللہ بچھو پر لعنت کرے کہ یہ نہیں چھوڑتا نبی اور غیر نبی کو۔ اور ایک روایت بیہقی میں ہے کہ جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس میں آتا ہے کہ اللہ لعنت کرے بچھو پر کہ یہ نمازی اور غیر نمازی کسی کو نہیں چھوڑتا۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں حدیث بالا میں تو راوی کو شک واقع ہوا ہے مگر دو الگ الگ روایات میں نبی اور غیر نبی نمازی اور غیر نمازی دونوں کا ذکر آگیا ہے۔ (۲)

"یعودھا بالمعوّذتین": آپ ﷺ معوذتین (یعنی "قل اعوذ برب النّاس" اور "قل أعوذ برب الفلق" الخ) پڑھ کر دم کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات اور آپ ﷺ سے منقول دعاؤں اور وہ کلمات جن کے معنی معلوم ہوں اور قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں تو اس کے ساتھ دم کر سکتے ہیں اور جن کلمات کے الفاظ معلوم نہ ہوں یا اس میں مشرکانہ الفاظ وکلمات ہوں تو وہ بالکل ناجائز ہوگا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الطّب والرقی" ص ۳۹۰ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ الی الیھقی فی شعب الایمان) واخرجه ابن ماجة (باب ماجآء فی قتل الحیّه والعقرب فی الصلوۃ).

---

(۱) مظاہر حق ۴/ ۲۶۵ (۲) مرقاۃ ۸/ ۳۶۹

(۱۸) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ فَاَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَهَبْتُ اَطْعَنُهُ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ فَقَتَلْتُهُ، فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ وَقَدْ شَهِدَ أَن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ: فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ؟

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا چنانچہ میں ایک شخص کی طرف جھپٹا اور اسے نیزہ مارنے لگا تو اس نے کہا کہ "لا الہ الا اللہ" پھر بھی

میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو یہ (اس واقعہ کی) خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم نے اس کو اس صورت میں بھی قتل کر دیا جب کہ اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تھا، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟

لغات : أَطْعَنُهُ: (ن.ف) طَعْنًا نیزہ مارنا۔ فَهَلَّا: کلمہ تحضیض وتندیم ہے مرکب ہے "ھل لا" سے اگر ماضی پر داخل ہو تو ترک فعل پر ملامت کے لئے اور اگر مضارع پر داخل ہو تو برانگیختہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ شَقَقْتَ: شَقَّ (ن) شَقًّا وَمُشَقَّةً، دشوار ہونا۔

راوی حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: اسامہ نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام زید تھا، ۷ھ میں بعثت کے بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنا محبوب غلام اور منہ بولا بیٹا بنایا تھا، آپ ﷺ کی ہی خدمت میں رہتے تھے آپ ﷺ ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اس کا باپ (زید) سب سے زیادہ محبوب تھا اب یہ (اسامہ) مجھ کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ (۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانہ میں ۵۴ھ میں مدینہ میں ہی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی (۲)۔ ان سے مرویات کی تعداد (۱۲۸) ہے جن میں سے (۱۵) بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں باقی دو دو میں بخاری اور مسلم منفرد ہیں۔ (۳)

تشریح: "فھلا شققت عن قلبه": اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس کے باطن پر مطلع ہو سکتے تھے کہ اس نے دل کی گہرائی سے کلمہ پڑھا ہے یا محض اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے پڑھا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ تم اس کے دل کو چیر کر اس کی حقیقت تو معلوم نہیں کر سکتے تھے اس وجہ سے معقول بات یہ تھی کہ تم اس کے ظاہر پر حکم لگاتے اور مؤمن سمجھتے (۴)۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے، اس ایک اصول معلوم ہوا کہ آدمی کے ظاہر پر اور جو آدمی نے کہا اس پر حکم لگایا جائے گا باقی اس کے دل میں کیا ہے اور حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ کو ہی ہے (۵)۔

سوال: حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ایک آدمی کو قتل کر دیا تو ان پر دیت کیوں لازم نہیں کی گئی؟

جواب: یہاں پر حضرت اسامہ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اجتہادی غلطی سے اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو اس پر دیت نہیں آتی کیونکہ مجتہد اپنی خطاء میں معذور ہوتا ہے (۶) آپ ﷺ نے ان پر ناراضگی کا اظہار اس لئے فرمایا کہ اگر چہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد سے کام لیا اور ان سے غلطی ہوئی اس پر وہ معذور تھے اس کے باوجود ان کو توقف کرنا چاہیے تھا اور اپنے اجتہاد پر اتنی جلدی عمل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ (۷)

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب القصاص" ص ۲۹۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المغازی (باب بعث النبی ﷺ) عن أسامة، واخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا اله الا اللّٰه).

---

(۱) بخاری کتاب المغازی (۲) استیعاب ۱/۲۹ (۳) تہذیب الکمال ۲۶ (۴) مظاہر حق ۳/۵۱۴
(۵) مرقاۃ ۸/۵۰ (۶) مظاہر حق ۳/۵۱۴ (۷) مظاہر حق ۳/۵۱۴

(۱۹) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: اِنَّ رَجُلاً تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً وَاشْتَرُوْا لَهُ بَعِیْراً فَاَعْطُوْهُ قَالُوْا: لاَ نَجِدُ اِلاَّ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ: اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ أَحْسَنُکُمْ قَضَاءً.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے (قرض کا) تقاضہ کیا اور اس میں بہت سختی کی صحابہ کرام نے (بدلہ لینے کا) ارداہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ ہر حق دار کو کہنے کا حق ہے بلکہ ایسا کرو کہ ایک اونٹ خرید کر اسے دے دو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اسکے اونٹ جیسا ہم بازار میں نہیں پا رہے بلکہ اس سے اچھا پا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا ہی خرید لو اور اسے دے دو اس لئے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔

لغات: تَقَاضٰی: اَلدَّین، قرض وصول کرنے کی باتیں کرنا۔ قَضٰی (ض) قَضَاءَ حَاجَةٍ، پوری کرنا۔ فَاَغْلَظَ: فِی الْقَوْلِ، سخت کلامی سے پیش آنا، غَلُظَ (ن.ض.ک) غَلْظًا وَغِلْظَةً، موٹا ہونا، سخت ہونا۔ هَمَّ: (ن) هَمًّا بِالشَّیْئِ ارادہ کرنا قال تعالی ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا﴾ مَقَالاً: قَالَ یَقُوْلُ، کہنا بولنا۔

راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عمیر، ابو ہریرہ کنیت، خاندانی نام عبدالشمس تھا آپ ﷺ نے یہ نام بدل کر عمیر رکھا۔ رنگ گندم گوں، شانے کشادہ، دانت آبدار تھے، آگے کے دوانتوں کے درمیان جگہ خالی تھی، خیبر کے سال حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور پھر آپ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا[1] احادیث کے یاد کرنے کا حد درجہ شوق تھا اسی وجہ سے بہت کم عرصہ میں بہت سی احادیث یاد فرمالیں۔ بعض لوگوں کو شکوک وشبہات بھی ہوتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مروان نے ان کو بلا کر احادیث پوچھنا شروع کی اور ایک کاتب چپ چاپ ان کو لکھتا رہا پھر دوسرے سال ابو ہریرہ سے پھر ان احادیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہی جوابات دیئے حتی کہ ترتیب میں بھی کوئی فرق نہ کیا۔[2]

روایات کی تعداد (۵۳۷۴) ہے ان میں سے (۳۲۵) میں بخاری اور مسلم متفق ہیں اور (۷۹) بخاری اور (۹۳) مسلم میں منفرد

ہیں (۳) یہ آفتاب حدیث ۵۷ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں غروب ہوگیا۔ ولید نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۴)

تشریح: "تقاضی": اس نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا۔ آگے کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے اونٹ ادھار لیا تھا۔

"فاغلظ" : اس مطالبہ میں اس نے سختی کی۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ مطالبہ کرنے والا کافر ہو یا بقول بعض کے یہودی ہوگا اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مسلمان ہی ہوگا مگر دیہات کا رہنے والا جس کو مقام نبوت کے آداب معلوم نہیں ہوں گے کہ نبی کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (۵)

"فان لصاحب الحقّ مقالا" : کیونکہ ہر حق دار کو کہنے کا حق حاصل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس کا کسی پر قرض ہو تو وہ اس پر سختی کرسکتا ہے اگر اس پر بھی قرض دار ادا نہ کرے تو وہ قاضی کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ قاضی اس کو قرض ادا کرنے کو کہے گا مگر جب وہ ٹال مٹول کرے تو اس کو قید خانہ میں بھی ڈال سکتا ہے۔

"فانّ خیر کم احسنکم قضاء" : تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنا قرض لیا گیا ہے واپسی کے وقت اس سے زائد اور اچھا لوٹانا چاہیے یہ مستحب ہے مگر اس میں فقہاء کرام ایک شرط کا اضافہ فرماتے ہیں کہ قرض لیتے وقت اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو کہ تم کو اس سے اچھا دینا ہوگا ورنہ یہ سود بن جائے گا۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الافلاس والانظار" ص ۲۵۱ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہٖ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب استقراض الابل، اخرجه البخاری فی مواضع متعدّدة، واخرجه المسلم فی کتاب المساقاة والمزارعة (فی باب جواز استقراض الحیوان واستجاب توفیته خیر ممّا علیه).

---

(۱) اسد الغابہ ۵/۳۱۶ (۲) مستدرک حاکم ۳/۵۱۰ (۳) تہذیب الکمال ۴۶۲
(۴) تہذیب التہذیب و اسد الغابہ ۵/۳۱۷ (۵) مظاہر حق

(۲۰) عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَيْمُوْنَةَ اِذْ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا؟ فَقَالَ رسول اللّٰه ﷺ: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ.

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھیں کہ اچانک (نابینا صحابی) ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ آ گئے، آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ تم ان سے پردہ کرو، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ کہ وہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟

لغات: أَقْبَلَ: متوجہ ہونا، سامنے کرنا۔ اِحْتَجِبَا: پردہ کرنا۔ عَمْيَاوَانِ: عَمْيَاءُ، مفرد ہے۔ عَمِيَ (س) عَمًى، اندھا ہونا۔

راوی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: نام ہندہ، ام سلمہ کنیت۔ قبیلہ مخزوم سے تھیں۔ "اصابہ" میں ہے: "كَانَتْ أُمُّ سَلِمَةَ مَوْصُوْفَةً بِالْجَمَالِ الْبَارِعِ" حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بہت زیادہ خوب صورت تھیں۔ بال نہایت گھنے تھے[1] پہلے نکاح ابو سلمہ (عبد اللہ بن عبد الاسد) سے ہوا اور جب جمادی الثانی ۴ھ میں ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا[2] تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام نکاح دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا جب آپ ﷺ نے ان کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے قبول کر لیا اور پھر شوال ۴ھ میں آپ ﷺ سے نکاح ہو گیا۔ محمد بن لبید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں امہات المؤمنین احادیث کا مخزن تھیں مگر ان میں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کوئی حریف نہ تھا۔ ان سے (۳۷۸) روایات منقول ہیں[4] حرہ کے سال میں ۶۳ھ میں جب کہ ان کی عمر ۸۴ برس تھی، انتقال ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی[5] اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

تشریح: یہ حدیث ان علماء کرام کے لئے دلیل ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا عورتوں سے پردہ ہے اور دیکھنا حرام ہے بعینہ اسی طرح عورتوں کا مرد سے پردہ ہے عورتوں کو بھی مردوں کو دیکھنا حرام ہے[6] مگر جمہور علماء کرام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ بغیر شہوت کے ضرورت کی بنیاد پر مردوں کو دیکھ سکتی ہیں مگر مرد کے ناف سے رانوں تک تو ہر حال میں عورتوں کے لئے دیکھنا حرام ہوگا۔ یہ علماء کرام اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند حبشی مدینہ منورہ میں نیزہ بازی کا کھیل دکھلانے آئے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا انہوں نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر کافی دیر تک وہ کھیل دیکھا[7] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے مردوں کا دیکھنا جائز ہے۔[8]

سوال: ہو سکتا ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہو جب کہ پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا؟

جواب: یہ واقعہ ۹ھ کا ہے پردے کا حکم اس سے پہلے بالاتفاق نازل ہو چکا تھا۔[9]

سوال: ممکن ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نابالغ ہوں؟

جواب: بالغ ہو چکی تھیں بلکہ اس وقت ان کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی۔[10]

جمہور علماء کرام حدیث بالا کو تقویٰ پر محمول فرماتے ہیں ہیں فتویٰ تو یہ ہے کہ دیکھ سکتی ہیں مگر تقویٰ تو یہی ہے کہ نہ دیکھا جائے۔ یہاں یہ

بات ذکر کرنا ضروری ہوگی کہ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے جب کہ عورت جنسی خواہش سے مامون ہو اگر معمولی سی بھی جنسی خواہش ہو تو حرام ہو جائے گا اور ہمارا زمانہ تو فتنے کا ہے[11] اس لئے اس زمانہ میں بہت ہی خیال رکھنے کی ضرورت ہوگی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب النظر الی المخطوبة وبیان العورات" ص۲۶۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه أحمد في مسنده ٦/ ٢٩٦ واخرجه الترمذي في ابواب الأدب (باب ما جاء في احتجاب النّسآء من الرّجال) واخرجه ابو داؤد في كتاب اللّباس (باب في قوله تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾.

---

(۱) مسند احمد ٦/ ۲۸۹ (۲) زرقانی ۳/ ۲۷۳ (۳) طبقات ابن سعد ۲/ ۱۲٦

(۴) تہذیب الکمال (۵) زرقانی ۳/ ۲۷٦ (٦) مرقاة ٦/ ۳۰۰ و مظاہر حق ۳/ ۲۷۰

(۷) مشکوۃ (۸) مرقاة ٦/ ۲۰۰ (۹) مظاہر حق ۳/ ۲۷۰ (۱۰) مظاہر حق ۳/ ۲۷۰ و مرقاة ٦/ ۲۰۰

(۱۱) مظاہر حق ۳/ ۲۷۰

(٢١) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ اِمْرَأَتَانِ مَعَهُمَا اِبْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الاُخْرٰى: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰى دَاوُدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ: اِئْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى لِلصُّغْرٰى.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں دونوں کے پاس ان کے لڑکے بھی تھے ایک بھیڑیا آیا ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا ان دونوں میں سے ایک نے دوسری سے کہا کہ تمہارے بچہ کو بھیڑیا لے گیا ہے دونوں اپنے مقدمہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں انہوں نے ان میں سے بڑی عورت کے لئے اس بچے کا فیصلہ سنایا پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گذریں ان سے بھی پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، میرے پاس ایک چھری لاؤ میں اس لڑکے کو بیچ سے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کے درمیان بانٹ دوں، چھوٹی عمر والی عورت نے کہا خدا آپ پر رحم کریں ایسا نہ کیجیے یہ لڑکا اسی کو دے دیں، اس پر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس لڑکے کو چھوٹی عمر والی عورت کے لئے فیصلہ کردیا۔

لغات: اَلذِّئب: بھیڑیا، جمع ذِئَاب، أَذْؤُب، ذُؤْبَان، ذَئِبَ (س) ذَأْبًا، خباثت میں بھیڑیے کی طرح ہونا۔ صَاحِبَتُهَا: صَاحِب کی مونث ہے بمعنی ساتھی۔ پہلی جمع صَاحِبَات اور صَوَاحِب آتی ہے۔ فَتَحَاكَمَتَا: اِلَی الْحَاكِمِ، مقدمہ لے جانا۔ اَلسِّكِّين: چھری جمع سَكَاكِين، اَلسكينة، اطمینان وقار، قال تعالی ﴿وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّيْنًا﴾۔

راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات: حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: علماء کرام فرماتے ہیں ممکن ہے کہ دونوں عورتیں ایک ہی جگہ رہتی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے دونوں بچے ہم شکل اور ہم عمر ہوں مگر احتمال اس کے خلاف کا بھی نکل سکتا ہے دونوں عورتیں جانتی تھیں کہ کس کے بچہ کو بھیڑیا لے گیا ہے مگر وہ دوسرے کے بچہ کو لے کر اپنے بچہ کا غم دور کرنا چاہتی تھیں۔[1]

"فقضى به للكبرى": قانون یہ ہے جسکی ملکیت میں کوئی چیز ہو اور دوسرے کے پاس کوئی واضح دلیل نہ ہو تو وہ چیز اس کی سمجھی جاتی ہے جس کے قبضہ میں وہ ہے اور وہ بچہ بڑی کے پاس تھا اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بچہ کو بڑی کے حوالے کردیا۔ [2]بعض دوسرے محدثین کرام فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بچہ کی شکل بڑی کے ساتھ ملتی ہو اس لئے اس کو دے دیا[3] اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے قیاسی اعتبار سے کہا کیونکہ اپنے بچہ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تو اس سے حضرت سلیمان نے معلوم کرلیا کہ بچہ چھوٹی کا ہے۔

سوال: حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام جو کہ نبی تھے ان کے فیصلہ کو کیوں توڑا؟

جواب: حضرت داؤد علیہ السلام نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا تھا صرف جھگڑا ختم کرنے کے لئے یہ احتمال ظاہر کیا تھا کی[4] بڑی کا ہوگا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بچپن سے دین کی سمجھ اور ہوشیاری اور فیصلہ کرنے کی طاقت عطاء فرمائی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے اسی طرح کے متعدد واقعات احادیث کی کتب میں مذکور ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب بدأ الخلق و ذكر الانبياء عليهم السلام" ص ۵۰۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الفرائض (فی باب اذا ادّعت المرأة ابنًا) وفی کتاب الانبیآء (باب قال الله عز وجل ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهُ اَوَّابٌ﴾) واخرجه مسلم فی کتاب الاقضية (باب اختلاف المجتهدين).

---

(۱) مظاہر حق ۵/۲۸۹ (۲) مرقاۃ ۱۱/۲۷ (۳) مظاہر حق ۵/۲۸۹

(۴) مرقاۃ ۱۱/۲۷ و مظاہر حق ۵/۲۹۰، معارف القرآن، قرطبی۔

(۲۲) عَنْ بُرَيْدَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِيْ إِذْ جَآءَ رَجُلٌ مَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: اِرْكَبْ وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لاَ أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهُ لِيْ قَالَ: جَعَلْتُهُ لَكَ فَرَكِبَ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیدل چل رہے تھے اسی دوران اچانک ایک شخص اپنے گدھے کو آپ ﷺ کے پاس لایا کہا کہ یارسول اللہ آپ اس پرسوار ہوجائیں، اور وہ شخص خود پیچھے ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آگے نہیں بیٹھوں گا کیونکہ جانور کے آگے بیٹھنے کے تم ہی زیادہ مستحق ہو لایہ کہ مجھے تم اس کا حق داربنادو۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو اس کا حقدار بنادیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس کے آگے بیٹھ گئے۔

لغات: تَأَخَّرَ: پیچھے ہونا۔ صَدْر: سینہ، سامنے کا حصہ۔ جمع صُدُوْر۔ تَجْعَلَهُ: جَعَلَ (ف) جَعْلاً: بنانا یہاں مراد صراحت کے ساتھ اجازت دینا۔

راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: حدیث بالا سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ سفر میں بھی حق شناسی ہوایسا نہ ہو کہ سفر میں سب بھول جائے جیسے کہ آپ ﷺ کے عمل سے ظاہر ہے کہ آپ نے سواری کے اگلے حصہ پر بیٹھنے کا انکار کیا کہ جس کی سواری ہے وہ ہی آگے بیٹھنے کا مستحق ہے الا یہ کہ وہ صریح طور پر اپنے حق کے چھوڑنے کا اعلان کردے۔ جب صاحب حق نے صریح طور پر کہا تب آپ ﷺ آگے بیٹھے۔(۱)

دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ آپ ﷺ میں انکساری تواضع کمال درجہ موجود تھی کہ آپ ﷺ نے پیچھے بیٹھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا اسی پر آپ ﷺ راضی تھے (۲) حضر میں تو آدمی تواضع کرلیتا ہے مگر دوران سفر یہ بہت مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ نے بھی مختصر رفاقت والے کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنے کی خصوصیت سے تاکید فرمائی ہے ﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾ کہ اپنے پہلو کے ساتھی کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ مراد وہ شخص ہے جو کہیں بھی آپ کے ساتھ ہوجائے سفر کے دوران کی مختصر رفاقت کا بھی یہ حق ہے اس کو کسی قول وعمل سے اس کو کوئی جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچے (۳) آپ کے اسفار اس کے عملی نمونہ ہیں۔

یہ حدیث مشکوۃ میں بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذي في ابواب الاداب (باب ما جاء انّ الرّجل أحقّ بصدر دابّته) واخرجه ابوداود في كتاب الجهاد (باب ربّ الدّابة أحقّ بصدرها) واخرجه الدارمي ۲/۱۹۷.

(۱) مظاہر حق ۳/۷۸۹ (۲) مظاہر حق ۳/۲۸۹ (۳) آداب زندگی ص ۵۷

(۲۳) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنِّیْ حَامِلُکَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَۃٍ فَقَالَ: مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِالنَّاقَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهَلْ تَلِدِ الاِبْلَ اِلَّا النُّوْقُ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے لئے جانور مانگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اونٹنی کا بچہ سواری کے لئے دوں گا۔ اس شخص نے کہا کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ کو بھی اونٹنی ہی جنتی ہے۔

لغات: اِسْتَحْمَلَ: اٹھانے کے لئے درخواست کرنا مراد سواری مانگنا۔ حَامِلٌ: حَمَلَ (ض) حَمْلاً، اٹھانا اور لادنا۔ اَلنُّوْقُ: جمع نَاقَۃ کی نیز اس کی جمع نَاقٍ، اَنْوُق، اَنُوْق، اَوْنَق، اَیْنُق، نِیَاقٍ، نَاقَات وغیرہ بھی آتی ہے۔

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات: حدیث نمبر ۱۱ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کے ایک مزاح کا ذکر ہے۔ مزاح کا معنی اردو میں خوش طبعی ہے بشرطیکہ اس میں کسی کی دل شکنی اور ایذاء نہ پہنچائی جائے اگر اس میں ایذاء بھی ہو تو اس کو عربی میں "غریہ" کہتے ہیں۔

خوش طبعی جائز ہے مگر اس کی عادت نہ بنائی جائے کہ ہر وقت ہی ہنسی اور مزاح ہو اس سے آدمی کی شخصیت مجروح ہوتی ہے[1] آپ ﷺ بھی کبھی کبھار مزاح فرمایا کرتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مخاطب کی دل بستگی اور آپس میں محبت و موانست کو مستحکم کیا جائے اسی وجہ سے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھار خوش طبعی کرنا سنت مستحبہ ہے۔ حدیث بالا میں آپ ﷺ کی ایک ظرافت کا واقعہ ہے کہ اونٹ کے بجائے آپ نے اونٹنی کا بچہ دینے کو فرمایا وہ صحابی یہ سمجھے کہ اونٹنی کا کوئی چھوٹا سا بچہ ہوگا اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ اس بچہ پر میں سواری کیسے کروں گا فرمایا کہ وہ اونٹ جتنا بھی بڑا ہو جائے وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

علماء کرام فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک طرف تو مزاح (خوش طبعی) اور ظرافت ہے اور دوسری طرف اس امر لطیف کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات کہی جائے تو اس کو چاہئے کہ اس بات پر غور و فکر کرے بغیر سوچے سمجھے جواب نہ دے کہ اگر معمولی سا بھی غور کر لیتے تو یہ سوال نہ کرتے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المزاح" ص ۴۱۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الادب (باب ماجاء فی المزاح).

(۱) مرقاۃ ۹/۱۷۱ (۲) مرقاۃ ۹/۱۷۱ مظاہر حق ۴/۴۹۴

(۲۴) عَنْ أَبِیْ أَیُّوبَ الْأَنْصَارِیِّ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: عِظْنِیْ وَأَوْجِزْ فَقَالَ: إِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَلَا تُکَلِّمْ بِکَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْہُ غَدًا وَاجْمَعِ الْاَیَاسَ مِمَّا فِیْ أَیْدِی النَّاسِ.

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے جو مختصر ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی نماز پڑھو جو دنیا سے رخصت کرنے والی کی ہو اور تم زبان سے ایسی کوئی بات نہ نکالو جس سے دوسرے دن تم کو عذر کرنا پڑے اور اس چیز سے ناامید ہو جاؤ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

لغات: عِظْ: وَعَظَ (ض) وَعْظًا وَعِظَۃً نصیحت کرنا۔ وَدَّعَ: تَوْدِیْعًا، رخصت کرنا، چھوڑنا، اپنی زندگی سے رخصت ہونا، صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ: یعنی زندگی کی آخری نماز۔ عُذْرٌ: (ض) عذرًا، الزام سے بری کرنا، معذرت کرنا اَلْاَیَاس: ناامیدی، یَئِسَ (س) یَأْسًا منہ، ناامید ہونا۔

راوی حدیث حضرت ابوایواب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: خالد نام، ابو ایوب کنیت، ابوایوب قبیلہ تجار کے رئیسوں میں سے تھے۔ عقبہ کی گھاٹی میں آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب کا ہی گھر آپ ﷺ کے لئے مسکن ٹھہرا۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی زندگی کا اکثر حصہ جہاد ہی میں گذارا۔

اہل سیر فرماتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں تین چیزیں زیادہ نمایاں تھی:

(۱) حب رسول ﷺ (۲) جوش ایمانی (۳) حق گوئی۔

ان تینوں باتوں پر اہل سیر نے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں ان کی روایات کی مقدار ۱۵۰ ہے۔ وفات ۵۲ھ میں جب کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کا سپہ سالار تھا اسی سفر میں بیمار ہوئے یزید آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے گیا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنے ہو تو اس کی تعمیل کی جائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو میرا جنازہ لے جانا، چنانچہ قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کیا گیا۔ کفار کی بے ادبی کے خوف سے زمین کو برابر کردیا گیا اور مسلمانوں نے کفار سے کہا کہ اگر تم نے کچھ مزار کے ساتھ گستاخی کی تو تمہارا ناقوس بجانے والا کوئی نہ ہوگا[1] اب بھی قحط وغیرہ کے زمانے میں لوگ ان کے وسیلہ سے باران رحمت مانگتے ہیں۔[2]

تشریح: "عظنی واوجز": نصیحت کریں مگر مختصر ہو۔ ایک دوسری حدیث میں بھی آتا ہے "خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ"

کہ بہترین بات وہ ہے جو کہ مختصر ہو اور مدلل ہو۔

"صلوۃ مودّع": نماز رخصت کرنے والی ہو کہ نماز ایسی ہو کہ اللہ کے سوا تمام مخلوق کو رخصت اور چھوڑنے والی ہو (۳) دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز ایسی پڑھو کہ رخصت کرنے والی ہو یعنی زندگی کی آخری نماز تصور کر کے پڑھو جو اس تصور کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی اس میں کتنا خضوع وخشوع ہوگا۔

"لا تکلّم بکلام تعذر منه غدا": ایسی بات زبان سے نہ نکالو جس کے سبب تمہیں کل یعنی قیامت کے دن عذر کرنے پڑیں۔ (۴)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی باتیں نہ کرو جس کے سبب تم کو دوسرے دن اپنے رفقاء کے سامنے عذر کرنا پڑے اور تم ان کے سامنے پشیمان ہو۔ (۵)

"واجمع الایاس ممّافی أیدی النّاس": اس چیز سے ناامید ہو جاؤ کہ جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے کہ جتنا مال ومتاع اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے وہ مل کر ہی رہے گا لوگوں سے امید لگانے سے کیا فائدہ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے مال و متاع پر نظر رکھنا یہ قلبی افلاس کی علامت ہے جس کا دل غنی ہوتا ہے وہ دوسرے کے مال ودولت سے اپنی امید منقطع کر لیتا ہے۔ (۶)

یہ حدیث مشکوٰہ میں "کتاب الرقاق" ص ۴۴۵ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة فی کتاب الرق الی احمد وهوفی مسنده من مرویات ابی ایوب الانصاری ۵/۴۱۲ مع اختلاف یسر).

(۱) ابن سعد ۵۰ (۲) اسد الغابہ (۳) مظاہر حق ۴/۲۷ (۴) مرقاۃ ۹/۳۹۱
(۵) مرقاۃ ۹/۳۹۱، مظاہر حق ۴/۲۷ (۶) مظاہر حق ۴/۲۷

(۲۵) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِيْ الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِيْ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: اَنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْئٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذْرِ وَاِنَّمَاهِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَأَمَرَ رَجُلاً مِنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍمِن مَّآءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے اچانک

دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا آپ ﷺ کے صحابہ اس سے کہنے لگے ٹھہر جا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پیشاب سے مت روکو بلکہ اس کو کرنے دو۔ جب اس دیہاتی نے پیشاب کرلیا تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ مسجدیں اس قسم کی گندگی اور پیشاب کرنے کے لئے مناسب نہیں ہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں یا اس کے مثل فرمایا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے مجلس میں سے ایک شخص کو حکم دیا جس نے پانی کا ڈول اس پیشاب پر بہادیا۔

لغات: اَعْرَابِیٌّ: دیہاتی، بدو اس کی جمع اَعْرَاب آئی ہے۔ بَالَ: (ن) بَوْلاً، پیشاب کرنا۔ مَهْ: اسم فعل بمعنی رک جا، ٹھہر جا اور کبھی "مَهٍ مَهٍ" تنوین کے ساتھ بھی آتا ہے۔ تُزْرِمُوْهُ: (ض) زَرْمًا، مطلب یہ ہے کہ اس کو پیشاب سے نہ روک۔ اَلْقَذَر: میل کچیل، گندگی، پاخانہ، جمع اَقْذَار آئی ہے۔ دَلْو: ڈول، مؤنث اور مذکر دونوں استعمال ہوتا ہے اکثر مؤنث استعمال ہوتا ہے جمع دِلَاءٌ، اَدْلٍ، دُلِیٌّ، دِلِیٌّ آئی ہے۔ فَشَنَّهُ: شَنَّ (ن) شَنًّا، بہانا۔

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات: حدیث نمبر ۱۱ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: "لا تزرموه دعوه فترکوه حتی بال": اس کو پیشاب سے مت روکو چھوڑ دو یہاں تک کہ پیشاب کر لے۔ اس جملہ سے بھی آپ ﷺ کی شفقت و محبت جو ہر امتی سے تھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اگر اس دیہاتی کو درمیان میں روکا جاتا تو یا وہ بھاگتا یا پیشاب روک لیتا اگر وہ بھاگتا تو مسجد میں ایک جگہ کے بجائے کئی جگہ پیشاب ہو جاتا اور اگر وہ پیشاب کو روک لیتا تو یہ اس کے تکلیف اور بیماری کا سبب بن جاتا[1] ایک دوسری حدیث جو مشکوۃ میں بھی ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خطاب فرمایا" فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ "[2] اس میں صحابہ کرام کو تعلیم دی گئی ہے کہ تم آخری امت ہو تم کو انبیاء علیہم السلام کی طرح لوگوں کے لئے آسانی نکالنا چاہیے اور لوگوں کو سختی میں نہ ڈالو۔

"فجاء بدلو من الماء": اس جگہ پر پانی ڈال دیا۔ اس سے علماء کرام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر وہ زمین وغیرہ پر گندگی لگ جائے تو نجاست کی جگہ پر زیادہ مقدار میں پانی بہادینے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے[3] اور احناف کے نزدیک اگر نجاست کی جگہ خشک ہو جائے تو تب بھی وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہاں سے مٹی کو کھرچ دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کی زمین صرف پانی کے بہانے سے ہی پاک ہو سکتی ہے کسی اور طرح سے نہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس جگہ پر پانی بہانے کا اس لئے حکم دیا تاکہ پیشاب کی بدبو اور رنگ بھی ختم ہو جائے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں " باب تطهير النّجاسة" ص ۵۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الطهارات (باب وجوب غسل البول وغيره من النّجاسات اذا

حصلت فی المسجد)، واخرجه البخاری فی کتاب الوضوء (باب ترک النبی ﷺ والنّاس الاعرابی حتّی فرغ من بوله فی المسجد و فی باب المآء علی البول فی المسجد)

(۱)مرقاۃ ۲/ ۶۷ مظاہر حق ۳۷۶ (۲)مشکوۃ ص ۵۲ (۳)مرقاۃ ۲/ ۶۷ (۴)مرقاۃ ۲/ ۶۷ مظاہر حق ۱/ ۳۷۶

(۲۶) عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ)قَالَ: خَرَجْنَاوَفْداً اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَایَعْنَاهُ وَصَلَّیْنَامَعَهُ وَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّ بِأَرْضِنَا بِیْعَةً لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طُهُوْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهُ لَنَا فِیْ اِدَاوَةٍ وَأَمَرَنَا فَقَالَ: اُخْرُجُوْا فَاِذَا أَتَیْتُمْ أَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِیْعَتَكُمْ وَانْضَحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَآءِ وَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا قُلْنَا: اِنَّ الْبَلَدَ بَعِیْدٌ وَالْحَرُّ شَدِیْدٌ وَالْمَآءُ یَنْشَفُ فَقَالَ: مُدُّوْهُ مِنَ الْمَآءِ فَاِنَّهُ لَا یَزِیْدُهُ اِلَّاطِیْبًا.

ترجمہ: حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جماعت کی شکل میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم سب نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور نماز پڑھی پھر ہم نے عرض کیا کہ ہماری سرزمین پر ایک گرجا گھر بنا ہوا ہے (اس کا کیا کریں) اس کے بعد ہم نے آپ ﷺ سے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا آپ ﷺ نے پانی منگایا اور وضو فرمایا اور کلی کی اس کو ہماری چھاگل میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور جب تم اپنے ملک میں پہنچو تو اس گرجا گھر کو توڑ کر اس کی جگہ پر یہ پانی چھڑک دینا اور وہاں مسجد بنا لینا، ہم نے عرض کیا ہمارا شہر تو بہت دور ہے اور گرمی سخت ہے لہذا یہ پانی (وہاں پہنچتے پہنچتے) خشک ہو جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں پانی اور ملا لینا اس کی پاکیزگی اور برکت میں اضافہ ہوگا۔

لغات: وَفْدٌ: جمع وَافِد کی، چند لوگ جمع ہو کر کسی کے پاس جائیں اس کی جمع "وُفُوْد" اور "أَوْفَاد" بھی آئی ہے، وَفَدَ (ض) وَفْدًا الیه علیه، قاصد بن کر آنا۔ بَایَعْنَاهُ: بیعت کرنا۔ بِیْعَةٌ: گرجا گھر عیسائیوں کا عبادت گھر جمع بِیَعٌ، بِیَعَات بِیْعَات قال تعالی ﴿...... صَوَامِعُ وَبِیَعٌ﴾ اِسْتَوْهَبْنَاهُ: طلب کرنا، ۔۔۔۔۔ کی درخواست کرنا۔ فضل: زائد، باقی ماندہ۔ اداوۃ: وضو کا چھوٹا برتن، جمع اَدْوِی آئی ہے۔ اِنْضَحُوْا: نَضَحَ (ف) نَضْحًا، چھڑکنا پانی ڈالنا۔ یَنْشِفُ: نَشِفَ (س.ف) نَشْفًا، خشک ہونا، پانی کا جذب ہونا۔ مُدُّوْهُ: مَدَّ(ن) مَدًّا، بڑھانا، زیادہ کرنا۔

راوی حدیث حضرت طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: ان کا نام طلق، والد کا نام علی، کنیت ابو علی حنفی یمامی ہے، ان کو طلق بن ثمامہ بھی کہتے ہیں، ان سے ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ والے روایت لیتے ہیں۔ اس سے ان کے بیٹے

قیس ہی روایت نقل کرتے ہیں۔

تشریح:"**ان بارضنا بیعة لنا فاستوھبنا**" : ہماری زمین میں ایک گرجا گھر ہے پس ہم نے پانی طلب کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم نصاری تھی [1] اور اس گرجے میں عبادت کرتی تھی۔ جب دین اسلام کی شعاعیں اس کے ملک میں پہنچیں تو ان کو بھی خواہش ہوئی اور اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب اس مذہب عیسوی کا زمانہ ختم ہوگیا اب دین اسلام کا سورج طلوع ہو چکا ہے تو ہم بھی نبی آخرالزماں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہو جائیں اس پر یہ قوم مدینہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام میں داخل ہوگئی پھر اسلام میں گرجا گھر کا تو تصور نہیں اس پر انہوں نے اس کے توڑنے کو کہا کہ اس کو اب توڑ دیں گے مگر ہم وہاں پر کچھ عرصہ عبادت کر چکے ہیں اس لئے ہمیں وہاں پرانے خیالات ستائیں گے اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ آپ ﷺ ہم کو اپنے وضو کا برکت والا پانی مرحمت فرمادیں اس کو ہم وہاں چھڑک دیں تاکہ وہ خیالات فاسدہ اور کفروشرک کے جرائم ختم ہوجائیں۔ [۳]

"**لا یزیده الّا طیبا**" : آپ کی کلی سے تو برکت پیدا ہوگی مگر جو مزید پانی ملا جائے گا اس میں برکت کہاں سے آئے گی؟ یہ سوال ان کے ذہن میں آسکتا تھا اس سوال کے کرنے سے پہلے آپ ﷺ نے جواب دے دیا کہ جو پانی ملایا جائے گا اس سے بھی برکت ہوگی وہ من جانب اللہ ہوگی۔ یہ حدیث مشکوۃ میں "باب المساجد و مواضع الصّلوۃ" ص۶۹ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه النسائی فی کتاب المساجد وترجم علیه.

---

(۱) تہذیب التہذیب ۵/۳۳۔

(۲) مرقاۃ ۲/۴۰۴، مزید حالت کے لئے تھذیب الکمال ۲/۲۶۳، تہذیب التھذیب ۵/۳۳، تقریب التھذیب ۱/۳۸۰، اسد الغابۃ ۳/ ۹۲، طبقات ابن سعد ۱/ ۳۱۶، الثقات ۳/ ۲۰۲، موسوعۃ رجال الکتب الستۃ ۲/ ۲۰۹۔

(۳) مظاہر حق ۲/۵۰۱

(۲۷) **عَنْ جُوَيْرِيَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ: مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْوُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ"**

ترجمہ: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایکدن نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت نماز فجر کے لئے ان

کے پاس سے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضور ﷺ چاشت کی نماز کے بعد تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضور ﷺ نے دریافت فرمایا، تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا؟ عرض کیا کہ جی ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا تم سے (جدا ہونے کے بعد) چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو ان کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں گے وہ کلمے یہ ہیں۔ "سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ".

لغات: بُکْرَة بمعنی صبح، أَتَیْتُهُ بُكْرَةً، میں اس کے پاس صبح کے وقت آیا، قال تعالیٰ ﴿بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ مَسْجِدِهَا: عبادت خانہ، جمع مَسَاجِد، سَجَدَ (ن) سُجُوْدًا، عبادت کے لئے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ أَضْحٰی: بمعنی چاشت کا وقت، افعال ناقصہ میں سے ہے مگر یہاں پر فعل تام استعمال ہوا ہے۔ وُزِنَتْ: (ض) وَزْنًا، بمعنی تولنا۔ مداد: مثال وطریقہ، یہاں پر تعداد کے مطابق مراد ہے۔

راوی حدیث حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: نام ابتداء میں برہ تھا، آپ ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھا اس نام میں بدفالی تھی (۱) والد کا نام حارث تھا، پہلا نکاح سافع بن صفوان سے ہوا، اور جب غزوہ مریسع ہوا، اس میں یہ گرفتار ہوئیں تو ان کے والد نے کہا کہ میری بیٹی لونڈی نہیں بنے گی کیونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں، ان کے والد نے زرفدیہ ادا کیا جب وہ آزاد ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا (۲) ان سے چند روایات منقول ہیں، ان سے ابن عمر، جابر، ابن عباس، عبداللہ بن اسباق، فضیل، ابوایوب مراغی، کلثوم وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں، ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی، مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

تشریح: اس حدیث میں کم وقت میں زیادہ ثواب ملنے والی تسبیح بتائی گئی ہے کہ کوئی چند گھنٹے تسبیح کرتا رہے اس سے بہتر یہ فرمایا کہ چار کلمات پڑھ لے اس کا ثواب چند گھنٹے کی تسبیحات سے زیادہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار زیادہ ہوتا ہے کمیت کا نہیں مطلب یہ کہ وہ تسبیحات جن کے مضامین اعلیٰ اور معنی خیز ہوں اور خوب اخلاص کے ساتھ ہو اگرچہ دیکھنے میں وہ کم ہوں مگر وہ ان کلمات سے اعلیٰ وافضل ہوں جن کے معنی میں جامعیت نہ ہو اور اخلاص کامل کے ساتھ نہ پڑھا گیا ہو، اس بات پر علماء قیاس کرتے ہیں کہ آدمی تھوڑی عبادت کرے دل جمعی کے ساتھ یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ آدمی عبادت کرے تو زیادہ مگر اس میں دل جمعی نہ ہو۔ حدیث بالا جن کلمات کی فضیلت بیان کی گئی وہ یہ ہیں "سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ".

"میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی کی مخلوق کی تعداد کے بقدر اور اس کی ذات کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے موافق"۔

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب ثواب التسبیح والتمجید والتھلیل والتکبیر" ص ۲۰ ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ

اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الذّکر والدعاء (باب التّسبیح أول النهار وعند النّوم) .

(۱) مسلم ۲/۲۳۱ (۲) طبقات ابن سعد ۸/۸۴

(۲۸) عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ صَابِراً مُحْتَسِبًا مُقْبِلاً غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَعَمْ! فَلَمَّا أَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ: نَعَمْ اِلَّا الدَّیْن، کَذٰلِکَ قَالَ جِبْرَئِیْلُ.

ترجمہ: ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے بتایئے اگر میں اللہ کے راستہ میں مار جاؤں اور ایسے میں صبر کرنے والا ہوں اور ثواب کا طلب کرنے والا ہوں آگے بڑھنے والا ہوں پیچھے مڑنے والا نہ ہوں کیا اس کے بدلے میں اللہ میرے گناہوں کو معاف کردے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، پھر جب وہ شخص منہ پھیر کر جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو آواز دی اور فرمایا، ہاں مگر قرض، مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے یہی کہا ہے۔

لغات: صَابِر: صَبَرَ (ض) صَبْرًا، بہادری کرنا، دلیری کرنا۔ مُحْتَسِبًا: ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کام کو کرنا۔ مُقْبِلاً: أَقْبَلَ اِلَیْهِ، متوجہ ہونا، آنا۔ مُدْبِرًا: أَدْبَرَ عَنْهُ، پشت پھیرنا ''دَبَّرَ وَ تَدَبَّرَ الامْر، انجام سوچنا، قال تعالی ﴿کَأَنَّهَا جَانٌّ وَلّٰی مُدْبِرًا﴾. یُکَفِّرُ اللّٰهُ لَهُ الذَّنْب: گناہ کا معاف کرنا۔ اَلدَّیْن: قرض، جمع دُیُوْن، أَدْیُن، قال تعالی ﴿تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَیْن﴾.

راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۸ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد کا معاملہ بہت ہی زیادہ اہم ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے حقوق کو (یعنی حقوق اللہ) تو معاف کردیں گے مگر بندوں کے حقوق (یعنی حقوق العباد) کو معاف نہیں کریں گے۔[1]

''اِلَّا الدَّین'': مگر قرض کہ شہادت جیسی عظیم عبادت سے بھی قرض معاف نہیں ہوتا مگر بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق شہادت پر ہے مگر ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بحری جنگ میں شہید ہونے والوں کے تمام گناہ یہاں تک کہ حقوق العباد بھی معاف ہوجاتے ہیں۔[2]

''کذلک قال جبرئیل'' : اسی طرح سے کہا ہے جبرئیل نے مگر یہ وحی قرآن میں تو موجود نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی صرف یہ نہیں جو قرآن کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں اس کے علاوہ بھی جبرئیل علیہ اسلام پیغام لاتے رہتے تھے جو حدیث میں موجود ہے۔(۳)

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الافلاس والانظار'' ص۲۵۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الامارة (باب من قتل فی سبیل الله کفرت خطایاه الاالدّین) رواه النّسائی فی کتاب الجهاد.

(۲۹) عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰی أَنْ قَالَ): قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَوْصِنِیْ قَالَ: اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ كُلِّهٖ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: عَلَیْکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَکَ فِی الْأَرْضِ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: عَلَیْکَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مُطَّرِدَةٌ لِّلشَّیْطَانِ وَعَوْنٌ لَّکَ عَلٰی اُمُرِ دِیْنِکَ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ: اِیَّاکَ وَكَثْرَةَ الضِّحْکِ فَاِنَّهٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: لَاتَخَفْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ: زِدْنِیْ قَالَ: لِیَحْجِزْکَ عَنِ النَّاسِ مَاتَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِکَ.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (اس کے بعد خود ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا ابوذر سے نقل کرنے والے راوی نے) طویل حدیث بیان کی یہاں تک کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں تقوی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقوی ہی تمام معاملات کو زینت بخشنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور نصیحت فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن اور ذکر کو اپنے لئے لازم سمجھو کیونکہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر کا باعث ہوگا اور زمین پر نور کا سبب ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت

فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ طویل خاموشی کو اپنے لئے لازم سمجھو کیونکہ خاموشی یہ شیطان کو بھگانے اور تمہارے دینی کاموں کے کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی زینت کو ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سچی بات کہو اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈرو، میں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاہئے کہ لوگوں کے عیوب جاننے سے تمہارے اپنے اعمال تم کو روک دیں جو تمہارے اندر ہیں (یعنی اپنے عیوب پر نظر رکھو دوسرے کے عیوب تلاش کرنے کی تم کو فرصت ہی نہیں ملے گی)۔

لغات : اَوْصِنِي: اَوْصٰى، وصیت کرنا اِلَيْهِ، وصیت کرنے والا مقرر کرنا۔ اَلصَّمْتُ: صَمَتَ (ن) صَمْتًا وَصَمَاتًا، خاموش رہنا۔ مطردة: طَرَدَ (ن) طَرْدًا، ہٹانا، دور کرنا قال تعالیٰ ﴿مَنْ يَنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ﴾ ۔عَوْن: مدد کرنا، مددگار، خادم جمع أَعْوُن ۔ لَوْمَةَ: لَامَ (ن) لَوْمًا ملامت کرنا لَائِمٌ، ملامت کرنے والا۔ لِيُحْجِزَ: حَجَزَ (ن. ض) حَجْزًا، منع کرنا، حَجَزَ عَلَيْهِ الْمَالَ مال کو روک لینا۔

راوی حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: "بتقوی الله": سب سے پہلی نصیحت جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ اللہ کے خوف کو اختیار کیا جائے یہی وہ چیز ہے جو انسان کو اعمال پر برانگیختہ کرتی ہے جس سے تمام اعمال خیر کا کرنا آسان ہو جاتا ہے اور تقوی سے آدمی کے اعمال مزین ہو جاتے ہیں اور اس میں روح پڑ جاتی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "كَمَا أَنَّ السَّمَاءَ مُزَيَّنَةٌ بِالْكَوَاكِبِ كَذٰلِكَ قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ مُزَيَّنَةٌ بِالْمَعَارِفِ وَالتَّقْوٰى" (1) جیسے کہ آسمان مزین ہے ستاروں سے اسی طرح سے عارفین کے دل مزین ہوتے ہیں معارف اور تقوی سے۔

"ذكر الله": جو کام بھی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کیا جائے اس کو ذکر کہتے ہیں۔

سوال: ذکر اللہ کی تعریف میں تلاوت بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے تو پھر تلاوت کو الگ کیوں بیان فرمایا؟

جواب: عربوں میں اس کی مثالیں بکثرت ملیں گی کہ ایک عمومی بات کو ذکر کرنے کے بعد خصوصی بات کو بھی ذکر کر دیتے ہیں تو اسی طرح یہاں پر بھی ہوا۔ (۲)

"بطول الصمت": کہ خاموشی اختیار کرنے سے انسان کو ایک تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں وقدرتوں پر غور وفکر کرنے کا موقعہ بھی زیادہ ملتا ہے اور شیطان جو زبان کے ذریعہ انسان کو فتنوں میں مبتلا کرتا ہے آدمی اس سے بھی بچا رہتا ہے اسی وجہ سے فرمایا گیا (۳) "مَنْ

صَمَتَ نَجَا" جو خاموش رہا وہ کامیاب ہوگیا۔[4]

"کثرة الضّحک فانه یمیت القلب": زیادہ ہنسنے سے انسان کے علم ومعرفت کا نور جاتا رہتا ہے جو حقیقت میں انسان کے دل کی طہارت ہے پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ آدمی عبادت اور طاعت سے دور ہوتا جاتا ہے اس کا علاج قرآن میں یہ فرمایا گیا ﴿فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلاً وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا﴾ کہ آدمی اگر معمولی سا ہنسا تو اب چاہئے جتنا ہنسا تھا اس سے زیادہ تنہائی میں روئے اس رونے سے وہ نور ان شاء اللہ واپس آجائے گا۔[5]

"لیحجزک عن النّاس ماتعلّم من نفسک": اگر انسان کی نظر اپنے عیوب کی طرف ہوگی تو ہر آدمی میں اتنے عیوب ہیں کہ اس کو دوسرے کے عیب دیکھنے کی فرصت ہی نہ ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَهٗ عَلَیْهِ عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ".[6] قابل مبارک ہے وہ شخص جس کو اس کا عیب لوگوں کے عیب گری سے باز رکھے۔

ہندوستان کے آخری مسلمان بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا یہ شعر ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو جہاں میں کوئی بڑا نہ رہا

یہ حدیث مشکوٰۃ میں "باب حفظ اللسان والغیبة والشتم" ص ۴۱۴۔۴۱۵ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاه صاحب المشکوة (باب حفظ اللسا ن) الی البیهقی فی شعب الایمان واخرجه ابونعیم فی الحلیة بطوله فی ترجمة أبی ذر (۱/ ۱۶۸)

(۱) مرقاۃ ۹/۱۶۲ (۲) مرقاۃ ۹/۱۶۲ (۳) مظاہر حق ۴/۴۸۲ (۴) مشکوۃ
(۵) مظاہر حق ۴/۴۸۲ (۶) مظاہر حق ۴/۴۸۲ مرقاۃ ۹/۱۶۳

(۳۰) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَاالْغِیْبَةُ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ: ذِکْرُکَ أَخَاکَ بِمَایَکْرَهُ، قِیْلَ أَفَرَأَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ أَخِیْ مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ کَانَ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِاغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے

کہ اگر وہ اس کے سنے تو ناپسند کرے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اس میں وہ عیب واقعہ موجود ہو جو میں نے بیان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جو تم نے بیان کیا ہے تب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب موجود نہیں ہے جو تم نے کہا تب تو وہ بہتان (الزام تراشی ہے)۔

لغات : أَتَدْرُوْنَ: دَرَیَ (ض) دِرَایَةً بمعنی جاننا۔ اَلْغِیْبَةُ: اِغْتَابَ، اِغْتِیَابًا، غیبت کرنا۔ بَهَتَّهُ: بَهَتَ (ف) بُهْتًا وَبُهْتَانًا، تہمت لگانا، قال تعالی ﴿ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴾۔

راوی حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: غیبت کی تعریف حدیث بالا میں فرمائی گئی ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرنا کہ جس میں اس کا عیب ظاہر ہو اور وہ اس کو ناپسند کرتا ہو خواہ اس عیب کا تعلق اس شخص کے بدن سے ہو یا عقل سے یا دین سے یا دنیا سے یا اخلاق سے یا افعال و کردار سے یا اس کے مال و اسباب سے یا اولاد سے یا اس کے ماں باپ سے۔ اس عیب کا ذکر الفاظ سے ہو یا اشارہ و کنایہ سے سب عیب میں داخل ہوگا اور سب پر حکم حرام کا لگایا جائے گا۔

غیبت کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں ایک حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''اَلْغِیْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا'' غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ اور ایک روایت جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات مجھے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور بدن کا گوشت اس سے نوچ رہے تھے میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ پیٹھ پیچھے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کے سامنے اس کے عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس میں تو آدمی کی زیادہ دل شکنی اور ایذاء رسانی ہوتی ہے یہ صورت تو زیادہ بے حیائی اور سنگدلی کی ہوتی ہے تو اس صورت میں زیادہ گناہ ہوگا بخلاف اس کے کہ جو پیٹھ پیچھے چھپ کر برائی کرتا ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب حفظ اللّسان والغیبة والشتم'' ص ۴۱۲ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

(۳۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَوْحَی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِیْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِأَهْلِهَا فَقَالَ: یَارَبِّ اِنَّ فِیْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ یَعْصِكَ طَرْفَةَ عَیْنٍ قَالَ اِقْلِبْهَا عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ فَاِنَّ

وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو جہاں کے حالات اس اس طرح کے ہیں ان کے باشندوں سمیت الٹ دو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے پروردگار، اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے کہ جس نے ایک لحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس شہر کو اور سارے رہنے والوں کو اس شخص پر الٹ دو کیونکہ اس شخص کے چہرے کا رنگ ان لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر ایک لحہ کے لئے نہیں بدلا۔

لغات: أَوْحٰى: اِيْحَاءُ اللّٰهِ اِلَيْهِ، وحی بھیجنا، الی فلان اشارہ کرنا چپکے سے بات کہنا۔ اِقْلِب: قَلَبَ (ض) قَلْبًا الشي، پلٹ دینا (س) الٹے ہونٹوں والا ہونا۔ يَعْصِكَ: عَصٰى يَعْصِي (ض) عِصْيَانًا نافرمانی کرنا، مخالفت کرنا صفت عاص، قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ﴾۔ طَرْفَةً: آنکھ کا جھپکنا، طُرْفَة، ملیح بات کرنا لَمْ يَتَمَعَّرْ وَجْهُهُ: چہرہ کا رنگ متغیر ہونا، مَعِرَ (س) مَعْرًا الشَّعْرَ، بال گرجانا۔

راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۱۰ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: "فانّ وجهه لم يتمعّر فيّ": یہ حدیث تو ایک شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے مگر ایک دوسری حدیث میں پوری قوم کے بارے میں یہ مضمون آیا ہے جس میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو اور ساٹھ ہزار برے لوگوں کو ہلاک کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا، یا اللہ برے تو برے ہیں نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ انہوں نے لوگوں کی برائیوں کو دیکھا مگر میرے لئے کبھی ان پر غصہ نہیں ہوئے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اس نے خود نافرمانی تو نہیں کی مگر اس کے سامنے جو گناہ ہوتا رہا یہ اطمینان کے ساتھ اس کو دیکھتا رہا برائی لوگوں میں عام ہوتی رہی مگر ان برائی کرنے والوں پر ناراض ہے۔

"ساعة قط": اگر وہ اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف غیظ وغصہ اور نفرت کا اظہار کرتا تو اس کی زندگی کی باقی عمر میں اس کی اس تقصیر سے درگزر کر دیا جاتا مگر اس عابد نے اپنی پوری زندگی میں ایک لحہ بھی ان لوگوں کی فکر نہیں کی تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمی کے ذمہ صرف اپنی عبادت ہی نہیں بلکہ اپنی عبادت کے ساتھ دوسرے کے دین کی فکر بھی اس کے ذمہ ہے مگر صد افسوس آج یہ غم امت کے دلوں سے جاتا رہا ہے بقول شاعر:

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد   خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الامر بالمعروف" ص ۴۳۸ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: عزاہ صاحب المشکوۃ فی باب الامر بالمعروف الی البیھقی فی شعب الایمان.

(۱) احیاء العلوم وتنبیہ الغافلین۔

(۳۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِی جَسَدِہٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ: لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ: مَالِی وَلِلدُّنْیَاوَمَا أَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی (بوریئے) پر سوئے اور جب سو کر بیدار ہوئے تو آپ کے بدن مبارک پر اس کے نشانات تھے یہ دیکھ کر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اگر آپ ہمیں اجازت فرمادیں تو ہم آپ کے لئے نرم بستر بچھا دیں اور اچھے کپڑے کا انتظام کردیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے دنیا سے اور دنیا کو مجھ سے کیا سروکار، میری اور اس دنیا کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ کی تلاش میں آئے اور وہاں کچھ دیر سایہ سے فائدہ اٹھائے پھر اس سایہ کو چھوڑ کر چل دے۔

لغات: حَصِیْر: چٹائی، بوریا جمع حُصُر أَحْصِرہ آتی ہے۔ أَثَّرَ: فِیْہِ، اثر کرنا، اِسْتَظَلَّ: بہ، سایہ حاصل کرنا، ظَلَّ (س) ظَلَالَۃً، سایہ والا ہونا۔ رَاحَ: (ن) رَوَاحًا، شام کے وقت جانا یا مطلق جانا۔

راوی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۱۵ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: ''مالی وللدّنیا'': کہ مجھ کو اس دنیا سے محبت ہے اور نہ ہی اس دنیا کو مجھ سے محبت ہے۔ اگر ''ما'' کو نفی کے لئے مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں اس دنیا کا عیش وعشرت چاہنے والے آدمی کی طرح نہیں کہ جو اس دنیا کے آرام کے لئے نرم نرم گدے اور نفیس واعلیٰ قسم کے کپڑوں وغیرہ کا استعمال کرے۔ اور اگر ''ما'' کو استفہام کے لئے مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مجھ کو اس دنیا سے کون سی محبت ہے کہ میں اس کے عیش وعشرت کو اختیار کروں اور اس دنیا کا میری طرف رغبت یا میری اس دنیا کی طرف رغبت سے مجھے کون سا نفع حاصل ہوگا کیونکہ میں تو آخرت کا طلب گار ہوں اور یہ دنیا کی چیزیں آخرت والوں کے لئے نہیں ہیں کہ اس میں رغبت کرنے والا آخرت کی چیزوں سے محروم ہوجاتا ہے۔[1]

"کراکب استظلّ" :اس جملہ میں آپ ﷺ نے عجیب مثال دی کہ سواری کسی درخت کے نیچے سایہ کو تلاش کرے کہ اس میں سوار سواری سے اترے بغیر آرام کرے۔خود ہی غور کرلیا جائے کہ آدمی سواری پر سوار ہے تو بہت ہی معمولی وقت کے لئے وہ آرام کرے گا زیادہ آرام کرنا ہوتا تو وہ سواری سے نیچے اتر تا[۲] اور اس مثال میں دوسرا نکتہ یہ بھی ہے کہ آدمی کا سفر لمبا ہو تو وہ دوران سفر زیادہ آرام نہیں کرتا اسی طرح یہ دنیا مسافر خانہ ہمارا سفر آخرت کی طرف رواں دواں ہے تو ہم ہر اس چیز سے اجتناب کریں گے جو آخرت کے سفر کے لئے رکاوٹ بنے گی۔[۳]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب الرّقاق" ص ۴۴۲ پر ہے۔پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزّهد، وابن ماجه فی كتاب الزّهد (باب مثل الد نیا).

---

(۱)مظاہر حق ۴/ ۶۹۵ مرقاۃ ۹/ ۳۷۰ (۲)مظاہر حق ۴/ ۶۹۵ مرقاۃ ۹/ ۳۷۰ (۳)مظاہر حق ۴/ ۶۹۵

(۳۳) عَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِیِّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ: کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِیْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِیْ صَوْتًا "اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ عَلَیْهِ" فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ: اَمَا اِنَّکَ لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْکَ النَّارُ أَوْ قَالَ: لَمَسَّتْکَ النَّارُ.

ترجمہ: ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) جب میں اپنے غلام کو مار رہا تھا اتنے میں میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی ابو مسعود! یاد رکھو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی قدرت تم اس غلام پر رکھتے ہو۔جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اس غلام کو آزاد کرتا ہوں اللہ کی خوشنودی کے لئے۔آپ ﷺ نے فرمایا، یاد رکھو اگر تم اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی۔یا یوں فرمایا کہ تمہیں دوزخ کی آگ لگتی۔

لغات: اَقْدَرُ: بہت قدرت رکھنے والا، قَدَرَ (ن. ض. س) قَدْرًا، وَقُدْرَۃً.

راوی حدیث حضرت ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عقبہ، ابو مسعود کنیت۔عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول فرمایا، عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں مدینہ میں ہی مقیم رہے کچھ دنوں کے لئے بدر کے مقام میں رہے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ منتقل ہو گئے[۱] اور پھر وہاں مکان بنوالیا تھا[۲] سنتوں کا بہت غایت درجہ اہتمام تھا ایک روز لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔پھر خود نماز پڑھ کر بتائی[۳] مورخین نے ان کے حالات میں

لکھا ہے کہ ان میں دو صفات بہت ہی نمایاں تھیں (۱) پابندی احکام رسول اللہ ﷺ (۲) امر بالمعروف ۴۰ھ میں انتقال ہوا۔ ان سے مرویات کی تعداد ۱۰۲ ہے۔

تشریح: اس کے مثل ایک اور روایت آئی ہے، "عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ أَوْ لَطَمَهُ فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ" [۴] "ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو اپنے غلام کو ایسی سزا دے جس کا جرم ہی نہیں ہے یا اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کردے"۔ ان احادیث پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی اصول مساوات کے تحت سفید وسیاہ، آقا غلام، حاکم محکوم عربی عجمی سب یکساں سطح اور مرتبہ پر ہیں اس لئے کہ اسلام کی نگاہ ساری اشیاء مثلاً مال، دولت، منصب، خاندانی وجاہت، برتری کا باعث نہیں اسلام سے پہلے کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں طاقتور کا حکم کمزور کے لئے قانون تھا اس کی اطاعت لازم ہوتی اس لئے غلامی نے بے بسی میں جنم لیا مگر آپ ﷺ نے اس پر کاری ضرب لگائی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کے ذریعہ سے آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نرمی اور مروت کا معاملہ کیا جائے۔ [۵]

"هو حرٌّ": وہ آزاد ہے۔ **سوال**: کیا جس غلام کو مارا گیا اس کو آزاد کرنا ضروری ہے؟

جواب: یہ آزاد کرنا مستحب تو ہوگا واجب نہیں۔ آپ ﷺ نے آزاد کرنے کو اس لئے فرمایا کہ اس کو مارنے کے ذریعہ جو گناہ ہوگیا ہے وہ آزاد کرنے کے احسان کے بدلہ میں ہو کر اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے۔ [۶]

یہ حدیث مشکوۃ میں "کتاب باب النفقات وحق المملوک" ص ۲۹۱ پر ہے۔ پوری حدیث بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم (باب صحبة المماليك) اخرجه الامام أحمد فى مسنده، ۴/۱۲۰، واخرجه ابوداود فى كتاب الادب (باب فى حقّ المملوك).

---

(۱) بخاری ۲/۵۷۱ (۲) اصابہ ۴/۲۲۵ (۳) مسند احمد ۵/۱۲۲ (۴) مسلم شریف
(۵) مرقاۃ ۶/۳۴۷ (۶) مرقاۃ ۶/۳۴۷، مظاہر حق ۳/۴۵۱

(۳۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا) قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: يَا غُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى

أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا، اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا خیال رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا خیال رکھے گا، اللہ کو تم یاد کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ ہی سے سوال کرو، جب تم مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو اور یہ جان لو اگر تمام مخلوق مل کر بھی تمہیں نفع دینا چاہے تو ہرگز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکے گی علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ متفق ہو جائیں اس بات پر کہ تم کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

لغات: **تَجَاهَكَ:** بمعنی سامنے، مقابل، عرب کہتے ہیں "قَعَدُوْا تَجَاهَهُ"، وہ لوگ اس کے سامنے بیٹھے۔ **اَلْأَقْلَامُ:** جمع اَلْقَلَم کی، قلم کا اطلاق نب بنانے کے بعد ہوتا ہے نب بننے سے پہلے اس کو "قَصَبَة" اور "مَرَاعَة" کہتے ہیں۔ **جُفَّتْ:** (ض) جَفَافًا، جُفُوْفًا، خشک ہونا۔ **اَلصُّحُف:** جمع ہے اَلصَّحِيْفَة کی، اس کی دوسری جمع اَلصَّحَائِف بھی آتی ہے بمعنی لکھا ہوا کاغذ، قَالَ تَعَالٰی ﴿صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾. **يَاغُلَامُ:** غلام کے دو معنی آتے ہیں ایک حقیقی معنی ہیں یعنی غلام، دوسرا چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں، مراد یہاں پر معنی ثانی ہے۔[1]

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عبداللہ، ابو العباس کنیت، والد کا نام عباس، والدہ کا نام الفضل لبابہ تھا۔ ابتداء اسلام میں ہی اپنی والدہ کے ساتھ مسلمان ہوئے[2] ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس کی خالہ تھیں ان کی برکت کی وجہ سے ان کو نبی کریم ﷺ کی گھر کی زندگی کے بارے میں بھی کافی مستفیض ہونے کا موقعہ ملا۔ جب ان کی عمر ۱۳ سال تھی تو آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے مگر نبی کریم ﷺ ان کو یہ دعاء دے چکے تھے۔ "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ" اے اللہ اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا،[3] یہ وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو محبوب رکھتے تھے اور ان کو اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ آخری عمر میں طائف منتقل ہو گئے تھے پھر طائف میں ہی ۶۸ھ کو انتقال ہوا اور محمد بن حنیفہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان سے مرویات کی تعداد (۲۶۶۰) ہے ان میں سے (۷۵) بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، اور (۱۸) بخاری میں اور (۴۹) مسلم میں منفرد ہیں۔[4]

تشریح: **"تجده تجاهك":** اپنے سامنے پاؤ گے۔ یعنی اگر اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے گا اور طرح طرح سے تمہاری مدد و اعانت کرے گا[5] یا مطلب یہ ہے کہ تم مقام احسان پر پہنچ جاؤ گے ایسا محسوس ہوگا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور

اللہ کے سوا ہر چیز تمہارے سامنے بالکل معدوم معلوم دے گی۔ (۶)

"واذا سألت فاسئل اللّٰه": جب سوال کرو تو اللہ ہی سے کرو کیونکہ ہر چیز کے خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس پر اللہ غضب ناک ہوتا ہے۔ اللہ کے سامنے سوال کرنا اپنی عجز وانکساری کا اظہار بھی بندہ کرتا ہے جو عبودیت کی شان ہے۔

اللّٰہ یغضب ان ترکت سواله　　　وبنی آدم حین یسال یغضب (۷)

"اللہ تعالیٰ تو اس وقت خفا ہوتا ہے جب تم اس سے سوال نہ کرو اور آدم کے بیٹے اس وقت خفا ہوتے ہیں جب کہ کوئی ان سے سوال کرے"۔

"رفعت الاقلام و جفّت الصحف": مطلب یہ ہے کہ جو احکامات صادر ہوئے ہیں قیامت تک کے لئے وہ سب لکھے جا چکے ہیں تقدیر و قسمت کے فیصلے لوح محفوظ میں محفوظ ہو چکے ہیں یعنی جس طرح اللہ نے تمام انسانوں کی تقدیر لکھ دی ہے اب قیامت تک اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ نے تمام مخلوق سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا (۸) قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو۔ تو قیامت تک جو کچھ وقوع ہونے والا ہے وہ سب کچھ قلم نے لکھ دیا۔ (۹)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب التوکل والصبر" ص ۴۵۳ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه احمد ۱/۲۹۳ والترمذی فی ابواب صفة القيامة.

---

(۱) مرقاۃ ۱۰/۵۳　(۲) اسد الغابۃ　(۳) مسند احمد ۱/۳۲۸
(۴) تہذیب الکمال ۲۰۲　(۵) مرقاۃ ۱۰/۵۳ ومظاہر حق ۴/۸۱۰　(۶) مرقاہ ۱۰/۵۳
(۷) مرقاۃ ۱۰/۵۴ مظاہر حق ۴/۸۱۰　(۸) مرقاۃ ۱۰/۵۳　(۹) مشکوۃ

(۳۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرُشُ فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلَةٍ حَرَّقْنَاهَا قَالَ: مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟ فَقُلْنَا: نَحْنُ قَالَ اِنَّهُ لَايَنْبَغِيْ أَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ.

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ جب آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم

نے ایک لال (چڑیا) کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے، تو ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لئے اس کے بعد وہ لال (چڑیا) آئی اور اپنے پروں کو زمین پر بچھانے لگی اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بچوں کو کس نے پکڑ کر تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کرو، (ایک اور موقعہ) پر آپ ﷺ نے چیونٹی کا سوراخ دیکھا جسے ہم لوگوں نے آگ لگادی تھی اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا، ان چونٹیوں کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم لوگوں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کسی کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ کسی کو آگ سے جلائے سوائے آگ کے مالک کے۔

لغات: حُمَّرة: ایک سرخ رنگ کی چڑیا کا نام ہے جمع حُمَّراء آتی ہے۔ فَرْخَان: تثنیہ ہے "فَرْخ" کا معنی پرندہ کا بچہ اس کی جمع فِرَاخ اور أَفْرَاخ، أَفْرِخَتَة اور فُرُوْخ آتی ہے۔ تَفَرُّش: فَرَشَ وَ اَفْرَشَ فُلاَنًا بِسَاطاً کسی کے لئے بچھونا بچھانا۔ فَجَعَ: (ف) فَجْعًا، مصیبت زیادہ بنانا۔ رنج پہنچانا۔

راوی حدیث عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: یہ روایت کرتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان سے ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ (ان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے)۔

تشریح: آپ ﷺ تمام ہی عالم والوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ کی یہ رحمت لطف ومحبت صرف انسانوں تک ہی نہیں بلکہ پرند، چرند، چوپائے وغیرہ بھی اس سے مستفیض ہوئے۔ عرب میں زمانہ جاہلیت میں طرح طرح کے عیوب موجود تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دیتے تھے اور پھر اس سے اپنے سفلی جذبات کو تسکین کرتے تھے تو آپ ﷺ نے متعدد احادیث میں ان کی ان قبیح عادات کی مذمت فرمائی۔ منجملہ ان احادیث کے حدیث بالا بھی ہے۔

"ردّوا ولدھا الیھا": کہ اس کو اس کے بچے واپس کردو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ شغل کے طور پر یا بیچنے کے لئے پرندوں کے بچوں کو ان کے گھونسلوں سے اٹھاتے ہیں تو ان کا یہ عمل قابل زجر اور ممنوع ہے۔[1]

اگر کسی چیونٹی نے کسی انسان کو کاٹا تو اس چیونٹی کو مارا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ اور چیونٹیوں کو مارنا جائز نہیں۔ **"لا ینبغی أن یعذب بالنار الارب النار":** کسی کے لئے مناسب نہیں کہ کسی کو آگ کے ذریعہ عذاب دے مگر اس کے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ سخت عذاب آگ سے ہوتا ہے تو یہ حق صرف اللہ کا ہے مخلوق میں کسی کو اجازت نہیں کہ وہ کسی کو آگ میں جلائے۔[2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب قتل اھل الردۃ السعاۃ بالفساد" ص ۳۰۷ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداود فی کتاب الجهاد (باب فی کراهیة حرق العدوبالنّار).

(۱) حقوق العباد،ص ۴۴۸ (۲) مظاہر حق ۵۸۱/۳

(٣٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُما) أنّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَیْنِ فِیْ مَسْجِدٍ، فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰی خَیْرٍ وَّاَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ اَمَّا هٰؤُلَآءِ فَیَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَیَرْغَبُوْنَ اِلَیْهِ فَاِنْ شَآءَ أَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهُمْ وَأَمَّا هٰؤُلَآءِ فَیَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ أَوْقَالَ: اَلْعِلْمَ وَیُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِیْهِمْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گذر دو مجالس پر ہوا جو مسجد نبوی میں قائم تھیں آپ نے فرمایا کہ دونوں خیر پر ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسرے سے بہتر ہے ایک جماعت دعاء واستغفار میں مصروف ہے اور اللہ سے اپنی رغبت کا اظہار کر رہی ہے لہذا خدا چاہے تو انہیں دے بھی دے اور اگر چاہے تو انکار کردے اور نہ دے دوسری جماعت فقہ یا علم حاصل کر رہی ہے اور ناواقفوں کو سکھا رہی ہے چنانچہ یہ لوگ بہتر ہیں اور خود میں بھی تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ ﷺ خود ان کے پاس بیٹھ گئے۔

لغات: مَجْلِسَیْنِ: تثنیہ ہے مَجْلِسٌ کی بمعنی بیٹھنے کی جگہ، کچہری۔ بُعِثْتُ: (ف) بَعْثًا بھیجنا، قال تعالیٰ: ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا﴾.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات: حدیث نمبر۲ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: مسجد نبوی ﷺ میں دو مجالس لگی ہوئی تھیں ایک ذکر ودعاء میں مشغول تھی دوسری مجلس علم کے سیکھنے سکھانے میں مشغول تھی آپ ﷺ نے دوسری کی فضیلت اپنے قول اور عمل دونوں سے فرمائی۔ اس بناء پر علماء کرام فرماتے ہیں کہ علم کا سیکھنا سکھانا عبادت سے افضل ہے۔ اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون آتا ہے۔ "تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّیْلِ خَیْرٌ مِنْ اِحْیَائِهَا"[1] "رات میں تھوڑی دیر علم کا مذاکرہ تمام رات کی عبادات سے بہتر ہے۔"

اسی طرح حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر علم حاصل کروں تو یہ مجھے ان سے کہیں زیادہ

پسند ہے کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گذاروں۔ (۲)

ایک روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنی شخص پر۔ اسی طرح ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ علم کا ایک باب سیکھ لو یہ تمہارے لئے سو رکعت سے بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے ''ہزار عابدوں کی موت حلال وحرام جاننے والے ایک دانا وبینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

بہر حال عالم کی فضیلت بہت سی روایات میں وارد ہوئی ہے مگر یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ عالم سے وہ عالم مراد ہے جو تحصیل علم اور عبادات ضروریہ کے بعد اپنے اوقات کا بقیہ حصہ دین کے سیکھنے اور سکھانے میں مشغول رکھے اور اگر ایسا عالم ہو جس کو اشاعت اسلام سے کوئی دلچسپی نہ ہو تو بظاہر وہ حدیث بالا کی فضیلت میں داخل نہ ہوگا۔ (۳)

گدایان را ازیں معنی خبر نیست . کہ سلطان جہاں جا ماست امروز

یہ حدیث مشکوۃ میں ''کتاب العلم'' ص ۳۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الدارمی ۱/ ۸۴ فی باب فضل العلم والعالم.

---

(۱) مظاہر حق ۱/ ۲۶۲ (۲) العلم والعماء ص ۵۸ (۳) مظاہر حق ۱/ ۲۶۲

(۳۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: جَآءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنَّ لِیْ مَمْلُوْكِیْنَ یُكَذِّبُوْنَنِیْ وَ یَخُوْنُوْنَنِیْ وَیَعْصُوْنَنِیْ وَاَشْتِمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَیْفَ أَنَامِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَاكَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ یُحْسَبُ مَاخَانُوْكَ وَعَصُوْكَ وَكَذَبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِیَّاهُمْ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِیَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَالَكَ وَلَاعَلَیْكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِیَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحّٰی الرَّجُلُ وَجَعَلَ یَهْتِفُ وَیَبْكِیْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًاوَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَیْنَابِهَاوَكَفٰی بِنَاحَاسِبِیْنَ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاأَجِدُ لِیْ وَلِهٰؤُلَآءِ شَیْئًا خَیْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلُّهُمْ أَحْرَارٌ.

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

ایک شخص آ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میرے پاس چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اس وجہ سے ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو قیامت کے دن اللہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جب قیامت ہوگی اس وقت پوار حساب ہوگا انہوں نے جو تمہاری خیایت کی اور تمہاری نافرمانی کی اور تمہارے ساتھ جو جھوٹ بولا ہے اور جو کچھ تم نے ان کو سزا دی ہے پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم کے بقدر ہوئی تو تمہارا معاملہ برابر ہوگا نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا، اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوئی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو پھر ان کے لئے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ شخص الگ جا کر بیٹھ گیا اور رونے چلانے لگا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ "اور قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو کھڑا کریں گے اور رکھیں گے ہم ترازو میں انصاف قیامت کے دن پھر ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ایک ذرہ اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کی تو ہم لے آئیں گے ان کو، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو یہ سن کر اس آدمی نے کہا، یا رسول اللہ! میں اپنے اور ان کے درمیان بھلائی کی اس کے سواء کوئی صورت نہیں پاتا کہ ان کو اپنے سے جدا کر دوں لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ (۱)

لغات: مَمْلُوْکِیْنَ: بمعنی غلام، جمع مَمَالِیک۔ یَخُوْنُوْنَنِی: خَانَ (ن) خَوْنًا وَخِیَانَۃً وَمَخَانَۃً، امانت میں خیانت کرنا یَعْصُوْنَنِیْ: عَصٰی (ض) عَصْیًا ومَعْصِیَۃً، نافرمانی کرنا، مخالفت کرنا۔ اَشْتِمُھُمْ: شَتَمَ (ن. ض) شَتْمًا، گالی دینا۔ کَفَافًا: حاجت کے مطابق گذرنے کے لائق ہونا۔ اِقْتَصَّ: مِنْ فُلَانٍ، قصاص لینا، روایت کرنا، نقل کرنا۔ فتنحی: زائل ہونا، جھکنا، کنارے ہو جانا۔ یَھْتِفُ: ھَتَفَ (ض) ھَتْفًا وَھُتَافًا، چلا کر بلانا، آواز کرنا۔ اَلْمَوَازِیْنَ. جمع مِیْزَان کی ہے بمعنی ترازو، وَزَنَ (ض) وَزْنًا وَزِنَۃً، وزن کرنا، تولنا۔ اَلْقِسْط: عدل انصاف۔ مِثْقَال: وزن، مقدار، جمع مَثَاقِیْل. خَرْدَل: واحد خَرْدَلَۃٌ آتی ہے بمعنی رائی۔

راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۷ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: "انّ لی مملوکین": میرے پاس چند غلام ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے پاس غلام اور باندی دونوں ہوں مگر یہاں پر صرف غلاموں کا ذکر تغلیبا کیا ہو۔ (۲)

"کان کفافا": تو تمہارا معاملہ برابر برابر رہے گا۔ لفظ "کفاف" اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت وحاجت کے بقدر ہو۔ اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تم ان غلاموں کو ان کے جرائم کے برابر سزا دی ہوگی تو تمہارا ان غلاموں کا معاملہ برابر برابر رہے گا۔ (۳)

"کــان فضلاً لک": لفظ "فضل" اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب حق سے زائد ہو۔ اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا ان غلاموں کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا یہ قیامت میں تمہارے لئے اجر او رانعام کا سبب بنے گا۔

اس حدیث کے ذریعہ ملازم کے حقوق کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اپنے غلام یا خادم، نوکروں کے ساتھ جانوروں والا معاملہ کرتے ہیں اور معمولی معمولی بات پر بڑی بڑی سزائیں دیتے ہیں ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کو جسمانی، روحانی ایذاء دیتے ہیں تو ان کو اس حدیث بالا سے عبرت پکڑنی چاہئے کہ آج تو ان پر ظلم کیا جارہا ہے مگر یقیناً ایک ایسا دن بھی عنقریب آنے والا ہے جس دن حساب کتاب ہوگا اور ایک ایک فعل وقول کا مواخذہ ہوگا۔

"ونضع الموازین القسط": آپ ﷺ نے کئی مقامات پر اپنی بات کی تاکید میں قرآنی آیات پڑھیں تاکہ بات اور زیادہ مضبوط ہو جائے۔

"یبکی": وہ آدمی رونے لگا۔ یہ ان صحابی کا تقویٰ اور کمال احتیاط اور خوف خدا تھا کہ وہ رونے لگے اور انہوں نے کہا کہ میں ایسی چیز اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا جس کے ذریعہ سے مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اسی کا نام کمال عبدیت ہے کہ آدمی ہر اس چیز سے اجتناب کرے جس کے ذریعہ سے خدا کی ناراضگی ہو سکتی ہو۔ (۴)

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الحساب والقصاص والمیزان" ص ۴۸۶ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب التفسیر (تفسیر سورۃ الانبیاء).

(۱) ترجمہ شیخ الہند (۲) مظاہر حق ۵/ ۱۴۹ (۳) مظاہر حق ۵/ ۱۴۹ (۴) مظاہر حق ۵/ ۱۴۹

(۳۸) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا: أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ الْآخَرُ: أَنَا أَصُوْمُ النَّهَارَ أَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ الْآخَرُ: أَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تین شخص آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے

تا کہ آپ کی عبادت کا حال معلوم کریں۔ جب ان لوگوں کو آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے، آپ کے مقابلہ میں ہم کیا ہیں اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کر دی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا کہ میں دن میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور افطار نہ کروں گا تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے سن لو خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ والا ہوں میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہون جو شخص میری سنت سے انحراف کرے وہ مجھ سے نہیں۔

لغات: رَهْط: آدمی کی قوم اور قبیلہ میں تین سے دس تک کا گروہ جس میں کوئی عورت نہ ہو اس لفظ کا کوئی واحد نہیں ہے۔ **تَقَالُّوْهَا**، تَقَالَّ الشَّی، کم سمجھنا، قَلَّ (ض) قَلًّا وَقِلًّا قِلَّةً، کم ہونا۔ **اِعْتِزَال**: عنہ الگ ہونا، جدا ہونا۔ **لَأَخْشَاكُمْ**: بہت ڈرنے والا، خَشِيَ (س) خَشْيَةً، ڈرنا۔ **أَتْقَاكُمْ**: اِتَّقٰی، بہت بچنے والا، وَقٰی (ض) وِقَايَةً، حفاظت کرنا، **اَرْقُدُ**: رَقَدَ (ن) رَقْدًا رُقُوْدًا رُقَادًا، سونا، مَرْقَدٌ، سونے کی جگہ۔ **رَغِبَ**: (س) رَغْبَةً عنہ اعراض کرنا۔

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: حدیث نمبر ۱۱ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تشریح: "رهط": بمعنی جماعت۔ دس سے کم کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیس سے کم کو کہتے ہیں [1] یہاں آنے والے تین صحابی تھے (۱) حضرت علی (۲) حضرت عثمان بن مظعون (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ یا مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ آپ ﷺ تو معصوم و مغفور ہیں چنانچہ ان تینوں نے اپنی اپنی طبیعت کے اعتبار سے ایک ایک چیز کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عبادت وہی معتبر اور قابل تحسین ہوگی جو خدا اور خدا کے رسول کی قائم کردہ حدود کے اندر ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی مثال دی کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ اس مثال میں اشارہ ہے کہ دنیا سے بالکل منہ موڑ لینا رہبانیت کے صرف حقوق اللہ لازم نہیں ہیں بلکہ حقوق العباد بھی لازم ہیں اور اس واقعہ سے بدعت کی بھی نفی ہوتی ہے کہ بدعت میں کسی عبادت میں کمی یا زیادتی کی جاتی ہے عبادت تو وہی معتبر ہے جو جس طرح شریعت نے بتائی ہے بغیر کمی ورزیادتی کے اس کو اسی طرح کیا جائے۔ [2]

یہ حدیث مشکوۃ میں "باب الاعتصام بالکتاب والسنّة" ص ۲۷ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب النّکاح (باب الترغیب فی النّکاح) واخرجه مسلم فی أوائل کتاب النّکاح.

(۱)مرقاۃ۱۱/۲۱۹ (۲)مظاہر حق۱/۲۰۱-۲۰۰

(۳۹) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا فَقَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

ترجمہ: حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دیر تک نہایت بلیغ انداز میں نصیحتیں فرمائیں جس سے لوگوں کی آنکھ آنسو بہانے لگیں اور دل دھڑکنے لگے تب ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آج کی یہ نصیحتیں رخصت کرنے والے لوگوں کی ہیں لہذا آپ ہمیں کچھ اور وصیتیں فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ حکم دینے والا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو بھی زندہ رہے گا وہ آپس میں بہت اختلافات دیکھے گا لہذا تم پر لازم ہے کہ تم میرے اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقوں کو مشعل راہ بناؤ اور انہیں داڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو دین میں نئی عبادات سے بچتے رہنا اس لئے کہ ہر نئی عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لغات: ذَرَفَتْ: (ض) ذَرْفًا، ذَرِيْفًا الدَّمْعُ، بہنا۔ وَجِلَ (س) وَجَلًا بمعنی ڈرنا، قال تعالی ﴿لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ﴾. مُوَدِّع: اسم فاعل، وَدَّعَ تَوْدِيْعًا، رخصت کرنا۔ تَمَسَّكُوْا: مضبوطی سے پکڑنا۔ عَضُّوْا: (س) عَضًّا دانت سے پکڑنا، دانت سے کاٹنا۔ اَلنَّوَاجِذُ: جمع ہے نَاجِذٌ کی بمعنی داڑھ، نَجَذَ (ض) نَجْذًا داڑھوں سے کاٹنا۔ مُحْدَثَات: جمع ہے

مُحْدَثَة کی بمعنی نئی بات حَدَثَ (ن) حُدُوْثًا، نو پیدا ہونا۔

راوی حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عرباض، والد کا نام ساریہ، کنیت ابونجیح سلمی۔ اصحاب صفہ میں سے تھے ملک شام میں رہتے تھے آخری وقت میں اللہ سے ملنے کا شوق بہت بڑھ گیا تھا اور یوں دعاء کرتے تھے: ''اے اللہ میری عمر زیادہ ہوگئی، ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں، بس اب تو اپنی طرف اٹھالے''۔ ۷۵ھ میں انتقال ہوا اور شام ہی میں مدفون ہوئے۔

تشریح: ''اوصیکم بتقوی اللہ'': سب سے پہلی نصیحت آپ نے تقوی کی کی کیونکہ تمام دین کی اساس یہی خدا کا خوف ہے کہ جب یہ کسی کے دل میں آجاتا ہے تو پھر اس کو تمام اوامر پر عمل کرنا اور تمام نواہی سے بچنا آسان ہوجاتا ہے۔

''وان کان عبدا حبشیا'':

سوال: غلام کو تو حاکم بنانا جائز نہیں؟

جواب اول: غلام کا ذکر علی سبیل المبالغہ ہے کہ اس کی بھی اطاعت کرو مخالفت نہ کی جائے جیسے کہ ایک نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد بنائے اگر چہ چڑیا کے گھونسلے کے مانند ہی کیوں نہ ہو، ظاہر ہے کہ مسجد چڑیا کے گھونسلے کی مانند تو نہیں ہوتی۔

جواب دوم: مقصود یہاں پر یہ ہے کہ غلام جو سربراہ مملکت کا نائب ہے جیسے کسی خاص علاقہ کا حاکم بنایا گیا ہو۔ (۲)

فسیری اختلافا کثیرا: میرے بعد بہت سے اختلاف کو دیکھے گا۔ کہ اس زمانے میں فتنوں کا، بدعتوں اور خواہشات نفسانی کا دور ہوگا۔ (۳)

فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الرّاشدین المهدیّین: علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، خلفائے راشدین سے مراد خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جن کی ترتیب یہ ہے، ''أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَبُوْبَكْرِ الصِّدِيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ''.

یہاں پر ان خلفاء کو بیان کرنے مقصد ان کی تفہیم وتصویب رائے کو بیان کرنا مقصود ہے۔

المهدیّین: ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صفت ہے کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ یہ خلفاء اربعہ حضور اکرم ﷺ کی سنت سے اجتہاد کر کے جو استنباط کریں گے اس میں خطاء نہیں کریں گے۔ (۴)

کل بدعة ضلالة: ہر بدعت گمراہی ہے۔ بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

بدعت کی تعریف مجلس الابرار میں یہ ہے۔ ''اَلْبِدْعَةُ السَّيِّئَةُ الَّتِيْ لَيْسَ لَهَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَصْلٌ وَسَنَدٌ ظَاهِرٌ أَوْ خَفِيٌّ مَلْفُوْظًا أَوْ مُسْتَنْبَطٌ''. ''بدعت سیئہ اس کو کہتے ہیں جس کی اصل نہ قرآن میں ہو نہ ہی حدیث میں اور نہ ظاہر یا خفی کوئی بھی اس کے بارے میں سند ملتی ہو نہ لفظوں میں اور نہ ہی مضمون سے'' (۵)۔ اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ گمراہی ہے اور گمراہی انسان کو جہنم میں لے جائے گی۔

یہ حدیث مشکوۃ میں ''باب الاعتصام بالکتاب والسنة'' ص ۲۹ پر ہے پوری حدیث بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ

آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب العلم (باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة) اخرجه ابو داود واخرجه أحمد فی مسند ٥. ١٢٦ ـ ١٢٨.

(۱) مرقاة ۱/۲۴۲ (۲) مرقاة (۳) مرقاة ۱/۲۴۲
(۴) تنظیم الاشتاعت ۱/۱۰۲ (۵) مجالس الابرار ۱۶۳

(٤٠) عَنْ مَعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ اِلَّا مُؤَخَّرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ: يَا مَعَاذُ! هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَمَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّايُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُبِهِ النَّاسَ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک گدھے پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھا میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یقیناً اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ مانیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا انہیں عذاب نہ دیں۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی خوش خبری دوسروں کو نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا، انہیں یہ خوش خبری نہ سناؤ کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔

لغات: رِدْف: پیچھے سوار ہونے والا۔ مؤخَّرةُ الرَّحلِ: کجاوہ کا پچھلا حصہ۔ الَا یشرِکوا: اَشرَکَهُ فِیْ اَمرِهٖ، کام میں شریک ہونا، اَشرَکَ بِاللّٰہِ، شریک ٹھہرانا، شرک کرنا۔ اُبَشِّر: بَشَّرَہٗ، خوش کرنا خوشخبری دینا، قال تعالیٰ: ﴿فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ﴾. فَيَتَّكِلُوْا: اِتَّکَلَ عَلَی اللّٰہِ، بھروسہ کرنا، مطیع وفرمانبردار ہونا، اِتَّکَلَ فِیْ اَمرِهٖ عَلٰی فُلَانٍ، اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا۔ وکل: (ض)

وکلا، سپرد کرنا، قال تعالی: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾.

راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام معاذ، ابوعبدالرحمٰن کنیت، امام الفقہاء، کنز العلماء اور عالم ربانی القاب ہیں۔ رنگ سفید، چہرہ روشن، قد دراز، بال گھونگھریالے، آگ کے دانت نہایت چمک دار تھے، نبوت کے بارہویں سال میں جب اسلام مدینہ میں آیا تو انہوں نے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور چند ہی دنوں کے بعد ان کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔ یہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی حیات میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۳۶ سال تھی ۱۸ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال بیت المقدس اور ''عوذ'' نامی ایک جگہ ہے، جس میں ''بیان'' نامی شہر تھا جو ''نہر اردن'' کے قریب واقع تھا، یہی وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ ان سے روایات کی تعداد (۱۵۷) ہے دو میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

تشریح: ردف النبی ﷺ: میں آپ کے پیچھے سوار تھا۔ اس کو بیان کرنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہ تھی اس کی کئی وجہیں ممکن ہیں:

اول: آپ ﷺ کی جو خاص شفقت وعنایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر تھی اور بارگاہ نبوی میں جو خاص مقام قرب ان کو حاصل تھا اس کو بیان کرنا مقصود ہے۔

دوم: یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتے ہوں کہ یہ حدیث مجھ کو خوب اچھی طرح یاد ہے یہاں تک کہ اس وقت کی یہ بڑی بات کہ میں کہاں تھا یہ بھی یاد ہے۔ (۱)

سوم: یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح مشتاق ومحبین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ محبت کی یادگار صحبتوں کو والہانہ انداز میں مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اسی جذبے سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ فرمایا۔ (۲)

علی حمار: گدھے پر سوار تھے۔ یہ آپ ﷺ کے کمال تواضع کو بیان کرنا ہے کہ باوجود سردار ہونے کے آپ ایک معمولی سی سواری پر سوار تھے۔ (۳)

حقّ العباد علی اللّٰہ: بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے۔

سوال: اللہ پر تو کسی کا کوئی حق نہیں؟

جواب: اس سے پہلے بندوں کے حق بیان کیا گیا تھا اس کے مقابلہ کے اعتبار سے یہ فرما دیا گیا ورنہ اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں۔ (۴)

أن یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا: ابتداء اسلام کے زمانے میں اسلام اور کفر کے درمیان سب سے بڑا واضح فرق توحید اور شرک ہی تھا اس لئے اس عنوان کو اختیار کیا گیا یا اس کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کرنا اور شرک سے بچنا اسلام کی روح اور مرکزی مسئلہ ہے۔ (۵)

أن لا یعذّب من لا یشرک بہ شیئا: کہ عذاب نہ دے، اس شخص کو جس نے شریک نہ مانا ہو۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ توحید

کا ذاتی اقتضاء یہی ہے کہ ایسا آدمی عذاب دوزخ سے محفوظ رہے اور جنت میں جائے اگر اس نے اپنی بدبختی سے کچھ ایسے بداعمال بھی کئے ہیں جس کا ذاتی اقتضاء قرآن وحدیث میں عذاب پانا اور دوزخ میں جانا بتلایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور دکھلائیں گے۔(۶)

یہ حدیث مشکوہ میں " کتاب الایمان ﷺ ص ۱۳۔۱۴ پر ہے۔ پوری حدیث بھی بعینہ انہی الفاظ اور انہی راوی کے ساتھ آئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب اسم الفرس والحمار) و(باب من جاهد نفسه فی طاعة اللّٰه) واخرجه مسلم فی کتاب الایمان (باب الدّلیل علی انّ من مات علی التّوحید دخل الجنّة)

---

(۱) معارف الحدیث ۱/۹۶ (۲) معارف الحدیث ۱/۹۷ (۳) مرقاۃ ۱/۹۸

(۴) مرقاۃ ۱/۹۸ (۵) معارف الحدیث ۱/۹۷۔۹۸ (۶) معارف الحدیث ۱/۱۱۳

تمّت

کتابیات

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	ولادت	وفات ھ
الف			
احیاء العلوم	محمد بن محمد غزالی طوسی	۴۵۰ھ	۵۰۵ھ
ارشاد الطالبین	بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۱۴۳ھ	۱۲۲۵ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۹۵۸ھ	۱۰۵۲ھ
اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد تھانوی	۱۳۱۰ھ	۱۳۹۴ھ
التعلیق الصبیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ	
العلم والعلماء	مولانا ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر	۳۶۸ھ	۴۶۳ھ
الکوکب الدری	مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۲۶۹ھ	۱۳۴۶ھ
بدائع الصنائع	ابوبکر بن مسعود ابن احمد کاسانی		
انوار الباری	مولانا سعید احمد رضا بجنوری		
ب			
بذل المجہود	مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی	۱۲۶۹ھ	۱۳۴۶ھ
بنایہ شرح ھدایہ	بدرالدین محمود عینی	۷۶۳ھ	۸۵۵ھ
بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۲۸۰	۱۳۶۲
ت			
تفسیر قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر		۶۷۱ھ
تفسیر مظہری	بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۱۴۳ھ	۱۲۲۵ھ
تفسیر معارف القرآن	مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ		

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	ولادت	وفات ھ
تلبیس ابلیس	شیخ جمال الدین عبدالرحمٰن الجزری	۵۱۱	۵۹۷
تنظیم الاشتات	مولانا محمد ابوالحسن	۱۳۳۸	
جامع ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۰۹	۲۷۹
جواھر الحکم	مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی	۱۳۱۶	۱۳۸۵
ز			
زجاجۃ المشکوٰۃ	ابوالحسنات سید عبداللہ بن مولانا سید مظفر الدین		
س			
سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بجستانی	۲۰۲	۲۷۵
سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی	۲۰۹	۲۷۳
سنن نسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی خراسانی	۲۱۵	۳۰۳
ش			
شامی	سید محمد امین المعروف بہ ابن عابد بن شامی		
ص			
صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۱۹۴	۲۵۶
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری	۲۰۴	۲۱۶
ع			
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین محمود عینی	۷۶۲	۸۵۵
ف			
فتاوی دارالعلوم دیوبند	مولانا عزیز الرحمٰن	۱۱۷۵	۱۳۴۷

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	ولادت	وفات ھ
فتاوی عالمگیری	اورنگ زیب عالمگیر نے مرتب کروائے		
فتح الباری شرح صحیح البخاری		۷۷۳	۸۵۰
فتح العزیز	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹	۱۲۳۹
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی المعروف بہ ابن ہمام	۷۸۸	۸۶۱
فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی	۱۳۰۵	۱۳۶۹
فضل الباری شرح صحیح البخاری			
فیض الباری شرح صحیح البخاری	علامہ انور شاہ کشمیری	۱۲۹۲	

ک

کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۳۵	۱۸۹
کنزالعمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین		۹۷۵

م

مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی المعروف بہ ملا علی قاری		۱۰۱۴
مسند احمد	امام احمد بن حنبل	۱۶۴	۲۴۱
مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ		۷۴۸
مظاہر حق	نواب قطب الدین	۱۲۱۹	۱۲۸۹

ن

نووی شرح صحیح مسلم	ابوزکریا یحیی بن شرف نووی	۶۳۱	۶۷۷

ھ

ھدایہ	برھان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی فرغانی	۵۱۱	۵۹۳

فقیہ الاُمّۃ، سراج الائمّۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ
کی شہرۂ آفاق تالیف "کتاب الآثار" کی نہایت آسان مفصّل اور مدلّل شرح

روضۃ الازہار

شرح اردو

کتاب الآثار

① حدیث کے ہر ہر جزء کی مفصّل تشریح مع حلّ لغات ② احادیث کی تخریج اور راویوں کے حالاتِ زندگی
③ ہر بحث مستند حوالوں کے ساتھ ④ مختلف طرقِ حدیث کا بیان
⑤ مذاہبِ اربعہ کے ادلّہ اُنہی کی کتب سے ⑥ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
⑦ احناف کے دلائل کی وجہِ ترجیح ⑧ مناسب مقامات پر جدید مسائل کی وضاحت

اکابر علماءِ کرام کی تقریظات کے ساتھ
عہدِ حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب سہل، سادہ و دلنشین اندازِ بیان

ترجمہ و تشریح
مولانا محمد حسین صدیقی
اُستاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی
فون ۷۷۲۵۶۷۳

روضۃ الصالحین

مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نوویؒ کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین

کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار

حسب فرمائش حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

کتاب کی چند خصوصیات

- ہر حدیث کا اردو زبان میں آسان و عام فہم ترجمہ
- ہر حدیث و عربی عبارت مع اعراب و تشریح
- ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
- ہر حدیث کے حل طلب اجزاء کی بہترین و جامع تشریح
- عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب
- ہر بحث و تشریح کے حوالہ جات
- ائمہ و فقہاء و محدثین کی عام فہم رائے کا اندراج
- جدید مسائل کا جابجا تذکرہ
- احادیث کے مختلف طُرق کی نشاندہی
- ہر حدیث کی تخریج و راوی کے حالات کا تذکرہ
- ہر حدیث کے مشکل الفاظ کی حل لغات و ابواب صرفیہ و نحو کے ضروری مسائل

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد- اردو بازار- کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳